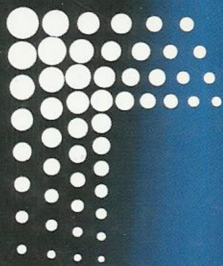
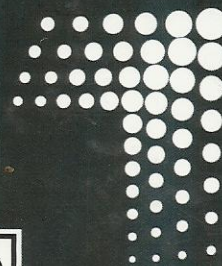
الدّمعة السّاکبہ

جلد اوّل

مولف: آقائے محمد باقر دہشتی بہبانی نجفی









ولی العصر ٹرسٹ

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان





۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

الدمعۃ الساکبہ

جلد اوّل

مؤلف

آقائے محمد باقر دہدشتی بہبہانی نجفی

مترجم

حجت الاسلام علامہ اثیر جاڑوی

تصحیح : مولانا سید نثار عباس جہادی ترڈیولی

پیشکش

سید محمد شبیر عباس

پروف ریڈنگ

مولانا احمد رضا خطیب مسجد امام بارگاہ بیت الحزن سادات کالونی سمن آباد لاہور

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ ○ رتہ متہ ضلع جھنگ

نام کتاب: ــــــــ الدمعة الساکبہ (جلد اول)
مؤلف: ــــــــ آقائے محمد باقر دہشتی بہبہانی نجفی
مترجم: ــــــــ علامہ اثیر جاڑوی
تعداد: ــــــــ ایک ہزار
سن اشاعت اول: ــــــــ ۱۹۹۲ء بمطابق ۱۴۱۲ ہجری
کتابت: ــــــــ دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ (گوجرانوالہ)
ہدیہ: ــــــــ
مطبع: ــــــــ

آسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) مین بازار اسلام پورہ لاہور

الدمعۃ ساکبہ کے مُصنّف کا مختصر تعارف

ہماری خواہش تھی کہ صاحب دمعہ کا ان کی قابل قدر تالیف کے مطابق تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ لیکن بوجوہ ہماری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکی الذریعہ سے، الدمعہ الساکبہ کے ذیل میں جو کچھ میسر آسکا ہے قارئین کی نذر کر رہے ہیں امید ہے قبول فرمائیں گے۔

محمدؐ باقر ابن عبدالکریم دہدشتی بہبانی

جو از روئے قیام اور مدفن نجفی تھے اس کے مؤلف ہیں۔ ۱۲۸۵ھ میں داعی اجل کو نجف اشرف میں لبیک کہی۔ الدمعۃ الساکبہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مؤلف علوم کی وفات سے بیس برس بعد پہلی تین جلدیں ایک جلد میں ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوئی ہے۔ چوتھی اور پانچویں جلد تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ ان میں سے ایک جلد میں تو صرف حضرت حجت کے وہ حالات ہیں جو زمانہ رجعت سے متعلق ہیں۔ مؤلف علوم کے اپنے دست مبارک سے لکھا ہوا صرف ایک ہی نسخہ اس وقت نجف اشرف مکتبہ امیرالمومنینؑ کے نام وقف شدہ موجود ہے جو بوسیدگی کی بدولت اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ہے۔ ڈر ہے کہیں ایک ایک کرکے اس کے اوراق ضائع نہ ہوجائیں۔

آغاز کتاب میں مؤلف نے الدمعۃ الساکبہ کے ماخذ کی طویل فہرست دی ہے۔ اور پانچوں جلدوں کی فہرست بھی جلد اول میں لکھ دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد چہارم صرف حضرت حجت سے متعلق ہے اور اس میں مولف نے زیادہ صحاح اہل سنت کو ماخذ بنایا ہے۔ تاکہ وجود حضرت حجت سے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے اور اور جلد پنجم رجعت سے متعلق ہے۔

الدمعۃ الساکبہ کا خطبہ اور پیش لفظ کاظمین میں مقیم اور امام الحرمین سے ملقب سرکار علامہ میرزا محمد ہمدانی متوفی ۱۳۰۳ھ نے لکھا ہے۔

سرکار موصوف نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب المحاسن میں بھی کیا ہے ہم اس کا تذکرہ یہیں کر رہے ہیں۔ صاحب الدمعۃ الساکبہ۔ صحن علوی میں مدفن ہیں جناب محمد علی کتابفروش کے والد تھے۔ محمد علی کی ۱۳۲۴ھ میں وفات ہوئی ہے، انہوں نے اپنے والد کے کافی واقعات خود مجھے بتائے تھے۔ مثلاً یہ کہ صاحب دمعہ ماہر کاتب تھے۔ انکے

ہاتھ میں غیر معمولی روانی تھی۔

جواہر کا مکمل دورہ تین مرتبہ انہوں نے معاوضہ پر لکھا تھا۔ ایک دورہ کا معاوضہ پچاس تومان لیتے تھے۔

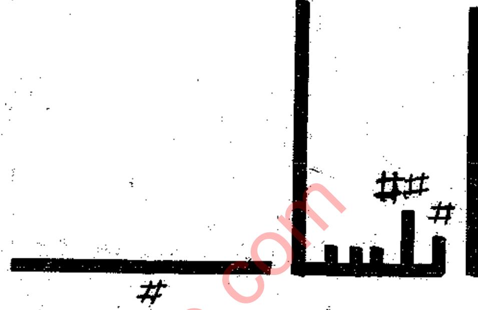
شیخ نوری نے صاحب دمعہ کے بعض خواب جنۃ الماوی میں درج کیے ہیں جن سے ان کے علو مرتبہ اور عظمت مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

دعا ہے خداوند قدوس سے بحق محمدؐ و آل محمدؐ بالعموم تمام علمائے حق کو اور بالخصوص ہمیں ان جیسے علمائے اعلام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور انہی جیسے مراتب عالیہ سے نوازے۔ آمین۔

عرض ناشر

کتاب پیش نظر "الدمعۃ الساکبہ" (جلد اول) مؤلفہ آقای محمد باقر دہ دشتی بہبہانی نجفی اعلی اللہ مقامہ (مترجم حجۃ الاسلام علامہ اثیر جاڑوی شہید) ہمارے والد محترم جناب سید محمد شبر عباس شاہ صاحب بخاری رئیس اعظم رتہ متہ ضلع جھنگ اپنے ادارہ ولی العصر رتہ متہ ضلع جھنگ کی طرف سے ہدیہ قوم کرنا چاہتے تھے یہ کتاب طبع نہ ہونے پائی تھی کہ والد مرحوم بقضائے الٰہی انتقال فرما گئے۔ اب میں اپنے والد مرحوم کی اس دلی تمنا کو پورا کرنے کے لیے کتاب مذکورہ نذر قوم وملت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ خداوند اس کتاب کی اشاعت پر جو ثواب تیری بارگاہ سے عطا ہو اسے ہمارے والد مرحوم کے نامہ اعمال کی زینت قرار دے۔ ان کے درجات کو بلند فرما اور ان کو جوار شہیدان کربلا (ع) میں جگہ مرحمت فرما مجھے امید ہے کہ قارئین کتاب ہذا وقت مطالعہ کتاب مرحوم کو سورۂ فاتحہ سے نوازیں گے۔

سید محمد علی عمران شاہ بخاری
ادارہ ولی العصر رتہ متہ ضلع جھنگ



الدمعۃ الساکبہ یعنی بہتے ہوئے آنسو میں چہاردہ معصومینؑ کی اس سوانح عمری کو سرورِ کائنات کی نواسی علیؑ و فاطمہؑ کی لختِ جگر حسنؑ و حسینؑ کی پیاری بہن و سجادؑ و باقرؑ کے ہمراہ قید نبھانے والی حضرت اُمّ المصائبؑ کے نام منسوب کرتا ہوں!

خاکپائے اہلبیتؑ

سیّد محمد شبّر عباس مرحوم

فہرست

الدمعۃ الساکبہ جلد اوّل

فہرست

آنحضورؐ اور ائمہ اہلبیتؑ کے غم میں گریہ!

امالی صدوق کے مطابق امام رضاؑ سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارے مصائب میں روئے جو کچھ ہم پر گزری اس کا تذکرہ کرے تو قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

جو شخص ہمارے غم میں روئے یا رلائے قیامت کے دن جب ہر آنکھ اشکبار ہوگی وہ کبھی نہ روئے گا۔

جو شخص ایسی محفل میں شامل ہو جس میں ہمارے ذکر کو زندہ کیا جا رہا ہو اس شخص کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن تمام دل مردہ ہوں گے۔

امالی طوسی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ۔ جو شخص ہمارے بے گناہ بہائے گئے خون پر آنسو بہائے یا ہمارے غصب شدہ حق کو یاد کرے۔ اور ہمارے ناموس کے بازاروں اور درباروں میں جانے یا ہمارے کسی شیعہ کے دکھ پر غمزدہ ہو۔ اللہ اس کا ٹھکانا جنت میں بنائے گا۔

قرب الاسناد حمیری میں مروی ہے کہ امام صادقؑ فضیل ابن یسار سے سوال کیا۔

اے فضیل کیا اپنی مجالس و محافل میں ہمارا تذکرہ بھی کرتے ہو؟

فضیل نے عرض کیا۔ قبلہ مجلس کا مقصد ہی آپ کا ذکر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ فضیل آپ کی ایسی مجالس ہمیں بہت محبوب ہیں۔ اے فضیل ایسی مجالس منعقد کیا کرو۔ ان میں ہماری یاد تازہ رکھا کرو۔ فضیل جو شخص ہمارا تذکرہ کرے۔ یا جس شخص کی آنکھ سے ہمارے ذکر پر ایک آنسو بھی بہہ نکلے اگر اس کے گناہوں کی تعداد سمندر کے قطرات کی مانند بھی ہوگی تو اللہ اسے معاف فرمادے گا

خصال صدوق میں حدیث غنا حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ۔ ذات احدیت نے کائنات عالم میں سے ہمیں منتخب فرمایا ہے۔ پھر ہمارے شیعوں کو منتخب کیا ہے جو ہمارے ناصر۔ ہماری خوشی میں خوش۔ ہماری غمی میں غمزدہ۔ اور ہماری راہ میں جان و مال قربان کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے ہیں اور ہمارے پاس آئیں گے۔

امالی طوسی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ۔ ہمارے اوپر کیے گئے مظالم کی یاد میں ایک آہ تسبیح خدا ہے

ہم پر کیے گئے مظالم کی یاد میں غم عبادت ہے۔ آپ لوگوں پر واجب ہے۔ کہ اس بیان کو سونے سے لکھ لو۔

بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ۔ ہر نیک عمل کا محدود ثواب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے غم میں بہنے والے ہر ایک آنسو کا ثواب لامحدود ہو گا۔

ابن الشیخ نے امالی میں مخول ابن ابراہیم کے ذریعہ امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ، ہمارے غم میں جس شخص کی آنکھ سے قطرہ یا ایک آنسو بہہ جائے اللہ اسے جنت میں جگہ دے گا۔ ابن منذر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں مجھے امام حسینؑ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے مخول کی زبانی آپ سے ایک روایت سنی ہے میں نے مذکورہ روایت دہرا کر عرض کیا۔

کیا آپ نے ایسے ہی فرمایا تھا؟

امام حسینؑ نے فرمایا؛ ہاں میں نے اسی طرح کہا ہے۔ یاد رکھنا اب تیرے اور میرے مابین اس حدیث میں سلسلہ سند ختم ہو گیا ہے۔

محمد ابن مسلم نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ۔ امام حسینؑ اپنے زائرین کو دیکھتے ہیں۔ آپ ان کے اور ان کے آباؤاجداد کے ناموں تک سے واقف ہیں۔ آپ اپنے ہر رونے والے کو دیکھتے ہیں۔ پھر ان کے لیے خود بھی استغفار کرتے ہیں اور اپنے آباء سے بھی رونے والے کے لیے استغفار کی درخواست کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اگر میرے زائر کو معلوم ہوتا کہ میری زیارت کے عوض اللہ نے اس کا کتنا اجر مقرر کر رکھا ہے۔ تو وہ مجھے رونا تک بھول جاتا۔ جب میرا زائر زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

لہوف میں صادق آل محمدؑ سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارے غم میں ایک مومن کو رلائے وہ جنت میں جائے گا۔ جو پچاس مومن کو رلائے جنت میں جائے گا۔ جو تیس مومنین کو رلائے داخل جنت ہو گا۔ جو دس مومنین کو رلائے داخل جنت ہو گا۔ جو شخص رونے کی شکل بنائے وہ بھی داخل جنت ہو گا۔

کامل الزیارۃ میں فضیل ابن یسار نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ۔ جس شخص کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے۔ اور اس کی آنکھ سے مچھر کے پر برابر بھی آنسو بہہ پڑے اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا خواہ وہ قطرات سمندر کی مانند کیوں نہ ہوں۔

کامل الزیارۃ ہی میں امام حسینؑ سے مروی ہے۔ انا قتیل العبرۃ ۔ میں کشتۂ عبرت ہوں۔

کامل الزیارۃ ہی میں ہارون ابن خارجہ سے مروی ہے کہ جناب صادق آل محمدؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ امام حسینؑ کا تذکرہ چل نکلا۔ آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا۔ سچ فرمایا کرتے تھے۔ انا قتیل العبرۃ ۔ میں کشتۂ عبرت ہوں۔ جو مومن بھی میرا نام لے گا اس کی آنکھ سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑیں گے۔

کامل ہی میں اسماعیل ابن جابر سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے۔ انا قتیل العبرۃ

میں کشتۂ عبرت ہوں۔

کامل میں ہارون ابن خارجہ سے منقول ہے امام صادقؑ نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ میں کشتۂ عبرت ہوں مجھے انتہائی سفاکی سے شہید کیا گیا ہے۔ اللہ کا حق ہے کہ میری زیارت کو جو مصیبت زدہ بھی آئے اسے بحالت مسرت گھر لوٹائے۔

کامل کے مطابق ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے چہرہ سیّد الشہداءؑ پر نظر کر کے فرمایا۔ یا عبرت کل مومن۔ اے ہر مومن کے آنسو! امام حسینؑ نے عرض کیا، قبلہ کیا میں ہر مومن کا آنسو ہوں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں بیٹے تو ہی ہر مومن کا آنسو ہے۔

کامل اور امالی صدوق میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے پانی مانگا۔ پانی پینے کے بعد فرمایا۔ "لعن اللہ قاتل الحسینؑ۔ اے داؤد۔ جو شخص پانی پیئے اور قاتل امام حسینؑ پر لعنت کرے۔ اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکی کا اضافہ فرما دیتا ہے ایک لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور ایک لاکھ درجہ میں اضافہ فرماتا ہے۔ ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دیتا ہے۔ یوم حشر وہ شخص پاکیزہ دل محشور ہوگا۔

کامل میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ہمارے ذکر پر جس شخص کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر رخسار پر بہہ جائے اللہ اسے جنت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔ جو شخص ہمارے مصائب یاد کر کے ایک آنسو بہا لے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اگر کسی شخص کو ہماری محبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ ہمارے مصائب کو یاد کرے اللہ اس کو جنت میں جگہ دے گا۔ اور آتش جہنم کی حدت سے محفوظ رکھے گا۔

کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ ہم اہل کوفہ سے ایک گروہ امام صادقؑ کے پاس آئے۔ ہم بیٹھے تھے کہ جعفر ابن عفان آگیا۔ امام صادقؑ نے پوچھا۔

جعفر میں نے سنا ہے تو اشعار کہتا ہے۔

جعفر نے عرض کیا قبلہ کچھ تو کہہ لیتا ہوں۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ کیا میرے جد امجد امام حسینؑ کے سلسلہ میں بھی کبھی اشعار کہے ہیں؟

جعفر نے عرض کیا۔ قبلہ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کچھ ہمیں بھی سنا۔

جعفر نے ایک مرثیہ پڑھا۔ جسے سن کر آپ اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

پھر فرمایا: جعفر بخدا اس وقت تیری مرثیہ خوانی میں ملائکہ بھی شریک تھے۔ اور وہ تیری اس مرثیہ خوانی کے شاہد ہیں۔ ملائکہ بھی اسی طرح گریہ کرتے رہے ہیں جس طرح ہم نے گریہ کیا ہے۔ جعفر اللہ نے تیرے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

جعفر یقین رکھ! جو شخص امام حسینؑ کے غم میں ایک شعر کہہ دے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلائے اللہ اس کے لیے جنت واجب قرار دے دیتا ہے۔

کامل میں ابوہارون مکفوف نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ۔ جو شخص غم امام حسینؑ میں اس قدر بھی آنسو بہا لے جس سے مچھر کا پر بھی تر ہو جائے اس کا ثواب ذات احدیت کے ذمہ ہو جاتا ہے اور اللہ کم از کم جنت ہی عنایت فرمائے گا۔

ثواب الاعمال میں شیخ صدوق نے ابوہارون مکفوف سے روایت کی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابوہارون! مجھے غم حسینؑ سے متعلق اشعار سنا۔

آپ نے فرمایا۔ ایسے نہیں۔ بلکہ اسی طرح سناؤ جس طرح اپنی مجالس میں سوز سے سناتے ہو۔

میں نے سوز سے مرثیہ پڑھا آپ کے آنسو بہنے لگے۔

پھر فرمایا: کچھ اور بھی سنا۔

میں نے دوسرا مرثیہ سنایا۔ آپ اس قدر روئے کہ آپ کی صدائے گریہ بلند ہوگئی۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پردہ کے پیچھے سے بھی صدائے گریہ آرہی ہے۔

آپ نے فرمایا: اے ابوہارون! جو شخص امام حسینؑ پر مرثیہ کہے اور دس آدمیوں کو رلا دے۔ اللہ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ جو پانچ آدمیوں کو رلا دے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ بلکہ جو ایک آدمی کو بھی رلا دے اس پر بھی جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کے سامنے ذکر حسینؑ کیا جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے پر تر کرنے کے برابر آنسو آجائے تو بھی اللہ اس کے لیے جنت سے کم جزاء پر راضی نہیں ہوگا

کامل الزیارۃ میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ۔ امام حسینؑ کے غم کے سوا ہر غم میں گریہ اور ماتم مکروہ ہے۔ لیکن غم حسینؑ میں گریہ پر بے شمار ثواب ہے۔

کامل ہی میں ابو عمارہ مرثیہ خواں سے مروی ہے کہ امام صادقؑ کے سامنے جس دن بھی ذکر امام حسینؑ کیا گیا اس دن آپ کو شام تک کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا۔ روتے بھی تھے اور فرماتے بھی تھے۔ الحسین عبرۃ کل مومن۔ حسینؑ ہر مومن کے لیے باعث عبرت ہے۔

کامل ہی میں امام حسینؑ سے مروی ہے۔ میں ہر مومن کے لیے عبرت ہوں۔ جو مومن بھی مجھے یاد کرے گا اس کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑیں گے۔





حالاتِ سرورِ انبیاءؑ

نسبِ سرورِ انبیاءؑ :

معروف سلسلہ نسب یوں ہے :

محمدؐ ۔ ابن عبداللہ ۔ ابن عبدالمطلب ۔ ابن ہاشم ۔ ابن عبدمناف ۔ ابن قصی ۔ ابن زید ۔ ابن کلاب ۔ ابن مرہ ابن کعب ۔ ابن لوی ۔ ابن غالب ۔ ابن فہر ۔ ابن مالک ۔ ابن نضر ۔ ابن کنانہ ۔ ابن خزیمہ ۔ ابن مدرکہ ابن الیاس ۔ ابن مضر ۔ ابن نزار ۔ ابن معد ۔ ابن عدنان ۔ ابن اد ۔ ابن آدو ۔ ابن یسع ۔ ابن ہمیسع ۔ ابن سلامان ۔ ابن نبت ۔ ابن حمل ۔ ابن قیدار ۔ ابن اسماعیل ۔ ابن ابراہیم ۔ ابن تارخ ابن ادغو ۔ ابن فالغ ۔ ابن عابر ۔ ابن شالخ ۔ ابن ارفخشد ۔ ابن سام ۔ ابن نوح ۔ ابن ملک ۔ ابن متلوشلخ ۔ ابن اخنوخ ۔ ابن ادریس ۔ ابن بارز ۔ ابن مہلائیل ۔ ابن قینان ۔ ابن انوش ۔ ابن شیثؑ ۔ ابن آدمؑ ۔

والدہ سرورِ کونینؐ جناب آمنہ کا سلسلہ نسب

آمنہ بنت وہب ۔ ابن عبدمناف ۔ ابن زہرہ ۔ ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ۔ الخ

علل الشرائع ۔ خصال ۔ اور معانی الاخبار میں شیخ صدوق نے جناب جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ ۔ میں تمام لوگوں کی نسبت صورت اور سیرت میں حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ کے زیادہ مشابہ ہوں ۔

سرورِ کونینؐ کے اسمائے گرامی

اللہ نے عرش میں میرے دس نام رکھے ہیں ۔

اللہ نے ہر نبیؑ کو حکم دیا ہے کہ میری آمد کی بشارت اپنی اُمت کو دے ۔

توراۃ و انجیل میں اللہ نے مجھے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے ۔

وہ خود محمود ہے اس نے میرا نام احمد رکھا ہے ۔

اللہ نے مجھے اچھے وقت میں مبعوث فرمایا ہے ۔

اللہ نے تورات میں مجھے احید کے نام سے متعارف کرایا ہے۔
میری امت کے توحید نواز ہونے کی وجہ سے اللہ نے ان سے آتش جہنم کو دور رکھا ہے۔
اللہ نے انجیل میں میرا نام احمد رکھا ہے۔ احمد ہونے کی وجہ سے تمام اہل سماء میں میں محمود ہوں۔
اللہ نے میری امت کو حامد بنایا ہے۔
اللہ نے زبور میں میرا نام ماحی رکھا ہے۔ میری بدولت اللہ نے روئے ارض کو بت پرستی سے پاک کیا ہے۔
اللہ نے قرآن میں مجھے محمدؐ کہا ہے۔ تاقیامت میں ہی محمود ہوں گا۔ میرے سوا کسی کو بھی حق شفاعت نہیں ہوگا
اللہ نے قیامت میں میرا حاشر کے نام سے تعارف کرایا ہے۔ میدان محشر میں محشور ہونے والا ہر فرد میرے قدموں پر محشور ہوگا۔

اللہ نے میرا ایک نام متوقف بھی رکھا ہے۔ کیونکہ تمام بنی آدمؑ کو میں دربار خالق میں حاضر کروں گا۔
اللہ نے مجھے عاقب بھی فرمایا ہے۔ کیونکہ میں وہ آخری نبی ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
اللہ نے مجھے رسول رحمت کا نام بھی دیا ہے۔
اللہ نے مجھے رسول توبہ کے نام سے بھی نوازا ہے۔
اللہ نے مجھے رسول الملاحم کا نام بھی عنایت کیا ہے۔
اللہ نے میرا ایک نام مقتفی بھی رکھا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاءؑ کے آخر میں آیا ہوں۔
اللہ نے میرا نام مقیم۔ جامع۔ اور کامل بھی رکھا ہے۔
اللہ نے مجھ پر یہ احسان بھی فرمایا ہے کہ اس نے ہر نبی کو ایک محدود سی تعداد یعنی اپنی قوم کا نبی مبعوث فرمایا ہے لیکن مجھے اللہ نے پورے کرہ ارض کا نبی بنایا ہے۔ اور مجھے فرمایا ہے۔ اے محمدؐ! میں نے تجھے اس رعب سے نوازا ہے۔ جس سے کسی اور نبی کو نہیں نوازا۔
اللہ نے میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا۔
اللہ نے مجھے سورۃ فاتحہ سے نوازا ہے جو عرش کے خزانوں میں سے عظیم ترین خزانہ ہے۔
اللہ نے میرے اور میری تمام امت کے لیے پورے روئے ارض کو مسجد بنایا ہے۔
اللہ نے مجھے تکبیر کی نعمت سے نوازا ہے۔
اللہ نے میرے ذکر کو اپنے ذکر سے متصل کر دیا ہے۔ میری امت میں سے جو بھی اللہ کا نام لے گا میرا نام بھی ساتھ لے گا۔

علل الشرائع۔ امالی۔ اور معانی الاخبار میں امام حسنؑ سے مروی ہے کہ:
یہودیوں کے چند افراد آنحضورؐ کی خدمت میں آئے اور ان میں سے جو زیادہ عالم تھا اس نے عرض کیا۔ آپ کا نام محمدؐ

احمد۔ ابوالقاسم۔ بشیر۔ نذیر۔ اور داعی کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا! اللہ نے میرا نام محمدؐ اس لیے رکھا ہے کہ انبیاءؑ میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس کی ارض و سماء میں اتنی تعریف کی گئی ہو جتنی میری کی گئی ہے۔

اللہ نے میرا نام احمد اس لیے رکھا ہے کہ مخلوق اول ہونے کی حیثیت سے انبیاء اور ملائکہ میں سے کوئی نبی اور کوئی ملک ایسا نہیں جس نے اللہ کی اتنی حمد کی ہو جتنی میں نے کی ہے۔

اللہ نے ابوالقاسم کی کنیت اس سے دی ہے کہ تقسیم جنت و جہنم میرے قبضہ میں ہوگی۔

اللہ نے مجھے اس لیئے نذیر کا نام دیا ہے کہ میں مخلوق خدا کو عذاب خدا سے ڈراتا ہوں۔

اللہ نے مجھے بشیر اس لیے کہا ہے کہ میں اطاعت کنندگان خالق کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

اللہ نے اس لیے مجھے داعی فرمایا ہے کہ میں اس کے حکم سے مخلوق خدا کو عبادت خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

خصال میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ آنحضورؐ کے دس نام ارض و سماء میں معروف ہیں۔ ان دس ناموں میں سے پانچ نام تو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ پانچ نام قرآن میں نہیں ہیں۔

جو پانچ نام قرآن میں ہیں وہ یہ ہیں: محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہ۔ یٰس۔ اور ن

جو پانچ نام قرآن میں نہیں ہیں وہ یہ ہیں۔ فاتح۔ خاتم۔ کافی۔ مقفی اور حاشر

عیون اخبار الرضاؑ۔ علل الشرائع اور معانی الاخبار میں فضال سے مروی ہے کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ آنحضورؐ کی کنیت ابوالقاسم کیوں ہے؟

آپ نے مسکرا کر فرمایا! آنحضورؐ کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ صرف یہی ایک وجہ ہے یا اور بھی کوئی ہے؟

آپ نے فرمایا! ایک اور وجہ بھی ہے۔

میں نے عرض کیا: قبلہ! کیا مجھے نہیں فرمائیں گے؟

آپ نے فرمایا! کیا تو نے یہ حدیث سنی ہے کہ۔ یاعلی انت قسیم النار والجنۃ۔ اے علیؑ تو قاسم جنت و نار ہے۔؟

میں نے عرض کیا: قبلہ! میں نے یہ سنی ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث بھی سنی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ انا و علی ابوا ھذہ الامۃ میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں؟

میں نے عرض کیا: قبلہ یہ حدیث بھی سنی ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا حضرت علیؑ امت محمدیہ میں شامل نہیں؟

میں نے عرض کیا: قبلہ یقیناً حضرت علیؑ امت محمد میں شامل ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا سرورِ کونینؐ امت کے باپ ہیں؟

میں نے عرض کیا: قبلہ آپ امت کے باپ ہیں۔

آپ نے فرمایا: جب آنحضورؐ امت کے باپ ہیں حضرت علیؑ شامل امت ہیں۔ اور بزبان نبی قاسم جنت و نار ہیں۔ تو آنحضورؐ قاسم جنت و نار کے باپ بھی ہوئے یا نہ؟

میں نے عرض کیا: ہاں حضور ایسا ہی ہوگا۔

آپ نے فرمایا: اب تجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم کیوں ہے؟

میں نے عرض کیا: واقعہ مجھے پتہ چل گیا ہے۔

بحار میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی ایک انگوٹھی دی اور فرمایا۔ اس پر محمدؐ ابن عبداللہ کندہ کرا لاد۔ حضرت علیؑ تشریف لے گئے۔ نقاش کو دی۔ نقاش نے عرض کیا۔ قبلہ اس وقت تو میں نے پہلے جو کام لے رکھا ہے وہ کر رہا ہوں۔ کچھ دیر میں آپ کا کام کر دوں گا۔ حضرت علیؑ نے انگوٹھی اس کے حوالہ کی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ مقررہ وقت پر نقاش وہ انگوٹھی لایا۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا تو اس پر۔ محمدؐ ابن عبداللہ کی جگہ محمدؐ رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا! یہ تو نے کیا کیا ہے؟ آنحضورؐ نے تو مجھے حکم دیا تھا کہ محمدؐ ابن عبداللہ لکھنا ہے اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ لیکن خدا جانے کیا بات ہوئی کہ میں ذہنی طور پر تو محمدؐ ابن عبداللہ ہی لکھتا رہا۔ لیکن جب میں نے لکھا ہوا دیکھا تو ابن عبداللہ کی جگہ رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ میں تو یہی سمجھا ہوں کہ رسول اللہ میں نے ارادۃً نہیں لکھا قدرت نے ہی میرے ہاتھ کو رسول اللہ لکھنے پر مجبور کیا ہے۔

آپ انگوٹھی لے کر آنحضورؐ کے پاس آئے۔ اور معذرت کی کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ وہ تو نہیں لکھا جا سکا۔ آپ نے دیکھا۔ اور فرمایا۔ ٹھیک ہے حبیب اللہ کی مرضی یہی تھی تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا۔ آپ نے وہ انگوٹھی پہن لی۔

دوسری صبح جب اٹھ کر انگوٹھی دیکھی تو اس پر محمدؐ رسول اللہ کے نیچے علی ولی اللہ۔ لکھا ہوا تھا۔ انتہائی تعجب سے انگوٹھی کو اتار کر دیکھنے لگے۔ اور سوچنے لگے کہ کل تک تو صرف محمدؐ رسول اللہ ہی لکھا ہوا تھا۔ یہ علی ولی اللہ کس نے لکھا ہے اور کب لکھا ہے۔

اسی حیرت میں جبریل آیا۔ آپ نے جبریل کو تمام واقعہ بتایا۔

جبریل نے عرض کیا۔ میرے حبیب اللہ بعد از سلام فرما رہا ہے کہ جو تو چاہتا تھا تو نے لکھوایا اور جو ہم چاہتے تھے ہم نے لکھدیا۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔

بصائر میں کلبی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سوال کیا کہ۔ کیا آنحضورؐ کے قرآن میں صرف دو نام

ہیں۔ محمدؐ اور احمد۔؟

آپ نے فرمایا۔ آپؐ کے دس نام ہیں۔

(ا)۔ محمدؐ ۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔

(ب،ج)۔ احمد۔ بشیر ۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔

(د)۔ عبداللہ ۔ لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا۔

(ہ)۔ طٰہٰ ۔ طٰه ما انزلنا علیک القران لتشقی۔

(و)۔ یٰسین ۔ یٰسین والقران الحکیم۔

(ز)۔ ن ۔ ن والقلم وما یسطرون۔

(ح)۔ مزمل ۔ یا ایها المزمل۔

(ط)۔ مدثر ۔ یا ایها المدثر۔

(ی)۔ ذکر ۔ انا انزلنا الیکم ذکرا رسولا۔

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق ذات احدیت نے قرآن میں چار مقامات پر صرف لفظ محمد کا تکرار فرمایا ہے۔

۱۔ ما محمد الا رسول۔

۲۔ ما کان محمد ابا احد۔

۳۔ آمنوا بما نزل علی محمد۔

۴۔ محمد رسول الله۔

بعض روایات کے مطابق قرآن کریم میں آنحضورؐ کے چار سو نام مذکور ہیں۔
تاریخی شہرت کے اعتبار سے توریت میں آپؐ کا نام۔ مودمود۔ اور انجیل میں طاب طاب ہے۔ بعض مؤرخین نے انجیل میں آپؐ کا نام۔ فارقلیط بتایا ہے۔

آپؐ کے وہ اسمائے گرامی جو علماء نے قرآن سے اخذ کئے ہیں۔ وہ ہیں۔
شاہد۔ شہید۔ بشیر۔ نذیر۔ داعی۔ سراج منیر۔ رحمت عالمین۔ رسول اللہ۔ خاتم النبین۔ نبی۔ امی۔ نور۔ نعمت۔ رؤف۔ رحیم۔ منذر۔ مذکر۔ شمس۔ نجم۔ حم۔ اور تبین۔

آنحضورؐ کی کنیات:

بحار الانوار کے مطابق آپؐ کی کنیات یہ ہیں۔

ابوالقاسم۔ ابوالطاہر۔ ابوالطیب۔ ابوالمساکین۔ ابو الارامل۔ ابوالریحانتین۔ اور ابوالسبطین۔

توارات میں آپ کی کنیت ابوالارامل ہے۔ جبریل نے آپؐ کی کنیت ابوابراہیم رکھی تھی۔

آپؐ کے صفات:

راکب الجمل۔ آکل الذراع۔ قابل الہدیہ۔ محرم المیتۃ۔ حامل الہراوہ۔ خاتم النبوۃ۔

آپؐ کی نسبات:

عربی۔ تہامی۔ یثربی۔ ابطحی۔ مکی۔ مدنی۔ قریشی۔ ہاشمی۔ مطلبی۔

باپ کی طرف سے ہاشمی۔ ماں کی طرف سے زہری۔ رضاعی اعتبار سے سعدی۔ ولادت کے لحاظ سے مکی اور مدفن کی رو سے مدنی



خلقتِ نورانیہ

تخلیقِ نور :

خصال اور معانی الاخبار میں امام صادقؑ نے اپنے آباء کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ذات احدیت نے نور سرور انبیاءؐ کو تخلیق کائنات سے چار لاکھ چوبیس ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ پھر خداوند عالم نے بارہ حجاب پیدا فرمائے۔

۱۔ حجاب قدرت۔ ۲۔ حجاب عظمت۔ ۳۔ حجاب منت۔ ۴۔ حجاب رحمت
۵۔ حجاب سعادت۔ ۶۔ حجاب کرامت۔ ۷۔ حجاب منزلت۔ ۸۔ حجاب ہدایت
۹۔ حجاب نبوت۔ ۱۰۔ حجاب رفعت۔ ۱۱۔ حجاب مشیت۔ ۱۲۔ حجاب شفاعت

حجاب قدرت میں نور محمدؐ کو بارہ ہزار برس رکھا۔ جس میں آپ کے نور انور نے۔ بارہ ہزار برس سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح کا ورد کیا۔

حجاب عظمت میں آپ کے نور نے گیارہ ہزار برس۔ سبحان عالم السر کا ورد کیا۔

حجاب منت میں آپ کے نور نے دس ہزار برس۔ سبحان من ھو قائم لا یلھو کا ورد کیا

حجاب رحمت میں آپ کے نور نے نو ہزار برس سبحان الرفیع الاعلیٰ کا ورد کیا

حجاب سعادت میں آپ کے نور نے سات ہزار برس سبحان العلیم الکریم کا ورد کیا

حجاب منزلت میں آپ کے نور نے چھ ہزار برس سبحان ذی عرش العظیم کا ورد کیا

حجاب ہدایت میں آپ کے نور نے پانچ ہزار برس سبحان رب العزۃ عما یصفون کا ورد کیا

حجاب نبوت میں آپ کے نور نے چار ہزار برس سبحان ذی الملک والملکوت کا ورد کیا

حجاب رفعت میں آپ کے نور نے تین ہزار برس سبحان اللہ وبحمدہ کا ورد کیا

حجاب مشیت میں آپ کے نور نے دو ہزار برس سبحان ربی العظیم وبحمدہ کا ورد کیا

حجاب شفاعت میں آپ کے نور نے ایک ہزار برس سبحان اللہ وحدہ کا ورد کیا

اس کے بعد ذات احدیت نے لوح کو پیدا فرمایا۔ اور آپ کے نور الانوار کو زینت لوح بنایا۔ چار ہزار برس تک نور محمدؐ لوح پر درخشاں رہا۔ پھر سات ہزار برس آپ کا نور عالی ساق عرش پر چمکتا رہا۔

اس کے بعد ذات احدیت نے آپ کے نور منور کو جبین انبیاءؑ میں رکھا۔ اور حضرت آدمؑ سے لے کر جناب عبداللہ تک کے بعد دیگرے جبین انبیاءؑ میں منتقل ہوتا رہا۔

خلاق عالم نے آپ کو کچھ خصوصیات سے نوازا۔

رضائے الٰہی کا قمیص۔ ردائے مشیت۔ تاج ہدایت۔ لباس معرفت۔ محبت کا کمربند۔ خوف خدا کے نعلین عطا کیں۔

پھر فرمایا: میرے حبیب اب جاکر ان لوگوں کو۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حکم دے۔

قمیص رضا کا کپڑا یاقوت احمر سے بنایا گیا تھا۔ اس کی آستین لولوئے آبدار سے لگائی گئی تھیں۔ بلور ابیض کے بٹن تھے۔ گلے پر سبز زبرجد کی دھاریاں تھیں۔ گھیرا سرخ مرجان سے آراستہ کیا گیا۔ اور نور الٰہی کا گریبان بنایا گیا۔

اس قمیص کے صدقہ اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی۔

جناب سلیمانؑ کو انگشتر حکومت دی۔

جناب یعقوبؑ کو یوسفؑ واپس کیا۔

جناب یونسؑ کو شکم ماہی سے نجات دی۔

حضرت موسیٰؑ کو کلیم بنایا۔

حضرت عیسیٰؑ کو مسیح بنایا۔

حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے نجات دی۔

حضرت ایوبؑ میں قوت برداشت پیدا کی۔

بحار میں مصباح الانوار کے حوالے سے آنحضورؐ سے منقول ہے کہ۔

ذات احدیت نے مجھے۔ علیؑ۔ زہراؑ۔ اور حسنینؑ کو تخلیق آدمؑ سے ہزاروں برس پہلے اس وقت پیدا کیا جب کچھ بھی نہ تھا۔ جناب عباس نے سوال کیا۔ آپ کی تخلیق کس طرح ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

جب اللہ نے ہمیں پیدا کرنا چاہا۔ ایک لفظ فرمایا۔ اس سے ایک نور پیدا ہوا۔ پھر دوسرا لفظ فرمایا اس سے روح پیدا ہوئی۔ پھر ذات احدیت نے اس نور اور روح کو اس میں ہی مخلوط کیا۔ اس روح اور نور کے آمیختہ سے مجھے۔ علیؑ کو۔ فاطمہؑ کو۔ اور حسنینؑ کو پیدا کیا۔ ہم نے اس وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس کی جب کوئی تسبیح کرنے والا نہ تھا۔ ازاں بعد۔

اللہ نے میرے نور سے عرش کو پیدا فرمایا:

نور علیؑ سے ملائکہ کو پیدا کیا۔

نور فاطمہؑ سے آسمان و زمین پیدا کیے۔
نور حسنؑ سے آفتاب و ماہتاب پیدا فرمائے۔ اور
نور حسینؑ سے جنت اور حور عین کو پیدا کیا۔
موئف یہ مفصل حدیث نور آگے چل کر بیان کریں گے۔

علل الشرائع میں معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔
تخلیق کائنات سے ہزاروں برس قبل اللہ نے مجھے۔ علیؑ کو فاطمہؑ کو۔ اور حسنینؑ کو پیدا فرمایا ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ جب اس وقت کچھ نہ تھا۔ تو آپ کے انوار عالیہ کا مسکن کیا تھا۔
آپ نے فرمایا: ہمارا مسکن اس مقام پر تھا جہاں اللہ نے بعد میں عرش بریں پیدا فرمایا۔ ہم نے اس وقت تسبیح و تجید خدا کی جب کوئی تسبیح کرنے والا نہ تھا۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا اس وقت آپ اسی صورت میں تھے؟
آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم نور کے پرتو تھے۔
تخلیق آدمؑ کے بعد اللہ نے انبیاء کی جبینوں کو ہمارے انوار کا امین بنایا۔ ہمیں نہ تو نجاست شرک نے کبھی چھوا ہے اور نہ ہی نجاست فسق و فجور نے ہمیں مس کیا ہے۔ سعادت مند ہمارے تمسک سے سعادت مند بنتے ہیں۔ اور ہم سے دوری سیاہ بخت بناتی ہے۔ جب یہ نور جبین جناب عبدالمطلب میں پہنچا تو حکم خدا سے اس کے دو حصے ہو گئے۔ ایک ایک حصہ جبین جناب عبداللہ میں اور دوسرا جبین ابوطالب میں ودیعت کیا گیا۔ جبین عبداللہ میں آئے والا حصہ میری والدہ جناب آمنہ کے صدف عصمت میں۔ اور جبین ابوطالب میں آنیوالا حصہ جناب فاطمہ بنت اسد کے صدف عصمت میں منتقل ہوا۔ یوں ہم دنیا میں آئے۔

● معانی الاخبار میں محمد ابن حرب ہلالی والی مدینہ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔
تخلیق عرش خلقت آدمؑ سے دو ہزار برس قبل ہوئی۔ اللہ نے میرے اور علیؑ کے نور کو عرش کے سامنے جگہ دی۔ جب ملائکہ پیدا ہوئے تو ہم مصروف تسبیح تھے۔ ملائکہ نے ہمیں دیکھا تو بارگاہ خالق میں عرض کیا۔
بارالہا یہ دو انوار کون ہیں۔
ذات احدیت نے فرمایا۔ ذرا غور سے دیکھو ایک اصل ہے دوسرا فرع ہے۔ اصل نور نبوت ہے اور فرع نور امامت ہے۔ نور نبوت نور محمدؐ ہے اور نور امامت نور علیؑ ہے۔ اگر انہیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تمہیں اور پوری کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ بحار میں امام حسنؑ سے مروی ہے کہ۔
جنت میں ایک ایسا چشمہ ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اللہ نے ہمارے اجسام کا مادہ اس چشمہ کی مٹی سے قرار دیا ہے۔ چونکہ ہمارے شیعہ عشقی ہیں اسی لیے وہ ہم سے محبت کرتے ہیں کہ انہیں ہمارا ذکر سے اس جنت کی خوشبو آتی ہے جس کی مٹی ہمارے مادی اجسام کا خمیر ہے ان کے دل ہماری طرف مائل رہتے ہیں۔ وہ ہمارے غم میں اس طرح غمزدہ ہوتے ہیں جس طرح بچہ اپنے باپ کے غم میں غمگین ہوتا ہے اور ہم شیعوں کے غم میں اسی طرح آزردہ ہوتے ہیں جس طرح باپ اپنی اولاد کے غم میں اندوہگین ہوتا ہے۔



ولادت

تاریخ ولادت

علمائے امامیہ میں سے چند ایک ایسے علماء ہیں جن کی بات ناقابل اعتماد ہے انکے سوا تمام علمائے امامیہ کا اتفاق ہے۔ کہ آنحضورؐ کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی۔

سواد اعظم کی اکثریت کی رائے کے مطابق آپ کی ولادت۔ بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

سواد اعظم میں سے چند علماء کے نزدیک آپ کی ولادت۔ ماہ رمضان میں ہوئی۔

یوم ولادت

علمائے امامیہ کے مطابق جس دن آپ کی ولادت ہوئی وہ جمعہ کا دن تھا۔

سواد اعظم کے نزدیک آپ کا یوم ولادت سوموار ہے۔

علمائے امامیہ اور سواد اعظم کے مابین تاریخ اور یوم ولادت میں اختلاف کے باوجود وقت ولادت پر اتفاق ہے اور وقت ولادت طلوع صبح کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہے۔

حکمران بوقت ولادت

عرب کی پڑوسی حکومت ایران میں نوشیروان کی حکومت کے بیالیسویں برس آپ کی ولادت ہوئی۔

سکندر اعظم کی وفات کو آٹھ سو بیاسی برس گزر چکے تھے۔

سنہ عرب

چونکہ ظہور اسلام تک عربوں کی اپنی کوئی باقاعدہ تقویم نہیں تھی۔ اس لیے عرب رونما ہونے والے کسی بھی اہم اور معروف واقعہ کو سن بنا لیتے تھے۔ اور تاریخ کا شمار اس سے پہلے یا بعد کے اعتبار سے کرتے تھے۔ چونکہ ابرہہ کا مکہ

پر ہاتھیوں سے حملہ عرب میں انتہائی معروف واقعہ تھا۔ اس لیے آپ کی ولادت کے سال عربوں میں عالم الفیل معروف تھا۔

بعض مؤرخین کے بقول آپ کی ولادت ۴۵ء عام الفیل میں ہوئی ہے۔
بعض علماء کے بقول آپ کی ولادت ۴۴ء عام الفیل میں ہوئی ہے۔
بعض محققین کے مطابق آپ کی ولادت اسی دن ہوئی ہے جس دن ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کیا۔
بعض مؤرخین نے ۳۰ء عام الفیل بتاتی ہے اور
بعض مورخین نے ۴۰ء عام الفیل بتائی ہے۔

مؤلف:
ہمارے نزدیک اسی سال ولادت ہوئی ہے۔ جس سال ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کیا تھا۔

ستاروں کی چالیں

آپ کا طالع جدی ہے۔ اس وقت زحل اور مشتری کا گھر عقرب تھا۔ مریخ برج حمل میں اپنے خانہ میں تھا۔ شمس شرف حمل میں تھا۔ زہرہ برج حوت کے خانہ شرف میں تھا۔ عطارد بھی برج حوت میں تھا۔ قمر میزان کے خانہ اول میں تھا۔ راس برج جوزا میں تھا۔ اور ذنب برج قوس میں تھا۔

مکان ولادت

آپ کی ولادت اپنے مکان میں ہوئی۔ جو بعد میں خانہ محمد ابن یوسف ثقفی کے نام سے معروف ہو گیا تھا۔ ہوا یوں کہ آنحضورؐ نے مکان وہ جناب عقیل کو ہبہ کر دیا تھا۔ اولاد جناب عقیل نے بعد میں حجاج کے بھائی محمد ابن یوسف کے ہاں فروخت کر دیا۔ ہارون کے زمانہ حکومت میں ہارون کی ماں خیزران نے وہ گھر اولاد محمد ابن یوسف سے واپس لے کر اس میں مسجد بنوادی تھی۔ جو مکہ میں آج بھی موجود ہے۔ حجاج کرام زیارت بھی کرتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

جناب عبدالمطلب کا خواب

شیخ صدوق نے اکمال میں جناب ابوطالبؑ سے روایت کی ہے۔ جناب ابوطالب فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد کافی عرصہ پہلے سنایا تھا کہ ایک رات میں اپنے کمرہ میں سو رہا تھا کہ میں نے ایک حیرت انگیز ایسا خواب دیکھا کہ میں پھر سو نہ سکا میں قریش کی کاہنہ عورت کے پاس آیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جب اس نے مجھے رات کے اس وقت حیران و پریشان دیکھا تو فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور میرا استقبال کر

کے حال پوچھا کہ۔

آج میں سید العرب کو غیر معمولی پریشان دیکھ رہی ہوں۔ کوئی حادثہ رونما ہوا ہے یا کوئی اور بات ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ۔ ابھی ابھی میں نے ایک انتہائی پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے آنکھوں میں نیند نہیں رہی۔ تجھے وہ خواب سنانے آیا ہوں تاکہ اس کی تعبیر بتا۔

کاہنہ نے پوچھا۔ کیسا خواب ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری پشت پر ایک درخت اُگا ہے۔ اور وہ اتنا بڑھا ہے کہ اس کی شاخیں آسمان تک بلند ہیں۔ اس کا سایہ اتنا پھیلا ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال جنوب تک ہر طرف اسی کا سایہ ہے۔ بہت سے لوگ آکر اس کے سایہ میں بیٹھ رہے ہیں۔

پھر میں نے اس درخت کی ٹہنیوں سے نور کی ایسی کرنیں پھوٹتی دیکھی ہیں کہ ان کی روشنی کم از کم سورج کی روشنی سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ تمام عرب و عجم اس درخت کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

میں نے قریش کے کچھ افراد کو دیکھا ہے کہ وہ اس درخت کو تنے سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایک انتہائی حسین و خوبرو نوجوان ہے جو اس کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ اور وہ انہیں کاٹنے سے باز رکھتا ہے۔

میں نے ایک ٹہنی کو پکڑنے کی خاطر ہاتھ بڑھایا۔ کہ ایک ہاتف نے پکار کر کہا۔ اسے مت چھونا تیرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ یہ درخت میرا ہے۔ میری پشت پر اُگا ہے اور میرا حصہ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اسی ہاتف نے کہا۔ ذرا تنے کے ارد گرد دیکھ۔ کچھ افراد تجھے تنے سے منسلک نظر آئیں گے۔ یہ ان کا حصہ ہے۔

یہ دیکھ اور سن کر میں گھبرا گیا۔ اور بیدار ہو گیا۔ پھر سونے کی کافی کوشش کی لیکن نیند نہ آئی۔ اٹھ کر تیرے پاس چلا آیا اب تعبیر بتا۔

کاہنہ نے کہا۔ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو پھر آپ کی نسل سے ایک نبی پیدا ہوگا جو پورے کرہ ارض کا حکمران ہوگا جہاں تک میرا خیال ہے وہ جناب عبد اللہ سے ہوگا۔ اور ابو طالب اس کا نگران ہوگا۔

جناب ابو طالب فرماتے تھے کہ۔ یہی وجہ ہے کہ میں محمدؐ کی نبوت کو اس کے اعلان نبوت سے پہلے تسلیم کر چکا تھا اور ان پر ایمان لا چکا تھا۔

شیخ صدوق نے اسی مذکورہ بالا کتاب میں امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک جناب ابو طالب بقید حیات رہے اس وقت تک آنحضورؐ مکہ میں محفوظ رہے اور جب آپ کی وفات ہو گئی تو آنحضورؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

جناب عباس ابن عبدالمطلب کا خواب

جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ میرے والد جناب عباس نے قبول اسلام کے بعد مجھے اپنا یہ خواب سنایا تھا۔ امالی میں شیخ صدوق نے لکھا ہے کہ

جناب عبداللہ فرماتے ہیں مجھ میرے والد نے بتایا کہ۔ جب جناب عبداللہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کی پیشانی پر نور دیکھا کہ سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند نظر آتی تھی۔

ہمارے والد جناب عبدالمطلب نے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا بڑی عظمت کا مالک ہوگا۔ ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب عبداللہ کی پیشانی سے ایک پرندہ نکلا ہے۔ جو بڑی بلند پرواز کر کے مشرق و مغرب کا طواف کرنے لگا کرہ ارض کا طواف کرنے کے بعد بیت اللہ پر آکر بیٹھ گیا۔

تمام قریش اس کے گرد جمع ہو گئے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی دوران میں نے دیکھا تو اس پرندے نے نور کی شکل اختیار کرلی۔ اور پھیل کر مشرق مغرب تک پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن بنی مخزوم کی ایک معروف کاہنہ عورت کے پاس آیا۔ اسے اپنا خواب سنایا۔

اس نے کہا۔ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو جناب عبداللہ کی نسل سے آخری نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جس کا دین مشرق و مغرب تک پھیلے گا۔ ازاں بعد میں ہمیشہ جناب عبداللہ کا احترام کرتا تھا۔ اگرچہ سن میں مجھ سے چھوٹے تھے لیکن میں ہمیشہ ان کی تعظیم کو اٹھتا تھا۔ جب جناب عبداللہ کی شادی جناب آمنہ سے ہو گئی۔ کچھ ماہ بعد جناب عبداللہ فوت ہو گئے۔ آنحضورؐ کی ولادت ہوئی میں جناب آمنہ کے گھر آیا۔ بچے کو دیکھا۔ بے اختیار اسے اٹھانے کو جی چاہا بچے کو اٹھایا۔ اور دیکھا تب مجھے عجیب و غریب آثار نظر آئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے بچے کے مسام سے مشک پھوٹ رہی ہے۔ میرا تمام جسم خوشبو سے مہکنے لگا۔ جناب آمنہ سے میں نے حالات پوچھے تو بی بی نے بتایا کہ

بچے کی ولادت سے میں نے ایک عجیب سی آواز سنی جو کسی انسان کا کلام ہرگز نہ تھا۔ اس کے بعد سبز سندس سے ایک علم لہرایا۔ جو یاقوت احمر پر آویزاں تھا۔ علم کے اوپر سے نور کی ایسی کرن نظر آئی کہ اس کی روشنی میں میں نے شام کے محلات بھی دیکھے ہیں۔ پھر میرے گرد پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ ہونے لگی۔

اسی دوران مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے شعیرہ اسدیہ میرے قریب سے گزری اور مجھے کہہ رہی ہو اے آمنہ تیرے اس ہونے والے بچے نے کاہنوں اور بتوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

ولادت کے بعد ایک انتہائی حسین و جمیل عبا میں کمال کا خوبصورت شخص آیا اور مجھے کہا۔ ذرا یہ بچہ مجھے دیجیے اہل آسمان اس کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ میں نے بے ساختہ بچہ اٹھا کر اسے دے دیا۔ کافی دیر بعد اس نے بچہ مجھے واپس کیا۔ میں یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئی کہ اس نے میرے اس نومولود کے ساتھ کوئی بات کی۔ جواب میں میرے

بچے نے بھی اسے کچھ کہا۔ لیکن میں دونوں کی کوئی بات نہ سمجھ سکی۔
میں نے جب آنحضورؐ کے کندھے سے قمیص ہٹایا تو مہر نبوت کو دیکھا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں نے یہ واقعہ چھپا لیا اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا۔ پھر مجھے یہ سب کچھ جیسے بھول گیا۔

جناب آمنہ سے جناب عبداللہ کا عقد

علامہ مجلسی نے بحار میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے۔ عقیل ابن ابی وقاص نکاح خواں تھا انہوں نے خطبہ نکاح میں حمد و ثنائے خالق سے ابتداء کی تھی۔ خطبہ نکاح۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی جعلنا من نسل ابراھیم من شجرة اسماعیل وغصن نزار و من ثمرة عبد مناف الٰھا واحدًا لاشریك له ولا نظیر. ثم نظر الی وھب وقال. یا ابا الوداح زوجتك کریمتك آمنة من ابن سید تا عبد المطلب علی صداق اربعة الاف درھم بیض وخمسأة مثقال ذھب احمر. قال نعم. ثم قال عبد اللہ قبلت ھذا الصداق یا ایھا السید المخاطب. قال نعم۔	رحمٰن ورحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں نسل ابراہیم۔ شجرۂ اسماعیل، شاخ نزار۔ اور ثمرہ عبد مناف سے قرار دیا۔ وہ اللہ جو واحد ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ نظیر۔ اس کے بعد آپ جناب وہب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے ابو الوداح۔ میں آپ کی اجازت سے آپ کی بیٹی کا عقد اپنے سردار زادے سے چار ہزار چاندی کے درہم اور پانچ سو مثقال سونے کے حق مہر کے عوض کرتا ہوں۔ جناب وہب نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ پھر جناب عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے خواستگاری کرنے والے سردار آپ کو اس حق مہر پر یہ نکاح قبول ہے۔ جناب عبداللہ نے فرمایا۔ ہاں۔

بعد ازاں جناب عبدالمطلب نے ایک ہزار درہم جناب عبداللہ کے سر پر نچھاور کئے اور جناب وہب نے ایک ہزار کا مشک وعنبر اپنے داماد پر نثار کیا۔ پھر دستر خوان بچھایا گیا۔ جس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے گئے برات جب کھانے سے فارغ ہوئی۔ تو۔
جناب عبدالمطلب نے فرمایا: اے وہب زفاف آج ہی ہوگا کیونکہ مجھے واپس جانا ہے اور عبداللہ کو بھی ممکن ہے ساتھ لے جانا پڑے۔
جناب آمنہ کو سنوارا گیا جناب عبدالمطلب حجلۂ عروسی میں جناب عبداللہ کو ساتھ لے کر خود گئے۔ جناب آمنہ کو رونمائی میں نقدی کے علاوہ دنیا اور آخرت کی بشارت دی۔ بہو کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور باہر تشریف لے آئے

دوسرے دن جب جناب عبداللہ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب عبدالمطلب نے سب سے پہلے جناب عبداللہ کی جبین پر نگاہ کی۔ دیکھا تو نور کی جو چمک پہلے ہوا کرتی تھی۔ وہ ختم ہو چکی تھی اور پیشانی پر درہم کے برابر صرف مدہم سا سفید داغ رہ گیا تھا۔

جناب عبدالمطلب فوراً اندر آئے جناب آمنہ کی پیشانی پر نگاہ کی تو وہی نور اب جناب آمنہ کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ آپ کبیدہ خاطر ہو کر باہر تشریف لائے۔ اور حبیب راہب کے پاس گئے اسے تمام حال سے آگاہ کیا۔

حبیب راہب نے عرض کیا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ نور وہی ہے۔ صرف مکان بدلنے سے آپ کو مدہم سا نظر آرہا ہے۔ کیونکہ باپ کی پیشانی میں تھا اور اب صدف عصمت میں ہے۔ واپسی پر جناب عبدالمطلب نے فصیح عربی میں درختوں اور پتھروں سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے سنا کہ۔ نور محمدؐ اپنی آخری قیام گاہ میں پہنچ چکا ہے۔

چالیس دن گزرے تھے کہ یثرب سے پیغام موصول ہو کہ۔ جناب فاطمہ بنت عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا ہے۔ جناب عبدالمطلب جناب عبداللہ کو ساتھ لے کر یثرب تشریف لائے۔ ابھی یثرب میں رہتے ہوئے دسواں دن تھا کہ جناب عبداللہ بیمار ہو گئے۔ اور پانچویں دن داعی اجل کو لبیک کہی۔

جناب عبدالمطلب جناب عبداللہ کی وفات پر بہت زیادہ روئے۔ اندر سے دروازہ بند کر لیا اور فرماتے تھے نور نبوت کا امین بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ سر مکان کی چھت میں شگاف ہوا۔ اور ہاتف غیبی نے پکار کر کہا ہم نے امانت منتقل کر دی ہے۔ ایک دن تو انہیں جانا ہی تھا۔

جناب عبدالمطلب باہر تشریف لائے۔ جناب عبداللہ کو غسل و کفن دے کر دفن کیا۔ اور ان کی قبر پر انتہائی عالی شان مکان بنوا کر قبہ تعمیر کرایا۔ واپس مکہ آئے۔ جناب آمنہ نے جب اپنے شوہر کی وفات کا حال سنا تو رو رو کر اپنے کو بے حال کر دیا۔ جناب عبدالمطلب نے آکر فرمایا۔

بیٹی تجھے مبارک ہو تو سید الاولین والآخرین کی امینہ ہے۔ بیٹی تجھے معلوم نہیں کہ تیرے رونے سے پوری کائنات غمزدہ ہے۔ تیرے لیے وارث کی وفات کی نسبت جس نور مقدس کی تو امینہ ہے اس کی طرف دھیان دینا زیادہ اہم ہے۔ پھر جناب عبدالمطلب نے بی بی کو وہ دو گوشوارے دیئے جو جناب عبد مناف نے اپنی ایک بیٹی کو عنایت فرمائے تھے۔

جب آپ کو صدف عفت میں دوسرا ماہ شروع ہوا تو ذات احدیت نے ایک ملک کو حکم دیا کہ ارض و سماء کے مابین منادی کر کے تمام کائنات کو بتا دے کہ۔ نور محمدؐ عنقریب چمکنے والا ہے۔ اور رحمت محمدیہ سے کائنات ہستی معمور ہونے والی ہے۔

جب آپ کو صدف عفت میں تیسرا ماہ ہوا تو ابو قحافہ کہتا ہے کہ شام سے مکہ کو آرہا تھا۔ جونہی میں مکہ کے قریب ہوا تو میری ناقہ نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا میں نے انتہائی جارحیت کے ساتھ کوڑے برسانے شروع کئے لیکن

لیکن ناقہ ٹس سے مس تک نہ ہوئی۔

میں نے حیرت سے کہا۔ تعجب ہے آج تک ایسی سواری نہیں دیکھی جو اپنے مالک سے بے وفائی کرے۔ کسی ہاتف غیبی نے آواز دی۔ اسے کچھ نہ کہہ۔ اپنی عقیدت کا اظہار کرنے دے۔ تجھے نظر نہیں آ رہا کہ تمام درختوں نے اپنی ٹہنیاں جھکا دی ہیں۔ اور ہر پتھر اور پہاڑ سے گنگنانے کی آواز آ رہی ہے۔

میں نے سوال کیا۔ اے ہاتف غیبی یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

ہاتف نے جواب دیا۔ نور محمدؐ کی تعظیم ہو رہی ہے۔ انسان کے سوا کائنات عالم کی ہر چیز نے نور محمدؐ کے استقبال کی خاطر اپنی جبین نیاز جھکا رکھی ہے۔ اسے اپنی والدہ کے صدف عفت میں آئے تیسرا ماہ گزر رہا ہے۔

میں نے سوال کیا۔ یہ ظہور کب ہو گا ———— ؟

ہاتف نے کہا: تو دیکھ کر ہی مرے گا۔ بت پرستوں کے لیے وہ عذاب خدا بن کر آ رہا ہے۔

جب صدف عفت میں چوتھا ماہ ہوا تو طائف کے راستہ پر ایک عابد کا گرجا تھا۔ جو مکہ سے کچھ فاصلہ پر تھا۔ وہ راہب کہتا ہے کہ میں مکہ میں اپنے ایک دوست کو ملنے آیا جب میں عرفات میں پہنچا تو ایک بچے کو زمین پر سجدہ کرتے دیکھا جیب راہب کہتا ہے کہ میں اس کے قریب گیا اور اسے اٹھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ۔

ہاتف غیبی نے آواز دی۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ تو نہیں دیکھ رہا کہ انسان کے سوا بحر و بر میں رہنے والی ہر مخلوق بارگاہ خالق میں شکر اللہ سجدہ ریز ہے۔ کیونکہ اللہ کے حبیب کو اپنی ماں کے صدف عفت میں چوتھا ماہ مکمل ہونے والا ہے۔ اور پانچواں ماہ شروع ہونے والا ہے۔ جیب کہتا ہے کہ میں نے بچہ کو چھوڑ دیا۔ اور مکہ آیا۔ جناب عبدالمطلب کو ملا انہیں پورا واقعہ بتایا۔

آپ نے فرمایا۔ جیب اگر ہو سکے تو اسے چھپا کے رکھنا۔ اس ذات کے دشمن بہت زیادہ ہیں۔

جب میں واپس اپنے گرجا میں آیا تو ایسے معلوم ہوا جیسے گرجا میں زلزلہ آیا ہوا ہے۔ اور محراب گرجا پر لکھا ہوا دیکھا

آمنوا باللّٰہ و رسولہ محمد بن عبداللّٰہ	اللہ اس کے محمد ابن عبداللہ رسول پر ایمان لے آؤ۔
فقد آن خروجہ۔ فطوبیٰ ثم طوبیٰ	اس کا وقت ظہور قریب آ چکا ہے۔ خوش نصیب ہے
لمن آمن باللّٰہ والویل کل الویل	وہ شخص جو اس پر ایمان لایا۔ اور بدنصیب ہے وہ
لمن کفر علیہ ورد علیہ حرفاً	وہ شخص جس نے اس کا کفر کیا۔ اور اس پر نازل شدہ
مما یاتی بہ عند ویہ۔	کتاب میں سے ایک حرف کی بھی تردید کی۔

راہب نے کہا میرے خدا! میں اس پر ایمان لے آیا ہوں۔ کبھی کفر نہیں کروں گا۔

جب آپ کو صدف عفت میں ساتواں ماہ شروع ہوا تو سواد ابن قارب جناب عبدالمطلب کے پاس آیا اور عرض کی۔

اے سردار! میں نے شب گذشتہ ایک عجیب ماجرا دیکھا ہے۔ نہ تو میں نیند میں تھا اور نہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ بیدار تھا۔ میں نے دیکھا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور اس سے ملائکہ فوج در فوج عجیب و غریب رنگوں کا سامان لے کر اتر رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔ زمین کو آراستہ کردو۔ محمدؐ خاتم الانبیاءؑ کا وقت ظہور قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ جو عبدالمطلب کا پوتا ہے۔ پورے کرہ ارض کا نبی ہے۔ سیف قاطع کا مالک ہے۔ اس کے نیزہ کی ضرب سے کوئی نہ بچے گا۔ میں نے ایک ملک سے پوچھ لیا۔ یہ کس کی بات کر رہے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب کی۔

جناب عبدالمطلب نے فرمایا: یہ واقعہ اپنے تک محدود رکھنا۔ کسی کو نہ بتانا۔

جب آپ کو صدف عفت میں اٹھواں ماہ ہوا تو سمندر کی ایک مچھلی جو تمام مچھلیوں کی سردار ہے اور اس کا نام طینوسا ہے۔ وہ سطح سمندر پر آگئی اور اپنی دم پر کھڑے ہو کر تسبیح خالق کرنے لگی۔ ملائکہ نے ہر چند اسے ایسا کرنے سے روکا۔ لیکن اس نے جواب دیا۔ یوم تخلیق سے خالق اکبر نے میری ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ جب میرا آخری نبی اس دنیا میں آجائے تو تو سمندر کی سطح پر میری تسبیح کرنا۔ اب میں نے ملائکہ سے سنا ہے کہ آنحضورؐ تشریف لے آئے ہیں۔ ملائکہ نے اسے بتایا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ ایک ماہ باقی ہے۔ وہ مچھلی زیر آب چلی گئی۔

جب آپ کو صدف عفت میں نواں ماہ ہوا تو ذات احدیت نے دس ہزار ملائکہ کو قندیل بکف زمین پر بھیجا۔ قندیل پر لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مکہ کے جتنے بھی پڑھے ہوئے افراد تھے سب نے وہ قندیلیں بھی دیکھیں۔ اور ان پر جو لکھا ہوا تھا۔ وہ بھی پڑھا۔ جب جناب عبدالمطلب کو یہ اطلاع موصول ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی کسی کو نہ بتاؤ اسے مخفی رکھنے کی کوشش کرو۔

جب نواں ماہ مکمل ہونے کو آیا تو کرہ ارض کے ہر باسی نے دیکھا کہ آسمان پر کوئی ستارہ اپنی جگہ نہیں ٹکتا تھا۔ ایک ستارہ دوسرے کے پاس دوسرا تیسرے کے پاس جا کر مبارک باد دیتا تھا۔ یہ سلسلہ تا ولادت قائم رہا۔ اور دنیا دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتی رہی۔

جب نو ماہ مکمل ہو گئے تو جناب آمنہ نے اپنی والدہ جناب برہ کی خدمت میں عرض کیا۔

ماں آپ کو معلوم ہے میرے دن پورے ہو چکے ہیں۔ آج مجھے اپنے وارث کی یاد بہت ستا رہی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کمرہ کے اندر چلی جاؤں اور اپنے وارث کی یاد میں جی بھر کر رو لوں۔

جناب برہ نے فرمایا۔ بیٹی یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ تیرے وارث کی جدائی اس قابل ہے کہ اس پر جتنا رویا جائے کم ہے۔

جناب آمنہ نے عرض کیا۔

ماں میں دروازہ اندر سے بند کروں گی۔ جب تک میں خود نہ کھولوں کوئی مجھے آواز نہ دے۔

جمیل بکیٹیم حیدرآباد سندھ، پاکستان

جناب برہ نے فرمایا: بیٹی میں کسی کو نہ آنے دوں گی

جناب آمنہ نے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ اور دل کھول کر روئیں۔ اسی اثنا میں وضع کے آثار نمودار ہوئے۔ جلدی سے اٹھیں دروازہ پر آئیں۔ کھولنا چاہا۔ لیکن دروازہ نہ کھل سکا۔ پریشان ہوکر واپس آئیں۔ دیکھا تو سامنے چار حسین وجمیل مستورات کھڑی تھیں۔ جن کے ساتھ دو کنیزیں تھیں۔ ان کے پاس تمام وہ ضروری سامان تھا جو بچے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ ایک مخدرہ نے آگے بڑھ کر جناب آمنہ کو سلام کیا۔ اور عرض کیا۔ آپ گھبرائیں نہیں اس وقت ہم آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اور جب تک آپ کو کسی سہارا کی ضرورت ہوگی اس وقت تک ہم آپ کے پاس ہی رہیں گی۔

ایک کنیز نے آگے بڑھ کر مسند بچھائی۔ چاروں بیبیاں اردگرد بیٹھ گئیں۔ جناب آمنہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ایسے محسوس ہوا جیسے نیند آرہی ہو۔ کافی دیر کے بعد جب آنکھ کھلی۔ تو دیکھا بچہ پہلو میں سربسجود ہے اور اس کے جسم سے مشک وعنبر کی ایک ایسی خوشبو مہک رہی ہے۔ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اور انگشت شہادت بلند کر کے کہہ رہا ہے۔ لاالہ الا اللہ پھر بچہ ماں کے پہلو میں لیٹ گیا۔ جناب آمنہ نے خوش ہوکر اٹھایا۔ دیکھا تو بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ پیشانی اور ٹھوڑی پر سرمہ سے تل بنے ہوئے تھے۔ خوشبو سے مہکتے ہوئے کپڑے زیب تن تھے۔ آپ کے رخساروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ کمرہ میں تاریکی نام کو نہیں تھی

وقت ولادت آثار عالم

ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ایران میں ہزار سال سے جلنے والے سات آتشکدے بجھ گئے۔

دریائے ساوہ خشک ہوگیا۔

ہر اس گھر میں جو کلمہ پڑھنے والے تھے کافی دیر تک روشنی رہی۔

ہر بت خانہ کے بت اوندھے منہ گر گئے۔

جناب آمنہ نے آنحضورؐ کی جبین مبین سے چمکنے والے نور کی روشنی میں کرہ ارض کا مشاہدہ کیا۔

مؤلف:

احتجاج طبرسی میں حضرت علیؑ کا ایک یہودی سے طویل مکالمہ ہے۔ ہم بقدر ضرورت نقل کیئے دیتے ہیں۔

یہودی نے کہا۔ آپ اپنے دین کو ہمارے اور عیسائی دین سے برتر سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں کلام کیا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بالکل درست ہے۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے نبیؐ نے بھی کلام کیا تھا۔

یہودی نے کہا۔ وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا۔ جب آپ صدف عفت سے عالم وجود میں تشریف لائے تو آپ نے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو بلند کر کے۔ لا الہ الا اللہ انی محمد رسول اللہ پڑھا۔

آپ کی جبین مبین سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ تمام اہل مکہ نے شام۔ بصرہ۔ یمن اور اصطخر کے تمام محلات بچشم خود دیکھے اتنا نور تھا جسے دیکھ کر تمام جن وانس گھبرا گئے تھے۔

اب پھر بحار سے واقدی کی روایت کی تکمیل کرتے ہیں۔ جب آپ کا ظہور ہو گیا تو چاروں مستورات نے آپ کو رومال میں لپیٹا۔ جناب آمنہ کی گود میں دیا۔ اور کسی مزید ضرورت کا پوچھا۔ جناب آمنہ نے فرمایا۔ اب مجھے نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ ضرورت۔ وہ مستورات بی بی سے اجازت لے کر واپس جنت میں چلی گئیں۔ اور جنت میں جا کر تمام اہل جنت کو ولادت سرور انبیاءؑ کی مبارک باد پیش کی۔

ان کے بعد جناب جبریلؑ اور میکائیلؑ کمرہ میں داخل ہوئے۔ آنحضورؐ کو جناب آمنہ کی گود سے لیا۔ آب کوثر سے غسل دیا۔ جناب جبریلؑ نے عرض کیا۔

اے امام سید الانبیاءؑ۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم آپ ہی کے خادم ہیں۔ یہ غسل کسی نجاست کے دور کرنے کی خاطر نہیں دے رہے ہیں۔ یہ آب کوثر ہے۔ حوض کوثر کی لذت اور شیرینی کو دوچند کرنے کی خاطر غسالہ واپس لے جائیں گے۔ بی بی فرماتی ہیں غسل دینے کے بعد جبریلؑ نے آپ کو اٹھایا۔ میرے پہلو میں سلایا۔ اتنے میں دروازہ پر دستک سی محسوس ہوئی۔ جبریلؑ دروازہ پر گیا۔ واپس آکر۔ مجھے کہا۔ ملائکہ ارض وسماء اپنے آقا کو سلام کرنے کی خاطر آئے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جلدی واپس چلے جائیں گے۔

میں دیکھ رہی تھی۔ گروہ در گروہ ملائکہ آکر سلام کرنے لگے۔ سلام یوں کرتے تھے۔

السلام علیک یا محمد

السلام علیک یا احمد

السلام علیک یا حامد

جب تمام ملائکہ واپس چلے گئے اس وقت بی بی اٹھیں۔ دروازہ پر آئیں۔ دروازہ کھولا اپنی والدہ جناب برہ اور والد کو بلا کر مبارک باد پیش کی۔ اور انہیں تمام وہ واقعات بتائے جو ملاحظہ فرما چکی تھیں۔ جناب وہب نے فوراً غلام کو بلایا اور فرمایا ابھی جا کر عبدالمطلب کو مبارک باد دے۔

تمام اہل مکہ وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ جو پیش آ رہا تھا۔ لیکن کسی کو کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ خود جناب عبدالمطلب بھی کوہ صفا پر کھڑے ہو کر ہونے والے آثار ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اتنے میں غلام نے آکر مبارکباد دی۔

آپ نے فرمایا۔ میں تیرے ہی انتظار میں تھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا۔ یقین تو مجھے تھا کہ یہ سب خوشیاں میرے

ہی مولود کے لیے منائی جا رہی ہیں۔ مجھے تصدیق کا انتظار تھا۔ چنانچہ آپ اپنی تمام اولاد کو لے کر جناب وہب کے گھر تشریف لائے۔ جناب آمنہ کے پاس گئے۔ نومولود کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ حمد خدا کی۔

● بحار ہی میں علامہ مجلسیؒ نے جناب آمنہ کی زبانی ایک روایت یوں درج کی ہے کہ

پہلے ماہ مجھے حضرت آدمؑ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا۔ بیٹی مبارک ہو تو نور سید الانبیاءؐ کی امینہ ہو چکی ہے۔

دوسرے ماہ جناب ادریسؑ کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا۔ آمنہ تجھے مبارک ہو تو نبی کونینؐ کی ماں بننے والی ہے۔

تیسرے ماہ جناب نوحؑ نے عالم خواب میں یہ فرما کر مبارک دی کہ تو فاتح نبی کی ماں ہونے والی ہے۔

چوتھے ماہ جناب ابراہیمؑ نے خواب میں مبارکباد دی کہ بیٹی تو جلیل نبی کے نور کی امینہ ہے۔

پانچویں ماہ جناب داؤدؑ نے مبارک باد دی کہ آمنہ صاحب مقام محمود کے نور کی امینہ ہے۔

چھٹے ماہ جناب اسماعیلؑ نے مبارک باد دی بیٹی مبارک ہو تو باعظمت نبی کے نور کی امینہ ہے۔

ساتویں ماہ جناب سلیمانؑ نے آکر مبارک دی کہ آمنہ اللہ نے تجھے صاحب برہان نبی کی امینہ بنایا ہے۔

آٹھویں ماہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ نبی کریمؐ کی ماں مبارک ہو۔

نویں ماہ حضرت عیسیٰؑ نے آکر مبارک دی آمنہ تجھے فصیح و بلیغ نبی بیٹا مبارک ہو۔

● شہید ثانی کے استاد ابوالحسن بکری نے اپنی کتاب الانوار میں حالات ولادت کے واقعات کچھ اس طرح لکھے ہیں جب آنحضورؐ کا نور الانور صدف عفت جناب آمنہ میں منتقل ہوا تو ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ہاتف غیبی جناب آمنہ کا نام لے کر آواز دیتا تھا۔ خاتم الانبیاءؐ کو تیری امانت میں آئے ہوئے اتنے ماہ گزر چکے ہیں۔ بی بی جناب عبداللہ کو مطلع کرتی تھیں۔ جب ساتواں مہینہ ہوا تو جناب عبدالمطلب نے فرمایا۔ بیٹے تجھے معلوم ہے کہ نور محمدؐ کے ظہور میں بہت کم عرصہ رہ گیا ہے اور میں ان کے ظہور پر ان کی شایان شان تمام عرب کو دعوت دینا چاہتا ہوں۔ آپ یثرب چلے جائیں اور وہاں سے ضروری سامان خرید لائیں۔

جناب عبداللہ یثرب کو روانہ ہو گئے۔ آپ یثرب پہنچ کر بیمار ہو گئے۔ اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی۔ جب آپ کی خبر وفات مکہ میں پہنچی تو پورا مکہ ماتم کدہ بن گیا۔ جناب آمنہ تنہا اپنے گھر میں رہتی تھیں۔ ظاہراً کوئی آثار حمل نہیں تھے۔ بی بی دل میں پریشان رہتی تھیں کہ۔ آج تک جناب عبدالمطلب نے مجھے اظہار سے منع فرمایا ہے۔ اب کسی عورت کو علم نہیں ہے۔ کہ میرے بچہ ہونے کا وقت قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

جب وقت ولادت قریب ہوا۔ بی بی نے دیکھا چند حسین و جمیل مستورات بی بی کے پاس آئیں۔ ان کے ہاتھوں میں شیشے کے جام تھے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ اور ایک جام بلور جس میں خوش رنگ سا شربت تھا پیش کر کے کہا اسے نوش فرمالیں۔ میں نے شربت بھی پی لیا۔ اور دل میں سوچتی رہی کہ دروازہ اندر سے

بند تھا۔ یہ عورتیں آ کیسے گئی ہیں۔

انہوں نے میرے تفکرات بھانپ لیئے اور کہا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ سیّدالاولین والآخرین کی ماں ہیں۔ اور ہم جنت سے حوریں آپ کی خدمت کی خاطر آئی ہیں۔

پھر وہ مستورات اُٹھ کر چلی گئیں۔ اور مجھے ایسے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کے مابین ریشمی پردے تان دیئے گئے ہیں۔ اور ایک آواز آ رہی ہے۔ اسے جلدی اٹھاؤ۔ حاسدین کی نگاہوں سے چھپا لو۔ کائنات کا ولی آگیا ہے۔

مجھے تو کچھ معلوم ہی نہ ہوا۔ میں تو اتنا بھی نہ جان سکی کہ میں جاگتی ہوں یا بیدار ہوں۔ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے میرا لال تھا۔ جس نے سر سجدہ میں رکھا ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اٹھا رکھی تھی۔ اور لا الہ الا اللہ انی محمد ابن عبد اللہ و رسولہ پڑھ رہا تھا۔

پھر ایک سفید بادل نمودار ہوا اور میرے مولود پر چھا گیا۔ مجھے میرا بچہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں گھبرا کر فریاد کرنے والی تھی کہ ہاتف غیبی نے کہا۔ آمنہ خوف نہ کھا۔

پھر میں نے ایک آواز سنی۔ آؤ جلدی جلدی حبیب خدا کا سلام کرلو، ان کی ماں بہت پریشان ہے۔

پلک جھپکنے کی دیر گزری تھی کہ میں نے اپنے مولود کو اپنی گود میں دیکھا۔ خوشی سے میرے آنسو چھلک پڑے۔

میں نے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا تھا۔ سر میں خوشبودار تیل ڈالا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں تین چابیاں تھیں۔ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔

محمدؐ نے نصرت دی۔

نبوت — اور

کعبہ کی چابیاں حاصل کر لی ہیں۔

پھر میں نے دیکھا پہلے بادل سے بھی بڑا سفید بادل چھا گیا۔ اس سے تسبیح و تقدیس کی آواز آ رہی تھی۔ ایک ہاتف غیبی کہہ رہا تھا۔ انبیاء اور اوصیاء کو طواف کر لینے دو۔ اسے اللہ نے۔

آدمؑ کی صفوت۔ نوحؑ کی نجابت۔ ابراہیمؑ کے حلم۔ اسماعیلؑ کی فصاحت۔ یوسفؑ کے جمال ایوبؑ کے صبر داؤدؑ کے لحن۔ یحیٰؑ کے زہد۔ عیسیٰؑ کے کرم۔ اور موسیٰؑ کی شجاعت سے نوازا ہے۔

اس کے بعد میں نے تین آدمیوں کو دیکھا ان کے چہروں سے نور ٹپک رہا تھا۔ آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں زبرجد کا طشت تھا۔ تیسرا خالی ہاتھ تھا اس نے آگے بڑھ کر پہلے سلام کیا پھر عرض کیا۔ اے حبیب خدا جہاں سے چاہیں اسے پکڑ لیں۔ میرے بیٹے نے اس کے درمیان سے پکڑا میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ دیکھو محمدؐ نے کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔

پھر انہوں نے میری گود سے میرا بیٹا اٹھایا۔ طشت میں بٹھایا۔ جس کے ہاتھ میں پانی تھا اس نے پانی ڈالا۔

پھر لباس پہنایا۔ اور میرے بیٹے کے کان میں کچھ کہا۔ جس کا جواب میرے مولود نے دیا۔ میں دونوں کی بات سمجھ نہ پائی۔ جب وہ جانے لگے تو ایک نے کہا۔

اے حبیب خدا آپ کو مبارک ہو آپ سید الاولین والآخرین ہیں۔ اور آپ قیامت میں شفیع امم ہوں گے پھر میں نے دیکھا تین علم لہرائے ایک علم مشرق میں۔ ایک مغرب میں اور تیسرا کعبہ پر تھا۔ اللہ نے میری آنکھوں کے سامنے سے تمام حجابات اٹھا دیئے۔ میں نے تحت الثریٰ سے عرش علیٰ تک مشرق سے مغرب تک اور شمالی سے جنوب تک پوری کائنات کو دیکھا۔

جناب عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جب محمدؐ کی ولادت ہوئی اس وقت میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا تمام بت فرش پر اوندھے گر گئے۔ میں نے ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی کہہ رہا تھا۔

آمنہ کے صدف عفت سے نور محمدؐ کا ظہور ہو چکا ہے میں ششدر رہ گیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا میں بات بھی نہ کر سکتا تھا۔ میں جلدی جلدی باب بنی شیبہ کی طرف بڑھا۔ ایسے نظر آیا جیسے صفا اور مروہ محو رقص ہوں میں بڑی جلدی سے آمنہ کے گھر آیا۔ میں نے دیکھا ایک بہت بڑے بادل نے آمنہ کے پورے گھر کو گھیر رکھا ہے۔ میں دروازہ کے قریب ہوا تو خوشبو کے جھونکے میرے مشام دماغ کو معطر کر گئے۔ میں نے آمنہ کے پاس آکر دیکھا تو انتہائی اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ میرا بچہ کہاں ہے؟

آمنہ نے کہا۔ مجھ سے لے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے تین دن بعد واپس کریں گے۔

مجھے افسوس ہوا کہ کہیں کوئی حاسد اور دشمن دھوکا سے نہ لے گیا ہو۔

میں نے پوچھا کس طرف لے گئے ہیں؟

آمنہ نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں تلوار بکف اس کمرہ کی طرف گیا۔ دروازہ پر مجھے ایک خوبرو شخص نظر آیا۔ اس نے کہا۔ اے جد سید الانبیاء آپ نہ گھبرائیں۔ محمدؐ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تین دن کے بعد آپ کی امانت آپ کو لوٹا دی جائے گی۔

میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔ آمنہ کو تسلی دی۔ گھر اتا مت جو اس نور کو لانے والا ہے۔ وہی اس کا محافظ ہے۔

آپ کی شب ولادت عرب کے دو معروف کاہن سطیح اور شق مر گئے۔ زرقا اپنے گھر بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ وقت ولادت اس کی بے ساختہ چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہنے لگی۔

اما المحال فقد مضی لسبیله ۔ ومضت کهانة مشعر الکهان ۔ جو چیز محال نظر آتی تھی اپنے پروگرام کے مطابق ہو گئی۔

جاء البشیر فکیف لی بهلا کہ ۔ ایسے لگتا ہے۔ جیسے کاہنوں کا علم بیکار ہو گیا ہے۔

هیهات جاء الوحی باعلان ۔ بشیر تو اب آ گیا ہے کہ وحی خدا کا امین علی الاعلان آ گیا ہے

تین دن بعد جناب عبدالمطلب جناب آمنہ کے پاس آئے تو آنحضورؐ آپ کی گود میں تھے۔ آپ نے اٹھایا اور بوسہ دیا۔ آپ اپنے جدامجد اور ماں کو دیکھ کر اسی طرح مسکراتے تھے جس طرح ایک سال کا بچہ مسکراتا ہے۔ جب پورے مکہ میں اطلاع ہوگئی تو دایاں جناب آمنہ کو مبارک دینے آئیں۔ حسرت سے عرض کرتی تھی کہ آپ نے ہمیں اطلاع ہی نہیں دی۔

جناب آمنہ نے فرمایا۔ مجھے خود پتہ نہیں چل سکا۔ مجھے کسی عورت کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اطلاع دیتی مجھے تو اس وقت تک کسی عورت کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔

ازاں بعد روزانہ دایاں آپ کی خدمت کے لیے آتیں۔ لیکن جب آگر دیکھتیں تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کو کسی نے غسل بھی دے دیا ہے۔ اور تیل و سرمہ بھی لگا دیا ہے۔ جناب آمنہ سے شکوہ کے انداز میں عرض کرتیں کہ آپ ہمارا انتظار بھی نہیں کرتیں۔

جناب آمنہ جواب میں فرمائیں۔ میں کس بات کا انتظار کروں۔ جب مجھے بھی پتہ نہیں چلتا کہ میرے لال کو کون غسل دیتا ہے۔ اور کس وقت دیتا ہے۔ کون سرمہ لگاتا ہے اور کس وقت لگاتا ہے۔ میں اسی طرح دیکھتی ہوں جس طرح تم دیکھ رہی ہو۔

ساتویں دن جناب ابوطالب نے ایسی عمومی دعوت کی کہ پورا مکہ تین دن تک سیر ہو کے کھاتا رہا۔

جناب بابویہ نے امالی میں لیث ابن سعد سے روایت کی ہے کہ ایک دن کعب الاحبار معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کعب سے کہا۔ آپ کی کتابوں میں آنحضورؐ کی ولادت کیلئے کچھ ہے؟ اور کیا آپ کی کتب میں عترت نبویہ کے سلسلہ میں بھی کچھ ہے ——؟

کعب نے حضرت معاویہ کی طرف دیکھا حضرت معاویہ نے جو کچھ تو نے پڑھا ہے بے شک بتا دے۔ تجھے اجازت ہے۔ کعب نے کہا میں نے بہتر آسمانی صحیفہ پڑھا ہے۔ اور ہر صحیفہ میں میں نے آنحضورؐ کی ولادت کی کیفیت پڑھی ہے۔ اور ہر کتاب میں آنحضورؐ کے ساتھ آپ کی عترت کی کیفیت ولادت بھی دیکھی ہے۔

صرف دو نبی ایسے ہیں جن کی خدمت پر اللہ نے ملائکہ کو مامور کیا ہے۔ ایک حضرت عیسٰیؑ اور دوسرے خاتم الانبیاءؐ ان آسمانی کتب کے مطابق جس رات نور نبوت جناب عبداللہ سے جناب آمنہ کے صدف عفت میں منتقل ہوا۔ آسمان سے ایک منادی نے ندا دی۔ اے اہل ارض تمہیں مبارک ہو۔ خاتم الانبیاءؐ کا نور اپنے آخری مستقر میں منتقل ہو چکا ہے۔ اسی طرح کی ندا آسمانوں اور سمندروں میں بھی دی گئی۔

کائنات عالم کے ہر موجود کو اس خبر سے مطلع کر دیا گیا۔

ذات احدیت نے آنحضورؐ کی شب ولادت جنت میں ولادت کے نام سے ایک کالونی بنانے کا حکم دیا۔ جس میں ستر ہزار محل سرخ یاقوت سے اور ستر ہزار محل آبدار موتیوں سے بنائے گئے۔

اللہ نے جنت سے فرمایا۔ جتنا خوش ہو سکتی ہے خوش ہو تیرے اولیاء کا نبی کرۂ ارض پر ظاہر ہو چکا ہے صحف انبیاءؑ کے مطابق اس دن سے لے کر قیامت تک جنت مسکراتی رہے گی۔

ہر پہاڑ کے ہر پتھر نے باواز بلند لاالہ الا اللہ پڑھا۔ کرہ ارض کے تمام پہاڑوں نے کوہ ابوقبیس کی عظمت کو جھک کر سلام کیا۔ چالیس دن تک روئے ارض کے ہر درخت نے ولادت سرور انبیاءؑ کی خوشی میں جھوم جھوم کر اظہار خوشی کیا حوض کوثر اس خوشی میں چھلکا تو اس سے یاقوت اور موتیوں کے سات لاکھ محلات بن گئے۔

تمام بت اپنے بت خانوں میں اوندھے منہ گر گئے۔ قریش نے کعبہ سے یہ آواز سنی۔

اے قریش نذیر آگیا ہے۔ جس کے ساتھ دائمی عترت اور طویل نیزہ ہے۔ جو خاتم الانبیاءؑ ہے۔

میں نے صحف انبیاءؑ میں جو کچھ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ عترت خاتم الانبیاءؑ آنحضورؐ کے بعد افضل کائنات ہے۔

جب تک خاتم الانبیاءؑ کی عترت روئے زمین پر رہے گی اہل ارض و سما عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

معاویہ نے کہا اے ابو اسحاق عترت خاتم الانبیاءؑ کون ہے۔

کعب نے کہا۔ صحف انبیاءؑ کے مطابق عترت خاتم الانبیاءؑ اولاد فاطمہؑ ہے۔

معاویہ یہ سن کر کچھ غضبناک سا ہو گیا۔ لیکن کعب نے اس کی پروا نہ کی اور کہا صحف انبیاءؑ کے مطابق فاطمہؑ کے دو شہزادے جوانان جنت کے سردار ہوں گے۔ دونوں شہید ہوں گے۔ اور ان کے قاتل کائنات عالم کے بدترین انسان ہوں گے۔

معاویہ نے پوچھا۔ کس قبیلہ سے ہوں گے؟

کعب نے کہا۔ قریش سے ہوں گے۔

معاویہ نے کہا۔ اب دربار برخاست کرو۔

چنانچہ دربار برخاست ہو گیا۔ ہم سب اٹھ گئے۔

آبائے نبیؐ اور بت پرستی

شیخ صدوق نے اصبغ ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ

حضرت امیر المومنینؑ نے ایک دن فرمایا۔ بخدا! میرے والد۔ میرے چچا عبد اللہ دادا عبد المطلب اور پردادا عبد مناف میں سے کسی نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ ہی کبھی بنی ہاشم نے کیا۔ بنی عبد مناف کا دیگر قریش کی طرح کوئی بت رہا ہے

آپ سے سوال کیا گیا۔ قبلہ! آخر وہ کس دین پر عمل کرتے تھے۔؟

آپ نے فرمایا۔ کعبہ کو قبلہ مان کر ملت ابراہیمی کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور دیگر احکام میں بھی ملت ابراہیمی ہی کی پیروی کرتے تھے۔

معجزات سرورِ انبیاءؐ

بحار میں مناقب کے حوالہ سے منقول ہے کہ۔ جتنے معجزات سرور انبیاءؐ نے دکھائے ہیں اور کسی نبی نے اتنی مقدار میں معجزات نہیں دکھائے۔ مورخین اور محدثین کے شمار کے مطابق آپ کے معجزات کی تعداد چار ہزار چار سو چالیس تھی ان میں سے تین ہزار معجزات مروی ہیں اور چودہ سو چالیس معجزات کی تعداد تو موجود ہے لیکن ان کی کیفیت وغیرہ معلوم نہیں ہو سکی۔

ان معجزات کی چار اقسام ہیں۔

- قبل الولادۃ معجزات
- بعد از ولادت معجزات
- بعد البعثت معجزات
- بعد الوفاۃ معجزات

ان تمام معجزات میں سے پائدار ترین اور غالب ترین معجزہ قرآن کریم ہے جو اپنے نزول لمحہ اول سے لے کر قیامت تک معجزہ ہے۔ اپنے اس دعویٰ کو چند ایک دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔

۱۔ ہر نبیؑ کا معجزہ اس وقت کے حالات کے مطابق اپنے وقت کے اعلیٰ ترین کمال کو مغلوب کر دینا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادوگری اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ذات احدیت نے حضرت موسیٰؑ کو ایسے معجزات سے نوازا جس نے جادوگروں کا ناطقہ بند کر دیا۔

عصا دیا جو سانپ بن کر جادوگروں کے جادو کو ہضم کر گیا۔

دریا کو ضرب عصا سے اس طرح روکا کہ دونوں طرف سے پانی موجود رہا لیکن راستہ پر دھول اڑنے لگی۔

عصا سانپ بن گیا۔

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طبابت اپنے نقطہ عروج پر تھی اللہ نے ایسا معجزہ عنایت کیا جس نے حاذق طبیبوں کے چھکے چھڑا دیئے دست شفا رکھتے سے مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔

مردے زندہ ہو جاتے تھے۔

ناقابل علاج مریض ایک پھونک سے صحت مند بن جاتے تھے۔

آنحضورؐ کے زمانہ میں عرب کی فصاحت و بلاغت اور شجاعت و ہمت کا کمال تھا۔ ذات احدیت نے قرآن دیا اور پھر انہی عربوں کو چیلنج کیا جو غیر عرب کو۔ عجم۔ (گونگا) کہتے تھے کہ لاؤ قرآن جیسی ایک سورت بنا کے لاؤ۔

۲۔ ہر قوم کا معجزہ ان کی فکر کے مطابق ہوتا ہے۔ چونکہ جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی قوم ذہناً پختہ تھی اس لیے انہیں ایسے معجزات دیئے گئے۔ جو ظاہراً بڑے آسان تھے۔ لیکن عرب انتہائی پختہ کار اور پختہ فکر کے مالک تھے اس لیے امت نبویہ کو ایسا معجزہ دیا۔ گیا جس کا تعلق بالغ نظری سے ہے۔

۳۔ ہر نبی کا معجزہ اس کے وجود کے بعد کالعدم ہوگیا۔ لیکن قرآن آنحضورؐ کے بعد بھی معجزہ ہے۔ اور قرآن کا چیلنج آج بھی موجود ہے۔ آج ۱۴۰۵ء برس نزدل قرآن کو گزر چکے ہیں مگر پھر بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آج کی بات کر رہا ہو۔ (پانچ سو ستر برس تو تولد کے وقت گزرے تھے آج تو ہمارے زمانہ میں چودہ سو دس ہجرت نبویہ کو اور چودہ سو تئیس برس آغاز نزول قرآن کو گزر رہے ہیں۔

خرائجؒ اور جرائحؒ کے مطابق آنحضورؐ کے ایک ایک عضو بدن میں معجزہ تھا۔

- سر مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ بادل سایہ کناں رہتا تھا۔
- آنکھوں میں وہ اعجاز تھا کہ جس طرح آگے کو دیکھ سکتے تھے۔ اس طرح پیچھے بھی دیکھ سکتے تھے۔
- کانوں میں یہ اعجاز تھا کہ آپ جس طرح عالم بیداری میں باتیں سنتے تھے۔ اسی طرح عالم خواب میں بھی سنا کرتے تھے۔
- زبان مبارک کی اعجاز نمائی یہ تھی کہ اگر کسی حیوان سے پوچھا کہ میں کون ہوں تو اس نے فوراً بتا دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ہرنی کا معروف واقعہ ہے۔ آپ نے اس سے سوال کیا۔ من انا ؟ اس نے جواب دیا۔ انت رسول اللہ۔
- ہاتھوں میں دیگر معجزات کے علاوہ یہ اعجاز بھی تھا۔ کہ جب چاہتے انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹنے لگتے۔
- پاؤں کا ایک معجزہ یہ بھی تھا۔ کہ ایک مرتبہ جناب جابر نے عرض کیا۔ قبلہ میرے کنوئیں کا پانی تلخ ہے۔ آپ نے اپنے پاؤں دھوئے اور غسالہ طشت میں ڈال کر جابر سے فرمایا اسے کنوئیں میں ڈال دے۔ پانی میٹھا ہوگیا۔
- آپ کے جسم مبارک میں یہ معجزہ تھا کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔
- آپ کی پشت مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ اس پر مہر نبوت تھی جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

تفسیر امام عسکریؑ میں ہے کہ۔ ابو یعقوب کہتا ہے میں نے امام عسکریؑ سے سوال کیا۔

کیا آنحضورؐ اور حضرت علیؑ کے پاس اتنے معجزات تھے۔ جتنے حضرت موسیٰؑ کے پاس تھے؟

آپ نے فرمایا۔ ان کے پاس وہ تمام معجزات تھے جو ہر نبی کے پاس فرداً فرداً تھے۔ اور ان سے زائد بھی تھے۔

آپ نے فرمایا :

ان کے پاس وہ تمام معجزات تھے جو انہی کے پاس فرداً فرداً تھے۔ اور ان سے زائد بھی تھے۔
حضرت موسیٰؑ کے پاس تو ایک مخصوص عصا ہی تھا۔ جو اژدہا بن جاتا تھا۔ لیکن آنحضورؐ کسی ایک مخصوص عصا کے محتاج نہ تھے۔ جس شاخ کو جب چاہتے سانپ بنا ڈالتے۔

ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک گروہ آنحضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگے۔

اے محمدؐ! اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو حضرت موسیٰؑ کے عصا کی طرح معجزہ دکھا ہم آپ کو مان لیں گے۔

آپ نے فرمایا:

مانو یا نہ مانو یہ تمہارا کام ہے۔ چونکہ میں نے دعوائے نبوت کیا ہے اس سے اس کی تصدیق و تائید کا تقاضا ہے کہ میں آپ لوگوں کا مطالبہ پورا کروں۔

تمہیں معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا مخصوص عصا تھا صرف وہی اژدہا بن سکتا تھا؟

یہودیوں نے کہا۔ واقعاً ایسا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ نے محمدؐ کو کسی ایک مخصوص عصا کا پابند نہیں کیا۔ بلکہ میں جس چیز کا بھی ارادہ کروں وہ چیز ویسے ہو جاتی ہے جیسے میں ارادہ کرتا ہوں۔

اب جب تم گھر جاؤ گے تو رات کو دیکھو گے۔ تمہارے مکان کی چھت میں جتنی لکڑیاں ہیں اپنے اپنے حجم کے مطابق سانپ بن جائیں گی۔ وہ تم پر حملہ آور ہوں گے۔ تم میں سے چار آدمی خوف سے مر جائیں گے اور بقیہ بے ہوش ہو جائیں گے۔ صبح تمہاری قوم کے افراد تمہارے پاس آئیں گے تم انہیں رات کا واقعہ سناؤ گے وہ تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیں گے۔ چھت کی وہی لکڑیاں ایک مرتبہ پھر اژدہا بن جائیں گی۔ وہ یہ دیکھ کر تمہاری بات ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔

تم میں سے جو شخص اس خوف سے محفوظ رہنا چاہے وہ یہ دعا پڑھ لے وہ نہ بے ہوش ہوگا اور نہ مرے گا۔

اللھم بجاہ محمد الذی اصطفیتہ و علی الذی ارتضیتہ و اولیائھم الذین من سلم لھم امرھم لما قویتنی علی ما اری اگر مر جانے والوں پر یہی دعا پڑھی جائے تو وہ بھی زندہ ہو جائیں گے۔

یہ لوگ آنحضورؐ کا مذاق اڑاتے ہوئے واپس اس جگہ آئے جہاں کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ وہاں بھی بیٹھ کر یہ لوگ مذاق ہی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ چھت میں چڑچڑاہٹ شروع ہو گئی۔ جب انہوں نے چھت کی طرف دیکھا تو ان کی نگاہوں کے سامنے چھت کی لکڑیاں اژدہا اور سانپ بننا شروع ہو گئیں۔ یہ دہشت زدہ ہو گئے انہیں مذاق بھول گیا۔ اور تھر تھر کانپنے لگے کسی میں اتنی ہمت تک نہ تھی کہ وہاں سے اٹھ کر باہر بھاگ جائے۔ سانپ اور اژدہا رینگنے لگے۔ دیوار سے نیچے اترے۔ انہیں اتنا دیکھ کر چار آدمی تو مر گئے۔ سانپوں نے اثاث خانہ کو نگلنا شروع

کر دیا۔ دیگر تمام لوگ بے ہوش ہو گئے۔ کچھ لوگ آنحضورؐ کی بتائی ہوئی دعا پڑھنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد وہ تمام سانپ اور اژدہا اثاث خانہ چٹ کرنے کے بعد واپس اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور پہلے کی طرح لکڑیاں بن گئے۔ جو دعا کے طفیل بے ہوش نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مردہ اور بے ہوش افراد پر بھی دعا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ وہ بیدار ہو گئے۔ بے ہوش ہوش میں آگئے مردے زندہ ہو گئے۔

صبح کو ان کی برادری کے دیگر یہودی آپ کے پاس آئے انہوں نے وہ واقعہ سنایا۔

وہ کہنے لگے قطعاً ناممکن ہے۔ یہ صرف حضرت موسیٰؑ کا معجزہ تھا۔ عصا سانپ بن کر سب کچھ ہضم بھی کر جاتا تھا۔ اور پھر عصا بن جاتا تھا۔ محمدؐ وہ معجزہ کیسے دکھا سکتا ہے۔

ان یہودیوں نے کہا۔ دیکھو ہمارے گھر میں اس وقت سوئی بھی نہیں رہی۔ محمدؐ نے ہمیں یہی بتایا تھا کہ تمہارے دوسرے ہم قبیلہ تمہاری یہ بات نہیں مانیں گے۔ اور ایک مرتبہ پھر چھت کی ہر لکڑی سانپ بن جائے گی جسے وہ نہ ماننے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مان لیں گے۔

انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے اگر ہم بھی تمہاری طرح دیکھ لیتے ہیں۔ تو بالکل مان جائیں گے۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ چھت میں غیر معمولی سرسراہٹ ہوئی۔ جب انہوں نے چھت کی طرف دیکھا تو لکڑیاں اژدہا کی شکل اختیار کر رہی تھیں۔

پہلے یہودیوں نے کہا۔ دیکھو محمدؐ نے ہمیں یہ دعا تلقین کی ہے اسے پڑھ لو تمہارا دل مضبوط ہو جائے گا۔ ورنہ بے ہوش ہو جاؤ گے۔ چونکہ وہ سن پہلے چکے تھے اب آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے انہوں نے فوراً دعا پڑھنا شروع کر دی۔ پھر وہ سب آنحضورؐ کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ کا دوسرا معجزہ ید بیضا تھا۔ اور آنحضورؐ کے دست مبارک میں جناب موسیٰؑ کے ید بیضا سے کئی ہزار گنا اعجازی قوت زیادہ تھی آپ جب کبھی جناب حسنینؑ کے لیے شائق ہوتے تو اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دونوں کے نام پکارتے اور تاریکی شب میں انگشت شہادت بلند کر دیتے جس سے تاریخ کی روشنی پھوٹتی دونوں شہزادے اس روشنی میں آنحضورؐ کے پاس آجاتے اور انگشت شہادت پھر اپنی اصل حالت پر آجاتی۔ جب شہزادے واپس جانا چاہتے تو بھی آنحضورؐ انگشت شہادت سے روشنی کر کے دونوں کو گھر پہنچا دیتے۔

۳۔ تیسرا معجزہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ قبطیوں پر طوفان لائے تھے۔ آنحضورؐ کے لیے جو طوفان آیا تھا وہ جناب موسیٰؑ کے طوفان سے کہیں بڑھ کر تھا۔ جناب موسیٰؑ کا طوفان تو دریائے نیل سے اٹھا تھا۔ طوفان کے اسباب موجود تھے۔ دریا تھا۔ اور پانی تھا۔ لیکن جو طوفان ذات احدیت نے آنحضورؐ کے لیے بھیجا وہ احد کے میدان میں تھا۔ جہاں نہ کوئی دریا تھا اور نہ پانی۔

ہوا یوں کہ آنحضورؐ کے ایک صحابی ثابت نے ایک مشرک کو قتل کر دیا۔ اس مشرک کی بیوی نے منت مانی کہ۔

میں ثابت کو قتل کر کے اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔

جب جنگ احد ہوئی تو ثابت جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس عورت کو اس کے ایک غلام نے جا کر مبارک باد دی۔ اس عورت نے اپنے اس غلام کو اس مبارک بادی کے عوض آزاد کر دیا۔ اور اپنی ایک کنیز سے اس کی شادی بھی کر دی۔ پھر ابوسفیان کے پاس آ کر اسے اپنی منت کے متعلق بتایا۔ ابوسفیان نے کفار مکہ میں سے دو سو نوجوان اس عورت کے ایک غلام کے ساتھ ثابت کا سر لانے کو بھیجے۔ جب یہ لوگ آئے تو انہوں نے ثابت کا لاشہ ایک ٹیلے پر دیکھا۔ یہ سر کاٹنے کی خاطر آگے بڑھے۔ آندھی کا ایک ایسا تند جھونکا آیا جس سے وہ لاشہ ٹیلے سے لڑھک کر پر نشیب کی طرف چلا گیا۔ یہ لوگ بھی آگے بڑھے۔ اتنے میں اتنی موسلا دھار بارش شروع ہوئی کہ وہ نہ آگے بڑھ سکے اور نہ پیچھے ہٹ سکے کثرت بارش سے طوفان اٹھا جس میں دو سو کے دو سو بہہ گئے۔ کسی کو پتہ تک نہ چلا کہ وہ دو سو آدمی گئے کہاں ہیں نہ کسی کی لاش ملی اور نہ کوئی کپڑا۔

۴۔ حضرت موسیٰؑ کا چوتھا معجزہ یہ تھا۔ کہ ان کی دعا سے اللہ نے قبطیوں پر ٹڈی دل کو مسلط کیا تھا۔ لیکن ٹڈی دل نے ان لوگوں کی صرف کھیتیوں کو ہضم کیا تھا۔ خود قبطیوں کو کچھ نہ کہا تھا۔ جب کہ آنحضورؐ کی خاطر اللہ نے جو ٹڈی دل بھیجی تھی اس نے دو سو آدمی کھا لیے تھے۔

واقعہ یوں ہے کہ یہودی ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ جہاں کہیں موقعہ ملے آنحضورؐ کو شہید کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ بیرون مکہ تشریف لے گئے۔ دو سو یہودی آپ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ نگران رسولؐ جناب ابوطالبؑ فوت ہو چکے تھے۔ اس لیے ان لوگوں کی جرأت بڑھی ہوئی تھی۔

ایک مقام پر آپ کسی ضرورت سے اپنے ساتھیوں سے علیحدہ چلے گئے۔ دو سو یہودی بھی آپ کے تعاقب میں چلا گیا۔ جب ان لوگوں نے آپ کو تنہا پایا تو تمام نے تلواریں بھی سونت لیں اور کمانوں کے چلوں میں تیر بھی چڑھا دیئے۔ آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ آہستہ آہستہ گھیرا تنگ کرنے لگے۔ آپ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے ہو گئے ذات احدیت نے آپ کے قدموں سے ٹڈی دل نمودار کیا۔ اور ٹڈیوں نے ان یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ سب اپنی حفاظت میں مصروف ہو گئے۔ اور آپ ان کے درمیان سے نکل کر واپس آ گئے۔ آپ کے صحابہ نے عرض کیا۔

قبلہ وہ دو سو یہودی آپ کے تعاقب میں گیا تھا؟

آپ نے فرمایا:

ہاں اس وقت تو تم انہیں دیکھتے رہے۔ اور اب مجھے باسلامت دیکھ کر تمہیں یہودیوں کی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی ہے۔ اللہ نے ان پر ٹڈی دل مسلط کر دیا ہے اور وہ اپنے تحفظ میں مصروف ہیں۔ تمام لوگ چل کر دیکھنے آئے۔ جب آ کر دیکھا تو ان میں سے اکثر کے جسم سے تو ٹڈیوں نے گوشت نوچ ڈالا تھا اور وہ مر چکے تھے۔ اور کچھ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ صحابہ کے دیکھتے دیکھتے وہ بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

۵۔ حضرت موسیٰؑ کا پانچواں معجزہ یہ تھا کہ آپ کی دعا سے اللہ نے ان کے دشمنوں کو جوؤں کے عذاب میں مبتلا کیا ذات احدیت نے آنحضورؐ کے اعداء کو بھی اس عذاب کا مزہ چکھایا ہے۔

واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے صحابہ کو بتایا کہ رکن اور مقام کے مابین ستر نبی شہید مدفون ہیں۔ جنہیں ان کی امتوں نے بھوک سے شہید کیا تھا۔

قریش اور یہود کے بعض منافقین نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے مشورہ کیا کہ اب تو مکہ سے بھی اس کے جھوٹ (نعوذ باللہ) بڑھ رہے ہیں۔ آخر کب تک یہ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ کیوں نہ اس کا قصہ پاک کر دیں۔

چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد ایک دن جب آنحضورؐ کسی کام سے بیرون مدینہ تشریف لے گئے۔ تو یہ تمام لوگ آنحضورؐ کے تعاقب میں چل نکلے۔ راستہ میں ایک شخص کو کھجلی ہوئی۔ وہ کھجانے لگا۔ اس نے دیکھا تو جوؤں کی ایک لمبی قطار ہے۔ جو چڑھتی آ رہی ہے۔ وہ ایک جگہ کھجاتا ہے۔ پھر دوسری جگہ کھجاتا ہے۔ جب وہ بے بس ہو گیا وہ شرم کے مارے کسی کو بتائے بغیر آہستہ سے کھسک گیا۔ یہی حال دوسرے کا ہوا۔ پھر تیسرے کا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے یہ لوگ واپس ہونے لگے۔ حتیٰ کہ آنحضورؐ کے تعاقب میں کوئی بھی نہ رہا۔ دس پندرہ دن کے اندر اندر یہ سب لوگ باری باری جوؤں کے عذاب سے مر گئے۔ کیونکہ جوؤں نے ان سے کھانا پینا چھڑا دیا تھا۔ کھانے میں جوئیں۔ پانی میں جوئیں۔

۶۔ حضرت موسیٰؑ کا چھٹا معجزہ مینڈکوں کا عذاب تھا۔ خداوند عالم نے اعدائے محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے اس سے زیادہ المناک معجزہ نازل کیا۔

ہوا یوں کہ مکہ میں ایام حج کے موقعہ پر کفار عرب اور قریش کے حوصلے زیادہ بڑھ گئے۔ تو ایک مرتبہ یہودیوں نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا کہ مدینہ میں چل کر موقعہ پا کر شہید کر دیں۔ ان لوگوں نے چند آدمی چنے۔ اور انہیں اچھا خاصہ مال دے کر مدینہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ چل رہے تھے۔ دوران سفر ایک جگہ انہیں ایک گڑھے میں پانی نظر آیا۔ انہوں نے وہ پانی چکھا تو جو پانی ان کے اپنے پاس موجود تھا۔ اس سے کہیں عمدہ پانی تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے مشکیزوں سے پہلا پانی گرا دیا۔ اور اس گڑھے والا پانی بھر لیا۔ اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے راستہ میں ایک ایسی وادی سے گزرے جس میں مینڈک ہی مینڈک تھے۔ وقت ایسا تھا کہ انہیں اسی وادی میں قیام کرنا پڑا۔ جب یہ اپنا سامان سفر اونٹوں سے اتار کر بیٹھے تو مینڈکوں نے ان کے پانی پر حملہ کر دیا۔ چونکہ تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ کوشش بسیار کے باوجود بھی یہ مینڈکوں کو روک نہ سکے۔ اس لیے مینڈکوں نے مشکیزوں کو کاٹ کر پانی زمین پر گرا دیا۔ جب تمام پانی بہہ گیا۔ تو اس وقت انہیں پیاس نے ستانا شروع کر دیا۔ پانی وہی تھا جو بہہ گیا تھا یہ واپس پلٹے اور اس جگہ آئے جہاں سے انہوں نے پانی لیا تھا۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھ کر مینڈک ان سے پہلے پہنچ چکے اور پانی میں مینڈک ہی مینڈک تھے۔ ان کے دیکھتے دیکھتے مینڈکوں نے گڑھے کا پانی ختم کر ڈالا

بالآخر یہ لوگ پیاس سے جاں بلب ہوگئے۔ اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ اور آہستہ آہستہ مرنے لگے۔ صرف ایک زندہ رہ گیا۔ مگر وہ بھی حیرت انگیز شکل میں۔ اس کی زبان اور پیٹ پر محمدؐ لکھا ہوا نظر آتا تھا۔ اسے ہوش آیا اس نے یوں دعا کرنا شروع کردیا۔

یارب محمد و آل محمد تبت من اذی محمد ففرج عنی بجاہ محمد و آل محمد۔

اے رب محمدؐ و آل محمدؐ میں محمدؐ کو اذیت پہنچانے سے توبہ کرتا ہوں بحق محمدؐ و آل محمدؐ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔

ایک قافلہ آگیا۔ انہوں نے اسے پانی پلایا۔ اس کے ساتھیوں کا تمام سامان اور سواریاں اہل قافلہ نے اپنے قبضہ میں لے لیں اور اسے وہاں سے مدینہ لائے۔ اس نے آتے ہی تمام واقعہ سنایا۔ اور آنحضورؐ کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ لیا۔ آنحضورؐ نے اس کے ساتھیوں کا تمام مال و اسباب اور سواریاں اسی کو عنایت فرما دیں۔

۷۔ حضرت موسیٰؑ کا ساتواں معجزہ قبطیوں کے لیے خون کا عذاب تھا۔ ذات احدیت نے دشمنان محمدؐ کو اس سے بھی دوچار کیا۔ اور وہ یوں کہ ایک مرتبہ چند منافقین نے بیٹھ کر آنحضورؐ کا مذاق اڑایا اور کہنے لگے جانے محمدؐ اس قدر کیوں باتیں بناتا ہے کہ جو میرا کلمہ پڑھ لے بس وہ جنت میں جائے گا۔

آنحضورؐ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ جتنے لوگ اس محفل میں موجود تھے وہ سب اپنے خون میں مبتلائے عذاب ہوں گے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے مذاق میں اور اضافہ کر دیا۔ قبطیوں میں سے تو کوئی بھی عذاب خون سے نہیں مرا تھا۔ لیکن ان منافقین میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہا۔ دوسرے دن سب کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ کھا سکتے تھے اور نہ پی سکتے تھے۔ چالیس دن تک ان کی یہی حالت رہی پھر اپنے دائمی مقام میں پہنچ گئے۔

۸۔ حضرت موسیٰؑ کا آٹھواں معجزہ مال و دولت کی کمی تھی۔ ذات احدیت نے آنحضورؐ کو بھی اس معجزہ سے محروم نہیں رکھا ہوا یوں کہ جب نبی نضر کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں۔ اور وہ مسلمانوں کو زیادہ تنگ کرنے لگے۔ تو آنحضورؐ نے عرض کیا۔

بارالہا انہیں قوم یوسفؑ کی طرح مبتلائے قحط فرما۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کے پاس جس قدر ذخیرہ تھا سب کم زدہ ہوگیا۔ چند دنوں میں یہ سب لوگ خالی ہوگئے۔ جو کچھ بھی ان کے پاس آتا تھا۔ سب متعفن ہوجاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت چلی گئی۔ لیکن بھوک کا علاج نہ ہو سکا۔ آخر یہ لوگ کتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ جب کتے ختم ہو گئے تو پھر ان لوگوں نے مردار اور ہڈیاں کھانا شروع کر دیا۔ جب ہڈیاں بھی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں نے قبروں سے جو کچھ بھی ملتا نکال کر کھاتے تھے۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ عورتیں بچے کھانے لگیں۔

ان حالات میں قریش کے چند افراد آنحضورؐ کے پاس سفارشی بن آئے۔ آنحضورؐ نے دعا فرمائی۔ اور پھر وہ لوگ اپنی پہلی حالت پر آگئے۔

۹۔ حضرت موسیٰؑ کا نواں معجزہ قبطیوں کی دولت اور مال و زر کی تباہی تھی ذات احدیث نے حضرت محمدؐ کو اس سے بہترین معجزہ سے نوازا تھا۔ اور وہ یوں کہ

ایک مرتبہ ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں آیا، اور عرض کی: قبلہ اگرچہ میں آپ کو نبی نہیں مانتا لیکن میں نے آپ کی انسانیت کی تعریف سنی بھی ہے اور دیکھی بھی ہے۔ میں آپ سے ایک سفارش کرانے آیا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا: بتایا کیا بات ہے؟

اس نے عرض کیا: قبلہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے میں نے ہر دکھ سہہ کر پالا ہے۔ اب آج کل میں غریب ہوں۔ اور اور یہ دولت مند ہے یہ مجھے قوت لایموت بھی نہیں دیتا۔

آپؐ نے اس جوان سے فرمایا: بتا کیا خیال ہے؟

اس نے عرض کیا۔ حضورؐ! اگر میرے پاس اتنا ہی ہو جس سے میرا اور میرے بچوں کا پیٹ بمشکل بھر سکتا ہو تو میں کسی کو کیسے دے سکتا ہوں۔

اس کے باپ نے کہا۔ محمدؐ! یہ غلط بیانی کر رہا ہے۔ اس وقت بھی اس کے چند کمرے غلہ سے اور کئی تھیلیاں درہم و دینار سے پر رکھی ہیں

آپؐ نے جوان سے پوچھا۔ تیرا باپ کیا کہہ رہا ہے؟

اس نے کہا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: دیکھ جوان ایسا کر۔ ایک ماہ کا خرچ تیرے باپ کو میں دے دیتا ہوں۔ آئندہ تو دیا کر۔ آپؐ نے جناب حذیفہ سے فرمایا۔ حذیفہ نے اسے ایک سو درہم دے دیا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد وہ شخص پھر اپنے بیٹے کو آنحضورؐ کے پاس لایا۔ اور عرض کی کہ جو آپ نے دیا تھا وہ ختم ہو گیا ہے اور یہ دینے سے انکاری ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ دیکھ جوان۔ اللہ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اور باپ سے بخل کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔

اس نے کہا! جناب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا! ٹھیک ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں تو اب کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ واپس جا سکتے ہیں۔ وہ واپس آ گیا۔ جب گھر آ گیا تو دروازہ پر لوگوں کا اجتماع دیکھا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟

لوگوں نے بتایا۔ بات کیا ہے۔ تو نے غلہ ذخیرہ کے ذخیرہ کے انبار لگا رکھے تھے۔ ان میں بدبو پیدا ہو گئی ہے۔ جلدی سے باہر نکال ورنہ تمام شہر بیمار پڑ جائے گا۔

وہ حیران ہو کر انبار کے کمروں پر آیا۔ وہاں اتنی بدبو تھی کہ رکنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اجرت پر وہ سب کچھ باہر

پھینکوایا۔ جہاں درہم و دینار کی تھیلیاں رکھی تھیں۔ وہاں سے دھواں اٹھنے لگا۔ جب اس نے دیکھا تو تمام سونا اور چاندی کنکریں بنے ہوئے تھے۔ اس نے وہ بھی باہر پھینک دیئے۔ خلاصہ یہ کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اس کے گھر میں آٹا بھی نہ بچا کہ وہ شام کا کھانا کھا سکے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ والدین کا عاق جس طرح دنیا میں غریب کردیتا ہے اس طرح آخرت میں بھی انسان خالی ہاتھ جائے گا۔

بحار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے آباواجداد کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضورؐ کے بعد ایک دن چند دیگر صحابہ اور حضرت علیؑ تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا۔

اے امت محمدؐ! جتنے فضائل بھی تھے وہ سب کے سب تم نے اپنے نبی سے منسوب کر رکھے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اس میں تمہیں کیا تکلیف ہے۔

یہودی کہنے لگا۔ تکلیف تو ہے۔ جب ان میں اس کے پاس ایک معجزہ بھی نہ تھا۔ پھر اتنے فضائل کیسے آ گئے؟ آپؑ نے فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے کوہ طور پر کلام کیا تھا۔ اور آنحضورؐ سے شب معراج کلام کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کوڑھی کو شفایاب اور مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش کے فلاں فلاں شخص نے آنحضورؐ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے فلاں فلاں مردہ کو زندہ کر دیں۔ آنحضورؐ نے مجھے حکم فرمایا۔ میں ان کے ساتھ گیا اور ان کے مطلوبہ مردے انہیں زندہ کر کے دیئے۔

ابو قتادہ انصاری کو جنگ احد میں ایک تیر لگا تھا جس سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا تھا۔ اس نے وہ آنکھ ہاتھ پر رکھی اور آنحضورؐ کے پاس آ کر عرض کی۔ قبلہ میری بیوی میرا مذاق اڑائے گی۔ آپ نے اس کی آنکھ کو اس کی جگہ رکھا اور وہ اس طرح ہو گئی جیسے اسے کچھ ہوا بھی نہ تھا۔

اسی جنگ احد میں عبداللہ ابن عتیق کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا وہ ہاتھ اٹھا کر آنحضورؐ کے پاس آیا انہوں نے اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کے بازو سے ملا دیا اور وہ درست ہو گیا۔

آسمانی معجزات

شق القمر

• مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے اکٹھے ہو کر آنحضورؐ سے کہا اگر آپؐ چاند دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ کا معجزہ مان لیں گے۔

آپؐ نے فرمایا: بات اعجاز کی نہ کرو۔ یہ بتاؤ کیا۔ مجھے اللہ کا نبی مان لوگے؟

سب نے کہا: ہاں مان لیں گے۔

یہ چودھویں کی رات تھی۔ آپ نے انگشت مبارک سے چاند کو اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپؐ نے ایک مشرک کا نام لے کر فرمایا۔ دیکھ لو۔

• تفسیر قمی کے مطابق امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک سال اصحاب عقبہ چودہ ذی الحجہ کی رات کو آنحضورؐ کے پاس آئے ان کی تعداد بھی چودہ تھی اور عرض کیا۔

اگر آپ واقعاً اللہ کے نبی ہیں تو ایسا کریں چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر میں دو ٹکڑے کر دوں۔ کیا ہو گا۔

وہ کہنے لگے ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ جادوگر نہیں ہیں کیونکہ جادو کے اثرات آسمان پر نہیں ہوتے۔

آپؐ نے چاند کی طرف انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

آنحضورؐ سجدہ میں گر گئے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے کہا۔ اب انہیں ایک کر دیں۔ آپؐ نے پھر انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا۔ چاند پہلے جیسا ہو گیا۔

ان لوگوں نے کہا۔ اب چاند کے اوپر والے حصہ کو علیحدہ کر دیں۔

آپؐ نے پھر اشارہ کیا۔ چاند کا اوپر والا حصہ علیحدہ ہو گیا۔

وہ کہنے لگے کہ اس وقت ہمارے دو تجارتی قافلے باہر گئے ہوئے ہیں ایک یمن کو اور دوسرا شام کو جب وہ واپس

واپس آئیں گے تو ہم ان سے پوچھیں گے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ اگر انہوں نے بھی شام اور یمن میں دیکھا ہو گا۔ تو ہم اسے معجزہ مان لیں گے۔ اور اگر یہ صرف ہمارے تک محدود رہا اور دوسرے لوگوں کو ایسا نظر نہ آیا ہو گا تو پھر ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ نے ہمیں فریب نظر میں مبتلا کر دیا تھا۔

۲۔ بادل سے عذاب

آنحضورؐ نے عرب کے فراعنہ میں سے ایک فرعون کو پیغام اسلام بھیجا۔ اس نے پیغام لے جانے والے کو کہا۔

جا محمدؐ سے پوچھ جس چیز کی طرف وہ مجھے دعوت دے رہا ہے وہ کیا ہے سونا ہے۔ چاندی ہے یا لوہا ہے آپؐ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ اس نے پھر وہی جواب دیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ پیغام بھیجا۔ اس نے تیسری مرتبہ انتہائی جسارت آمیز الفاظ کہے۔

جب آپؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے دست دعا بلند کیے۔ اس شخص کے سر پر ایک بادل آیا۔ بادل سے بجلی چمکی اور اس کا سر اڑ گیا۔ پھر ذات احدیت نے یہ آیت بھیجی۔ یرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال۔

۳۔ بادل کا سایہ

خرائج والجرائح کے مطابق جناب ابو طالبؑ سے مروی ہے کہ جب میں شام سفر تجارت کو گیا تو محمدؐ میرے ساتھ تھا۔ دھوپ کے وقت ایک بادل ہمیشہ اس کے سر پر سایہ کناں چلتا تھا۔ جب ہم رک جاتے تھے۔ بادل بھی رک جاتا تھا۔ راستہ میں ایک راہب کا گرجا تھا۔ جب اس نے بادل کو چلتے اور رکتے دیکھا۔ وہ حیران ہو کر گرجا سے باہر آیا ہماری ضیافت کی۔ جب ہم کھانے پر بیٹھے تو اس نے محمدؐ کو اپنی طرف بلایا اور اس کے کندھے پر مہر نبوت دیکھ کر کہنے لگا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپ اعلانِ نبوت فرمائیں گے آپ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا میں ہوتا۔

پھر اس نے مجھے کہا اے ابو طالبؑ اولاً تو تجھے اس کو مکہ سے باہر نہیں لانا تھا۔ اب اگر لایا بھی ہے تو یہودیوں سے اسے محفوظ رکھنا۔

۴۔ شق القمر

الخرائج والجرائح کے مطابق ایک رات قریش ایک جگہ جمع تھے۔ اور دعوت نبویہ پر تبصرے کر رہے تھے۔ کسی نے کہا۔ اب ہم محمدؐ کو یوں آزماتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں جادو کا تعلق زمین سے ہوتا ہے آسمان سے نہیں

اگر آپ واقعی نبی ہیں تو آسمانی معجزہ دکھائیں۔

یہ سب چل کر آنحضورؐ کے پاس آئے آپ اس وقت اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے آکر آپ سے اپنا مطالبہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں کہوں کہ میں فلاں معجزہ دکھاؤں گا تو تم اس میں طرح طرح کے کیڑے نکالو گے۔ تعین تم خود کرو۔ دکھاؤں گا میں۔

وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بالآخر طے پایا کہ آج چودہ چاند ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے کر دے۔ جب ان لوگوں نے آپ سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کو کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں آپ کا مطالبہ پورا کرتا ہوں۔

آپؐ نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اس کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ آکر کوہ ابو قبیس پر دوسرا حصہ بیت اللہ کی چھت پر چمکنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے پھر اشارہ کیا۔ چاند کے دونوں ٹکڑے اپنے اپنے مقام سے بلند ہوئے ہوا میں جمع ہوئے اور بلند ہو کر اپنی جگہ ایک بن کر چمکنے لگا۔

یہ جاہل کہنے لگا۔ محمدؐ کا جادو صرف زمین سے مخصوص نہیں ہے یہ آسمان پر بھی غالب ہے۔

۵۔ ردِ شمس

قاضی عیاض نے شفا میں نقل کیا ہے کہ اسماء بنت عمیس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ نماز ظہر کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو کسی کام سے بھیجا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ ابھی تک حضرت علیؑ واپس نہیں آئے تھے۔ جب آپؐ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؑ واپس آ گئے وہیں مسجد ہی میں حضرت علیؑ بیٹھ گئے آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ آپؑ آنحضورؐ کو اس کام کی تفصیل بتانے لگے اتنے میں نزول وحی ہو گیا۔ جب نزول وحی ختم ہوا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ کیا نماز عصر پڑھی تھی؟

آپ نے عرض کیا۔ قبلہ نماز ظہر کے بعد آپ نے حکم دیا۔ میں وہاں گیا آپ کا کام کیا۔ واپس آیا تو آپ ابھی تک وہ تفصیل سن رہے تھے کہ سلسلہ وحی شروع ہو گیا۔ ابھی تک نزول وحی ختم نہیں ہوا تھا کہ سورج غروب ہو گیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا! یا علیؑ میرا سر زمین پر رکھ دیا ہوتا۔ اور نماز پڑھ لیتے۔

آپؑ نے مسکرا کر عرض کیا۔ قبلہ میں نے آپؐ کے حکم سے نماز پڑھی ہے۔ نماز کے حکم سے آپ کو نہیں مانا میرے لیے آپ کا میری گود میں سر رکھنا اور نماز کا حکم دینا دونوں برابر ہیں۔ البتہ ایک فرق ہے نماز کا حکم ہے اور

اور گود میں سر رکھنا ئل ہے۔ یہ سعادت روز روز نصیب نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی یہ سعادت ہر ایک کا مقدر ہوتی ہے میں اپنی اس سعادت کو کیوں کھوتا۔

آنحضورؐ نے اٹھ کر دعا مانگی بارِالٰہا۔ علیؑ تیرے اور تیرے رسولؐ کے احکام کی تعمیل میں تھا اس کے لیے سورج کو ایک مرتبہ پھر واپس کر تاکہ علیؑ سعادت نماز سے بھی محروم نہ رہے۔

تمام اہل مدینہ نے دیکھا کہ غروب شدہ سورج واپس اپنی جگہ آیا۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر پڑھی اور جب آپ فارغ ہوئے سورج یوں غروب ہوا جیسے شہاب ثاقب گرتا ہے۔

جنّت کے میوے

بحار میں جناب ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ کہ جناب زہراؑ اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر آئیں۔ آپ کے ہاتھ میں کچھ کھانا بھی تھا۔ آنحضورؐ نے دونوں شہزادوں کو اٹھایا۔ امام حسنؑ کو دائیں زانو پر اور امام حسینؑ کو بائیں زانوں پر بیٹھا کر فرمایا:

زہراؑ علیؑ کہاں ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ مسجد میں ہوں گے۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ اُم سلمہ علیؑ کو بلا۔

میں نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ جب وہ بھی آگئے۔ تو آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ — اے اللہ! یہ میرے اہلبیتؑ ہیں ان سے رجس دور رکھ اور انہیں پاکیزہ رکھ۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں بھی تو اہلبیت سے ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ نہیں ام سلمہؓ تو نیک ہے۔

پھر جبریل جنت سے انگور اور انار لے کر آیا۔ پہلے آنحضورؐ نے تناول فرمائے۔ پھر جناب حسنینؑ نے پھر حضرت علیؑ نے اور آخر میں جناب سیدہؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ جو بھی انگور اور انار کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو اس انگور اور انار سے آواز تسبیح آتی تھی۔ اسی اثنا میں ایک صحابی آگئے۔ انہوں نے کھانے کی کوشش کی۔ جبریل نے فرمایا۔ تم نہیں کھا سکتے۔ یہ جنت کے میوے ہیں۔ دنیا میں انہیں۔ نبی۔ اولادِ نبی۔ اور وصی نبی کے علاوہ کوئی بھی نہیں کھا سکتا۔

امالی طوسی میں انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نے مجھے اپنے خچر اور گدھے کو سواری کے لیے تیار کرنے کا حکم دیا۔ دونوں آگے آگے چل رہے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ آنحضورؐ دلدہ کوہ میں

پہنچے۔ دونوں اپنی اپنی سواری سے اترے۔ سواریاں میرے سپرد کیں اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے۔ میں دیکھ رہا تھا ایک بادل آیا۔ جو دونوں پر سایہ کی طرح رک گیا۔

آنحضورؐ نے ہاتھ بڑھایا۔ اس میں سے ایک طبق اٹھایا۔ خود بھی کھایا اور حضرت علیؑ کو بھی کھلایا۔ پھر آپ نے ایک صراحی اس بادل سے اٹھائی اس سے خود بھی پانی پیا اور حضرت علیؑ کو بھی پلایا۔ وہ بادل اڑ کر واپس چلا گیا۔ اور آنحضورؐ علیؑ کے ہمراہ نیچے اتر آئے۔

جب آنحضورؐ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ انس کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا بات ہونا تھی۔ حیران ہوں کہ آپ نے بادل سے کھایا بھی اور پیا بھی۔

آپ نے فرمایا: انس اب کے بعد اس بادل سے کوئی نہ کھائے گا۔ اس وقت تک تین سو تیرہ نبی اور تین سو تیرہ وصی اس بادل سے کھا چکے ہیں۔ اور مجھ سے کوئی نبی افضل نہیں تھا۔ اور علیؑ سے کوئی وصی افضل نہیں تھا۔





ارضی معجزات

۱۔ جناب فاطمہ بنت اسد سے مروی ہے کہ جب جناب عبدالمطلبؑ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنی تمام اولاد کو بلا کر پوچھا میرے بعد محمدؐ کی کفالت کون کرے گا؟

سب نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ محمدؐ کتنا دانا ہے۔ آپ اس سے پوچھیں جسے وہ پسند کرے کسی کو انکار نہیں ہوگا۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹے میں قیامت تک کے لیے سفر پر جا رہا ہوں۔ اور جانے سے پہلے میں تیرے بارے میں مطمئن ہونا چاہتا ہوں۔ آپ خود بتائیں کس چچا کے پاس رہنا پسند کرو گے۔

آپ نے تمام چچوں کو دیکھنے کے بعد عرض کیا۔ دادا جان! اگر قبول فرمالیں تو میں ابوطالب کے ہاں رہنا پسند کروں گا جناب ابوطالبؑ نے بڑھ کر آپ کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔

جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا: ابوطالب اسے اس طرح رکھنا جس طرح میں نے رکھا ہے۔

میں ہی محمدؐ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ محمدؐ مجھے ماں کہہ کر پکارتا تھا۔ ہمارے گھر میں کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جب کھجوروں کے پکنے کا موسم آجاتا تو مکہ کے اکثر بچے صبح صبح ہمارے گھر کھجوریں چننے جمع ہو جاتے میں دیکھتی تھی۔ ایک ایک دانہ پر بچے ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ لیکن میں نے محمدؐ کو کبھی کسی سے چھینا جھپٹی کرتے نہیں دیکھا۔

چنانچہ میں اور میری کنیز محمدؐ کے لیے کچھ کھجوریں چن کر رکھ لیتی تھیں۔ ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ میں اور کنیز ہم دونوں کھجوریں چننا بھول گئیں۔ بچے آئے اور تمام کھجوریں چن کر کھا گئے۔

جب محمدؐ بیدار ہوا تو میں عمداً بستر پر لیٹ گئی۔ کیونکہ مجھے شرم آ رہی تھی کہ آج کھجوریں نہیں ہیں۔ اگر محمدؐ نے پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گی۔ آپ سیدھے باغ میں آئے۔ دیکھا تو کوئی کھجور نہ تھی۔ میری کنیز نے آگے بڑھ کے کہا۔ آج ہم بھی چننا بھول گئے۔ اور بچے تمام کھجوریں چن کر کھا گئے ہیں۔

میں بستر پر پڑی دیکھ رہی تھی۔ محمدؐ ایک کھجور کے قریب آئے اور کہا۔

ایتھا الشجرۃ ۔ انا جائع ۔ اے درخت میں بھوکا ہوں ۔

میں نے دیکھا کھجور کا درخت زمین پر جھکا ۔ محمدؐ نے حسبِ منشا کھجوریں کھائیں ۔ جب سیر ہو گئے تو کھجور کا درخت ازخود سیدھا ہو گیا ۔ میں حیران رہ گئی ۔

جناب ابوطالبؑ جب باہر سے تشریف لا کر دق الباب کرتے تھے ۔ تو روزانہ کنیز جا کر دروازہ کھولتی تھی ۔ لیکن آج جب انہوں نے دق الباب کیا ۔ تو میں خود دوڑ کر گئی ۔ دروازہ کھولا ۔ اور دروازہ پر ہی تمام ماجرا کہہ سنایا ۔ جناب ابوطالبؑ نے مسکرا کے فرمایا ۔

انہ نبی وستلدین وزیر آلہ بعد ثلاثین سنۃ ۔ یہ نبی ہے اور اس کا وزیر تیرے صدف عفت سے تیس برس بعد اس دنیا میں آئے گا ۔

● ۲ ۔ مذکورہ کتاب میں جناب عبداللہ ابن جابر سے مروی ہے کہ میں جب بھی آنحضورؐ کے ساتھ کبھی مکہ کی پہاڑوں میں گیا ۔ ہم جہاں سے بھی گزرتے تھے ہر پتھر سے ۔ السلام علیک یارسولؐ اللہ کی صدا آتی تھی ۔

● ۳ ۔ بحوالہ مذکورہ ۔ جب آنحضورؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے آپ کے ساتھ پچیس ہزار کا لشکر تھا راستہ میں ایک پہاڑ تھا اس کی چوٹی سے پانی بہہ رہا تھا ۔

صحابہ نے کہا ۔ پہاڑ سے پانی کس طرح بہہ رہا ہے ۔

آپ نے فرمایا ؛ یہ پانی نہیں آنسو ہیں ۔

صحابہ نے عرض کیا ۔ بھلا پہاڑ بھی روتے ہیں ـــــ ؟

آپ نے فرمایا ابھی پتہ کر لیتے ہیں ۔ آپ نے پہاڑ کو مخاطب کر کے فرمایا ؛

ایھا الجبل لما بکائک ۔ اے پہاڑ تو کس لیے رو رہا ہے ؟

پہاڑ نے فصیح عربی میں جواب دیا ؛

اے حبیبِ خدا ایک دن حضرت عیسٰیؑ میرے قریب سے گزرے اور وہ اپنے حواریوں سے فرما رہے تھے ۔ آتش جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے ۔ اس دن سے میں صرف اس لئے رو رہا ہوں کہ کہیں میں ان پتھروں میں شمار نہ ہو جاؤں ۔

آپ نے فرمایا ۔ تو ان پتھروں سے نہیں ہے جو آتش جہنم کا ایندھن ہوں گے ۔ آتش جہنم کا ایندھن صرف وہی پتھر ہوں گے ۔ جو آتش فشاں ہیں ۔

یہ سننے کے بعد پہاڑ سے بہنے والا پانی بالکل رک گیا ۔

● امالی شیخ میں جناب سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ہم آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لے آئے ۔ آنحضورؐ چند کنکر اٹھا کر حضرت علیؑ کے ہاتھ پر رکھے ۔ جونہی وہ کنکر حضرت علیؑ کے ہاتھ پہ آئے وہ بزبان فصیح بول

اٹھے۔

رضیت باللہ ربا و بمحمد نبیاً و بعلی ابن ابیطالب ولیا۔

پھر آنحضورؐ نے فرمایا جو شخص اللہ کی ربوبیت میری نبوت اور علیؑ کی ولایت پہ مرے گا۔ وہ عذاب خدا سے محفوظ رہے گا۔

الخرائج والجرائح میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ قیام کیا جب تمام لوگ کھانے کو بیٹھے تو جبریلؑ آیا اور عرض کیا۔

قبلہ آپ میرے ساتھ تشریف لے آئیں۔ آپ اٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جبریلؑ کے ساتھ چلے جونہی اپنے لشکر سے نکلے سرزمین فدک میں پہنچ گئے اہل فدک کو ایسے محسوس ہوا جیسے فوج اسلام پہنچ گئی ہو۔ وہ لوگ خوف کے مارے اپنے گھروں میں دبک گئے۔ باغات فدک کی چابیاں ایک بڑھیا کے حوالہ کر دیں۔ وہ بڑھیا چابیاں لے کر آنحضورؐ کے پاس آئی۔ آپ نے وہ چابیاں لے کر اپنی تلوار کے نیام کے ساتھ باندھ دیں۔

جبرئیل نے عرض کیا۔ قبلہ یہ فدک آپ کا ہے اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ۔ اللہ نے جو بستیاں اپنے رسولؐ کو بطور فئ دی ہیں

وللرسول و لذی القربی۔ وہ اللہ اس کے رسولؐ اور اقربائے نبیؐ کی ملکیت ہیں

آپؐ نے تمام باغات کی سیر کی اور پھر واپس اپنے لشکر میں آ گئے۔ آپ نے صحابہ کو بتایا کہ اللہ نے فدک مجھے عنایت کر دیا ہے۔

منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں مارنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تمہیں شک ہو تو یہ چابیاں دیکھ لو۔

جب آپؐ مدینہ پہنچ گئے تو آپ حسب معمول جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔

زہراؑ بیٹی اللہ نے فدک مجھے دیا ہے۔ اس میں اور کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں تیری ماں کا مقروض ہوں میں وہ فدک تجھے ہبہ کرتا ہوں۔ اور اس کا گواہ ایک علیؑ ہو گا اور دوسری تیری کنیز ام ایمن ہو گی۔ ام ایمن کو میں آج ہی سے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

اس کے بعد آپؐ نے یہود فدک کو بلایا۔ اور چوبیس ہزار دینار سالانہ ان سے ٹھیکہ کر لیا۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ قریش کا ایک گروہ آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ اگر آپ واقعاً اللہ کے رسول ہیں تو سامنے جو درخت ہے اسے حکم دیں چل کر آپ کے پاس آ جائے۔

آپؐ نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم اسلام قبول کر لو گے؟

وہ کہنے لگے۔ ہم اسلام قبول کر لیں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔ جو تمہارا مطالبہ ہے میں وہ بھی پورا کیے دیتا ہوں۔ ساتھ ہی اپنی طرف سے بھی تمہیں ایک اور

معجزہ دکھاتا ہوں۔ میری طرف سے جو معجزہ ہے وہ یہ ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو یہ سب زبانی ہے۔ تم اسلام بھی قبول نہیں کرو گے اور میری عداوت سے بھی باز نہیں آؤ گے۔ حتیٰ کہ تم میں سے بعض افراد چاہ قلیب میں ڈالے جائیں گے۔ اور بعض افراد جنگ احزاب کا باعث بنیں گے۔

اس کے بعد آپ نے اس درخت سے فرمایا۔ اے درخت اگر تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے تو ان کفار کے مطالبہ کے مطابق چل کر میرے پاس آجا۔

وہ درخت اپنی جگہ چھوڑ کر آپ کے پاس آگیا۔

کفار نے کہا۔ اب اسے حکم دیں کہ نصف یہیں رہ جائے۔ اور نصف واپس اپنی جگہ چلا جائے آپ نے حکم دیا۔ ایسے ہوا پھر انہوں نے کہا اب اس بقیہ نصف کو بھی حکم دیں جا کر اپنی جگہ اس سے مل جائے۔ آپ نے حکم دیا وہ وہیں چلا گیا۔ ان لوگوں نے کلمہ نہ پڑھا۔ البتہ میں نے عرض کیا۔

قبلہ جس طرح میں نے اعلان اسلام میں سبقت کی تھی۔ اسی طرح آج بھی اس درخت کے معجزہ پر تصدیق میں سبقت کرتا ہوں۔ وہ کافر کہنے لگے۔ محمدؐ تیری جادوگری کی نبوت پر علیؑ جیسے ہی ایمان لا سکتے ہیں۔





حیوانات کا کلام

۱۔ ہرنی کا کلام

• امالی طوسی میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضورؐ ایک قبیلے کے قریب سے گزرے آپ نے دیکھا ایک خیمہ کی طناب سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جب اس ہرنی نے آپ کو دیکھا تو فصیح عربی میں عرض کیا۔

السلام علیک یا حبیب اللہ۔ میں اپنے پیچھے دو پیاسے بچے چھوڑ کر آئی ہوں۔ اس وقت میرے تھن دودھ سے لبریز ہیں۔ اگر آپ نوازش فرمائیں تو مجھے آزاد کرا دیں میں انہیں دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔

اتنے میں خیمہ کا مالک بھی آگیا۔ اور اس نے ہرنی کی گفتگو سن لی۔ یہ شخص منافقین سے تھا۔

آپ نے اسے فرمایا۔ تو سن رہا ہے ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا۔ سن تو لیا ہے لیکن یہ حیوان ہے اس پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے

آپ نے فرمایا۔ اگر میں ضمانت لے لوں تو؟

اس نے کہا۔ اگر آپ ضمانت لے لیں تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔

آپ نے ہرنی سے فرمایا۔ تو سن رہی ہے؟

ہرنی نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو آپ سے وعدہ کر چکی ہوں۔ اب آپ ضمانت لے رہے ہیں۔ تو بھلا کیسے ممکن ہے کہ میں واپس نہ آؤں۔

آپ نے اسے فرمایا۔ ہرنی کی رسی نکال لے اور اسے جانے دے۔

اس منافق نے ہرنی کے گلے سے رسی نکال لی۔ اسے چھوڑ دیا اور کہا۔ قبلہ جب تک ہرنی واپس نہیں آجاتی آپ یہیں تشریف رکھیں۔

آپ تشریف فرما ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ ہرنی واپس آگئی

وہ منافق صحیح مسلمان ہو گیا۔ اور عرض کی۔ قبلہ اب میں اس ہرنی کو آپ کے قدموں کا صدقہ آزاد کرتا ہوں۔

۲۔ اونٹ کا شکوہ

● بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ تشریف فرما تھے۔ کہ ایک اونٹ آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔

عمر نے کہا۔ قبلہ! کیا اونٹ آپ کو سجدہ کر رہا ہے؟ اگر سجدہ کر رہا ہے۔ تو پھر ہمارا بھی حق ہے کہ ہم آپ کا سجدہ کریں۔

آپ نے فرمایا: اونٹ سجدہ نہیں کر رہا۔ یہ شکوہ کر رہا ہے۔ اگر میری شریعت میں کسی غیر اللہ کا سجدہ جائز ہوتا تو پھر میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کا سجدہ کرے۔

آپ نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟

آپ کو بتایا گیا کہ فلاں انصاری کا ہے۔

آپ نے اس انصاری کو بلایا۔ اور فرمایا کہ۔

یہ اونٹ شکوہ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں مضبوط اور طاقتور تھا۔ تو یہ لوگ مجھ سے بار برداری کراتے رہے اب جب بوڑھا ہو گیا ہوں تو یہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔؟

انصاری نے عرض کیا۔ قبلہ! سچ ہے۔

آپ نے فرمایا: میں سفارش کرتا ہوں اسے نحر نہ کرو۔ اور آزاد کر دو۔

انصاری نے اسے آزاد کر دیا۔ تمام مدینہ میں وہ اونٹ ایک ایک گھر جاتا تھا۔ عورتیں خوش ہو کر اسے کھانا دیتی تھیں اور کہتی تھیں یہ رسولؐ کا آزاد کردہ ہے۔

۲۔ بھیڑیئے کا کلام

● بحار ہی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بھیڑیا آنحضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی قبلہ میں بھوکا ہوں۔ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میں بھیڑیئے کے لیے کچھ حصہ مقرر کر دوں قیامت تک یہ اس سے تجاوز نہ کریں گے۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر حفاظت تمہارے ذمہ ہو گی اور انہیں جیسے میسر آئے گا یہ اپنا حصہ وصول کرتے رہیں گے۔

صحابہ کہنے لگے۔ قبلہ جیسے چل رہا ہے۔ اپ ویسے چلنے دیں۔ آپ کوئی حصہ وغیرہ مقرر نہ کریں۔

۴۔ بکری کے گوشت کا کلام

بحار میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو بکری کا گوشت بھون کر پیش کیا گیا۔ آپ نے جب کھانے کا ارادہ کیا تو بھنے ہوئے گوشت سے آواز آئی۔

السلام علیک یارسول اللہ انی مسموم۔ اے رسولؐ خدا میرا سلام ہو۔ میں زہر آلود ہوں۔

۵۔ بچے کا کلام

بحار میں محمد ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک عورت آنحضرتؐ سے سخت ترین بغض رکھتی تھی ایک دن وہ اپنے دو ماہ کے بچہ کو اٹھا کر آرہی تھی۔ سامنے سرور انبیاءؐ آگئے۔ اس بچے نے جونہی آپ کو دیکھا کہنے لگا۔

السلام علیک یارسولؐ اللہ یا محمد ابن عبداللہ۔

آنحضورؐ نے فرمایا: بچے تجھے کیسے پتہ چلا ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ اور محمدؐ ابن عبداللہ ہوں۔

بچے نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے اللہ کے حکم سے امین نے بتایا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ امین کون ہے؟

بچے نے عرض کیا: جبرئیل ہے۔ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اور آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ بچے تیرا نام کیا ہے؟

بچے نے عرض کیا۔ قبلہ میرا نام تو عبدالعزیٰ ہے۔ لیکن میں عزیٰ کو نہیں مانتا۔ آپ جو چاہیں تجویز فرمادیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ میں تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔

بچے نے عرض کیا دعا فرمائیں اللہ مجھے آخرت میں آپ کے غلاموں سے محشور فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا۔ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔

بچے نے عرض کیا: قبلہ وہی سعادتمند ہے جو آپ کا کلمہ پڑھ لے اور وہی بدبخت ہے جو آپ کا کلمہ نہ پڑھے۔ اس کے بعد بچے نے ایک جھرجھری لی اور وہیں فوت ہوگیا۔

۶۔ سوسمار کا کلام

الخرائج والجرائح میں مروی ہے کہ آنحضورؐ تشریف فرما تھے کہ ایک بدو آیا۔ اس کے پاس تھیلے میں سوسمار تھا۔ بدو نے کہا۔ اے محمدؐ اس روئے ارض پر میری نظروں میں اگر کوئی دشمن ہے تو وہ صرف اور صرف تو ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں ابھی اور اسی وقت آپ کو قتل کر دیتا۔ آپؐ نے فرمایا تو میری نبوت پر ایمان کیوں نہیں لاتا۔

وہ کہنے لگا میرے ایمان لانے کی ایک شرط ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بھلا وہ کیا شرط ہے؟

اس نے تھیلے سے سوسمار کو نکالا اور کہنے لگا۔ اگر یہ سوسمار ایمان لائے تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔

آپ نے فرمایا۔ سوچ لے۔

کہنے لگا۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے جو کہہ رہا ہوں وہی ہو گا۔

آپ نے فرمایا۔ انسانوں کے سوا کائنات عالم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائی سو یہ سوسمار تو صرف گواہی دے گا۔ ایمان تو پہلے سے لا چکا ہے۔

بدو حیرت سے آپ کو دیکھنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ یا ضب۔ اے سوسمار۔

سوسمار نے عرض کیا۔ لبیک یا زین من وافی القیامۃ لبیک اے قیامت میں محشور ہونے والوں کی زینت۔

آپ نے فرمایا۔ من تعبد تو کس کی عبادت کرتا ہے؟

سوسمار نے کہا۔ اس ذات کی عبادت کرتا ہوں۔ جس کا عرش آسمان میں ہے۔ زمین پر حکومت ہے۔ سمندر پر نگرانی ہے جنت میں رحمت ہے۔ اور جہنم میں عذاب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے سوسمار! میں کون ہوں؟

سوسمار نے عرض کیا۔ آپ رب العالمین کے رسولؐ۔ خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ وہی کامیاب ہو گا جو آپ کی تصدیق کرے گا۔ اور وہی ناکام ہو گا جو آپ کی تکذیب کرے گا۔

بدو کہنے لگا۔ قبلہ اب میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ میں کلمہ پڑھتا ہوں اور اسلام قبول کرتا ہوں۔ یہ شخص بنی سلیم سے تھا۔ اس کے اسلام لانے سے بنی سلیم سے ایک ہزار نے اسلام قبول کر لیا۔

۵۔ سفینہ کا واقعہ

آنحضورؐ کا غلام سفینہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ سفر تجارت میں سمندر میں گیا۔ ہماری کشتی طوفان کی زد میں آکر ٹوٹ گئی۔ میرے ہاتھ میں ایک تختہ لگا میں اس پر سوار ہو گیا۔ ہوا مجھے ایک جزیرہ میں لے آئی۔ میں پانی سے باہر نکلا۔ میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ ابھی تک میرے حواس بجا نہ ہوئے تھے کہ میں نے ایک شیر کو دھاڑتے ہوئے دیکھا جو میری طرف آرہا تھا۔

میں نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ بارالٰہا میں تیرے رسولؐ کا خادم ہوں۔ سمندر سے نجات مل گئی ہے کیا اب مجھے یہ درندہ کھائے گا؟

میری ہمت بڑھ گئی۔ جونہی شیر میرے قریب آیا۔ میں نے کہا۔

اے شیر شاید تجھے معلوم نہیں میں کون ہوں۔ میں خاتم الانبیاءؑ کا غلام سفینہ ہوں

میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے اور میں نے شیر کو دیکھا جیسے وہ مر گیا ہو۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا اور میرے پاؤں چاٹنے لگا۔

پھر شیر نے اشارہ کیا۔ میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے ایک ایسی جگہ لے آیا۔ جہاں ہر طرف میوہ دار درخت تھے۔ میں نے اس کی پشت سے اتر کر پھل کھانا شروع کر دیئے۔ وہ شیر کھڑا رہا۔ جب میں سیر ہو چکا تو پتوں اور شاخوں سے ایک چھوٹی سی ٹوکری بنائی۔ اسے پھلوں سے پر کر لیا۔ اپنے جسم کو درختوں کے پتوں سے ڈھانپ لیا شیر کے قریب آیا۔ اس نے اشارہ کیا میں سوار ہو گیا۔ وہ مجھے ساحل سمندر پر ایسی جگہ لایا کہ مجھے دور سے ایک کشتی نظر آگئی۔ ہر ممکن طریقہ سے میں نے انہیں اشارہ کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ جب وہ قریب آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میں شیر پر سوار ہوں۔

انہوں نے پوچھا۔ تو جن ہے یا انسان؟

میں نے عرض کیا میں انسان ہوں۔ رسول کونینؐ کا غلام سفینہ ہوں۔ انہی کی برکت سے شیر نے کچھ نہیں کہا۔ ان لوگوں نے ایک چھوٹی سی کشتی اتاری۔ وہ ساحل کے قریب آئی۔ میں اس پر سوار ہوا۔ میں نے دیکھا شیر کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ جب تک ہماری کشتی نظر آتی رہی شیر وہیں کھڑا ہمیں دیکھتا رہا۔



شفائے امراض اور احیائے اموات

۱۔ بکری کا زندہ کرنا:

• الخرائج والجرائح میں ابو حمزہ سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نے فرمایا۔ آج گوشت کھانے کو جی چاہ رہا تھا۔ ایک انصاری اپنے گھر آیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ آج نبی کونینؐ گوشت کی خواہش کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہمارا اثر کر صرف ایک بکری ہے۔ لیکن اسے ذبح کر کے انہیں کھلا دیں تو میرے خیال میں اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہ ہوگا۔

خوش نصیب بیوی نے کہا۔ ذبح کر کے گوشت بھونا اسرور کونینؐ کی خدمت میں لے کے آ گیا۔ آپ نے اپنے اہلبیتؑ کو بلایا اور انصاری کو بھی کھانے کے لیے دے دیا۔ ساتھ ہی فرما دیا۔ کہ اس کی ہڈی کو کوئی نہ توڑے۔ جب تمام کھا چکے۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کا چمڑا کہاں ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ گھر رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: لے آؤ!

وہ چمڑا لے کے حاضر ہوا۔ آپ نے وہ تمام ہڈیاں اس چمڑے میں جمع کیں اور انصاری سے فرمایا۔ یہ لے جا اللہ تیری بکری تجھے مبارک کرے۔ جونہی انصاری نے چمڑے کو ہاتھ لگایا تو بکری اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ انصاری اسے لے کر گھر آ گیا۔

۲۔ دو بچوں کا زندہ ہونا:

• الخرائج والجرائح کے مطابق ایک انصاری کی بکری تھی۔ اس نے اسے ذبح کیا اور بیوی سے کہا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے کچھ بھون لے اور کچھ پکا لے۔ میں مسجد میں جاتا ہوں۔ سرور انبیاءؐ کی خدمت میں عرض کروں گا ممکن ہے

وہ قبول فرمالیں۔ وہ مسجد میں چلا آیا۔

انصاری کے دو بچے تھے وُہ اپنے باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھ رہے تھے۔ بڑے بچے نے چھوٹے سے کہا۔ آ میں تجھے بکری کی طرح ذبح کروں۔ اس نے خنجر اٹھا لیا اور چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ جب ماں نے دیکھا تو وہ گھبرا کر بڑے کو سرزنش کرنے کی خاطر اٹھی۔ جب اس نے ماں کو آتے دیکھا تو ڈر کے بھاگا۔ اور چھت پر چڑھ گیا۔ ماں چھت پر چڑھی تو وہ دوڑا اور چھت سے گر کر مر گیا۔

ماں نے دونوں بچوں کی لاشیں چھپا کر رکھ دیں۔ نبی کریمؐ کے لیے کھانا تیار کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر نبیؐ کونینؐ تشریف لے آئے۔ جب دستر خوان چنا گیا۔ تو آپ نے انصاری سے فرمایا۔ تیرے بیٹے کہاں ہیں؟

وہ اٹھا اس نے جا کر بیوی سے پوچھا۔

بیوی نے تمام ماجرا کہہ سنایا:

وہ آبا اور عرض کی قبلہ کہیں کھیلنے گئے ہوں گے۔ وہ آ کر کھالیں گے۔ آپ ان کا انتظار نہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

جب تک وہ نہیں آئیں گے اس وقت تک میں نہیں کھاؤں گا۔

آخر انصاری کو بتانا پڑا:

آپ نے فرمایا:

جا ان کے لاشے اٹھا کر لے آ۔ انصاری دونوں کے لاشے اٹھا کر لے آیا:

آپ نے دونوں کے جسم پر ہاتھ پھیرا دونوں زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے دونوں کو دستر خوان پر بیٹھایا۔ اور سب کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا۔

ابوایوب انصاری کی میزبانی:

الخرائج والجرائح میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ابوایوب انصاری کے گھر میں ایک بکری اور معمولی سی مقدار جو کی تھی۔ ابوایوب نے عرض کیا قبلہ آج کا کھانا میرے ہاں تناول فرمائیں۔ آپ نے قبول کر لیا۔ ابوایوب نے بکری ذبح کی کھانا پکایا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ابوایوب سے فرمایا۔ جا اور مدینہ میں اعلان کر دے۔ جسے کھانے کی ضرورت ہو میرے گھر سے لے جائے۔ ابوایوب نے مدینہ میں اعلان کر دیا۔ منٹوں میں ابوایوب کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ نبیؐ کونینؐ تقسیم کرنے لگے۔ تمام اہل مدینہ سیر ہوئے پھر آپ نے خود تناول فرمایا۔ بکری کی ہڈیاں کھال میں رکھیں اور فرمایا۔ قُم بِاِذنِ اللّٰہ۔ بکری اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد میں اس بکری کا دودھ شفائے امراض کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس بکری کا نام۔ الطبوخہ مشہور ہو گیا۔

کٹا ہوا ہاتھ:

الخرائج کے مطابق معاذ ابن افراء کا ہاتھ ابوجہل نے اسلام کے جرم میں کاٹ لیا وہ اپنا ہاتھ لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے ہاتھ کو کٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر لعاب دہن لگایا ہاتھ صحیح وسالم ہو گیا۔

مردہ کا جواب دینا:

الخرائج کے مطابق ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی قبلہ زمانہ جاہلیت میں میں اس قبیلہ سے تھا جو بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ میں تجارت کے طویل سفر پر جا رہا تھا۔ میری بیوی حاملہ تھی۔ میں نے اسے کہا۔ اگر لڑکا ہو تو ٹھیک اگر لڑکی ہو تو اسے دفن کر دینا۔ میں پانچ برس بعد واپس آیا تو میری بچی میرے گرد پھرنے لگی۔ میری بیوی نے مجھے بتایا کہ یہ تیری بچی ہے۔ میں ماں ہونے کی وجہ سے اسے دفن نہ کر سکی۔ اب تو بھی معاف کر دے بڑی ہو گئی ہے۔

لیکن مجھ پر غیرت جاہلیہ کا بھوت سوار تھا۔ میں نے بچی کے ہاتھ سے پکڑا اور اسے جا کر زندہ دفن کر دیا۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں دفن کی تھی؟

اس نے بتایا: فلاں وادی میں؛

آپ نے فرمایا: چل میرے ساتھ وہ وادی کہاں ہے؟

وہ آپ کے ساتھ آیا: جب اس وادی میں پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ بچی کا نام کیا تھا؛

اس نے نام بتایا؛

آپ نے بچی کا نام لے کر پکارا:

بچی نے لبیک کہی۔ آپ نے فرمایا تیرے والدین مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگر تو چاہے تو تجھے تیرے والدین میں واپس لے آؤں؟

بچی نے عرض کیا۔ قبلہ۔ اللہ نے مجھے والدین کی نسبت بہت اچھا دے رکھا ہے۔ اب مجھے واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

- بصائر میں ایوب ابن نوح سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بینائی واپس مل جائے۔

آپ نے دعا کی اسی وقت بینائی واپس مل گئی۔

- خرائج میں ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو آپ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا۔ قبلہ اس کے سر پہ بال نہیں

اُگ گئے۔

آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا بال بھی اُگ آئے اور دیگر تمام جسمانی بیماریاں بھی ختم ہو گئیں۔ جب یہ خبر یمن میں پہنچی تو مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والے اپنا ایک بچہ مسیلمہ کے پاس لائے اور اسے تمام واقعہ سنایا۔ مسیلمہ نے اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا سر گنجا ہو گیا۔ اور آج تک اس کی تمام نسل گنجی چلی آ رہی ہے۔

آپ کے اعضائے مبارکہ کی برکت

۱۔ امالی طوسی میں ابو عمرہ سے مروی ہے کہ رومیوں کے مقابلہ میں ہمارا چار ہزار کا لشکر تھا۔ جنگ طول کھینچ گئی تھی۔ اور ہمارے پاس کھانے کا سامان ختم ہو گیا۔ لوگوں نے آپ سے اونٹ نحر کرنے کی اجازت مانگی۔

آپ نے حضرت عمر سے پوچھا لوگ اونٹ نحر کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا حضور اگر کل ہمیں بھاگنا پڑا تو کیا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: پھر اب کیا کریں۔

حضرت عمر نے کہا۔ آپ تمام لشکر میں منادی کرا دیں۔ جس کے پاس کھانے کا جو سامان ہے وہ جمع کرا دے۔ آپ اکٹھا کریں۔ اور راشن بندی سے تقسیم کریں۔

جب تمام سامان جمع ہوا تو وہ کل ستائیس اٹھائیس کلو تھا۔ کھانے والے چار ہزار تھے۔

آپ نے فرمایا: اب راشن بندی کیسے ہوگی؟

حضرت عمر اور تمام صحابہ خاموش ہو گئے۔

آپ نے فرمایا:

اچھا ایسا کرو اس سامان پر کپڑا ڈال دو۔ اور اپنے اپنے برتن وغیرہ لے کے آجاؤ۔ آپ نے کپڑا کے نیچے سامان پہ اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ اور فرمایا۔ ایک ایک آتے جاؤ۔ بسم اللہ پڑھ کے اپنا برتن پر کرتے جاؤ۔ نہ شور و غل کرو۔ اور نہ بھیڑ کرو۔ چار ہزار آدمی نے اپنے تمام برتن اناج سے پر کر لیے جب آپ نے دست مبارک بلند کیا تو جتنا اناج کپڑے کے نیچے تھا وہ ویسے کا ویسا رکھا تھا۔ اس میں سے ایک دانہ بھی کم نہ ہوا تھا۔

۲۔ دعوت جابر انصاری:

خرائج میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ جب ہمیں اطلاع ملی کہ قریش مکہ تمام قبائل عرب کو جمع کر

کے مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تو نبی کونینؐ نے مجلس مشاورت منعقد کی۔

جناب سلمان نے عرض کیا قبلہ ہمارے فارس کے علاقہ میں اسی طرح کیا جاتا ہے کہ ایسے مواقع پر ایک خندق کھودی جاتی ہے۔ ایک طرف سے راستہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس کو دشمن کے حملہ کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ تین طرف سے تحفظ ہو جاتا ہے۔

نبی کونینؐ نے جناب سلمان کے مشورہ کو پسند فرمایا۔ خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دس دس صحابہ کا ایک ایک گروپ بنایا۔ اور ہر گروپ کے ذمہ دس ہاتھ خندق کی کھدائی لگائی۔ ہم خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے کھدائی کے دوران ایک جگہ ایک چٹان آگئی۔ ہم نے بہت کوشش کی لیکن چٹان نہ ہل سکی۔

میں نے جاکر آپ کو اطلاع دی۔ میں نے دیکھا تو آپ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر رکھا ہوا تھا۔ آپ بڑی جلدی سے اٹھے۔ میرے ساتھ تشریف لائے۔ اپنے دست مبارک میں پانی لیا۔ اور پتھر پر چھڑک دیا۔ پھر کدال ہاتھ میں لیا۔ اور ضرب لگائی۔ اس ضرب سے ایک ایسی چمک پھوٹی کہ جس کی روشنی میں یمن کے محلات نظر آئے۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی اس سے بھی ایک روشنی نکلی جس میں عراق کے محلات صحابہ نے دیکھے۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

آپ نے کمر سیدھی کی اور صحابہ سے سوال کیا۔ پتھر سے جو روشنی نکلی تھی۔ آپ نے کچھ دیکھا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ پہلی ضرب میں یمن اور دوسری ضرب میں عراق کے محلات دیکھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وہ مقامات ہیں جنھیں تم نے فتح کرنا ہے۔

اس کے بعد میں اپنے گھر گیا۔ بیوی سے کہا۔ گھر میں کیا ہے؟

اس نے جواب دیا:

ایک بکری ہے اور زیادہ سے زیادہ دو کلو جو کا آٹا ہو گا۔

میں نے کہا:

میں نے آج نبی کریمؐ کو پیٹ پر پتھر رکھے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے آپ نے کئی وقت سے کھانا نہیں کھایا۔ اگر ہم بکری ذبح کر لیں اور آپ کو کھانا کھلا دیں تو کیسا رہے گا۔

بیوی نے کہا۔ اس سے بہتر اور کیا ہو گا۔

میں نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کیا قبلہ اگر قبول فرمائیں۔ تو آج کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمالیں۔

آپ نے فرمایا:

جابر میں تنہا آؤں یا جسے چاہوں ساتھ لا سکتا ہوں؟

میرا خیال تھا کہ آپ حضرت علیؑ کو ساتھ لائیں گے۔ میں نے عرض کیا قبلہ آپ جسے چاہیں ساتھ لے آئیں

یہ کہنے کے بعد احتیاطاً میں نے جو کچھ تھا عرض کر دیا۔ کہ میرے گھر کیا ہے۔

میں واپس آیا۔ بکری کو ذبح کیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ قبلہ ماحضر تیار ہے۔ آپ نے خندق پر کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا: جسے کھانا کھانا ہو آؤ۔ آج جابر کے گھر دعوت ہے۔

میں نے دیکھا تمام مدینہ والے ٹوٹ پڑے۔ میں پریشان ہو کر گھر آیا۔ اور بیوی سے کہا۔ آج مارے گئے۔

بیوی نے پوچھا۔ بات کیا ہے؟

میں نے بتایا کہ۔ نبی اکرمؐ نے تمام اہل مدینہ میں منادی کرا دی ہے اور اب سارا مدینہ کھانے کو دوڑا چلا آ رہا ہے۔

بیوی نے پوچھا۔ کیا تو نے آنحضورؐ کو بتا دیا تھا؟

میں نے کہا۔ ہاں میں نے بتا دیا تھا۔

بیوی نے کہا۔ جب آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ پھر تجھے کیا فکر ہے۔ جو ہمارا کام تھا۔ ہم نے کر دیا ہے۔ اب ان کا کام ہے۔

آپ تشریف لے آئے، روٹیاں تندور میں لگی تھیں۔ آپ نے میری بیوی سے فرمایا۔ ایک روٹی سے زیادہ نہ نکالنا۔ اور جب میں مانگوں صرف ایک روٹی دینا۔

آپ نے مجھے فرمایا۔ دس دس آدمیوں کو اندر بلاتا جا۔ اور ان کے سامنے کھانا رکھتا جا۔ حضرت علیؑ روٹی توڑتے تھے۔ خود نبی کریمؐ اس میں سالن اور گوشت ڈالتے تھے۔ میں آگے رکھتا گیا۔ لوگ کھانے لگے۔ تمام مدینہ کے باسی سیر ہو کے کھا گئے۔ نہ تندور میں روٹیاں ختم ہوئیں اور نہ دیگ میں سالن۔ سب سے آخر میں آپ نے اور حضرت علیؑ نے کھایا۔ وہی بچا ہوا کھانا ہم کئی دن تک بعد میں کھاتے رہے۔

۲۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں بازار سے ایک درہم کا گوشت اور ایک درہم کا مکئی کا آٹا لے کر آیا۔ دختر رسولؐ نے پکایا۔ اور عرض کیا۔ یا علیؑ اگر مناسب سمجھو تو بابا جان کو بھی بلا لاؤ۔ میں آیا۔ دیکھا تو آپ لیٹے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے۔

اعوذ باللہ من الجوع ۔ میں بھوک سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ تشریف لائیے کھانا تیار ہے۔ میرا سہارا لے کر اٹھے۔ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا: بیٹی تمام روٹیاں اور سالن میرے پاس رکھ دے۔

بنت رسولؑ نے سب کچھ آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

آپ نے دونوں پر اپنی عبا ڈال دی اور عرض کیا۔ بارالٰہا ہمارے کھانے میں برکت عنایت فرما۔

پھر فرمایا: بیٹی ایک برتن دے اس میں کھانا ڈال کر عائشہؓ کو دے آ۔ دخترِ رسولؐ حضرتؑ عائشہ کو جا کر دے آئیں پھر باری باری ایک ایک بیوی کے ہاں بھیجتے رہے۔ بعد میں پڑوسیوں کے گھر بھجوایا۔ آخر میں ہم سب کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا۔ جب ہم سب کھا چکے تو کھانا ویسے کا ویسا رہا۔ جسے ہم بعد میں کئی دن تک کھاتے رہے۔

۴۔ خرائج کے مطابق جس سال آپ بغرض عمرہ مکہ تشریف لے گئے۔ کفار مکہ نے آپ کو حدیبیہ میں روک لیا اور مکہ نہ جانے دیا۔ آپ نے ہر چند کوشش کی مگر کفار ضد کر گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پہلے آپ ہمارے ساتھ صلح کریں بعد میں اور کسی سال مکہ آئیں۔ آپ نے صلح کر لی۔ صلح حدیبیہ معروف ہے۔ اسی صلح کے موقعہ پر عمرؓ نے آپ کی نبوت میں شک کیا تھا۔ شرائط صلح کے بعد جب کفار مکہ واپس چلے گئے۔ آپ کے قافلہ میں پانی ختم ہو گیا۔

سواریاں اور سوار پیاس سے جاں بلب ہو گئے۔ ایک مشکیزہ میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا خود بھی پی لو۔ اپنی سواریوں کو بھی پلا لو۔ اور اپنے تمام برتن وغیرہ پانی سے پر کر لو۔ چنانچہ تمام مشکیزے وغیرہ پر کر لیے گئے۔

• امالی طوسی میں زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ایک رات آنحضورؐ نے گرسنگی میں گزاری صبح کو جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ پوچھا بیٹی کچھ کھانے کو ہے؟

بی بی نے عرض کیا:

بابا جان! حسنینؑ دو دن سے بلا کچھ کھائے پیئے ہیں۔

آپ نے دونوں شہزادوں کو گود میں لیا۔ اور باری باری زبان رسالت چسائیؐ دونوں شہزادے سیر ہو گئے۔ پھر حضرت علیؑ کو ساتھ لے کر ابو الہیثم کے گھر آئے۔

ابو الہیثم نے خوشدلی سے استقبال کیا۔ اور عرض کیا۔ قبلہ کاش مجھے آپ کی تشریف آوری کا علم ہوتا۔ آج تو میرے گھر میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ جو کچھ تھا۔ شام ہی کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

ابو الہیثم تو نے اچھا کیا ہے۔ جبریل نے اللہ کی طرف سے مجھے پڑوسی کے حق میں اس قدر وصیت کی ہے کہ مجھے تو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے۔

ابو الہیثم کے گھر میں ایک کھجور کا درخت تھا۔

آپ نے فرمایا:

ابو الہیثم۔ کیا اس کھجور سے کچھ کھانے کی اجازت ہے؟

ابو الہیثم نے عرض کیا۔ قبلہ یہ تو نر ہے۔ اور اس نے کبھی پھل ہی نہیں دیا۔

آپ نے فرمایا:

میں نے نر اور مادہ کی بات نہیں کی میں نے تو اجازت مانگی ہے۔

ابوالہیثم نے عرض کیا۔ قبلہ یہ آپ کا مال ہے۔

آپ نے پانی لیا۔ منہ میں بھرا اور کھجور پر چھڑک دیا۔ اسی وقت کھجور کی جنس بدل گئی۔ پھل بھی آگیا۔ آپ نے ابوالہیثم سے فرمایا۔ سے خود بھی کھا اور ہمیں بھی کھلا۔ لیکن پہلے پڑوسیوں کو دے۔

اس کھجور کا نام۔ تحفۃ الجیران پڑ گیا۔ یزید کے دور تک یہ درخت ثمر آور رہا۔ واقعہ حرہ میں یزید کے حکم سے اسے کاٹ دیا گیا۔

دیگر انبیاءؑ کے معجزات سے تقابلی جائزہ

۱۔ نبی خاتم الانبیاءؐ اور حضرت آدمؑ :

۱۔ حضرت آدمؑ کا ایک مرتبہ ملائکہ نے تعظیمی سجدہ کیا۔ اور مزار نبی الانبیاءؐ پر تا قیامت ملائکہ سجدہ تعظیمی کرتے رہیں گے۔

۲۔ حضرت آدمؑ قبلہ ملائکہ بنے تھے اور سید الانبیاءؐ شب معراج تمام انبیاءؑ کا قبلہ بنائے گئے۔

۳۔ حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ اور آپ نور سے پیدا ہوئے۔

۴۔ حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں اور آپ سید السادات ہیں۔

۵۔ حضرت آدمؑ اول الانبیاءؑ ہیں اور آپ کنت نبیاً وادم بین الماء والطین کا مصداق ہیں۔

۶۔ حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں ملائکہ ہار گئے تھے۔ اور آپ کے مقابلہ میں اولین وآخرین ہیچ ہیں۔

۷۔ حضرت آدمؑ نے جنت کی سیر کی اور آپ قاب قوسین تک تشریف لے گئے۔

۲۔ سید الانبیاءؐ اور جناب ادریسؑ :

۱۔ جناب ادریسؑ کے لیے حکم قرآن ہے۔ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ہم نے ادریسؑ کو بلند مقام عنایت کیا۔

آپ کا ذکر علی ہے۔ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔

۲۔ جناب ادریسؑ نے اللہ سے مناجات کی۔ اور آپ سے اللہ نے مناجات کی اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی

۳۔ جناب ادریسؑ کو دنیا سے اٹھ جانے کے بعد طعام جنت ملا۔ اور آپ زندگی بھر جنت کے کھانے کھاتے رہے۔



۳۔ جناب نوحؑ اور سلطان الانبیاءؐ:

۱۔ کشتئ نوحؑ پانی پر چلی۔ اور سلطان الانبیاءؐ نے پتھر کو پانی پر چلایا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ ایک چشمہ کے کنارے کھڑے تھے۔ عکرمہ ابن ابوجہل نے کہا۔

محمدؐ اگر تو رسول ہے تو ذرا اس پتھر کو حکم دے کہ وہ پانی میں تیر کر آپ کے پاس آجائے۔

آپ نے پتھر کو انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ پتھر تیرتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ پھر آپ کے حکم سے واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

۲۔ جناب نوحؑ رسول عذاب تھے۔ اور آپ رسول رحمت تھے۔

۳۔ جناب نوحؑ نے اپنے چند اقرباء کے لیے دعائے نجات کی تھی۔ اور آپ نے تا قیامت اپنی امت کے لیے دعائے نجات کی ہے۔

۴۔ کشتئ نوحؑ دنیا میں باعث نجات تھی اور کشتی سرور انبیاءؐ (اہلبیتؑ) آخرت کے لیے موجب نجات ہے۔

۵۔ جناب نوحؑ نے کشتی میں بیٹھ کر دشمنوں سے نجات حاصل کی تھی۔ اور آپ نے شب ہجرت دشمنوں میں گھر کر نجات حاصل کر لی۔

۴۔ حضرت ہودؑ اور سلطان کائناتؐ:

۱۔ جناب ہودؑ کو اللہ نے آندھی کے ذریعہ دشمنوں سے نجات دلائی تھی اور جد الحسنینؑ کو اللہ نے جنگ خندق میں دشمنوں سے بذریعہ باد وباراں نجات دلائی تھی۔ تین ہزار ملائکہ کا اضافہ تھا۔

۲۔ جناب ہودؑ کو اپنے دشمن ہوبان سے باد عذاب سے چھٹکارا ملا جب کہ سلطان کونینؐ کو اللہ نے باد رحمت بنا کر بھیجا۔

۳۔ جناب ہودؑ نے صبر کیا تھا۔ آنحضورؐ نے بھی صبر کیا ہے

۵۔ جناب صالحؑ اور سلطان کونینؐ:

۱۔ جناب صالحؑ کے لیے پہاڑ سے ناقہ آئی تھی اور آپ کے لیے پہاڑ سے انسان برآمد ہوا۔ جو کہتا تھا۔

اے اللہ! ذکر محمدؐ بلند فرما۔

اے اللہ! اجر محمدؐ کو وہ چند فرما۔

۲۔ حضرت صالحؑ کی ناقہ کو امت نے پئے کیا تھا۔ جب کہ آپ کی ذریت کو امت نے پارہ پارہ کیا:

۳۔ جناب صالحؑ کی قوم نے عذاب مانگا تو آپ نے دعا کر کے انہیں معذب کر دیا۔ جب کہ آپ کی امت نے عذاب مانگا تو آپ نے بددعا کی بجائے عرض کیا۔ بار الہا میری قوم کو میری معرفت عنایت فرما یہ مجھے جانتے نہیں۔

۴۔ جناب صالحؑ کی ناقہ نے کبھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ جب کہ آپ سے کئی ناقاؤں نے نہ صرف بات کی بلکہ آپ کی نبوت کی گواہی بھی دی۔

۶۔ جناب لوطؑ اور رسول رحمتؐ:

جناب لوطؑ نے اپنی امت کے لیے عذاب مانگا آپ نے اپنی امت کے لیے رحمت مانگی۔

۷۔ جناب خلیلؑ اور حبیب خداؐ:

۱۔ اللہ نے جناب ابراہیمؑ کو ملکوت سماء زمین سے دکھائے۔ آپ کو اللہ نے ملکوت سماء زمین سے دکھائے۔

۲۔ جناب ابراہیمؑ طالب رب تھے اور آپ مطلوب رب تھے۔

۳۔ جناب ابراہیمؑ نے دعا کی میرے اللہ مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ آپ سے اللہ نے خود وعدہ فرمایا تجھے کبھی شرمندہ نہ کروں گا۔

۴۔ جناب ابراہیمؑ نے آتش نمرود میں از خود حسبی اللہ کہا۔ آپ کی طرف سے اللہ نے از خود حسبک اللہ فرمایا۔

۵۔ جناب ابراہیمؑ نے لسان صدق کا مطالبہ کیا۔ اللہ نے آپ کو بلا مانگے لسان صدق عطا فرمائی۔

۶۔ جناب ابراہیمؑ نے اَرِنَا مَنَاسِکَنَا کہہ کر مقامات عالیہ کی زیارت کا مطالبہ کیا۔ آپ کو اللہ نے رَاٰی اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی کا مصداق بنایا۔

۷۔ جناب ابراہیمؑ نے جنت کے وارثوں سے ہونے کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کو بلا مانگے مالک جنت بنایا۔

۸۔ جناب ابراہیمؑ نے اللہ سے طعام کا مطالبہ کیا۔ آپ تو بجائے خود اللہ نے آپ کی امت کو بلا مانگے آپ کی بدولت طعام سے نوازا۔ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ لِاَجْلِكَ۔

۹۔ جناب ابراہیمؑ نے اپنے دشمنوں کو کھلانے سے ہاتھ روکا۔ جب کہ آپ نے دشمنوں کے لیے دسترخوان بچھائے رکھا۔ حتیٰ کہ خود اللہ نے فرمایا۔

لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ انہیں زیادہ نہ کھلا۔

۱۰۔ جناب ابراہیمؑ اللہ کی قسم کھاتے تھے، اور اللہ آپ کی قسم کھاتا ہے۔ لَعَمْرُكَ۔

۱۱۔ جناب ابراہیمؑ کا صرف ایک مقام مصلیٰ قرار پایا۔ جب کہ آپ کی پوری سیرت کو واجب العمل قرار دیا۔ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

١٢۔ جناب ابراہیمؑ نے بت پرستوں کی عدم موجودگی میں بت توڑے۔ اور آپ نے بت پرستوں کی موجودگی میں بت توڑے۔

١٣۔ جناب ابراہیمؑ کو اللہ نے آزمانے کے بعد مصطفیٰ کیا۔ آپ کو اللہ نے مصطفیٰ بنا کے بھیجا۔

١٤۔ جناب ابراہیمؑ نے اللہ کے لیے مال خرچ کیا۔ اور اللہ نے آپ کے لیے کائنات کو پیدا کیا۔

١٥۔ جناب ابراہیمؑ کا مقام مقام خدمت ہے۔ جب کہ آپ کا مقام مقام شفاعت ہے۔

١٦۔ جناب ابراہیمؑ کے لیے آتش نمرود سرد ہوئی۔ اور آپ کے لیے سم قاتل بے اثر ہوئی۔

١٧۔ جناب ابراہیمؑ صرف حج کے منادی تھے اور آپ اسلام وایمان کے منادی تھے۔

١٨۔ جناب ابراہیمؑ سے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کا خطاب ہوا اور آپ کے لیے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ کی تصدیق ہوئی۔

١٩۔ جناب ابراہیمؑ نے بتوں کو اپنا دشمن بتایا۔ آپ کو اللہ نے فرمایا۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

٢٠۔ جناب ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کے عوض دنبہ قربان کیا۔ آپ نے اسماعیلؑ کے عوض حسینؑ قربان کیا۔

٢١۔ جناب ابراہیمؑ کی اولاد بکثرت ہوئی۔ آپ کو اعطینٰک الکوثر کا خطاب ملا۔

٢٢۔ جناب ابراہیمؑ نے بالواسطہ آیات الہیہ ملاحظہ کیں۔ اور آپ نے مقام قَابَ قَوْسَیْنِ پر بلاواسطہ آیات الہیہ مشاہدہ کیں۔

٢٣۔ جناب ابراہیمؑ نے خوشنودیٔ خالق کے لیے تعمیر کعبہ کی۔ اور اللہ نے آپ کی خوشی میں کعبہ کو آپ کا قبلہ بنایا۔

٨۔ جناب یعقوبؑ اور سرورِ کائناتؐ:

١۔ جناب یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ آپ کے بارہ وصی اور معصوم ہیں۔

٢۔ جناب یعقوبؑ کی ذریت میں نبوت تھی۔ آپ کی ذریت میں محافظ نبوت امامت ہے۔

٣۔ جناب یعقوبؑ کی اولاد میں مریم تھی۔ آپ کی اپنی بیٹی فخر مریم تھی۔

٤۔ جناب یعقوبؑ نے فراق یوسف پر صبر کیا وہ زندہ تھا۔ آپ نے اپنے متوفی بیٹے ابراہیم کی وفات پر صبر کیا۔

٩۔ جناب یوسفؑ اور مظہر جمال نور الٰہی:

١۔ جناب یوسفؑ حسین تھے آپ ملیح تھے۔

٢۔ جناب یوسفؑ صرف وقت شب درخشندہ تھے آپ کے نور جمالی کے سامنے سورج ماند پڑتا تھا۔

٣۔ جناب یوسفؑ نے مالک ابن ذعر کے لیے درازی عمر اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی اور آپ نے جابرؓ کو امام باقرؑ تک کے لیے زندگی عنایت فرمائی۔

۴۔ جناب یوسفؑ نے چند برس زندان میں گزارے تھے اور آپ نے پوری زندگی زندان کی طرح گزاری۔

۵۔ جناب یوسفؑ تعبیر خواب بتاتے تھے۔ اور آپ علم ماکان و مایکون کے عالم تھے۔

۱۰۔ جناب موسیٰؑ اور رحمتِ عالمؐ:

۱۔ جناب موسیٰؑ کے اپنے ہاتھ سے عصا مارنے پر بارہ چشمے پھوٹے تھے اور آپ نے حدیبیہ میں اپنے صحابی براء ابن عازب کو حکم دیا کہ میرا نیزہ گاڑ دے اس سے بارہ چشمہ ہوئے۔

۲۔ جناب موسیٰؑ کا اپنا ہاتھ ید بیضا تھا۔ اور آپ نے جسے چاہا اسی کا ہاتھ ید بیضا بنا دیا۔ قتادہ ابن نعمان کو ایک درخت سے ٹہنی توڑ کر دی اور فرمایا جب چاہیے گا روشنی دے گی۔

۳۔ جناب موسیٰؑ کو نو معجزات دیئے گئے تھے۔ آپ کو بھی ان سے افضل معجزات عطا کیئے گئے (سابق تفصیل سے پیش کیئے جا چکے ہیں۔

۴۔ جناب موسیٰؑ کے صرف ہاتھ سے روشنی پھوٹتی تھی جب کہ آپ کے تمام جسم سے روشنی پھوٹتی تھی۔

۵۔ جناب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو دریائے نیل سے گزارا اور آپ نے اپنے پورے لشکر کو وادی حران کے قدآدم سیلاب سے گزارا۔

۶۔ جناب موسیٰؑ سے اللہ نے کوہ طور پر کلام کیا۔ اور آپ سے حجابات قدرت میں کلام کیا۔

۷۔ جناب موسیٰؑ سے چالیس دن بعد کلام ہوا۔ آنحضورؐ کو ایک سو بیس مرتبہ کلام کے لیے معراج پر پہنچایا گیا۔

۸۔ معراج موسیٰؑ دن میں تھا۔ معراج محمدؐ رات کو ہوا۔

۹۔ معراج موسیٰؑ زمین پر تھا۔ معراج محمدؐ آسمان پر ہوا۔

۱۰۔ معراجِ موسیٰؑ کے مذاکرات پوشیدہ رکھے گئے۔ معراج محمدؐ کے مذاکرات اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کے پردہ میں رکھے گئے۔

۱۱۔ جناب داؤدؑ اور فخر کائناتؐ:

۱۔ جناب داؤدؑ کو حق و باطل میں امتیاز کی خاطر زنجیر دی گئی تھی آپ کو حق و باطل میں امتیاز کے لیے تا قیامت قرآن دیا گیا۔

۲۔ جناب داؤدؑ کو لحن داؤدی عطا کیا گیا۔ آپ کو ترتیل قرآن دی گی۔

۳۔ جناب داؤدؑ اپنی حفاظت کے لیے انسانوں کے محتاج تھے آپ کا محافظ اللہ تھا۔

۴۔ جناب داؤدؑ کے لیے لوہا موم ہوتا تھا۔ اور آپ کے لیے پوری کائنات مسخر تھی۔

۵۔ جناب داؤدؑ کے لیے پہاڑ مسخر تھے۔ آپ کے لیے پتھروں نے نبوت کی گواہی دی۔
۶۔ جناب داؤدؑ کے لیے پرندے مسخر تھے اور آپ کے لیے براق تابع تھا۔
۷۔ جناب داؤدؑ کو حکومت دی گئی۔ آپ تمام شریعتوں کے ناسخ تھے۔
۸۔ جناب داؤدؑ کو خواہشات کی عدم پیروی کا حکم ملا۔ اور آپ کے ترک خواہشات کی شہادت اللہ نے دی۔

۱۲۔ حضرت سلیمانؑ اور فخر موجوداتؐ:

۱۔ جناب سلیمانؑ کے لیے ہوا مسخر تھی۔ آپ کو تمام کائنات کا حکمران بنایا گیا۔
۲۔ جناب سلیمانؑ کے لیے جن مسخر تھے۔ اور آپ جنوں کے بھی نبی تھے۔
۳۔ جناب سلیمانؑ تسخیر جنات کے لیے انگشتری کے محتاج تھے اور آپ کی جنوں نے بیعت کی تھی۔
۴۔ جناب سلیمانؑ نے حکومت دنیا کی دعا مانگی تھی آپ نے حکومت دنیا ٹھکرا دی۔
۵۔ جناب سلیمانؑ کو اللہ نے احسان کر کے بھول جانے کی ہدایت فرمائی۔ اور آپ کے لیے مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ کا حکم امت کو دیا۔
۶۔ جناب سلیمانؑ دوش ہوا پر اڑتے تھے۔ اور آپ پشت براق پر سوار ہوئے۔

۱۳۔ جناب یحییٰؑ اور علت غائی کائنات:

۱۔ جناب یحییٰؑ اپنے وقت کے عابد تھے۔ آپ کو اللہ نے خود کثرت عبادت سے روکا۔
۲۔ جناب یحییٰؑ لڑکپن ہی میں نبی تھے۔ اور آپ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ کے مصداق تھے۔

۱۴۔ جناب عیسیٰؑ اور فخر انبیاءؐ:

۱۔ جناب عیسیٰؑ مریضوں کو شفا دیتے تھے آپ نے مریضوں کو شفا بخشی۔
۲۔ جناب عیسیٰؑ مردے زندہ کرتے تھے آپ نے مردے زندہ کیے۔
۳۔ جناب عیسیٰؑ علم غیب جانتے تھے۔ آپ بھی علم غیب جانتے تھے۔



قبل از شہادت مصروفیات

کتب تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع ہی سے اپنے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق حجۃ الوداع پر خلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے اعلان کے بعد اور مدینہ واپسی کے بعد پورا ایک ماہ آپ نے خلافت حضرت علیؑ اور اپنی ذریت کے لیے وصیتوں میں صرف فرمایا۔ آپ ہر محفل میں فرماتے۔ انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله وعترتی واهلبیتی ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدی حتی یردا علی الحوض: کبھی فرماتے۔ انا فرطكم علی الحوض وانتم واردون علی الحوض وسائلكم عن الثقلین فانظروا كیف تخلفونی فیهما فان اللطیف الخبیر نبأنی انهما لن یفترقا حتی یاتیانی الا وانی قد تركتهما فیكم كتاب الله وعترتی اهلبیتی فلا تتقدموهم فتتفرقوا ولا تقصروا عنهم فتهلكوا ولا تعلموهم فانهم اعلم منكم ایها الناس لا یعننكم بعدی ترجعوا كفاراً یضرب بعضكم رقاب بعض فتلقونی فی كتیبة كبو السیل الجرار الا وان علی ابن ابیطالب اخی ووصی یقاتل بعدی علی تاویل القرآن كما قاتلت علی تنزیله۔

میں حوض کوثر پر تم سے پہلے جا رہا ہوں۔ تم میرے بعد حوض پر آؤ گے۔ میں تم سے عترت کے بارے سوال کروں گا۔ کہ میرے بعد تم نے ان سے کیا سلوک کیا۔ اللہ خبیر نے مجھے بتا دیا ہے کہ قرآن اور اہلبیتؑ دونوں ایک دوسرے سے حوض کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔ یہ دونوں یعنی کتاب خدا اور اپنی عترت اہلبیتؑ تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ بکھر جاؤ گے۔ ان سے پیچھے نہ رہنا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے انہیں کچھ سکھانا مت یہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اے لوگو! میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ بکھرے ہوئے سیلاب کی طرح منتشر ہو کر میرے پاس نہ آنا۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ میرا بھائی اور وصی ہے۔ میرے

بعد یہ اسی طرح تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل قرآن پہ کرتا رہا۔

لشکر اسامہ ابن زید :

جناب زید چونکہ رومیوں سے جنگ میں شہید ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے رومیوں سے آخری جنگ کی خاطر لشکر مرتب فرمایا۔

فوج کے اجتماع اور تیاری میں جو وقت صرف ہوا اسی دوران آپ صاحب فراش ہو گئے۔ آپ نے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ فوج اسامہ میں شامل ہو جائیں۔ اسامہ کو حکم دیا۔ کہ فوج کی تیاری کا بقیہ انتظار بیرون مدینہ جا کر کرے اسامہ نے کوچ کا حکم دیا اور بیرون مدینہ جا کر پڑاؤ ڈال دیا۔ مرض میں اضافہ ہو گیا۔

آپ حضرت علیؑ کو ساتھ لے کر جنت البقیع میں تشریف لائے۔ اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور فرمایا۔

یا علیؑ! ہر سال جبرئیل ایک مرتبہ وحی لاتا تھا اس سال دو مرتبہ وحی لایا ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ میرا وقت قریب آچکا ہے۔ اللہ نے مجھے دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا تھا۔ میں نے آخرت کو چنا ہے۔ میری شہادت کے بعد مجھے غسل و کفن خود دینا۔

اس کے بعد آپ واپس گھر تشریف لائے۔ آپ نے سر پر پٹی سی باندھ رکھی تھی۔ منبر مسجد پر آئے اور فرمایا۔

ایھا الناس قد حان منی حقوق بین اظھرکم فمن کان لہ عندی عدق فیا تنی اعطہ ایاھا و من کان لہ علی دین فلیخبرنی بہ۔

اے لوگو! تمہارے پاس میرے کچھ حقوق ہیں جہاں تک میرا تعلق ہے۔ اگر کسی کی میرے پاس کوئی امانت ہو مجھے بتا دو تا کہ ادا کر دوں۔ اگر کسی کا قرض ہو بتا دے میں چکا دوں۔

معاشر الناس لیس بین اللہ و بین المعبد شی یعطیہ بہ خیرًا او یصرف عنہ شرًا الا العمل

اے لوگو! اللہ اور مخلوق کے درمیان عمل کے سوا اور کوئی ایسا وسیلہ نہیں جس کے ذریعہ اللہ کسی کو اچھائی دے۔ یا برائی رد کرے۔

ایھا الناس لا یدعی مدع ولا یتمنی متمن والذی بعثنی بالحق بین الا ینجی الا عمل مع رحمۃ و لو عصیت لھویت۔

(جہاں تک میرے حقوق کا تعلق ہے وہ یہ ہے)۔ کوئی غلط دعویٰ اور خواہش نہ کرے۔ جس ذات نے مجھے بالحق مبعوث نبوت کیا ہے۔ اس کی قسم کوئی شخص بھی شرافت کے ساتھ عمل کے سوا نجات نہیں پا سکے گا۔ اگر میں بھی نافرمانی کرتا تو نجات نہ پاتا

آپ زیر منبر تشریف لائے۔ نماز پڑھائی۔ اور جناب ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ ایک یا دو دن قیام کیا۔ حضرت عائشہؓ نے تمام ازواج سے کہا۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں عیادت کی خاطر آپ کو اپنے حجرہ میں لے جاؤں۔

جب حضرت عائشہ نے زیادہ اصرار کیا تو تمام ازواج نے اجازت دے دی۔ آپ حجرہ حضرت عائشہؓ میں منتقل ہو گئے۔ آپ کے مرض میں اضافہ ہو گیا۔ بلالؓ نماز صبح کے لیے بلانے آیا۔

آپ نے فرمایا۔

بلالؓ کسی سے کہہ دو نماز پڑھا دے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔

حضرت ابو بکرؓ سے کہہ دے۔

حضرت حفصہؓ نے کہا:

حضرت عمرؓ سے کہہ دے۔

آپ نے جب دونوں کی بات سنی تو فوراً اٹھے اور فرمایا۔ کہیں تم یوسف کے گرد والیاں تو نہیں بن گئیں۔ پھر ایک ہاتھ حضرت علیؑ کے کندھے پر۔ اور دوسرا ہاتھ فضل ابن عباس کے کندھے پر رکھ کر فوراً مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ واپس بستر پر تشریف لائے۔ اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو بلایا۔ اور پوچھا۔

کیا میں نے تمہیں لشکر اسامہ میں جانے کو نہیں کہا تھا؟

انہوں نے کہا۔ آپ نے کہا تھا۔

آپ نے فرمایا:

پھر تم کیوں نہیں گئے؟

حضرت ابو بکرؓ نے تو ذرا ٹھنڈا سا عذر کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ آپ کی زیارت کے لیے آیا تھا لیکن حضرت عمرؓ نے ٹکا سا جواب دیا کہ۔ میں دوسرے لوگوں سے آپ کی وفات کی کہانی سننے پر تیار نہ تھا۔ (اس کے بعد واقعہ لدپیش آیا جو عائشہؓ اور حفصہؓ نے دیگر افراد کے ساتھ مل کر آپ کو پلایا۔ یہ مفصل واقعہ اگر آپ دیکھنا چاہیں۔ تو میری کتاب نظام مصطفیؐ بزبان زوجہ سید الانبیاءؐ جلد اول کے دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہ صرف بخاری سے احادیث عائشہؓ کا خلاصہ ہے۔ اس میں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ عائشہؓ نے آپ کو اپنے حجرہ میں لانے کی کوشش کیوں کی؟ مترجم)

شدت تکلیف سے آپ نڈھال تو پہلے ہی ہو چکے تھے حضرت عمرؓ کا یہ جواب سن کر شدت غم سے آپ غش کر گئے

کچھ دیر بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا:

نفذوا جیش اسامۃ ۔ اسامہ سے کہو فوراً کوچ کرے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا:

آپ نے دیکھا اس وقت چند افراد کے سوا تمام اہل خانہ گریاں تھے۔ آپ نے اہلبیتؑ کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور ارد گرد بیٹھنے والوں سے فرمایا:

ایتونی بقرطاس وقلم لاکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابداً۔ مجھے کاغذ اور قلم لا دو تاکہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

یہ فرماتے ہی آپ غش کر گئے۔ ایک شخص کاغذ اور قلم لانے کو اٹھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے جھڑک کر کہا۔

ارجع فانہ یھجر ۔ پلٹ آ۔ اسے ہذیان ہو رہا ہے۔

وہ واپس پلٹا اور کہنے لگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی زندگی ہی میں یہ حال ہو رہا ہے۔

آپ کو افاقہ ہوا تو آپ ایک مرتبہ پھر رو دیے۔

کاغذ و قلم کی طرف جانے والے شخص نے عرض کیا۔ قبلہ کاغذ اور قلم لاؤں۔

آپ نے بہتے آنسوؤں سے فرمایا۔ ابعد الذی قلتم ۔ کیا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے بعد بھی کسی بات کی گنجائش رہ گئی ہے۔

قوموا عنی ۔ اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

اوصیکم باھلبیتی خیراً ۔ اگر ہو سکے تو اب میری درخواست ہے کہ میرے اہلبیتؑ سے حسن سلوک کرنا۔ اس کے بعد تمام لوگ چلے گئے۔ اہلبیتؑ کے علاوہ جناب عباسؓ اور فضل ابن عباس آپ کے پاس رہ گئے۔

آپ نے جناب عباسؓ سے فرمایا: چچا!

اقبل وصیتی فی اھلی واقض دینی وانجز عداتی وابرء ذمتی ۔ میری وصیت ہے کہ میرے اہلبیتؑ کا خیال رکھنا میرے قرض ادا کر کے میرے وعدے پورے کرنا اور مجھے بری الذمہ کرنا۔

جناب عباس نے عرض کیا۔

یا نبی اللہ انا ذو عیال کثیر غیر ذی حال ممدود وانت اجود من السحاب الباطل فلو صرفت ذلک عنی الی ما ھو اطوق لہ منی ۔ اے نبی خدا! میں بہت زیادہ عیالدار اور کم مالدار ہوں۔ آپ ابر باراں سے زیادہ سخی ہیں۔ اگر یہ بھار کسی ایسے کے سپرد فرما دیں جو مجھ سے زیادہ طاقتور ہو تو مناسب رہے گا۔

آپ نے فرمایا:
چچا کوئی حرج نہیں۔

اما انی فساعطیها من یاخذها بحقها و من لا یقول مثل ما تقول۔	جہاں تک میرا تعلق ہے میں کسی ایسے شخص کے حوالہ کردوں گا جو میری وصیت کا حق ادا کردے گا اور آپ کی طرح عذر نہیں کرے گا۔

پھر فرمایا:

یا علی هاکها خالصة لا یحاقك احد یا علی اقبل وصیتی وانجز عداتی و ادد دینی یا علی اخلفنی فی اهلی و بلغ عنی من اجدی۔	اے علیؑ! اب یہ تیرے ذمہ ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں ہوگا۔ میری وصیت قبول کرے۔ میرے وعدے وفا کردینا میرے قرض ادا کرتا۔ اے علیؑ! میرے اہلبیتؑ کا خیال رکھنا اور میرے بعد تبلیغ اسلام کا فریضہ پورا کرنا

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ مطمئن رہیں۔ انشاء اللہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔
پھر آپ نے بلال سے فرمایا!
بلال! میرا خود، زرہ، تلوار، عمامہ سحاب میری ردا خنجر، عصاء، کمربند، شب معراج والا قمیص، ٹوپی، نعلین، دلدل دونوں ناقائیں، ذوالجناح۔ یہ سب ابھی ابھی علیؑ کے حوالہ کردے۔
یا علیؑ یہ تمام چیزیں میری ازواج اور دیگر گھر میں موجود افراد کے سامنے وصول کرلے اور اپنے گھر جا کے رکھ کے آ۔ تاکہ ہر کوئی دیکھ لے اور میرے بعد ان میں سے کسی میں بھی کوئی تیرے ساتھ تنازعہ نہ کرے۔
جب میں تعمیل حکم کر کے واپس آیا۔ تو مجھے فرمایا:
یا علیؑ! مجھے بیٹھنے کو سہارا دے۔ میں نے سہارا دیا۔ آپ نے تمام اہل خانہ کو متوجہ ہوکر فرمایا!

علی اخی و وصی و وزیری و خلیفتی یقضی دینی و ینتجز وعدی یا بنی هاشم یا بنی عبد المطلب لا تبغضوا علیا ولا تخالفوا عن امره فتضلوا ولا تحسدوه و ترغبوا عنه فتکفروا۔	میرا بھائی، میرا وزیر، اور میرا خلیفہ علیؑ ہے۔ یہی میرے قرض ادا کرے گا، میرے وعدے نبھائے گا۔ اے بنی ہاشم اے بنی عبدالمطلب نہ علیؑ سے بغض رکھنا اور نہ اس کی مخالفت کرنا ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔ نہ اس سے حسد کرنا اور نہ نفرت کرنا ورنہ کافر ہوجاؤ گے۔

پھر فرمایا:
یا علیؑ! اب مجھے سلادے۔ میں نے سلادیا۔ پھر فرمایا میرے حسنینؑ کہاں ہیں؟ دونوں شہزادے آگے بڑھے آپ نے دونوں کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور کافی دیر تک سینہ سے لگائے رہے۔ حتیٰ کہ میں سمجھا کہیں آپ کو

تکلیف نہ ہو رہی ہو۔ میں اٹھاتا کر دونوں کو اٹھاؤں۔

آپ نے فرمایا!

یا علیؑ! انہیں یونہی رہنے دیں۔ میری خوشبو حاصل کر لیں۔ میں ان سے خوشبو حاصل کر لوں یہ مجھے سیر ہو کر مل لیں۔ میں انہیں یونہی جی بھر کے مل لوں۔ میرے بعد ان سے کیا ہو گا۔ اللہ ان کے ظالموں پر لعنت کرے۔

• ارشاد مفید کے مطابق دوسرے دن آپ کے مرض میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ آپ کسی ضروری کام کی خاطر باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آنحضورؐ عالم غش میں تھے۔ آپ کو افاقہ ہوا تو اِدھر اُدھر دیکھا جب حضرت علیؑ نظر نہ آئے تو

ادعوا الی اخی و صاحبی۔ میرے بھائی اور ساتھی کو بلا دیجئے۔

یہ فرما کر آپ پھر غشی کر گئے۔

حضرت عائشہ نے کہا۔

آپ حضرت ابوبکرؓ کو بلواتے ہیں۔ ابوبکرؓ کو بلایا گیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو سامنے دیکھ کر رخ انور دوسری طرف کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اگر مجھے بلایا ہوتا تو ضرور کچھ فرماتے۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے۔ تو آپ نے پھر فرمایا:

ادعوا الی اخی و صاحبی میرے بھائی اور ساتھی کو بلا لیجئے۔

اب حفصہؓ نے کہا۔ حضرت عمرؓ کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو ان سے منہ موڑ لیا۔

اب جناب ام سلمہ نے فرمایا:

کسی پر دم آخر اتنا ظلم اچھا نہیں ہوتا۔ جب انہوں نے ساری زندگی صرف اور صرف علیؑ کو بھائی کہا ہے۔ تو پھر کیوں کسی اور کو بلاتے ہو۔ علیؑ کو بلا لو۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو بلایا گیا۔ جب آپ اندر داخل ہوئے تو آپ نے اشارہ سے حضرت علیؑ کو اپنے قریب بلایا۔ حضرت علیؑ کا سر اپنے سینہ پر رکھا۔ اور کافی دیر تک سرگوشی فرماتے رہے۔

بعد میں حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ دم آخر آپ سے کیا بات کی تھی؟

آپ نے فرمایا:

جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ میں اس پر پوری طرح عمل کروں گا انشاء اللہ۔

پھر آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علیؑ میرا سر اپنی گود میں رکھ لے حکم خدا آ گیا ہے۔ جب میں آخری سانس لوں۔ اپنا ہاتھ سامنے کر لینا اور اسے اپنے چہرہ پر مسح کر لینا۔ میرے دفن سے پہلے میرے جنازہ کو تنہا نہ چھوڑنا۔ جناب سیدہؑ روتی ہوئی قریب آئیں۔ آنحضورؐ نے بی بی کے سر پر آہستہ سے ہاتھ رکھا۔ اپنی طرف جھکایا۔ کان میں سرگوشی کی جس سے بی بی کے

کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے۔

حضرت عائشہؓ نے بی بی سے پوچھا کہ آنحضورؐ نے آپ سے کیا بات کی ہے؟

بی بی نے فرمایا:

کیا یہ ممکن ہے کہ میں رازِ رسولؐ کو بے نقاب کر دوں۔ جب وقت آئے گا تو بتا دوں گی۔

بعد از شہادت رسولؐ عائشہؓ نے پھر اصرار کیا۔ بی بی نے فرمایا: اب کوئی حرج نہیں ہے۔ جب میں بابا کے تصور فراق سے زیادہ غمزدہ ہوئی۔ تو آپ نے مجھے فرمایا:

زہراؑ زیادہ غمزدہ نہ ہو میرے اہلبیتؑ میں سے سب سے پہلے تو میرے پاس آئے گی۔

اصول کافی میں امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد گرامی کے ذریعے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ کی طرف سے حضرت علیؑ کو دو طرح سے وصیت کی گئی تھی۔

ایک وہ وصیت جو آپ نے حضرت علیؑ کو جناب عباس کے سامنے زبانی کی تھی۔ اور دوسری وصیت تھی جو اللہ کی طرف سے تحریر شدہ نبی کریمؐ کو پیش کی گئی تھی۔ اس وقت رسول اکرمؐ کے پاس حضرت علیؑ اور جناب سیدہؑ کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور وہ اسی طرح کہ جب آپ کا وقت قریب آیا۔ تو جبریل نے آ کر عرض کیا۔ اے حبیب خداؐ! اپنے کمرہ کو تمام اغیار سے پاک کرو۔ میں اللہ کا آخری پیغام پہنچا دوں۔

رسول کریمؐ نے تمام کو فرمایا:

آپ یہاں سے چلے جائیں۔ جب سب جانے لگے تو آپ نے حضرت علیؑ اور جناب سیدہؑ سے فرمایا: آپ دونوں نہ جائیں۔ اس وقت جبریل نے عرض کیا۔

یا محمد ربك يقرئك السلام ويخصك بالتحية والاكرام ويقول هذا كتاب ما كنت عهدت اليك وشرطت عليك وشهدت به ملائكتي وكفى بي يا محمد شهيدا۔

اے محمدؐ! اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ہر احترام سے نوازتا ہے اور فرماتا ہے یہ وہ تحریر ہے۔ جس کا میں نے تجھ سے عہد لیا تھا۔ اور جس پر میرے تمام ملائکہ گواہ ہیں۔ اے محمدؐ! ویسے گواہی کیلئے میں تنہا ہی کافی ہوں۔

یہ سن کر نبی کریمؐ لرز گئے۔ اور فرمایا:

یا جبریل ربي السلام ومنه السلام واليه يعود السلام صدق عزوجل و بر هات الكتاب۔

اے جبریل اللہ ہی سلام ہے۔ سلامتی اسی کی طرف سے ہے اور وہی سلامتی کا مرجع ہے۔ اللہ صادق اور بار ہے۔ تحریر مجھے دے دیے۔

جبریل نے وہ تحریر آپ کو دی اور عرض کیا۔ کہ حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیں۔ تاکہ میری موجودگی میں علیؑ اسے پڑھ کر آپ کو سنائے۔

آنحضورؐ نے وہ تحریر حضرت علیؑ کو دی۔ حضرت علیؑ نے حرف بحرف اسے پڑھا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا!

هذا عهد ربی تبارك وتعالی الی وشرطه علی واماتته وقد بلغت ونصحت وادیت۔

میرے اللہ کا مجھ سے یہ عہد تھا۔ اور شرط تھی۔ میرے پاس اللہ کی امانت تھی جو میں نے پہنچا دی ہے۔ اُمت کو نصیحت کر دی ہے اور امانت ادا کر دی ہے۔

حضرت علیؑ نے یوں گواہی دی۔

انا اشهد لك بابی انت وامی بالبلاغ والنصیحة والتصدیق علی ما قلت و یشهد لك به سمعی و بصری ولحمی و دمی۔

میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں میں آپ کی تبلیغ اور نصیحت کی گواہی دیتا ہوں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں میرے کان۔ میری آنکھیں میرا گوشت اور میرا خون بھی اس کا گواہ ہے۔

جبریلؑ نے کہا۔ وانا لکما علی ذلك من الشاهدین۔ میں بھی آپ دونوں کے لیے گواہوں میں سے ہوں۔

پھر نبی کریمؐ نے فرمایا!

یا علی اخذت وصیتی وعرفتها وضمنت لله ولی الوفاء وبما فیها۔

اے علیؑ! کیا تو نے میری وصیت حاصل کر لی ہے؟ کیا تو نے اسے پہچان لیا ہے۔؟ کیا تو مجھے اور اللہ کو یقین دلاتا ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اسے پورا کرے گا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

نعم بابی انت وامی علی ضمانها وعلی الله عونی و توفیقی علی ادائها۔

ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو۔ میں اسے پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ اور توفیق تکمیل کا اللہ سے خواستگار ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا!

یا علی انی ارید ان اشهد علیك بموافاتی بها یوم القیامة۔

یا علیؑ میں چاہتا ہوں کہ اسے نبھانے کی میں قیامت کے دن تیری گواہی دے سکوں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

اشہد یارسول اللہ۔

قبلہ آپ بے شک گواہی دیں۔

نبی کونینؐ نے فرمایا:

یا علی ان جبرائیل ومیکائیل فیما بینی و بینک الآن وھما حاضران الملائکۃ المقربون لاشہدھم علیک۔

اے علیؑ! میرے اور آپ کے مابین اس وقت جبرئیل ومیکائیل اور ان کے ساتھ ملائکہ مقربین موجود ہیں میں انہیں بھی اس وصیت کا گواہ بناتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

نعم یشہد وا وانا بابی انت وامی اشہدھم۔

ہاں قبلہ! آپ انہیں گواہ بنا لیں۔ اور میں بھی انہیں گواہ بناتا ہوں۔

وصیت کے اہم مندرجات پڑھے۔

موالاۃ من وال اللہ ورسولہ و البراءۃ والعداوۃ من عادی اللہ ورسولہ والبراءۃ منھم علی الصبر منک علی کظم الغیظ علی ذھاب حقک وغصب خمسک و انتہاک حرمتک فقال نعم یارسول اللہ۔

محبان خدا سے محبت اور دشمنان خدا اور رسولؐ سے برائت۔ کیفیت برائت یہ ہوگی کہ ضیاع حق پر صبر کرنا ہوگا۔ غصب خمس پر صبر کرنا ہوگا۔ ہتک ناموس پر خاموش رہنا ہوگا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

قبلہ انشاءاللہ صبر کروں گا۔

حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ مجھے خالق اکبر کی قسم ہے۔ میں نے جبرئیل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ وہ نبی کونینؐ سے کہہ رہا تھا۔

اے حبیب خدا! علیؑ کو کھلے لفظوں میں بتا دیجئے کہ آپ کا سب احترام ختم ہو جائے گا۔ اور یہ احترام آپ کا نہیں ہوگا بلکہ اللہ اور رسولؐ کے احترام کا خاتمہ ہوگا۔

پھر جبرئیل نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اللہ کا حکم ہے کہ اس وصیت کے ان حصوں سے اپنی بیٹیؑ اور حسنینؑ کو بھی مطلع فرما دیجئے۔ جو ان سے متعلق ہیں۔

آنحضورؐ نے جناب سیدہؑ اور جناب حسنینؑ کو آگاہ فرمایا؛ انہوں نے بھی اسے قبول کیا۔ پھر جبرئیل نے وصیت کو مہر کیا اور حضرت علیؑ کے سپرد کر دی۔

بحار میں عیسیٰ ابن مطہر نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ

میں نے عرض کیا۔

قبلہ جب وصیت مکمل ہو گئی اور ملائکہ چلے گئے تو پھر کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا:

بعد میں آپ نے جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے فرمایا۔ دروازہ پر کھڑی ہو جا اور جب تک میں نہ کہوں کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ جناب ام سلمہؓ دروازہ پر کھڑی ہو گئیں۔ نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی کا سر اپنے منہ پر رکھا۔ جناب زہرا کا دایاں ہاتھ پکڑا۔ حضرت علیؑ کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔

یا علی هذه ودیعة الله ودیعه رسوله عندك فاحفظ الله و احفظني فیها و انك لفاعله۔

اے علیؑ یہ میری اور اللہ کی تیرے پاس امانت ہے میرے اور اللہ کے لیے اس کا تحفظ کرنا ۔ اور مجھے یقین ہے تو ایسا کرے گا۔

یا علی هذه والله سیدة نساء اهل الجنة من الاولین والاخرین

یا علیؑ! بخدا! میری یہ بیٹی اولین و آخرین میں سے خواتین جنت کی سردار ہے۔

هذه والله مریم الكبرى یا علی انی راض ممن رضیت عنه ابنتی فاطمة وكذلك الله وملائكته

یا علیؑ! بخدا میری یہ بیٹی مریم کبریٰ ہے۔

یا علیؑ! جس سے یہ راضی ہو گی میں، میرا اللہ اور ملائکہ اسی سے راضی ہو گئے

یا علی ویل لمن ظلمها وویل لمن ابتزها حقها وویل لمن هتك حرمتها وویل لمن احرق بابها وویل لمن اذی خلیلها وویل لمن شاقها وبارزها۔

یا علیؑ! اس پر ظلم کرنے والوں کے لیے ویل ہے۔ یا علیؑ! اس کا حق غصب کرنے والوں کے لیے ویل ہے یا علیؑ! اس کی توہین کرنے والوں اس کا دروازہ جلانے والوں اور اس کے احباب کو اذیت دینے والوں کے لیے ویل ہے۔ اسے تکلیف پہنچانے والوں کے لیے ویل ہے۔

اللهم انی منهم بری وهم منی براء۔

اے اللہ! میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

پھر آپ نے جناب حسنینؑ اور جناب سیدہؑ کو گلے لگایا اور فرمایا:

اللهم انی لهم ومن شایعهم سلم وزعیم بانهم یدخلون الجنة و عدو وحرب من عاداهم و

اے اللہ! جو ان کا ہو گا۔ ان کے نقش قدم پر چلے گا میری اس سے صلح ہے اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ وہ داخل جنت ہوں گے۔ جو ان سے عداوت

ظلمهم و تقدمهم او تاخر عنهم وعن شيعتهم زعيم يا نهم يدخلون النار كم والله يا فاطمة لا ارضى حتى ترضى ثم لا والله لا ارضى حتى ترضى . ثم لا والله لا ارضى حتى ترضى .

رکھے گا۔ ان سے جنگ لڑے گا۔ ان پر ظلم کرے گا۔ ان سے آگے بڑھے گا۔ یا ان سے پیچھے ہٹے گا۔ یا ان کے شیعہ پر ظلم کرے گا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ اور میں ضمانت دیتا ہوں۔ وہ داخل جہنم ہوگا۔ اے زہرا! بخدا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا۔ جب تک تو راضی نہ ہوگی۔ بخدا اے زہراؑ! میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا۔ جب تک تو راضی نہ ہو گی

عیسیٰ کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ لوگ تو کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟

آپ نے فرمایا!

عیسیٰ تو وا مدوہ بندہ ہے جو ہر بات پوچھتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا کروں۔ دین مجبور کرتا ہے کہ پوچھوں۔ اگر آپ سے نہ پوچھوں تو پھر وہ کون ہے جو مجھے ان حقائق سے مطلع کرے گا۔

آپ نے فرمایا!

ایسی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ کے مرض میں اضافہ ہوا تو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ اپنا سر آغوش علیؑ میں رکھا آپ کو غش آگیا۔ اسی اثنا میں اذان ہوئی۔

حضرت عائشہؓ نے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے کہا۔ نماز تو پڑھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

تیرا باپ زیادہ مناسب رہے گا۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ بات آپ کی درست ہے۔ لیکن میرا باپ کمزور ہے۔ ممکن ہے۔ نہ برداشت کرنے والوں سے کوئی دست درازی کرے۔ لہذا تو ہی نماز پڑھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

نماز تیرا باپ ہی پڑھائے گا۔ اور ایسے افراد کا میں خود انتظام کرلوں گا۔ نبیؐ خود تو غش میں ہیں۔ اور دوسرا آدمی اسی میں مصروف ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب انھیں غش سے افاقہ نہیں آئے گا۔ اور دوسرا آدمی اسے تنہا نہیں چھوڑے گا۔ لہذا باپ کو جلدی بھیج تاکہ وہ غش کے افاقہ سے پہلے پہلے مصلیٰ سنبھال لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ افاقہ کے بعد پھر وہ علیؑ سے نماز پڑھانے کا کہہ دے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یہی خطرہ تو مجھے بھی ہے۔ میں رات ان دونوں کی سرگوشیاں سنتی رہی ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نماز

کی خاطر مسند رسولؐ پر آئے۔ نمازیوں نے انکار کر دیا۔ لیکن نماز میں مشہور کر دیا گیا۔ کہ خود نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔

ابھی تک حضرت ابوبکرؓ نے تکبیر نہیں کہی تھی کہ آنحضورؐ کو افاقہ آگیا۔ آپؐ نے فرمایا عباس کو بلاؤ۔ جب جناب عباس آئے تو آپ نے فرمایا۔ مسجد میں لے جانے کی خاطر علیؑ سے تعاون کرو۔ آپ نے ایک ہاتھ جناب عباس کے کندھے پر اور دوسرا جناب امیر کے کندھے پر رکھا اور بڑی مشکل سے مسجد تک تشریف لائے۔

آپ نے حضرت ابوبکر کو پیچھے ہٹایا نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا۔ مجھے منبر پر بٹھاؤ۔ منبر پر بٹھایا گیا۔ یہ آخری موقعہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھے اس کے بعد منبر ہمیشہ ترستا رہا آپ پھر منبر پر تشریف نہ لا سکے۔

جب اہل مدینہ نے سُنا کہ آپ خطبہ دے رہے ہیں۔ مہاجرین و انصار میں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے بچے جوان۔ بوڑھے۔ بیمار اور عورت و مرد مسجد میں نہ آگئے ہوں۔ آپ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا

من حضرنی فی یومی ھذا و فی ساعتی ھذہ من الجن والانس فلیبلغ شاھدھم الغائب الا قد خلفت فیکم کتاب اللہ فیہ النور والھدیٰ والبیان مافرط اللہ فیہ من شیئ حجۃ لی علیکم و خلفت فیکم العلم الاکبر علم الدین و نور الھدیٰ وصی علی ابن ابیطالب الا ھو حبل اللہ فاعتصموا بہ جمیعًا و لا تفرقوا عنہ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمۃ اخوانا ایھا الناس ھذا علی ابن ابیطالب کنز اللہ الیوم و بعد الیوم۔ من احبہ و تولاہ الیوم فقد اوفی بما عاھد علیہ اللہ و ادی ما وجب علیہ

جو بھی اس دن اور اسوقت خواہ وہ جن ہیں یا انسان میری بات سن رہے ہیں۔ ہر موجود غیر موجود کو میرا آج کا پیغام پہنچا دے۔ میں تم میں کتاب خدا جس میں نور ہے۔ ہدایت ہے اور بیان ہے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ نے اس میں کوئی کمی نہیں کی۔ میری طرف سے تم پر حجت ہے۔ اور دوسرا تم میں علم اکبر۔ علم دین اور نور ہدایت چھوڑ رہا ہوں۔ یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے جو میرا وصی ہے۔ یہ حبل اللہ ہے اس سے تمسک پکڑو۔ اسی سے جدا نہ ہونا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ لوگو! یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ آج بھی مخزن الٰہی ہے اور کل بھی مخزن الٰہی ہوگا۔ جس نے آج علیؑ سے محبت کی اس نے اللہ سے اپنا کیا گیا وعدہ پورا کیا اور

ومن عاداه اليوم وما بعد اليوم
جاء يوم القيامة اعمى واصم
لاحجة له عند الله ايها الناس
لاتاتوني غدا بالدنيا تزفونها
زفا ويأتي اهلبيتي شعثا غبرا
مقهورين مظلومين تسيل دمائهم
امامكم وبيعات الضلالة
الشورى للجهالة الا وان
هذا الامر له اصحاب
وزيات قد سماهم الله في
كتابه وعرفتكم وبلغتكم ما
ارسلت به اليكم ولكني اريكم
قوما تجهلون لا ترجعن بعدي
كفارا مرتدين فساد بيني
لكتاب على غير معرفة
وتبتدعون السنة بالهوى
لان كل سنة وحدث
وكلام خالف القرآن
فهو رد وباطل القرآن
امام هدى وله قائد يهدي
اليه ويدعوا اليه بالحكمة
والموعظة الحسنة ولي الامر
بعدي وليه ووارث علمي
وحكمتي وسري وعلانيتي
وما ورثه النبيون لها قبلي
وانا وارث ومورث فلا

حق بندگی ادا کر دیا۔
جس نے آج علیؑ سے عداوت کی یا آج کے بعد عداوت کی وہ قیامت میں اندھا اور بہرا محشور ہو گا۔ اللہ کے بارگاہ میں اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا لوگو! کل یوم محشر میرے پاس اس طرح نہ آنا کہ تم دنیاوی مال و دولت سے لدے ہوا اور میرے اہلبیت پراگندہ حال خانہ بدر۔ مجبور اور مظلوم آئیں۔ ان کا خون تمہارے قدموں سے ٹپک رہا ہو۔ یاد رکھو گمراہی کی بیعت اور جہالت کا شوریٰ سود مند نہیں ہوتا یقین کرو۔ خلافت کے لیے اہل ہیں جو آیات خدا ہیں۔ اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی علامات بتا دی ہیں۔ میں نے تمہیں ان کا تعارف کرا دیا ہے تمہیں پیغام خالق پہنچا دیا ہے۔ جو کچھ مجھے دیکر تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ تمہیں پہنچا دیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں تم ابھی تک جاہل رہے ہو۔ خیال رکھنا میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ جہالت میں ڈوب کر کتاب خدا کی تاویلیں نہ گھڑ لینا۔ میری سنت کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ ڈھالنا کیونکہ ہر حدیث، ہر حادثہ اور ہر وہ کلام جو خلاف قرآن ہو گا۔ وہ باطل اور مردود ہو گا۔ قرآن امام ہدایت ہے۔ لیکن قرآن کو قائد کی ضرورت ہے۔ جو قرآن کی ہدایت دے۔ اور قرآن کی طرف دعوت دے اور وہ دعوت دانش اور موعظہ حسنہ سے ہو۔ میرے بعد جو میرا خلیفہ ہے۔

وہی ولی قرآن ہے۔ میرا اول قرآن وہی ہے۔ جو میرے علم، میری دانش اور میرے رازوں کا وارث ہے۔ جو مجھ سے پہلے انبیاءؑ کے علوم کا حامل ہے۔

یکذ بنکم انفسکم ایھا الناس	یاد رکھو میں اپنے باپ کا وارث تھا اور میرے بھی وارث
اللہ اللہ فی اھلبیتی فانھم	ہوں گے۔ تمہاری خواہشات تمہیں دھوکا میں نہ ڈالیں
ارکان الدین ومصابیح	اے لوگو! میرے اہلبیتؑ کے سلسلہ میں خوف خدا
الظلم ومعدن العلم علی	کرنا یہ دین کا رکن تاریکی میں چراغ اور علم کی کان ہیں
اخی ووارثی ووزیری و	علیؑ میرا بھائی ہے۔ میرا وارث ہے۔ میرا وزیر ہے
امینی والقاسم بامری و	میرا امین ہے میرا خلیفہ ہے۔ میرے دعدے نبھانے
الموفی بعھدی علی سنتی	والا ہے۔ میری سنت پر قائم ہے۔ سب سے پہلے
اول الناس بی ایمانا واخرھم	اس نے اعلان اسلام کیا تھا۔ سب سے آخر میں
عھدا عند الموت واوسطھم	یہی میرے ساتھ رہے گا۔ قیامت میں میری ملاقات
لی لقاء یوم القیامه فیبلغ	کرنے والوں میں اوسط ہو گا۔
شاھدکم غائبکم الا ومن	تمہارے موجود غائبین کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔
ام قوما امامة عمیا وفی الامة	یاد رکھو! جو امت میں اعلم ہوتے ہوئے جو شخص امامت
من ھو اعلم منه فقد کفر	نماز کرے گا وہ کافر ہے۔ لوگو! جس شخص نے مجھ سے
ایھا الناس ومن کانت	کوئی قصاص لینا ہو وہ آئے میں موجود ہوں لے لے۔
له عدة فلیات فیھا	اور اگر کسی کی میرے پاس کوئی امانت ہو تو وہ میرے
علی ابن ابیطالب فانه	بعد علی ابن ابی طالبؑ کے پاس آئے۔
ضامن لذلك کله حتی لا	وہ میری تمام امانتوں کا ایسا ضامن ہے کہ میرے
یبقی لاحد علی تبعه۔	ذمہ کسی کا کچھ باقی نہ رہے گا۔

اس کے بعد آپ کو منبر سے اتار لیا گیا۔ آپ اپنے حجرہ میں تشریف لائے۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھے کافور دیا اور فرمایا۔ یا علیؑ! اسے چار حصوں میں تقسیم کر دے۔ ایک حصہ میرا ہے۔ ایک اپنے لیے ایک زہراؑ کے لیے اور ایک حسنؑ کے لیے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! میرا حصہ۔ آپ نے رو کے فرمایا۔ اب تجھے باپ بتائے گا۔ مجھ سے نہ پوچھو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے؟

آپ نے فرمایا یا علیؑ! یہی میرا کمرہ میرا مدفن ہو گا۔



آپؐ کی شہادت

آپؐ کی کل عمر:

۶۳ برس :

والدہ جناب آمنہ کے ساتھ۔ ۶ سال

دادا جناب عبدالمطلب کے زیر سایہ ۸ سال

چچا جناب ابوطالب کی زیر کفالت ۴۶ سال

جناب ام المومنین خدیجہ کے ساتھ ۲۱ سال

مکہ میں ۵۳ سال

مدینہ میں ۱۰ سال

ولادت۔ ۱۷ ربیع الاول شہادت ۲۸ صفر ۱۱ھ

بحار میں شیخ صدوق سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے ایک دن عرض کیا۔ قبلہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو جو تو پوچھنا چاہتا ہے میں وہ بتا دوں؟

ابن عباس نے عرض کیا۔ قبلہ بتا دیں۔

آپ نے فرمایا۔ تریسٹھ برس۔

اکمال الدین میں شیخ صدوق نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی اکرمؐ کی خدمت عرض کیا۔

آپ کو بعد از شہادت غسل کون دے گا؟

آپ نے فرمایا:

ہر نبی کو اس کا وصی غسل دیا کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ آپ کا وصی کون ہے؟

آپ نے فرمایا:

میرا وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کے بعد علیؑ کتنا عرصہ زندہ رہے گا؟

آپ نے فرمایا۔

تیس برس۔ موسیٰؑ کا وصی یوشع ابن نون بھی موسیٰؑ کے بعد تیس برس زندہ رہا تھا۔ اور زوجہ موسیٰؑ صفورا نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ نے میری ازواج کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ ۔ تم بھی۔ پہلی۔ کی طرح جہالت میں بیرون خانہ نہ جانا۔

- امالی صدوق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب عمار نے نبی کونینؐ سے سوال کیا۔

قبلہ آپ کو غسل کون دے گا؟

آپ نے فرمایا۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

عمار نے عرض کیا۔ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا۔

آپ نے فرمایا:

اللہ۔ ملائکہ۔ اور میرے اہلبیتؑ کے علاوہ جس کے نصیب میں ہو گا۔

پھر فرمایا: یا علیؑ مجھے میری انہی دو چادروں میں کفن دینا۔

پھر فرمایا: بلال! جا ایک مرتبہ تمام لوگوں کو بلا لا

بلال نے لوگوں کو آپ کا پیغام دیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں اپنی تبلیغات کے علاوہ اپنے اہلبیتؑ کی وصیت کی۔ آخر میں فرمایا۔ اگر کسی کو مجھ سے قصاص لینا ہو تو حاضر ہوں۔

اس وقت سوادہ بن قیس نے اٹھ کر عرض کیا۔

قبلہ جب آپ طائف سے پلٹ رہے تھے۔ آپ اپنی عضباء ناقہ پر سوار تھے۔ آپ کے ہاتھ میں آپ کا مشوق چابک تھا۔ آپ نے ناقہ کو مارنے کے ارادہ سے چابک بلند کیا۔ جو ناقہ کی بجائے میرے پیٹ پر لگا اب مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے عمداً ایسا کیا تھا۔ یا خطا ہو گیا تھا۔

آپ نے فرمایا:

میں عمداً ایسا کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

سوادہ نے کہا۔ اگر خطا بھی ہوا تو میرا حق تو بنتا ہے؟

آپ نے فرمایا:

ہاں تیرا حق بنتا ہے۔ کہ جیسے تجھے چابک لگا تھا۔ مجھے مارے۔

سوادہ نے کہا۔

حضور! چابک آپ کے پاس ہے۔ وہی چابک منگوا یئے۔

آپ نے بلال سے فرمایا جا۔ زہراؑ سے چابک لے کے آ۔

بلال نے آکر دق الباب کر کے چابک مانگا۔

بی بی نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ آج بابا چابک کس لئے مانگ رہے ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

سوادہ ابن قیس نے قصاص کا مطالبہ کیا ہے۔

بی بی نے چابک دیا۔ اور رونے لگ گئیں۔

بلال جب چابک لے کے آیا۔ تو دیکھا تمام لوگ بے ساختہ رو رہے تھے۔

آپ نے چابک لیا اور سوادہ سے فرمایا: سوادہ آجا اور اپنا قصاص لے لے۔

سوادہ آپ کے قریب آیا۔ اور عرض کیا۔ قبلہ میرے پیٹ پر اس وقت کوئی کپڑا نہ تھا۔

آپ نے اپنے شکم مبارک سے قمیص ہٹایا۔ سوادہ نے چابک ہاتھ میں لیا۔ آگے بڑھا۔ اور عرض کی قبلہ اگر اجازت دیں تو میں پہلے شکم مبارک کا بوسہ لے لوں؟

آپ نے فرمایا:

چوم لے۔ سوادہ نے بڑھ کر بوسہ لیا۔ چابک آپ کے دست مبارک پر رکھا۔ ہاتھ کا بوسہ لیا اور پیچھے ہٹنے لگا

آپ نے فرمایا:

بندہ خدا قصاص کا کیا بنے گا۔

سوادہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے اسی دن ہی معاف کر دیا تھا۔ اب تو صرف بوسہ لینے کی خاطر آپ کو تکلیف دی ہے۔

آپ نے فرمایا:

سوادہ تو نے حبیب خدا کو معاف کیا ہے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ حضرت علیؑ جناب عباس کا سہارا لے کر اپنے حجرہ میں آئے۔ جناب ام المومنین ام سلمہؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

آپ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا۔ ام سلمہ محمدؐ کی یہ آخری آواز سن لے۔ اس کے بعد کبھی آواز محمدؐ نہ سن پائے گی میرا آخری سلام ہو۔

پھر جناب زہراؑ اور حسنینؑ کو بلایا۔

ملک الموت نے اجازت مانگی۔

جناب زہراؑ نے پوچھا تو کون ہے؟

ملک الموت نے عرض کیا ہے۔ دور سے آیا ہوا مسافر ہوں۔ نبی اکرمؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔

بی بی نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ میرے بابا تکلیف میں ہیں۔

کچھ دیر بعد پھر ملک الموت نے دق الباب کیا۔ بی بی نے پھر وہی جواب دیا۔

تیسری مرتبہ ملک الموت نے پھر دق الباب کیا۔ اتنے میں آنحضورؐ کو غش سے افاقہ آ گیا تھا۔ بی بی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ نے پوچھا۔ زہراؑ کیا بات ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! ابھی تو آپ زندہ ہیں اور آپ کی امت بڑی بے دردی سے میرا دروازہ پیٹ رہی ہے۔

آپ نے رو کے فرمایا:

زہراؑ اس کو اجازت دے دے یہ ملک الموت ہے۔

ملک الموت اندر آیا۔ آپ نے فرمایا ملک الموت جبریل کا انتظار کر لے میں چاہتا ہوں دنیا میں ایک مرتبہ جبریل کی صدائے سلام سن لوں۔

اتنے میں جبریل حنوط لے کر آ گیا۔ آپ نے وہ حنوط لے کر حضرت علیؑ کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اور اپنی جان ملک الموت کے سپرد کر دی۔

● بصائر میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ اس دار فانی سے رحلت فرما چکے اور حضرت علیؑ غسل میں مصروف ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ جبریل تمام ملائکہ کے ہمراہ غسل میں آپ کا تعاون کر رہا ہے۔ اور کچھ ملائکہ نبی کونینؐ کا مزار تیار کر رہے ہیں۔ بخدا! ملائکہ کے سوا کسی نے مزار رسولؐ کھودنے کی خاطر مٹھی بھر مٹی بھی نہیں اٹھائی۔ حضرت علیؑ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

جب حضرت علیؑ رسول عالمینؐ کو قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے تو جبریل آپ کے ساتھ اترا۔

حضرت علیؑ کی شہادت پر جناب حسنینؑ نے ملائکہ کو قبر کھودتے دیکھا۔ ملائکہ کے ساتھ رسول کونینؐ بھی شامل تھے۔

امام حسنؑ کی شہادت پر امام حسینؑ نے ملائکہ کے ساتھ نبی کریمؐ اور حضرت علیؑ کو دیکھا۔

امام حسینؑ کی شہادت پر امام سجادؑ نے سلطان کائناتؐ۔ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو ملائکہ کے ساتھ دیکھا۔

یہ سلسلہ ہر امام کی شہادت تک چلتا رہا اور بالآخر حضرت حجتؑ کی شہادت پر بھی اسی طرح ہوگا۔

احتجاج میں علامہ طبرسی نے سلیم ابن قیس سے روایت نقل کی ہے کہ جناب سلمان نے مجھے بتایا ہے کہ جب حضرت علیؑ آنحضورؐ کو غسل دے رہے تھے۔ میں آپ کے پاس آیا۔

چونکہ آپ نے وصیت فرمادی تھی کہ علیؑ کے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے۔ اس لیے میں باہر ہی تکمیل غسل کا انتظار کرتے لگا۔ جب آپ غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے۔ ابوذر۔ اور مقداد کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت علیؑ خود آگے بڑھے۔ ہم تین کے ساتھ جناب حسنینؑ بھی صف بستہ ہو گئے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ کچھ ازواج نبی قریب ہی حجرہ میں تھیں۔ لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی رکھی ہے۔ انہوں نے ہمیں جنازہ پڑھتے نہیں دیکھا۔ پھر حضرت علیؑ نے مہاجرین اور انصار کو دس دس کے گروہ میں اجازت جنازہ دی۔ چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مصروف افراد کے علاوہ دیگر مہاجرین وانصار نے جنازہ کی سعادت حاصل کر لی۔

وفات کے بعد تین دن تک آپ کو بلا دفن رکھا گیا۔ تاکہ کسی کا عذر نہ رہے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اہلبیت نے ہمیں جنازہ اور دفن میں شرکت کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ یاران رسول ان تینوں دنوں میں سقیفہ بنی ساعدہ میں مصروف خلافت سازی رہے۔

سبب شہادت:

چونکہ مؤرخین کی اکثریت حزب اقتدار کے دستر خوان پر پلنے والی رہی ہے۔ اس لیے آپ کا سبب وفات خیبر میں ملنے والی زہر کو قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن حق بہر طور حق ہوتا ہے جو غیر شعوری طور پر اور بلا اختیار ایسی زبان سے بھی نکل جاتا ہے۔ جس کے متعلق تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ خیبر میں کھائی جانے والی زہر کے متعلق سوچنا ہی دانشمندی نہیں ہے کیونکہ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا ہے۔ اور صفر ۱۱ھ میں شہادت محسن کائنات ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں ایسے کسی زہر کا سراغ نہیں ملتا جو چار برس معدہ میں خاموش رہنے کے بعد یکلخت بھڑک اٹھے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری نے۔ بخاری کی کتاب الدیات میں حق جو حضرات کے لیے کافی بنیاد فراہم کی ہے۔ قاری محمد عادل اور قاری محمد فاضل کی ترجمہ شدہ بخاری جو تین جلدوں میں دستیاب ہے۔ کی تیسری جلد کتاب الدیات میں حدیث ۱۷۸۰ اور حدیث ۱۷۹۰ مع باب ملاحظہ فرمایئے۔ سبب شہادت رسولؐ کی گرہ حل ہو جاتی ہے۔ مترجم نے نظام مصطفیٰ بزبان زوجہ سید الانبیاءؐ جلد اول حصہ دوم میں زہر کے زیر عنوان ام المومنین عائشہؓ کی زبانی ان احادیث کو جمع کر کے تجزیہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ بہت کچھ مل جاتا ہے۔

بصائر میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جس رات رحمت عالمین کی وفات ہوئی ۔ وہ رات آل محمدؑ کے لیے زمانہ کی طویل ترین رات تھی ۔ اہلبیتؑ کے سوا فرش عزا پر بیٹھنے والا کوئی نہ تھا ۔ بڑے بڑے حضرات سقیفہ بنی ساعدہ میں مصروف تھے ۔ کچھ لوگ اس حسرت میں گھروں میں رہ گئے ۔ کہ جس محسن نے یہ وقت دیا ہے کم از کم اسے دفن تو کر لیا جاتا ۔ اقتدار کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا تھا ۔

اس پریشانی اور تنہائی کے عالم میں آل محمدؑ نے ایک آواز سنی ۔ صاحب آواز نظر نہیں آیا ۔ آواز یہ تھی ۔

اے اہلبیتؑ میری طرف سے آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر مصیبت سے نجات اللہ کے پاس ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ ہی بہترین تعزیت کرنے والا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ ہی مافات کا تدارک فرماتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کل نفس ذائقۃ الموت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کو اس مصیبت اور اس کے بعد آنے والے مصائب کا اجر تو اللہ کے ہاں سے آخرت ہی میں ملے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہی خوش نصیب ہے جو آتش جہنم سے بچ گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا کی یہ زندگی چند دنوں سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ اللہ نے آپ کو چنا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ نے آپ کو افضل کائنات قرار دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ نے آپ کو اہلبیت نبیؐ بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی طرف سے آپ ہی علم نبیؐ کے وارث ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ہی منجانب اللہ وارث کتاب ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ہی علم نبیؐ کا معدن اور عظمت نبیؐ کی علامت ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ نے تمہیں اپنے نور سے مثال دی ہے اللہ نے آپ کو ہر لغزش سے محفوظ رکھا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ نے آپ کو فتنہ پردازی سے محفوظ فرمایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی دی ہوئی اس مصیبت پر صبر کرو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال رہے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نعمات خداوندی تمہارے ساتھ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ اہل اللہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی بدولت اتمام نعمت ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ اولیائے خدا ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس نے آپ سے تولّی کیا کامیاب ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس نے آپ کا حق لوٹا رسوا ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی مودت اللہ کی طرف سے کتاب خدا میں امت پر واجب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب بھی مشیت الٰہیہ کا تقاضا ہوگا وہ تمہاری نصرت کرے گا ۔ وہ ہر وقت تمہاری نصرت پر قادر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنے والے حادثات میں صبر کرنا ہر معاملہ کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ رحمت عالم کی طرف سے اللہ کے پاس امانت ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ نے آپ کو آنحضورؐ کے مومن اولیاء کے سپرد فرمایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس نے امانت ادا کر دی اللہ اسے جزا دے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ روئے ارض پر امانت ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی مودت واجب اور اطاعت فرض ہے ۔ ۔ ۔ آنحضورؐ رحلت فرما چکے ہیں ۔ ان کا دین کامل آپ کے پاس ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کسی جاہل کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ جو جاہل رہے گا ۔ یا ۔ تجاہل کرے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا بھول جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا بھولنے کا ڈرامہ کرے گا ۔ یا تمہارا منکر ہوگا اس محاسبہ اللہ کے ذمہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بھی اس تعزیت کے بعد آپ کو سپرد خدا کرتا ہوں

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

• کافی اور بصائر میں حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ ۱۲۸ھ میں زندیق نمودار ہوں گے۔

میں نے عرض کیا قبلہ! آپ کو کیسے معلوم ہے؟

آپ نے فرمایا:

اگر علم امامت نہ بھی ہوتا تو بھی مصحف فاطمہؑ ہمارے لیے کافی تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

جب محسن کونینؐ کی رحلت ہوئی۔ تو دختر رسولؐ اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ جس کا اندازہ ذات احدیت کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ذات احدیت نے بی بی کی تسلی کے لیے ایک ملک مقرر فرمایا۔ جو دختر رسولؐ کے پاس روزانہ آکر بی بی کو ماکان ومایکون کے حالات بتاتا تھا۔ جب وہ ملک چلا جاتا تھا۔ تو بی بی حضرت علیؑ کو سُنا دیا کرتی تھیں اور حضرت علیؑ اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ ہے مصحف فاطمہؑ۔

یوں تو سید الکونینؐ کی شہادت کے بعد دختر رسولؐ ڈھائی ماہ روزانہ مرثیہ خوانی کرتی رہیں۔ اگر تاریخ ان مرثیہ جات کو جمع کر لیتی تو آج دیوان جناب زہراؑ ہوتا۔ لیکن امت مسلمہ کی بدنصیبی کہ محسن انسانیت کی صف ماتم نہ بچھائی اور نہ آج تک یہ احساس ہوا ہے۔ ہر قوم اپنے محسن کا یوم وفات یوم غم سے مناتی ہے۔ پوری دنیائے انسانیت میں واحد یہ محسن انسانیت ہے۔ جس کا یوم غم امت مسلمہ میں صرف شیعہ اثناعشریہ کے سوا کوئی بھی نہیں مناتا۔ بلکہ جس تاریخ کو یوم وفات کہا جاتا ہے۔ اسی تاریخ کو یوم ولادت کے عنوان سے عید منائی جاتی ہے۔ نہ صرف وہ دن یوم عید ہوتا ہے۔ بلکہ پورا ماہ ربیع الاول عید کے طور منایا جاتا ہے۔ کاش یہودی اور عیسائی ہمیں حقائق مذہب سمجھنے کی مہلت دیتے۔

دو مرثیے جناب زہراؑ کے مناقب کے حوالے سے پیش کیے جاتے ہیں۔

اذا مات یوماً میت قل ذکرہ	کہ ارض پر جو بھی فوت ہوگا اس کی یاد چند دنوں سے زیادہ نہ ہوگی۔
وذکر ابی قد مات واللہ ازید	بخدا میرے متوفی والد کی یاد روز افزوں ہوگی۔
تذکرت لما فرق الموت بیننا	جب موت نے ہمیں جدا کیا تو مجھے فراق نے ڈسنا شروع کیا۔
تعزیت نفسی بالنبی محمد	لیکن مجھے یہ یاد کر کے اطمینان آجاتا ہے۔ میرا باپ صرف

۱۔ فقلت لها ان الممات سبيلنا	محمد نہیں نبی بھی تھا۔
و من لم يمت في يوم مات في غدًا	(۱) میں نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ موت ہی تو ہم سب کا راستہ ہے۔ جو آج نہیں مرا وہ کل مر جائے گا۔
۲۔ ماذا على من شمّ تربة احمد	(۲) جو شخص قبر احمدؐ کی مٹی سونگھ لے اسے زندگی بھر نافہ
ان لا يشم مدى الزمان غواليا	مشک سونگھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔
۳۔ صُبت على مصائب لو انها	(۳) مجھ پر مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر دنوں پر
صُبت على الايام صرن لياليا	آ جاتے تو سیاہ راتوں میں بدل جاتے۔

حضرت علیؑ نے آپؐ کو دفن کرنے کے بعد آپ کے مزار مبارک پر کھڑے ہو کر یہ مرثیہ پڑھا۔

۴۔ أمن بعد تكفين النبي ودفنه	(۴) کیا سرور دو عالمؐ کو ان کے کپڑوں میں دفن کرنے کے بعد
آسى على هالك ثوى !	بھی مجھے کسی مرنے والے پر غم آئے گا؟
۵۔ رُزئنا رسول الله فينا فلن نرى	(۵) رسول کونینؐ کی وفات کے سبب جو مصیبت ہمیں
بذاك عديلا ما حيينا من الردى	دے گئی ہے۔ اس مصیبت جیسی اور کوئی مصیبت تا زندگی ہمیں نہیں آئے گی۔
۶۔ وكان لنا كالحصن من دون اهله	
له معقل حرز حريز من العدى	(۶) آپ ہم اہلبیتؑ کے لیے ایک قلعہ تھے۔ جو تمام دشمنوں کے سامنے حصن حصین تھا۔
۷۔ وكنا بمرآه نرى النور والهدى	(۷) ہم ہر وقت آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے
صباحًا مساءً راح فينا او اغتدى	اور ہمیں صبح و شام جب بھی ہمارے درمیان تشریف لاتے تھے۔ نور اور ہدایت نظر آتی تھی۔
۸۔ لقد غشيتنا ظلمة بعد موته	(۸) آپ کی وفات نے ہماری دنیا تاریک کر دی ہے
نهارا فقد زادت على ظلمة الدجى	دن کو بھی تاریکی ہے جو تاریکی شب سے وہ چند ہے۔ اے ہر دل اور جگر رکھنے والے سے بہتر ہستی!
۹۔ فيا خير من ضم الجوانح والحشا	(۹) اور اے خاک میں دفن ہونے والے اجسام سے افضل
ويا خير جسم ضمه الترب والثرى	ترین جسم ایسا نظر آرہا ہے کہ آپ کے بعد لوگوں کے
۱۰۔ كان امور الناس بعدك ضمنت	معاملات بحر متلاطم میں ڈولتی کشتی کے سپرد ہو گئے ہیں۔
سفينة موج حين في البحر قد سما	زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود لوگوں کی آنکھوں

۱۱۔ وضاق فضاء الارض عنهم برحبه لفقد رسول الله اذ قيل قد مضى	(۱۱) زمین اس وقت تنگ ہو جائے گی جب کہا جائے گا۔ کہ رسولِ خدا رحلت فرما گئے۔
۱۲۔ فقد نزلت بالمسلمين مصيبة كصدع الصفا لاشطب في الصدع في الصفا	(۱۲) امت مسلمہ پر وہ مصیبت ٹوٹی ہے۔ جیسے چٹان دو لخت ہو جاتی ہے اور پھر شگاف پر نہیں ہوتا۔
۱۳۔ فلن تستقبل الناس مثلك مصيبة ومن يجبر العظيم الذي منهم وهي	(۱۳) اس جیسی مصیبت تا قیامت لوگوں پر نہیں آئے گی۔ اور امت مسلمہ کی ٹوٹی ہوئی یہ ہڈی کبھی نہ جڑ سکے گی۔
۱۴ وفي كل وقت للصلوٰة يصيحه بلال ويدعو باسمه كلما باسمه دعى	(۱۴) اس مصیبت کو بلال ہر نماز کے وقت اور دگنا کرتا رہے گا۔ جب اذان میں ان کا نام پکارے گا۔
۱۵۔ ويطلب اقوام مواريث هالك وفينا مواريث النبوة والهدى	(۱۵) کچھ لوگ متوفی کی مالی میراث پر قبضہ کرنے چلے ہیں جب کہ نبوت اور ہدایت کا ترکہ ہمارے پاس ہے
۱۶۔ وولى ابوبكر امام صلوتنا وخالف اهل الشرك احمد اذ قضى	(۱۶) آج ابوبکرؓ ہماری جماعت نماز کا امام بن گیا ہے۔ اہل شرک نے آپ کی وفات سے ہی مخالفت شروع کر دی ہے۔
۱۷۔ ابا الا ان يقوم مقامه وخاف بان قد يبلغ الفرد العنا	(۱۷) اس نے آپ کے قائم مقام ہونے کے علاوہ ہر بات سے انکار کر دیا ہے اسے ڈر تھا کہ ہماری مصیبت شاید اور بڑھ جائے گی۔





دخترِ رسولؐ

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا



تاریخ ولادت

• اصول کافی میں امام باقرؑ سے منقول ہے کہ دختر پیغمبرؐ کی ولادت اعلان نبوت کے پانچ برس بعد ہوئی ہے۔ اور وقت شہادت بی بی کی عمر اٹھارہ برس دو ماہ اور پندرہ دن تھی۔

• اصول کافی میں دوسری روایت بھی اسی طرح ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ۔ اعلان نبوت کے پانچ برس بعد اور معراج سے تین برس بعد ولادت ہوئی ہے۔ مکہ میں بابا کے ساتھ آٹھ برس گزارے۔ بعد از ہجرت مدینہ میں بابا کے زیر سایہ ایک برس رہیں۔ آپ کی شہادت کے وقت بی بی کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ بابا کے بعد دو ماہ اور بارہ دن زندہ رہیں۔

• اہلسنت مورخین بی بی کی ولادت اعلان نبوت سے پانچ برس قبل بتاتے ہیں۔

مولف :۔

• علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں روایت اول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ اہلبیتؑ سے منقول ہے

• امالی صدوق میں ہروی کے ذریعہ امام رضاؑ سے مروی ہے۔ آپ نے اپنے آباء کے سلسلہ سند سے نبی کونینؐ سے روایت کی ہے کہ۔

• شب معراج جب میں سیر جنت میں مصروف تھا۔ جبریل نے مجھے باغ جنت سے ایک سیب دیا میں نے اسے کھایا۔ وہی سیب نور فاطمہؑ تھا جو میری جبین مبین میں چمکا۔ پھر جناب خدیجہؑ کے صدف عفت میں منتقل ہوا۔ میری زہراؑ بیٹی حورائے انسیہ ہے۔ جب بھی میرا دل خوشبوئے جنت کا شائق ہوتا ہے۔ میں بیٹی کو سونگھ لیتا ہوں۔

• معانی الاخبار میں سدیر صیرفی نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے آباء اطہار کے ذریعہ فخر موجودات سے نقل کیا ہے کہ۔

اللہ نے تخلیق ارض و سماء سے قبل نور فاطمہؑ پیدا کیا تھا۔

ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی بیٹی نوع انسان سے نہیں ہے؟

آپ نے فرمایا:

فاطمہ حورائے انسیہ ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ حورائے انسیہ کیسے ہوئی؟

آپ نے فرمایا:

اللہ نے نور فاطمہ کو تخلیق آدم سے قبل پیدا فرمایا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ تخلیق آدم سے قبل نور فاطمہ کا قیام کہاں تھا؟

آپ نے فرمایا: زیر عرش۔

اس نے عرض کیا:

اے حبیبؐ خدا! جناب فاطمہؑ کی غذا کیا تھی؟

آپ نے فرمایا:

تسبیح و تہلیل خالق۔

جب ذات احدیت نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا۔ اور اسے میرے نور کا حامل بنایا تو اللہ نے نور فاطمہؑ کو جنت میں ایک سیب کی شکل دے دی۔ شب معراج جب میں جنت میں گیا تو جبریل نے وہ سیب لا کر مجھے دیا۔

میں نے جبریل سے سیب لے کر سینہ سے لگایا۔

جبریل نے عرض کیا۔ قبلہ حکم خالق ہے اسے تناول فرمائیں۔ یہ آسمانوں میں منصورہ اور زمین میں فاطمہ کا نور ہے۔

میں نے جبریل سے پوچھا۔ ان دو ناموں کی وجہ کیا ہے؟

جبریل نے بتایا۔ کہ زمین میں اس لیے فاطمہؑ کہا جائے گا کہ یہ اپنے شیعوں کو آتش جہنم سے نجات کی سفارش کریں گی۔ اور آسمانوں میں اس لیے منصورہ معروف ہے کہ قیامت کے دن اپنے دشمنوں کے خلاف مقدمہ میں اسے بالخصوص نصرت خالق حاصل ہو گی۔

- علل الشرائع میں طاؤس یمانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ جناب زہراؑ کی پیشانی چوم رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھ لیا۔ پوچھا

اے حبیبؐ خدا! کیا آپ کو فاطمہؑ سے بہت زیادہ محبت ہے؟

آپ نے فرمایا:

عائشہؓ کاش تجھے اس محبت کے وزن یا مقدار کا علم ہوتا جو مجھے فاطمہؑ سے ہے۔ جب شب معراج میں آسمان چہارم پر پہنچا تو جبریل نے اذان کہی میکائیل نے اقامت کہی جبریل نے عرض کیا۔ جماعت کرائیں۔ تمام انبیاءؑ صف بستہ تھے۔ جب نماز ختم ہوئی تو تمام انبیاءؑ سے مصافحہ ہوا۔ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو ندائے قدرت آئی۔ اے محمدؐ ابراہیمؑ تیرا بہترین باپ اور علیؑ تیرا بہترین بھائی ہے۔ حجابات قدرت میں پہنچنے کے بعد جبریل مجھے جنت میں لے گیا۔ وہاں جبریل نے مجھے ایک سیب لا کر دیا جو مکھن سے زیادہ ملائم۔ مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے وہ کھایا۔ جبریل نے عرض کیا۔ اے حبیبؐ خدا! یہ نور زہراؑ ہے جب واپس آیا تو اللہ نے اسے میری پیشانی سے خدیجہؑ کے صدف عفت میں منتقل کر دیا۔ میری یہ بیٹی جنت کا میوہ ہے۔ یہ حورائے انسیہ ہے۔ جب بھی جنت کے لیے میرا شوق بڑھتا ہے تو میں اپنی بیٹی کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔

- بحار میں عیون المعجزات کے حوالہ سے جناب عمار سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علیؑ نے سنایا ہے۔ آج میں دختر نبیؐ کے پاس گیا وہ مصلائے عبادت پر بیٹھی تھی۔ میری تعظیم کو اٹھیں اور کہا۔

یا علیؑ! آؤ میں آپ کو ما کان اور ما یکون الی یوم القیامۃ تک کے حالات سناؤں۔

یہ سن کر میں قدرے حیران ہوا اور واپس ہٹا۔ نبیؐ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا۔ تو مسکرا کر فرمایا:

یا علیؑ! آج حیران نظر آ رہے ہو۔ زہراؑ میرے نور نبوت ہی کا حصہ ہے۔ جو علم مجھے ہے وہ زہراؑ کو بھی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں حیران تو نہیں تھا۔ میں تو خوش ہو کر آیا تھا تا کہ آپ کو بھی اپنی خوشی میں شریک کروں۔ اور حمد خدا کروں۔

پھر میں واپس آیا۔ ابھی تک ام الحسنینؑ مصلائے عبادت ہی پر بیٹھی تھیں مجھے دیکھ کر تعظیم کو اٹھیں اور مسکرا کے عرض کیا۔

یا علیؑ! کیا میرے بابا کو بتانے گئے تھے کہ زہراؑ ما کان و ما یکون کا علم جانتی ہے۔ اور میرے بابا نے آپ کو پہلے ہی سب کچھ بتا دیا ہے۔

یا علیؑ! اللہ نے جب میرے نور کو پیدا کیا تو وہ تسبیح خالق کرتا تھا۔ پھر میرے نور کو جنت میں ایک درخت سے بصورت پھل لگا دیا۔ جب بابا شب معراج جنت میں گئے تو جبریل نے وہ سیب جو میرا ہی نور تھا۔ بابا کو دیا۔ انہوں نے تناول فرمایا۔ واپس آ گئے تو اللہ نے میرے نور کو میرے بابا کی پیشانی سے میری ماں کے صدف عفت میں منتقل کر دیا۔ میں اس نور سے ہوں۔ میں ما کان و ما یکون الی الیوم القیامۃ تک سب

کچھ جانتی ہوں۔

- امالی صدوق میں مفضل سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے ولادت جناب سیدہؑ کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے فرمایا:

جب جناب خدیجہؑ نے نبی عالمینؐ سے شادی کا فیصلہ فرمایا تھا۔ تو قریش کی تمام عورتوں نے یہ کہہ کر جناب خدیجہؑ کو اس شادی سے روکا تھا۔ کہ محمدؐ ایک یتیم لڑکا ہے۔ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ دولت ہے۔ لیکن جناب خدیجہؑ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور آپ سے شادی کر لی۔

چنانچہ قریش کی تمام عورتوں نے ایک تو اس وجہ سے جناب خدیجہؑ سے قطع تعلقی کر لی اور دوسری وجہ یہ تھی آپ نے اعلان نبوت کیا ہوا تھا۔ تمام قریش آپ سے ناراض تھے۔ ان دنوں جناب خدیجہؑ کا یہ عالم تھا کہ بالکل یکہ و تنہا تھیں۔ مستورات قریش نہ تو خود آتی تھیں اور نہ کسی اور کو بی بی کے پاس آنے دیتی تھیں۔

جب نور ام السادات جناب خدیجہؑ کے صدف عفت میں منتقل ہوا تو تنہائی کے وقت جناب زہراؑ جناب خدیجہؑ سے باتیں کرتی تھیں۔ اور انہیں تلقین صبر فرماتی تھیں۔ بی بی نے کبھی نبی اکرمؐ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

ایک دن آپ گھر تشریف لائے تو جناب خدیجہؑ مصروف گفتگو تھیں۔

آپ نے پوچھا۔

خدیجہ۔ کوئی نظر تو نہیں آ رہا۔ تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟

جناب خدیجہ نے عرض کیا۔ قبلہ صدف عفت میں جو بچہ ہے یہ میری تنہائی کا مونس ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

خدیجہ یہ بچہ نہیں بچی ہے۔ میری نسل اسی سے ہوگی۔ اللہ نے اسے میری امت کے آئمہ کا امین قرار دیا ہے۔

جب جناب سیدہؑ کا وقت ولادت قریب آیا تو جناب خدیجہؑ نے خواتین قریش کو پیغام بھیجا لیکن تمام نے کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ بی بی پریشان بیٹھی تھیں چار مستورات سامنے آئیں۔ جناب خدیجہؑ انہیں دیکھ کر کچھ اور پریشان ہو گئیں۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

اے زوجہ سید الانبیاءؐ آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ ہمیں اللہ نے بھیجا ہے۔ میں سارہ زوجہ خلیل ہوں۔ یہ آسیہ بنت مزاحم ہے۔ یہ مریمؑ مادر عیسیٰؑ ہے اور یہ کلثوم خواہر موسیٰؑ ہے۔ پھر کچھ کنیزیں آب سلسبیل جنت سے کپڑے اور خوشبوئیں لے کر آئیں۔

جب جناب زہراؑ کی ولادت ہوئی تو بی بی کی جبین مطہر سے ایک ایسا نور چمکا کہ تمام مکّہ منور ہو گیا۔ ایک مخدرہ نے آب سبیل سے غسل دیا۔ دوسری نے کپڑے پہنائے۔ تیسری نے سرمہ وغیرہ لگایا۔

پھر تمام مستورات نے بیک زبان کہا۔ السلام علیك یا ام الائمه النجباء۔ بی بی نے جواب اسلام سے پہلے کیا۔

اشهد ان لا اله الا الله و ان ابی محمد رسول الله و بعلی علی سید الاوصیاء ولی الله و ولدی سادة الاسباط

پھر جواب سلام دیا۔ اور ایک ایک بی بی کا نام لے کر سلام کیا۔

ان مستورات نے بی بی کو جناب خدیجہؑ کے سپرد کیا۔ جناب سیّدہ ایک دن میں اس قدر نشو و نما پاتی تھیں جس قدر عام بچے ایک ماہ میں پاتے ہیں۔

بحار میں جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ بعد از ہجرت جب سلطان انبیاءؐ نے مجھ سے عقد کیا اور میں آپ کے گھر آئی تو آپ نے مجھے اپنی بیٹی کے متعلق فرمایا۔ ام سلمہ میری زہراؑ کا خیال رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا، قبلہ! مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فاطمہؑ سے کچھ سیکھنا پڑے گا۔ عقل ادب۔ فہم فراست اور تمام کمالات میں زہراؑ بچپنے ہی میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔





اسماء القاب سیّدہ ع

- امالی شیخ صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے اللہ کے ہاں نو نام ہیں۔

۱۔ فاطمہؑ۔
۲۔ صدیقہ۔
۳۔ مبارکہ۔
۴۔ طاہرہ۔
۵۔ زاکیہ۔
۶۔ راضیہ۔
۷۔ مرضیہ۔
۸۔ محدثہ۔
۹۔ بتول۔

آپ نے فرمایا:

- سرورِ کونینؐ فرمایا کرتے تھے۔ لولا علی لما کان لفاطمة کفوا آدم ومن دونه۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری زہراؑ کا کوئی بھی کفو نہ ہوتا۔
- امالی صدوق میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ذاتِ احدیت نے جناب زہراؑ کو علم لدنی سے نوازنے کے علاوہ اوصافِ نسوانیہ سے بھی محفوظ رکھا۔
- امالی صدوق ہی میں امام باقرؑ سے منقول ہے کہ فطم کے معانی میں سے ایک معنی منقطع کرنا بھی ہوتا ہے چونکہ بی بی کی تمام لوگوں کی نبی کونینؐ کی میراث میں طمع منقطع ہوگئی تھی اس لیے بی بی کا نام فاطمہؑ رکھا گیا۔
- امالی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ہر شیعہ سفید جبیں ہوگا۔ جب ذاتِ احدیت کی طرف

سے گناہگاروں کو سزا دینے کا حکم ہوگا تو۔

بی بی عرض کرے گی۔ بارالہا! مجھ سے تیرا وعدہ ہے۔ کہ تو میری ذریت کے موالیوں کو آتش جہنم کے سپرد نہیں کرے گا۔ میں جانتی ہوں تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ذات احدیت کی طرف سے ندا آئے گی۔ زہراؑ تو کیا کہنا چاہتی ہے؟

بی بی عرض کرے گی بارالہا! میری ذریت کے محبوں کو سزا سنائی گئی ہے۔ میں انہیں آتش جہنم میں کیسے برداشت کرسکتی ہوں۔ دنیا میں ہماری محبت کی وجہ سے انہوں نے کانٹوں پر زندگی گزاری ہے اور آخرت میں بھی جلتے رہیں۔

ارشاد قدرت ہوگا۔ شیعیان ذریت زہراؑ کو جنت میں لے جایا جائے۔

- امالی میں ابان ابن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ جناب فاطمہؑ کا نام زہراؑ کس مناسبت سے رکھا گیا تھا؟

آپ نے فرمایا:

ذات احدیت کا مقصد یہ تھا کہ جناب فاطمہؑ کا پردہ محفوظ رہے۔ اور کوئی یہ نہ سوچ سکے کہ میری کنیز کس رنگ میں ہوگی۔ چنانچہ جب بی بی نماز صبح کے لیے جائے نماز پر جلوہ گر ہوتی تھیں تو بی بی کی پیشانی سے سفید نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ جس سے مدینہ کے در و دیوار سفید ہو جاتے تھے۔

جب ظہرین کی نماز کی خاطر مصلائے عبادت پر تشریف فرما ہوتی تھیں تو بی بی جبین مبین سے زرد رنگ نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ اور جب بی بی مغربین کی نماز کے لیے مصلی پر بیٹھتی تھیں تو سرخ رنگ نور کی کرنیں اس طرح پھوٹتی تھیں کہ مدینہ کے در و دیوار سرخ ہو جاتے تھے۔

صحابہ نے آنحضورؐ سے اس کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری بیٹی عبادت خدا کی خاطر مصلائے عبادت پر بیٹھتی ہے۔ اور اس کی پیشانی سے نور کی یہ کرنیں پھوٹتی ہیں۔

- معانی الاخبار میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے نبی کونینؐ سے پوچھا۔ قبلہ! بتول کیا ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا:

التی لم ترحمرۃ قط۔ وہ عورت بتول کہلاتی ہے۔ جس نے کبھی سرخی نہ دیکھی ہو۔

- ارشاد القلوب میں جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب عباس نے نبی کونینؐ سے سوال کیا۔

اے حبیبؐ خدا!

جب ہم ایک ہی خاندان سے ہیں تو پھر علیؑ ہم سے کیوں افضل ہے؟

آپ نے فرمایا:

ظاہراً تو ایسے ہی ہے۔ لیکن حقیقۃً ایسے نہیں ہے۔ (پھر آپ نے وہ حدیث نور سنائی۔ جو سابق ولادت سرور کونین میں پیش کی جا چکی ہے)

جناب زہراؑ کی کنیتیں:

مناقب کے مطابق بی بی کو حسب ذیل کنیتوں سے پکارا جاتا تھا۔

ام الحسنؑ۔

ام الحسینؑ۔

ام المحسنؑ۔

ام الائمہؑ۔

ام ابیھا۔

جناب زہراؑ کے القاب:

الحصان۔

الحرق۔

السیّدۃؑ

العذراء

زہراؑ

حورائے انسیہ

مریم کبریٰؑ

اسمان میں بی بی کا نام۔ تورات سماویہ۔ اور۔ حانیہ ہے۔ صدیقہ کبریٰؑ۔



فضائل و مناقب جناب زہراؑ

• کشف الغمہ اور کتاب الامال کے مطابق سرورِ کونینؐ سے مروی ہے کہ جب ذات احدیت نے جناب آدمؑ و حواؑ کو خلق فرمایا۔ اور انہیں باغ میں سیر کی اجازت دی۔ تو جناب آدمؑ نے جناب حوا سے فرمایا۔ اللہ نے ہم سے زیادہ کسی کو حسین پیدا نہیں فرمایا ہوگا۔

ذات احدیت نے جبریل سے فرمایا۔ جا کر آدمؑ کو جنت الفردوس میں دیکھنے کو کہہ۔ جبریل آیا۔ جناب آدمؑ و حواؑ کے سامنے سے حجابات اٹھا لیے گئے۔ جناب آدمؑ نے جنت میں ایک خاتون کو دیکھا جو جنت کی ناقہ پر سوار تھی۔ اس کے چہرہ سے پھوٹنے والے نور سے جنت روشن ہو رہی تھی۔ اس کے سر پہ ایک تاج اور دونوں کانوں میں آویزے تھے۔

جناب آدمؑ نے پوچھا۔ جبریل یہ خاتون کون ہے؟

جبریل نے بتایا: یہ آپ کی نسل سے سیّد الانبیاءؐ کی بیٹی زہراؑ ہے۔

جناب آدمؑ نے پوچھا۔ سر پہ تاج اور کانوں میں آویزے کیا ہیں؟

جبریل نے کہا۔ تاج اس کا شوہر ہے اور آویزے اس کے بیٹے حسنینؑ ہیں۔

جناب آدمؑ نے پوچھا۔ کیا یہ ہم سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں؟

جبریل نے کہا۔

• آدمؑ تجھے ان کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ تیری تخلیق سے ہزاروں برس قبل سے یہ موجود ہیں۔

امالی طوسی میں عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے صورت میں سیرت میں سلطان الانبیاءؐ کے مشابہ زہراؑ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (یہ روایت بخاری میں بھی متعدد مقامات پر موجود ہے)

امالی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ تشریف فرما تھے۔ جناب سیّدہؑ، جناب علیؑ

اور جناب حسینؑ آپ کے سامنے بیٹھے تھے۔ آپ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

بارالہا تجھے معلوم ہے یہی میرے اہلبیتؑ ہیں۔ ان سے محبت کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا۔ ان سے عداوت کرنے والوں کو مبغوض قرار دے۔ ان سے تعاون کرنے والوں کی مدد فرما۔ ان سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھ۔ پھر فرمایا۔

یا علیؑ! تو میری امت کا امام اور میرا خلیفہ ہے۔ تو مومنین کو جنت لے جائے گا۔

میں چشم نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ قیامت میں میری زہراؑ جنت کی ناقہ پر سوار آرہی ہے۔ اس کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے ستر ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ بارگاہ خالق میں عرض کرے گی۔ میرے اللہ! میرے بابا کی امت کی مومنات کو بخش دے۔ جو عورت بھی محب اہلبیتؑ ہوگی زہراؑ کی سفارش سے بخشی جائے گی بشرطیکہ شوہر کی اطاعت گزار ہو۔

فاطمہؑ سیدہ نسائے عالمین ہے۔ جب عبادت کے لیے مصلائے عبادت میں کھڑی ہوتی ہے۔ تو ستر ہزار ملائکہ پکار کر کہتے ہیں۔ یا فاطمۃ ان اللہ اصطفاك وطهرك واصطفاك علی نساء العالمین۔

پھر حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

یا علیؑ ان فاطمۃ بضعۃ منی وھی نور عینی وثمرۃ فوادی یسوئنی ما ساءھا ویسرنی ما سرھا وانھا اول من یلحقنی من اھلبیتی فاحسن الیھا بعدی۔

اے علیؑ! فاطمہؑ میرا پارہ ہے۔ میری آنکھوں کی بینائی ہے۔ میرا میوہ دل ہے۔ اسے غمزدہ کرنے والی ہر بات سے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اور اسے خوشی دینے والی ہر بات سے میں خوش ہوتا ہوں۔ میرے اہلبیتؑ سے سب سے پہلے فاطمہؑ مجھ سے آملے گی۔ میرے بعد اس کا خیال رکھنا۔

اما الحسنؑ والحسینؑ فھما ابنای وریحانتای وھما سید شباب اھل الجنۃ فلیکونا علیك کسمعك وبصرك۔

جہاں تک حسنینؑ کا تعلق ہے یہ میرے بیٹے اور میری خوشبو ہیں یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔ انہیں اسی طرح رکھنا جس طرح اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتے ہو۔



پھر فرمایا:

اے اللہ! میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ میں ان کے موالیوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے اور جو ان سے جنگ کرے گا میری اس سے جنگ ہے۔

امالی ہی میں مالک ابن دینار سے مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ سفر حج میں میں نے ایک انتہائی کمزور اور بوڑھی عورت کو ایک مریل ناقہ پر سوار دیکھا۔ تمام قافلہ والے اسے کہہ رہے تھے۔ واپس پلٹ جا۔ لیکن وہ کسی کی بات کا کوئی جواب نہ دیتی تھی۔ جب ہمارا قافلہ وسط صحرا میں پہنچا تو اس کی ناقہ نے دم توڑ دیا۔ ہر ایک نے اسے ملامت کی میں نے بھی اس ناقہ پر سوار ہو کر آنے پر ملامت کی۔ اس نے آسمان کی طرف سر بلند کیا۔ اور کہنے لگی۔

لا فی بیتی ترکتنی ولا الی بیتك
حملتنی فوعزتك وجلالك لو صنع
بی هذا غیرك لما شکوته
الا الیك ۔

نہ تو تو نے مجھے اپنے گھر رہنے دیا۔ اور نہ اپنے گھر تک پہنچنے دیا۔ تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تیرے علاوہ کوئی دوسرا مجھ سے یہ سلوک کرتا تو میں اس کا شکوہ بھی تجھ ہی سے کرتی۔

ہم سب دیکھ رہے تھے کہ صحرا سے ایک شخص نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی۔ وہ اس کے قریب آیا۔ ناقہ کو بٹھایا۔ اور اسے کہا۔ اس سوار ہو جا۔ وہ اسی اثنا میں سوار ہو گئی۔ ہم دیکھتے رہ گئے اور وہ ناقہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا ہو گئی۔ پھر جب ہم پہنچے تو میں اسے تلاش کرتا رہا۔ آخر طواف کرتے ہوئے میں نے اسے دیکھ لیا۔ میں اس کے قریب گیا۔ اور پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔

میں کنیز زہراؑ جناب فضہ کی نواسی اور ان کی مسکہ بیٹی کی بیٹی شہرہ ہوں۔

• امالی ہی میں ہے ایک مرتبہ بی بی نے اپنی چادر زید یہودی کے پاس گروی رکھ کر جو لئے۔ جب زید رات کو گھر میں آیا تو اس نے اس کمرہ میں جس میں چادر رکھی تھی روشنی ہی روشنی دیکھی۔ حیرت سے پوچھا۔ اس کمرہ میں کیا ہے۔ تمام اہل خانہ جمع ہو گئے۔ پھر اس کے پڑوسی اور دوسرے رشتہ دار بھی آئے سب نے روشنی دیکھی دروازہ کھول کر اندر گئے تو دیکھا کہ جناب زہراؑ کی چادر سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اسی وقت زید خود اور اس کے اسی رشتہ دار یہودی مسلمان ہو گئے۔

• بحار میں ابن طاؤس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ شاہ حبشہ نے سرور کونینؐ کی خدمت میں چاندی کی تاروں سے بنی ہوئی ایک چادر ہدیۃً بھیجی۔ آپ نے وہ قبول کر لی اور مسجد میں فرمایا یہ چادر اسے ملے گی جو خود محبوب خدا و رسولؐ ہو اور محب خدا اور رسولؐ ہو۔

تمام صحابہ نے گردنیں بلند کیں۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ علیؑ کہاں ہے؟

عمار کہتا ہے کہ میں علیؑ کا نام سن کر دوڑا ہوا آیا۔ اور گھر سے حضرت علیؑ کو بلایا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ رسول اکرمؐ نے وہ چادر آپ کو دے دی۔ آپ چادر لے کر بازار آئے۔ اور اسے تین ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ اور تمام رقم مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دی۔ شام کو سلطان انبیاءؐ نے فرمایا: یا علیؑ! آج تجھے تین ہزار دینار ملے ہیں۔ آج ہم کھانا آپ کے گھر ہی کھائیں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ بسم اللہ۔

جب گھر تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے کھانا چنا جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا:

یا علیؑ۔ یہ کھانا ان پیسوں سے تو نہیں ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ وہ پیسے گھر آئے ہی نہیں تھے۔

آپ نے جناب سیدہؑ سے پوچھا۔ بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

آپ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الحمد للہ الذی لم یمتنی حتی ارینی ما احب۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھایا جب تک میں نے وہ کچھ نہ دیکھ لیا جو میں چاہتا تھا۔

• بحار سے سابقاً معجزات سرور انبیاؐ میں سوسمار کی گویائی کا واقعہ گزر چکا ہے۔ اس کا تتمہ ملاحظہ فرمایئے۔

جب بنی سلیم کا وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے قرآن کی چند ایک سورتیں پڑھا دو جب وہ قرآن کی چند سورتیں پڑھ بیٹھا تو آپ نے پوچھا۔ کیا کچھ مال بھی ہے؟

بدو نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث برسالت کیا ہے۔ ہم بنی سلیم چار ہزار نفوس پر مشتمل ہیں اور پورے قبیلہ میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں۔

آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ کون ہے جو اس بدو کو ناقہ پر سوار کر کے واپس اپنے قبیلہ میں بھیجے سعد ابن عبادہ نے عرض کیا۔ قبلہ میری ناقہ حاضر ہے۔

آپ نے فرمایا:

قیامت میں اس ناقہ کے عوض جو ناقہ تجھے ہماری طرف سے ملے گی۔ اگر چاہے تو اس کا تھوڑا سا حلیہ تجھے بتا دوں؟

سعد نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور فرمائے۔

آپ نے فرمایا:

وہ ناقہ سونے کی ہوگی۔ اس کی ٹانگیں عنبر سے ہوں گی۔ اس کے بال زعفران سے ہوں گے۔ اس کی آنکھیں سرخ یاقوت سے ہوں گی۔ اس کی گردن سبز زبرجد سے ہوگی۔ اس کی کوہان کافور سے ہوگی۔ اس کی ٹھوڑی در سے ہوگی۔ اس کی مہار لولوئے آبدار سے ہوگی۔ وہ چلنے کے بجائے اڑے گی۔ بشرطیکہ تیرا خاتمہ بالخیر ہوا۔

آپ نے پھر صحابہ سے فرمایا۔ کون ہے جو اس عرب کے سر کو ڈھانپے؟

حضرت علیؑ نے اپنا عمامہ اتار کے عرب کے سر پر رکھ دیا۔

پھر آپ نے فرمایا: ہے کوئی جو اس عرب کو کھانا کھلائے۔

جناب سلیمان اٹھے۔ جناب سلمان کا بیان ہے کہ میں ازواج نبیؐ میں سے ایک ایک کے دروازہ پر گیا۔ لیکن ہر جگہ سے خالی لوٹا۔ واپس ہٹتے ہوئے۔ درِ زہراؑ کو دیکھا۔ اور دل میں خیال کیا۔ اچھائی ہمیشہ یہیں سے میسر آتی ہے۔

چنانچہ میں نے دق الباب کیا۔ جناب فضہ نے پوچھا کون ہے؟

میں نے عرض کیا سلمان ہوں۔ میرا جواب سن کر خود جناب سیدہؑ دروازہ پر آئیں اور فرمایا۔ چچا سلمان خیریت تو ہے؟۔

میں نے عرب کا پورا واقعہ سنایا۔ اور عرض کیا۔ مسجد سے نکلا تو کھانے کی تلاش میں تھا۔ جب اور کہیں سے نہ ملا تو آپ کے دروازہ پر آگیا۔

بی بی نے فرمایا:

چچا۔ آج تیسرا دن ہے ہم نے کچھ نہیں کھایا۔ لیکن آئی ہوئی نیکی واپس کرنا بھی مشکل ہے۔ میری یہ چادر شمعون کے پاس لے جا۔ گروی رکھ دے۔ اس سے ایک کلو جو اور ایک کلو کھجور لے آ۔

میں شمعون کے پاس گیا۔ جونہی اس نے دخترِ رسولؐ کی چادر کو دیکھا۔ بے ساختہ کہنے لگا۔

بخدا! اسی کا نام زہد ہے۔ اسی کو تقوی کہتے ہیں۔ یہی کچھ ہمیں توراۃ موسیٰؑ میں ملتا ہے۔ یہ کہہ کر شمعون نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر مجھے کھجور اور جو دیئے۔ میں لے آیا۔ بی بی نے روٹیاں پکائیں۔ سب روٹیاں اور کھجور مجھے دے دیئے۔ میں نے عرض کیا۔ بی بی ایک روٹی بچوں کے لیے تو رکھ لو۔

فرمایا: نہیں چچا۔ جو چیز جس کے لیے لی ہے۔ وہ اسی کا حق ہے۔ اللہ ہمیں بھی دے گا۔

میں روٹیاں لے کے مسجد میں آیا۔ عرب کو دیں۔

نبی اکرمؐ نے پوچھا۔ سلمان کہاں سے لائے ہو؟

میں نے عرض کیا۔

قبلہ ایک ہی تو دروازہ ہے جہاں سے کچھ مل جاتا ہے۔ درِ زہراؑ کے علاوہ اور کہاں سے ملتا ہے۔

آپ بھی تین روز سے بلا کچھ کھائے آئے تھے۔ فوراً اٹھے۔ درِ زہراؑ پر آئے۔ دق الباب کیا۔ جب اندر تشریف لائے۔ اور جناب زہراؑ کی بھوک سے حالت دیکھی تو انہیں اپنی بھوک بھول گئی۔ پوچھا بیٹی۔ کیا بات ہے۔ تیرا چہرہ زرد ہے؟ جناب فضہ فرماتی ہیں کہ۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! تین دن ہو رہے ہیں۔ کچھ نہیں کھایا۔ حسنینؑ بھی بلا کھائے سو گئے ہیں۔ آپ

سے دونوں شہزادوں کو جگایا۔ ایک کو دائیں زانو پر دوسرے کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ جناب سیدہؑ سامنے آکر بیٹھ گئیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ بھی آ گئے۔ وہ بھی سامنے بیٹھ گئے۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

الھی وسیدی ومولای. ھٰؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا۔

جناب سیدہؑ اٹھیں حجرہ عبادت میں تشریف لے گئیں۔ مصلائے عبادت پر بیٹھیں اور دستِ دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الھی وسیدی ومولای ھذا نبیك محمد وھذا اخو نبیك و ھذان سبطای انزل علینا مائدۃ من السماء۔

اے اللہ! یہ تیرا نبی محمدؐ ہے۔ تیرے نبی کا بھائی ہے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں۔ ہمیں دسترخوان سے نواز۔

ابھی تک دعا مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کہ دسترخوان نازل ہوا۔ بی بی اٹھا کر لائیں تمام کے سامنے رکھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ زہراؑ گھر میں تو کچھ نہ تھا یہ کہاں سے آیا ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! سوال نہ کر۔ اس اللہ کی حمد سے جس نے وفات سے قبل مجھے اپنے اہلبیتؑ میں وہ کچھ دکھا دیا۔ جس کی میں خواہش کرتا تھا۔

بنی سلیم کا عرب جب کھانا کھا چکا تو ناقہ پر بیٹھ کر اپنے قبیلہ میں آیا اور بآواز بلند کہا۔

اے بنی سلیم لا الہ الا اللہ کہو۔

یہ سننا تھا کہ تمام بوڑھے جوان تلواریں لے کر اٹھے اور کہنے لگے کہیں تجھ پر جادو تو نہیں چل گیا؟

اس نے کہا۔ کوئی جادو وغیرہ نہیں ہوا۔ یقین رکھو۔ محمدؐ کا خدا ہمارے خداؤں سے بہتر ہے۔ اور خود محمدؐ ہم سے بہتر ہے۔ میں بھوکا تھا۔ اس نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیدل تھا اس نے سواری دی۔ میں برہنہ تھا۔ اس نے لباس دیا۔ پھر سوسمار کا تمام واقعہ انہیں سنایا۔ پورے کا پورا قبیلہ کلمہ گو ہو گیا۔

● تفسیر فرات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب جابر نے میرے والد کی خدمت میں عرض کیا کوئی ایسی فضیلت سنائیے۔ کہ جب میں آپ کے شیعوں کو سناؤں تو وہ خوش ہو جائیں۔

میرے والد نے فرمایا: میں نے اپنے آباءؑ کے ذریعہ نبی کریمؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاءؑ کے لیے نور کے منبر نصب کیے جائیں گے۔ میرا منبر ان تمام سے بلند ہو گا۔ حکم خالق سے میدان محشر میں میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ دوں گا۔ اس کے بعد اوصیائےؑ کے انبیاءؑ کے منبر لگائے جائیں گے۔ میرے وصی علی ابن ابی طالبؑ کا منبر تمام اولیاؑ کے درمیان اور بلند ہو گا۔ حکم خالق سے علیؑ ایسا فصیح و بلیغ خطبہ دیں گے جس کی نظیر نہ ہو گی۔ اس کے بعد اولیا و انبیاءؑ کے منبر لگائے جائیں گے۔ میرے نورہائے چشم دونوں کے منبر اولاد انبیاءؑ کے درمیان اور بلند ہوں گے۔ حکم باری سے باری باری دونوں بھائی ایسے فصیح و بلیغ خطبے دیں گے کہ اولاد

انبیاءؑ میں ان کی مثال نہیں ہوگی۔

پھر منادی ندا کرے گا۔ این فاطمہ بنت محمدؐ۔ این خدیجہ بنت خویلد۔ این مریم بنت عمران۔ این آسیہ بنت مزاحم این ام کلثوم۔ یہ تمام مستورات اپنے اپنے مقام سے اٹھیں گی۔ حوران جنت ان کے استقبال کو جائیں گی نور کی سواریاں ہوں گی۔ جنتی حلے ہوں گے۔

اس وقت ندائے قدرت آئے گی۔ یا اھل الجمع لمن الکرم الیوم اے اہل محشر آج عزت کس کی ہے؟ اس کے جواب میں صرف نبی کریمؐ۔ حضرت علیؑ۔ جناب حسنینؑ اور جناب سیدہؑ عرض کریں گے۔ عزت پہلے بھی اللہ کی تھی اور آج بھی اللہ ہی کی ہے۔ خالق اکبر کی آواز آئے گی۔ اے اہل محشر آج میں تمام کی تمام عزت اپنے حبیب محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو دیتا ہوں۔

اے اہل محشر۔ سر جھکالو۔ آنکھیں بند کرلو۔ تاکہ میری کنیز زہراؑ میدان محشر میں آئے۔

تمام اہل محشر کی آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ سر جھک جائیں گے۔ زہراؑ کی سواری آئے گی۔

ارشاد قدرت ہوگا زہراؑ! جنت تیرے انتظار میں ہے۔

جناب فاطمہؑ عرض کریں گی۔ بارالہا! مجھے جنت میں جانے کی جلدی نہیں ہے۔ مجھے انصاف چاہیئے۔ شہادت محسنؑ سے لے کرتا قیامت خون سادات کا مقدمہ پیش ہوگا۔ ایک مرتبہ عرصہ محشر ماتم کدہ ہوگا۔ سب کچھ اہل محشر کے سامنے دہرایا جائے گا۔

ارشاد باری ہوگا۔ زہراؑ! میں مجرموں سے نمٹ لوں گا۔ تو جنت میں جا۔

جناب فاطمہؑ سوئے جنت روانہ ہوں گی۔ جبریلؑ ناقہ پیش کرے گا جس کے دونوں پہلو نرم ہوں گے آبدار موتیوں سے جڑی ہوئی مہار ہوگی۔ مرجان سے بنا ہوا محمل ہوگا۔ آگے۔ پیچھے۔ دائیں اور بائیں ایک ایک لاکھ ملک ہوں گے۔ درجنت پر پہنچ کر جناب سیدہؑ رک جائیں گی۔

ذات احدیت کا ارشاد ہوگا۔ فاطمہؑ! کیا بات ہے؟

بی بی عرض کرے گی۔ خالق میری ذریت۔

حکم ہوگا۔ ذریت فاطمہؑ کو درجنت پر پہنچایا جائے۔

جناب سیدہؑ رکی رہیں گی۔ پھر ارشاد خالق ہوگا۔ اب کیا بات ہے؟

بی بی عرض کرے گی۔ بارالہا! میری ذریت کے محب۔

حکم ہوگا۔ محبان ذریت زہراؑ کو ذریت زہراؑ کے پیچھے درجنت پر لایا جائے۔

بی بی پھر بھی رکی رہیں گی۔

ارشاد خالق ہوگا۔ بتولؑ اب کیا بات ہے۔

بی بی عرض کرے گی۔ میری ذرّیت کا دوستوں کے دوست

حکم خالق ہو گا۔ جس نے ذریت فاطمہؑ کو پانی پلایا ہے۔ جس نے ذرّیت فاطمہؑ کو کھانا کھلایا ہے۔ جس نے ذریت فاطمہؑ سے رائی برابر بھی اولاد زہراؑ سمجھ کر حسن سلوک کیا ہے۔ تمام کو داخل جنت کر دو۔

اس وقت امّت محمدؐ میں سے صرف شک کرنے والے۔ کافر اور منافق بچ رہیں گے۔ اور وہ انگشت حسرت کاٹ کر کہیں گے۔ فما لنا من شافعین ۔آج صرف ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔

● بحار میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم نے آنحضورؐ کی اقتدا میں نماز عصر پڑھی نماز سے فراغت کے بعد آپ حسب معمول وہیں مصلی پر بیٹھ گئے۔ مسجد میں ایک مسافر عرب آیا۔ جو انتہائی سن رسیدہ تھا۔ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ پاؤں میں جوتے نہ تھے۔ اور سر پہ عمامہ وغیرہ تک نہ تھا۔

اس نے آکر سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔

نبی اکرمؐ نے پوچھا اے سن رسیدہ کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ کیا بتاؤں۔ بھوک سے آنتیں خشک ہو گئی ہیں پھٹے ہوئے چیتھڑوں کی بدولت دھوپ نے جلا دیا ہے۔ اور پیدل چل چل کے جسم خشک ہو گیا ہے۔ مجھے مدارات نہیں کھانا چاہئے۔ پہننے کو کپڑے چاہییں اور گھر جانے کو سواری چاہیئے۔

آپ نے فرمایا:

اے مسافر! آج تو ہمارا بھی یہی حال ہے۔ البتہ نیکی کی راہ دکھانے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے میں تجھے ایک ایسا گھر دکھاتا ہوں۔ جس کے باسی اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کا رسولؐ ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہاں چلا جا۔ مجھے امید ہے تیری ہر ضرورت پوری ہو جائے گی۔

آپ نے بلال کو فرمایا:

جا اسے درِ زہراؑ پہ چھوڑ کے آجا۔ بلال نے اسے ساتھ لیا اور در زہراؑ پر آ کر کھڑا کر دیا۔

مسافر نے دق الباب کیا۔ جناب فضہ نے دروازہ پر آ کر پوچھا۔ کون ہے؟

مسافر نے تمام روداد سنائی۔

جناب فضہ نے جا کر بی بی کو سارا حال کہہ سنایا۔

دخترِ رسولؐ کے گلے میں ایک ہار تھا۔ جو بی بی کو جناب حمزہ کی بیٹی فاطمہؑ نے تحفۃً دیا تھا۔ بی بی نے گلے سے ہار اتارا اور جناب فضہ سے فرمایا۔ جا کر مسافر کو دے آ۔ مجھے امید ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کر دے گا۔

جناب فضہ نے ہار لا کر دیا۔ مسافر ہار لے کر مسجد رسولؐ میں آیا۔ آنحضورؐ کو ہار دکھایا۔

آپ نے فرمایا:

یقین رکھ۔ زہراؑ کا دیا ہوا ہار ہے تیری ہر ضرورت پوری کرے گا۔ جا اسے بازار میں فروخت کر دے اور سیر ہو کے کھا لے۔

جناب عمار کے پاس کچھ رقم تھی۔ چنانچہ جناب عمار نے عرض کیا۔ قبلہ اگر اجازت ہو تو میں خرید لوں؟

آپ نے فرمایا:

عمار تجھے معلوم ہے۔ یہ فروخت کے لیے آیا ہے۔ بازار میں جا کر بھی فروخت ہو گا۔ اگر تجھ میں وسعت ہے تو خرید لے۔

جناب عمار نے مسافر سے پوچھا کتنے میں دے گا؟

مسافر نے کہا۔ مجھے پیٹ بھر کھانا۔ ایک لباس۔ اور ایک سواری چاہیئے جس سے میں گھر پہنچ جاؤں۔

جناب عمار نے فرمایا۔ میں تجھے اس ہار کے عوض دو سو دینار، ایک یمنی چادر، ایک جوڑا لباس۔ پیٹ بھر کھانا اور ایک ناقہ دیتا ہوں۔ قبول ہے؟

مسافر نے کہا۔ بندہ خدا تو اپنے مال کے معاملہ میں بہت زیادہ سخی معلوم ہوتا ہے۔

جناب عمار نے مسافر کو ساتھ لیا۔ حسب وعدہ سب کچھ دیا۔ مسافر سیر ہو کر مسجد میں آیا۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ کیا پیٹ بھر کے کھا لیا ہے؟

مسافر نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

آپ نے پوچھا۔ کیا لباس پہن لیا ہے؟

مسافر نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔ کیا سواری اور دینار مل گئے ہیں؟

مسافر نے عرض کیا۔ قبلہ مل گئے ہیں۔

پھر مسافر نے دست دعا بلند کر کے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ بارالہا دختر رسولؐ کو اتنا دے جتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا ہو۔

آنحضورؐ اور تمام صحابہ نے آمین کہی۔ مسافر چلا گیا۔

آپ نے صحابہ سے فرمایا:

اللہ نے جو کچھ میری زہراؑ کو دے رکھا ہے اس سے زیادہ اور اسے کیا چاہیے۔ میں رحمۃ للعالمین خاتم الانبیاءؐ زہراؑ کا باپ ہوں۔

علی امیر المومنینؑ زہراؑ کا شوہر ہے۔ اگر علیؑ نہ ہوتا تو زہراؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

جوانان جنت کے سردار حسنینؑ زہراؑ کے بیٹے ہیں۔ دنیا کی وہ کون سی خاتون ہے جس سے قریں ملائکہ

سوال کریں۔

تیرا رب کون ہے؟ اور وہ کہے اللہ میرا رب ہے۔

تیرا نبی کون ہے؟ اور وہ کہے کہ میرا باپ میرا نبی ہے۔

تیرا ولی کون ہے؟ اور وہ کہے میری قبر کے کنارے میں میری وفات پر آنسو بہانے والا میرا شوہر میرا ولی ہے۔

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔ گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

جس نے قبر زہراؑ کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔

جس نے مزار علیؑ کی زیارت کی گویا اس نے قبر زہراؑ کی زیارت کی۔

جس نے حسنینؑ کے مزاروں کی زیارت کی گویا اس نے قبر علیؑ کی زیارت کی۔

جس نے ان کی ذریت کے مزاروں کی زیارت کی گویا اس نے قبر حسنینؑ کی زیارت کی۔

عمار نے ہار کو ہاتھ میں لیا۔ مشک و عنبر سے معطر کیا۔ یمنی چادر میں لپیٹا۔ اپنے ایک غلام کو دیا۔ اور کہا جا آنحضورؐ کو دے دے۔ اور میں تجھے بھی آنحضورؐ کو ہبہ کرتا ہوں۔

غلام نے وہ ہار لا کر دیا۔ اور اپنا حال بھی سنایا۔

آپ نے فرمایا۔ جا میں تجھے زہراؑ کو ہبہ کرتا ہوں۔ یہ چادر اور ہار بھی جا کر فاطمہ کو دے دے۔

غلام دروازہ پہ آیا۔ دق الباب کیا۔ جناب فضہ دروازہ پر آئیں۔ غلام نے ہار اور چادر پیش کی۔ اور اپنا حال بتایا۔ بی بی نے ہار لے لیا۔ چادر جناب فضہ کو دی۔ اور غلام کو آزاد کر دیا۔

آزاد ہونے کے بعد غلام مسکرایا۔ جناب فضہ نے پوچھا۔

کس بات پر مسکرا رہا ہے؟

غلام نے کہا۔ اس ایک ہار کی برکت پر مسکرا رہا ہوں کہ۔

ایک بھوکے کو کھانا کھلایا۔ برہنہ کو لباس دیا۔ محتاج کو دولت مند کیا۔ پیدل کو سواری دی اور غلام کو آزاد کرنے کے بعد اپنے اصل مالک کے پاس لوٹ آیا۔

خرائج میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں گھر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ دختر رسولؐ سو رہی ہے ہاتھ میں تسبیح ہے جو گھوم رہی ہے۔ حسینؑ گہوارہ میں سو رہا ہے۔ گہوارہ خود بخود ہل رہا ہے۔ اور چکی چل رہی ہے۔ میں واپس آیا۔ نبی اکرمؐ کو بتایا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ یا علیؑ! ان اللہ ملائکۃ یخدمون آل محمدؐ۔

خرائج ہی میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں ایک یہودی کی شادی تھی۔ یہودی ایک وفد کی صورت میں آنحضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا۔

قبیلہ ہم کافر سہی لیکن آپ کے پڑوسی ہیں۔ ہماری کسی خوشی میں آپ کی بیٹی شامل نہیں ہوئی۔ آپ انہیں ہماری شادی میں تشریف لانے کی اجازت دیں تاکہ ہمارے لیے باعث فخر ہو۔

آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔

وہ واپس چلے گئے۔ آپ جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ بیٹی پڑوسی یہودیوں کی خواہش ہے کہ تو ان کی شادی میں شریک ہو۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! آپ کو معلوم ہے کہ یہودی مالدار ہیں۔ اور ہم نے مال دنیا کو ٹھکرایا ہوا ہے وہاں دولت کی نمائش ہوگی اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: بیٹی کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے اللہ کی مرضی ہو شرکت کر لینا۔

بی بی نے عرض کیا۔ سر وچشم بابا جان! آپ کا حکم ہے میں ضرور جاؤں گی۔

جب شادی کا وقت قریب ہوا۔ جنت سے کچھ حوریں جنت کے زیورات۔ لباس۔ اور خوشبوئیں لے کر حاضر ہو گئیں۔ حوروں نے جناب سیدہؑ کو لباس جنت پہنایا۔ خوشبوئیں لگائیں اور بی بی کو ساتھ لے کر شادی میں آ گئیں۔

جوں ہی بنت رسولؐ نے یہودیوں کے گھر قدم رکھا۔ خوشبوئے جنت لباس جنت اور زیورات جنت دیکھ کر تمام یہودی عورتیں بیساختہ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات پڑھنے لگیں۔ ان کے سر ندامت سے جھک گئے۔ کئی یہودی خاندان بی بی کی یہ عظمت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔



جناب فاطمہؑ کی شادی

- بحارالانوار اور امالی طوسی کے مطابق ۲ھ شوال جنگ بدر کے بعد جناب فاطمہؑ کی شادی ہوئی۔
- شیخ صدوقؒ نے عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ مجھے رسول اکرمؐ نے بتایا تھا کہ یا علیؑ! یہ لوگ مجھ سے اس بات پر ناراض ہیں کہ میں نے فاطمہؑ کی شادی تجھ سے کر دی ہے اور ان سے نہیں کی ہیں نے انہیں بتایا ہے۔ فاطمہ کی شادی سے میرا کوئی تعلق نہیں یہ اللہ نے کی ہے۔ جبریل نے مجھے اگر اللہ کا پیغام دیا ہے کہ۔ اگر میں علی کو پیدا نہ کرتا تو آدم تک فاطمہ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔
- کافی۔ امالی اور دیگر تمام کتب روایت میں علی ابن جعفرؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ تشریف فرما تھے۔ ایک ملک آیا۔ اور عرض کی۔ قبلہ! میرا نام محمود ہے اور میں نور کو نور سے ملانے آیا ہوں۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ کس کو کس سے؟

محمود نے کہا۔ مجھے اللہ نے بھیجا ہے میں جناب فاطمہؑ کا علیؑ سے عقد پڑھ دوں۔

جب وہ ملک واپس ہوا تو آنحضورؐ نے اسکے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا لکھا ہوا تھا۔ محمد رسول اللہ وعلی وصیہ آنحضورؐ نے اسے واپس بلا کر پوچھا۔ یہ کب سے لکھا ہوا ہے؟

محمود نے عرض کیا۔ حضور! حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بائیس ہزار برس پہلے سے لکھا ہوا ہے۔

- تفسیر فرات میں سورۂ احقاف میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی اکرمؐ کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ علیؑ کیا شادی کرنے کا ارادہ ہے؟

میں نے عرض کیا:۔

حضور! جیسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی ہوگی۔ میں یہ سمجھا کہ شاید آپ کسی قریشی عورت سے بیاہنا چاہتے ہیں۔ بات ختم ہوگئی۔ کئی دن گزر گئے۔ ایک دن میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آکر کہا۔ یا علیؑ آپ کو رسول کونینؐ یاد فرما رہے ہیں۔ جتنا جلدی ہو سکتا ہے۔ تشریف لایئے۔ جتنے آج آپ خوش ہیں۔ اس سے پہلے ہم نے کبھی انہیں اتنا خوش نہیں دیکھا۔ خدا معلوم کیا بات ہے۔

میں جلدی سے آیا۔ آپ اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور مسرت آپ کے رخ انور سے چھلک رہی

تھی۔

مجھے دیکھتے ہی فرمایا: یا علیؑ مبارک ہو! اللہ نے مجھے بہت بڑی ذمہ داری سے عہدہ برا کر دیا ہے۔ ایک عرصہ سے میں اس فکر میں تھا کہ تیری شادی فاطمہؑ سے کر دوں۔ لیکن حکم خالق کا انتظار تھا۔ آج جبریل یہ خبر لے کے آیا ہے کہ:

ذات احدیت نے جنت کے ہر درخت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے پھل نثار کرے۔ حوروں کو حکم دیا ہے، کہ وہ اپنے کو آراستہ کریں۔ اور سورہ طہٰ۔ سورہ یٰسین۔ سورہ طسم۔ سورہ حمعسق اور سورہ کہیعص گائیں تمام آسمان عرش و کرسی آج خوشی میں جھوم جائیں۔

پھر زیر عرش سے ایک منادی نے ندا دی۔ آج علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شادی ہے۔ میں تم سب کو گواہ کر رہا ہوں کہ میں نے فاطمہؑ کو علیؑ سے بیاہ دیا ہے۔

پھر اللہ نے ایک سفید بادل بھیجا۔ جس نے تمام آسمانوں عرش و کرسی اور ہر جنت میں موتی برسائے۔ پھر خالق اکبر نے راحیل کو خطبہ کا حکم دیا۔ راحیل نے یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد للہ الاول قبل اولیۃ الاولین الباقی بعد فناء العالمین نحمدہ اذ جعلنا ملائکۃ روحانیین و بربوبیتہ مذعنین ولہ علی ما انعم علینا شاکرین حجبنا من الذنوب وسترنا من العیوب واسکننا فی السماوات وقربنا الی السرادقات وحجب عنا نہم الشھوات وجعل شھوتنا فی تقدیسہ و تسبیحہ الباسط رحمتہ الواھب نعمتہ جل عن الحاد اھل الارض من المشرکین و تعالیٰ بعظمتہ عن افک الملحدین اما بعد فقد اختار الملک الجبار صفوۃ کرمہ و عبد عظمتہ لامۃ سیدۃ النساء بنت خیر النبیین وسید المرسلین و امام المتقین فوصل حبلہ بحبل رجل من اھلہ صاحبہ المصدق دعوتہ المبادر الی کلمتہ علی الوصول بفاطمۃ البتول ابنۃ الرسول۔

پھر اللہ نے تمام مکانات جنت و عرش کو حکم دیا کہ اس شادی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دو۔ میں ان دونوں کو مبارکباد بھیج رہا ہوں۔ اے گروہ انبیاءؑ

یقین رکھو! میں نے اپنی بارگاہ میں بعد الانبیاءؑ اپنی محبوب ترین کنیز کی اپنے محبوب ترین عبد سے شادی کی ہے۔

راحیل نے عرض کیا۔ بار الہا! آپ کی طرف سے کون سی برکت ہے؟

ذات احدیت نے جواب دیا۔ میں ان دونوں کو اپنی محبت پر جمع کروں گا۔ ان دونوں کو قیامت تک اپنی محبت قرار دوں گا۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان دونوں سے اپنی ایک ایسی مخلوق پیدا کروں گا۔ ایسی ذریت پیدا کروں گا جسے میں اپنی زمین کا مالک۔ اپنے علم کا مخزن اور اپنی کتاب کے رکن قرار دوں گا۔ پھر انبیاءؑ و مرسلینؑ کے بعد میں انہی کو اپنی رضا اور غضب کا مرکز بناؤں گا۔

میں نے تمام ملائکہ اور اہالیان جنت کو اس نکاح کا گواہ بنایا ہے۔ اور یہ نکاح سبز ریشم پر لکھ کر مع گواہی کے جبرئیل کو دے کر بھیج رہا ہوں تاکہ میرے حبیبؐ کو دکھا کر واپس لائے اس نکاح نامہ کو جنت الفردوس میں رکھا جائے گا۔

پھر اللہ نے شجرہ طوبیٰ کو حکم دیا۔ اس نے پھول اور پھل نثار کیے ملائکہ اور حوروں نے وہ چن کر ہار بنائے قیامت تک حوریں ان ہاروں پر فخر کرتی رہیں گی۔

مجھے جبرئیل نے بتایا ہے کہ ذات احدیت نے ان دونوں کو دو شہزادوں سے نوازا ہے۔ جو میری ذریت کے امین ہوں گے۔ انہی سے میری نسل چلے گی۔

یا علیؑ! تجھے مبارک ہو اللہ نے تجھے ایسی نعمت سے نوازا ہے۔ جس سے آج تک اور کسی کو نہیں نوازا گیا۔

اللہ نے فاطمہؑ کا عقد عرش پر تجھ سے کر دیا ہے۔ میں اسی انتظار میں تھا۔ اب چل مسجد میں تاکہ جس طرح اللہ نے عرش پر تیرا نکاح پڑھا ہے۔ میں زمین پر تیرا نکاح پڑھا دوں۔ اللہ نے اہل سماء کو گواہ بنایا ہے۔ میں اہل ارض کو گواہ بنا دوں۔

میں مسجد میں آیا۔ صحابہ جمع تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آج کیا بات ہے۔ خوش نظر آ رہے ہو؟ میں نے کہا۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔ اتنے میں رسول اکرمؐ داخل مسجد ہوئے۔

آپ نے فرمایا۔ بلال!

بلال نے عرض کیا۔ لبیک یا رسول اللہؐ۔

آپ نے فرمایا: تمام مہاجرین و انصار کو مسجد میں بلا لاؤ

تمام مہاجرین و انصار مسجد میں جمع ہو گئے۔

آپ نے فرمایا:

آپ کو معلوم ہے کہ میری فاطمہؑ عمر کے اس مقام پر پہنچ گئی۔ جس پر بیٹی والدین سے جدا ہو جاتی ہے قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے خواستگاری کی لیکن میں نے یہی جواب دیا کہ فاطمہؑ کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ میں اسی انتظار میں تھا۔

آج جبرئیل نے آکر بتایا ہے کہ اللہ نے میری بیٹی فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کر دیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا

ہے کہ میں زمین پر فاطمہ کا نکاح علیؑ سے کر دوں۔ میں تمہیں اس نکاح کا گواہ بنا رہا ہوں۔ آپ بیٹھ گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ یا علیؑ اٹھ۔ اور اپنے نکاح کا خطبہ خود ہی پڑھ۔

میں نے مختصر یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد للہ شکراً لا نعمه و ایادیه اشهد ان لا اله الا الله شهادة تبلغه و ترضیه و صلی الله علی محمد و اٰله صلوٰة تزلفه و تحظیه والنکاح مما قد امر الله به و رضیه و مجلسنا هذا مما قضاه الله و اذن فیه وقد زوجنی رسول الله ابنته فاطمة علی صداق معلوم وقد رضیت بذلك فاسئلوه واشهدوا

تمام صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا آپ نے فاطمہ کا عقد علیؑ سے کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس کے بعد مسجد میں مبارک مبارک کی آوازیں بلند ہو گئیں۔

- امالی طوسی کے مطابق مسجد میں نکاح کے بعد رسول اکرمؐ گھر تشریف لائے۔ جناب زہراؑ کے پاس گئے اور فرمایا۔ بیٹی! علیؑ سے افضل کوئی فرد کائنات میں موجود ہوتا تو اللہ تجھے اس سے بیاہتا۔ اللہ نے تجھے حق مہر میں ارض و سما کا پانی پورے کرہ ارض کا چوتھا حصہ اور جنت عنایت کی ہے۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟ تو روکیوں رہی ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان۔ مجھے اللہ اور آپ کے انتخاب پر فخر ہے۔ مجھے اس وقت ماں ٹوٹ کر یاد آ رہی ہے۔ کیونکہ بیٹی کی شادی میں ماں کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ کاش میری ماں آج زندہ ہوتی۔

یہ سن کر آنحضورؐ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے اور فرمایا۔ زہراؑ بیٹی! تو نے میرے مندمل زخم ہرے کر دیئے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ ولیمہ کے لیے کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

حضورؐ میرے حالات سے آپ واقف ہیں جو ملتا ہے کبھی گھر نہیں لایا۔ فقرا و مساکین میں بانٹ دیتا ہوں۔ میرے پاس اس وقت ایک تلوار ہے۔ ایک ذرہ ہے۔ ایک خود ہے۔ ایک گھوڑا ہے۔ اور ایک پانی لانے والی ناقہ ہے۔

آپ نے فرمایا؛

گھوڑا۔ تلوار۔ اور خود راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ البتہ تجھ جیسے مجاہد کو ذرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ذرہ فروخت کر کے ولیمہ کا اہتمام کر۔

میں ذرہ لے کر بازار گیا۔ اسے فروخت کیا۔ جو قیمت ملی لا کر آنحضورؐ کی جھولی میں ڈال دی۔ نہ میں نے گنے تھے۔ نہ آپ نے گنے۔ نہ میں نے آپ کو بتایا کہ کتنے ہیں۔ اور نہ آپ نے پوچھا کہ کتنے ہیں

(دختر نبیؐ کا جہیز)

جناب عمار دوسرے صحابہ کو لے کر بازار گیا۔ جو کچھ خرید کر لائے وہ یہ تھا۔

۱۔ ایک جوڑا کپڑے
۲۔ سیاہ خیبری چادر۔ ایک عدد
۳۔ ایک چارپائی
۴۔ دو عدد گدے ایک گدا کھجور کے پتوں سے اور دوسرا بھیڑ کی اون سے بھرا ہوا تھا۔
۵۔ چار عدد تکیے۔ جن میں کھوی بھری ہوئی تھی۔
۶۔ ایک اونی چادر۔
۷۔ ایک عدد چٹائی۔
۸۔ ایک عدد چکی
۹۔ تانبے کا ایک پتیلا۔
۱۰۔ چمڑے کا ایک بڑا مشکیزہ جس میں پانی ذخیرہ کیا جاتا ہے۔
۱۱۔ لکڑی کا ایک پیالہ۔
۱۲۔ پانی بھر کر لانے کی ایک مشک۔
۱۳۔ ایک عدد لوٹا۔
۱۴۔ ایک عدد مٹکا
۱۵۔ دو گھڑے۔

اس سامان کو دیکھ کر رسول اکرمؐ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

اللھم بارك لقوم جل آنیتھم الخزف ۔ بارالہا۔ اس گھر میں برکت عطا فرما جن کے اکثر برتن مٹی سے ہیں۔

بحار میں ہے کہ جبریل جنت سے ایک لباس لے کر آئے تھے۔ جب جناب فاطمہؑ نے زیب تن فرمایا تو تمام خواتین قریش حیرت زدہ رہ گئیں۔ اور انہوں نے جناب سیدہؑ سے پوچھا۔

بنت رسولؐ یہ لباس کہاں سے آیا ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ ھذا من عند اللہ یہ اللہ کی عنایت ہے۔

پھر آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو کھجور اور گھی خرید کر لانے کو فرمایا۔ آپ دونوں چیزیں لے کے آئے۔ آنحضورؐ کے حوالہ کیں۔ آپ نے اپنے دست ہائے مبارکہ سے دونوں کو ملا کر حلوہ بنایا۔ ایک دنبہ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور روٹیاں پکانے کا حکم بھی دیا۔ جب سالن پک چکا کھانا تیار ہو گیا۔ تو مجھے فرمایا؛

جسے بلا تا ہو۔ کھانے پر بلالو۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں گیا۔ بہت سے مسلمان موجود تھے۔ مجھے شرم آئی کہ میں کسے بلاؤں اور کسے نہ بلاؤں۔ چنانچہ میں منبر اذان جو اونچی جگہ تھی پر کھڑا ہو گیا۔ اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا آؤ۔ دختر رسولؐ کا ولیمہ آپ کا منتظر ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دوڑے اپنے بچوں۔ بھائیوں۔ اور بوڑھوں کو ساتھ لے کر آ گئے۔ آنحضورؐ خود تقسیم فرمانے لگے۔ کم و بیش چار ہزار آدمی نے ولیمہ کھایا۔ پھر آپ نے اڑوس پڑوس

میں تقسیم کرنا شروع کیا۔

جب سب کھا چکے۔ آخر میں مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا خود بھی تناول فرمایا اور میں نے بھی کھایا۔ پھر آپ نے بنات عبد المطلب۔ اور مہاجر و انصار عورتوں کو حکم دیا کہ۔ فاطمہ کو علیؑ کے گھر لے جاؤ۔ بے شک تمہیں رجز خوانی۔ خوشی۔ تکبیر اور۔ حمد الٰہی کی اجازت ہے۔ لیکن خیال رکھنا کسی عورت کی زبان سے ایسا کلمہ نہ نکلے جو ناراضگی خالق کا باعث ہو۔

• جابر سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے جناب فاطمہؑ کو اپنی ناقہ پر بٹھایا۔ جناب سلمان کے ہاتھ میں مہار دی ستر حور بی بی کے اردگرد تھی۔ آنحضورؐ جناب حمزہ۔ جناب عقیل جناب جعفر اور بنی عبد المطلب دائیں بائیں تھے۔ پیچھے ازواج نبی اور مہاجرین و انصار کی مستورات رجز خوانی کرتی ہوئی چل رہی تھیں۔

جناب ام المومنین ام سلمہ کی رجز خوانی۔

سرن بعون اللہ جاراتی	اے پڑوسنوں اللہ کا نام لے کر بڑھی چلو۔
واشکرنہ فی کل حالات۔	ہر حالت میں اللہ کا شکریہ ادا کرتی چلو۔
واذکرن ما انعم رب العلی	خالق اکبر کی نعمات کا تذکرہ بھی نہ بھولو جو
من کشف مکروہ و آفات	اللہ نے مصائب و آلام دور کر کے ہم پر کی ہیں
فقد ھدانا بعد کفر و قد	کفر کے بعد اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے اور
انعشنا رب السماوات	رب سماوات نے ہمیں نعمات میں ڈبو دیا ہے
سرن مع خیر الوریٰ نساء	افضل خواتین کے ساتھ چلو۔ جس پر
تفدی بعماتٍ و خالات یا	پھوپھیاں اور خالائیں قربان ہونا چاہتی ہیں۔
بنت من فضلہ ذو العلیٰ بالوحی	اے اس نبی کو نینؐ کی دختر جسے اللہ ذو العلیٰ نے
منہ و بالرسالات۔	وحی اور نبوت سے شرف بخشا ہے

ایک انصاریہ عورت نے یہ رجز پڑھا۔

یا نسوۃ استرن بالمعاجر	اے عورتو! اپنے پردے چادروں سے بنالو اور
واذکرن ما یحسن فی المحاضر۔	وہی کچھ کہو۔ جو ایسی محفلوں کے لیے باعث زینت ہوتا ہے
واذکرن رب الناس اذ	اس خالق کائنات کا ذکر شکر گزار انسان
یخصنا بدینہ مع کل عبد	کے ساتھ مل کر کرو جس نے ہمیں بالخصوص اسلام سے
شاکر۔	سرفراز فرمایا ہے۔

والحمد لله علی افضاله و	اللہ کے انعامات پر اس کی حمد ہے۔
الشکر لله العزیز القادر۔	اور قادر و عزیز اللہ کا شکر ہے۔
سرن بها فالله اعطی ذکرها	چلو اس کے ساتھ چلو جس کا ذکر اللہ نے فرمایا ہے اور
وخصها منه بطهر طاهر۔	جسے اللہ نے پاک و پاکیزہ شوہر سے نوازا ہے۔

ایک مہاجر خاتون نے رجز پڑھا۔

فاطمه خیر نساء البشر	فاطمہؑ تمام افراد بشر کی عورتوں سے افضل ہے۔
ومن لها وجه کوجه القمر۔	فاطمہؑ کا رخ انور چاند کی طرح دمکتا ہے۔
فضلك الله علی ذا الوری	اللہ نے تجھے پوری دنیا پر فضیلت دی ہے۔
بفضل من خص بآی الزمر	اس شخص سے جو سورہ زمر کی آیات کا مخصوص مصداق ہے۔
زوجك الله فتی فاضلا	اللہ نے تیری شادی ایک فاضل جوان سے کی ہے
اعنی علیا خیر من فی الحضر	یعنی علیؑ سے جو کرۂ ارض کے باسیوں سے افضل ہے
فرن جاراتی بها فانها	اے پڑوسنو! آگے بڑھو یہ ایک عظیم الشان
کریمة بنت عظیم الخطر۔	باپ کی عظیم بیٹی ہے۔

سعد ابن معاذ کی ماں نے یہ رجز پڑھے۔

اقول قولا فیه ما فیه	میں تو وہی بات کہوں گی جو اس میں ہے۔
واذکر الخیر وابدیه محمد خیر بنی آدم۔	اور اب تو میں اچھائی کو طشت از بام کروں گی محمدؐ تمام بنی آدمؑ سے افضل ہے۔
ما فیه من کبر ولا تیه	ان میں نہ تکبر ہے اور نہ غرور
بفضله عرفنا رشدنا	انہی کی نوازشات سے ہم نے دین کو پہچانا ہے۔
فالله بالخیر یجازیه و	اللہ انہیں جزائے خیر دے۔
نحن مع بنت نبی الهدی	ہم نبی الہدیٰ کی دختر کے ساتھ
ذی شرف قد مکنت فیه۔	چل رہی ہیں جو صاحب شرف و منزلت ہے۔
فی ذروة شامخة اصلها	فضائل کی اس بلند ترین چوٹی پر ہے جس کی بنیادیں بھی بلند ہیں۔
فما اری شیئاً یدانیه۔	مجھے تو اس کا ہمسر نظر ہی نہیں آتا۔

جب حضرت علیؑ کے گھر پہنچ گئے۔ تو آنحضورؐ نے جناب فاطمہؑ کو ناقہ سے نیچے اتارا۔ جناب فاطمہؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ حضرت علیؑ کو بلایا۔ ان کا ہاتھ بھی اپنے میں ہاتھ لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ کا ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دے کر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علی نعم الزوجة "اے علیؑ! بہترین بیوی ہے۔

پھر جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ یا فاطمة نعم البعل۔ اے فاطمہؑ۔ تیرا بہترین شوہر ہے۔

انی زوجتك اقدمهم سلماً و اکثرهم علماً و اعظمهم حلماً یا بنتی ان الله اختار من اهل الارض رجلین احدهما ابوك و الاخر بعلك

میں نے تجھے ایسے شخص سے بیاہا ہے جو سابق الاسلام ہے جو تمام لوگوں سے علم میں زیادہ اور حلم میں عظیم ہے۔ بیٹی اللہ نے کرہ ارض کے باسیوں میں سے صرف دو افراد کو منتخب کیا ہے۔ ایک تیرا باپ ہے اور دوسرا تیرا شوہر ہے۔

یا بنتی نعم الزوج زوجك لاتعصی له امرا۔

بیٹی تیرا شوہر بہترین ہے۔ کبھی اس کی نافرمانی نہ کرنا

پھر فرمایا۔ یا علیؑ!

یا علی ! ان فاطمه بضعة منی یولمنی ما یولمها و یسرنی مایسرها استودعکما الله

اے علیؑ! فاطمہؑ میرا پارہ ہے۔ مجھے ہر وہ بات غمزدہ کرے گی جس سے فاطمہؑ کو دکھ ہوگا۔ اور مجھے ہر اس بات پر خوشی ہو گی۔ جس سے زہراؑ خوش ہوگی۔ میں تم دونوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تا زندگی میں نے نہ تو کبھی دختر رسولؐ کو غمزدہ کیا اور نہ کوئی دکھ دیا۔

بحار میں مروی ہے کہ جو حق مہر جناب فاطمہؑ کو حضرت علیؑ سے ملا تھا۔ وہ تھے چار سو اسی درہم (ایک درہم تین مثقال کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ۴۸۰ × ۳ ÷ ۱۲ = ۱۲۰ تولے = ۱½ سیر چاندی بنتی ہے۔)

- امالی طوسی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ذات احدیت نے حیات فاطمہؑ تک حضرت علیؑ کے لیے کسی اور عورت سے نکاح کو حرام قرار دیا تھا۔



سیرت و اخلاق جناب فاطمہؑ

شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضاؑ میں اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ۔

ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے کسی جنگ کے بعد اپنے حصہ سے ایک ہار جناب سیدہؑ کے لیے خریدا جناب سیدہؑ نے وہ ہار گلے میں پہن لیا۔ رسول اکرمؐ تشریف لائے اور بیٹی کے گلے میں ہار دیکھا تو فرمایا:

یا فاطمہ لا یقول الناس ان بنت محمد تلبس لباس الجبابرۃ۔

اے زہراؑ! لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں ملنا چاہیے کہ دختر رسولؐ جباروں جیسے زیورات پہنتی ہے۔

بی بی نے اسی وقت ہار اتارا۔ بازار میں بھیجا۔ فروخت کیا۔ اس کے عوض ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ جب نبی اکرمؐ کو پتہ چلا۔ تو آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

- علل الشرائع میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ۔ فاطمہؑ میری بیوی تھی۔ اور نبی اکرمؐ کی نگاہ میں محبوبہ کائنات تھی۔ مگر بایں ہمہ۔

دختر رسولؐ نے اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھوں پر زخم ہو جاتے تھے۔

گھر میں اس قدر جھاڑو دیا کہ لباس غبار آلود ہو جاتا تھا

کھانا پکانے کی خاطر اس قدر آگ جلائی کہ کپڑے دھوئیں سے زرد ہو گئے۔

ایک دن میں نے کہا۔ اے بنت رسولؐ! اس قدر تکلیف اٹھاتی ہو۔ اگر اپنے بابا کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ وہ آپ کو ایک کنیز رکھنے کی اجازت دے دیں تو سہولت ہو جائے گی۔

چنانچہ دختر رسولؐ آنحضورؐ کے گھر گئیں۔ وہاں کچھ بیویاں آپ سے سخت سست کہہ رہی تھیں۔ بنت رسولؐ نے وہاں رکنا مناسب نہ سمجھا واپس آ گئیں۔

بعد میں آنحضورؐ کو پتہ چلا کہ۔ فاطمہؑ کسی کام سے آئی تھی۔ مگر بلا کچھ کہے واپس چلی گئی ہے دوسرے دن آپ صبح صبح ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور پوچھا۔

بیٹی کل کس کام سے گھر گئی تھیں؟

بی بی تو خاموش ہو گئیں۔ میں نے آپ کو جناب فاطمہؑ کی تکلیف سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو کنیز سے زیادہ بہتر ہو؟

ہم دونوں نے عرض کیا۔ حضور ضرور فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

ایسا کیا کرو۔ ہر نماز کے بعد ۳۴ مرتبہ۔ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

• بحار میں حسن بصری سے مروی ہے کہ اس امت کی خواتین میں سے دختر نبیؐ سے زیادہ عابد کوئی نہ ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ بنت نبیؐ اس قدر عبادت کرتی تھیں۔ کہ بی بی کے پاؤں متورم ہو جاتے ہے۔

• بحار میں اسی روایت کو قدرے اختلاف سے بیان کیا گیا ہے۔ مناسب ہو گا اگر یہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جب میں نے دختر رسولؐ کی گھریلو کاموں میں مصروفیت اور تکلیف دیکھی تو میں نے کہا۔ اے بنت رسولؐ! ابھی ابھی مسجد میں کافی قیدی آئے ہیں۔ اگر تو جا کے نبی اکرمؐ سے ایک کنیز مانگ لے تو کاموں میں سہولت ہو جائے گی۔

بنت نبیؐ گئیں۔ اور کچھ دیر کے بعد واپس آگئیں۔

میں نے پوچھا۔ کیا آنحضورؐ نے کنیز نہیں دی۔

بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! مجھے مانگتے ہوئے شرم آگئی ہے۔

میں نے کہا۔ چلو میں اب تمہارے ساتھ آتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں گئے۔ دختر رسولؐ خاموش کھڑی رہیں میں نے اس کی طرف سے ترجمانی کی۔

آپ نے فرمایا:

نہیں میری بیٹی! مجھ سے کبھی یہ توقع نہ رکھنا۔ میری مسجد میں جو لوگ اصحاب صفہ کے نام سے معروف ہیں ان کی تعداد چار سو ہے۔ ان کے پاس نہ کھانے کو ہے اور نہ پہننے کو۔ ان غلاموں اور کنیزوں کو فروخت کر کے میں ان پہ خرچ کروں گا۔ ہاں تم ایسا کرو۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ اس کا آخرت میں بہت زیادہ ثواب ہو گا۔

ہم دونوں واپس آگئے۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس کے بعد نبی کریمؐ پر وحی ہوئی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اما تعرضن عنهم ابتغا رحمة من ربك فقل لهم قولا ميسوراً۔

جن سے تو میری خوشنودی کی خاطر روگردانی کر لیتا ہے ان سے گفتگو کا لہجہ نرم رکھا کر۔

اس کے بعد آپ نے ایک کنیز جناب فاطمہؑ کو عنایت فرمائی اور کنیز کا نام فضہ رکھا۔

- بحار میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے جناب فاطمہؑ کو دیکھا کہ بی بی ایک وقت چکی بھی پیس رہی ہے اور حسنینؑ کو دودھ بھی دے رہی ہے۔

رسول اکرمؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔ بیٹی آخرت کی سہولت کے لیے دنیا کی تلخیاں برداشت کر لیا کر۔

بی بی نے عرض کیا۔ الحمد للّٰہ علی نعمائہ والشکر علی آلائہ اللہ کی نعمات پر حمد اور اس کے کرم پر شکر ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لسوف یعطیك ربك فترضی ۔ عنقریب اللہ تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا

- ابو لقاسم قشیری نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ۔

مجھے ایک حاجی نے بتایا ہے کہ میں حج پر جا رہا تھا۔ قافلہ سے بچھڑ گیا تھا۔ صحرا میں میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا جو آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی قل سلام فسوف تعلمون پہلے سلام کرو پھر تمہیں پتہ چل جائے گا

میں نے سلام کیا اور پوچھا اس جگہ کیا کر رہی ہو؟

اس نے یہ آیت پڑھی۔ من یھدی اللہ فلا مضل لہ جسے اللہ راہنمائی کر دے اسے کوئی نہیں بھٹکا سکتا۔

میں سمجھ گیا کہ راستہ بھول گئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو قوم جن سے ہے یا انسانوں سے ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم۔ اے بنی آدم اپنی آراستگی کو تھامے رکھو۔

میں سمجھ گیا کہ انسان ہی ہے۔ میں نے پوچھا کہاں سے آرہی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ ینادون من مکان بعید۔ بہت دور دراز کی جگہ سے انہیں پکارا جائے گا

میں سمجھ گیا کہ کہیں بہت دور سے آرہی ہے۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ للّٰہ علی الناس حج البیت ۔ اللہ نے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض کیا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ حج کو جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ کب سے قافلہ سے بچھڑی ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ لقد خلقنا السمٰوٰت والارضین فی ستۃ ایام ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ چھ دنوں سے بھٹک رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا کھانے کی ضرورت ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

ماجعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام ۔ ہم نے انہیں ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کچھ نہ کھائیں۔

میں سمجھ گیا کھانے کی ضرورت مند ہے۔ میں نے کھانا دیا۔ پھر کہا۔ ذرا جلدی چل۔ دیر ہو رہی ہے۔

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

میں سمجھ گیا اس سے زیادہ نہیں چل سکتی۔ میں نے کہا میرے ساتھ سوار ہو گی؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔

میں سمجھ گیا میرے ساتھ نہیں بیٹھتی۔ میں خود اتر آیا۔ اسے سوار کیا۔ جب سوار ہوئی۔

تو اس نے یہ آیت پڑھی:

سبحان الذی سخرلنا ھذا ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے انہیں مسخر کر دیا ہے۔

جب ہم قافلہ میں شامل ہوئے تو میں نے پوچھا تیرا کوئی اس قافلہ میں ہے؟

اس نے جواب میں یہ آیات پڑھیں:

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض ۔ ما محمد الا رسول ۔ یایحیٰ خذ الکتاب یاموسیٰ انی انا اللہ۔

میں سمجھ گیا کہ داؤد ۔ محمد ۔ یحییٰ ۔ اور موسیٰ اس کے رشتہ دار ہیں۔ میں نے قافلہ میں ان کے نام آواز لگائی

چار نوجوان فوراً آ گئے۔ اور انہوں نے آکر اس عورت کو سلام کیا۔

اس نے سلام کے جواب کے بعد یہ آیت پڑھی:

یا ابت استاجرہ ۔ بابا جان! اسے اجرت دو۔

انہوں نے مجھے بہت سا مال دیا۔

اس نے پھر یہ آیت پڑھی:

واللہ یضاعف لمن یشاء ۔ اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ سے زیادہ عطا کرتا ہے۔

انہوں نے مجھے اور دیا۔ میں نے پوچھا۔ یہ چاروں تیرے کون ہیں؟

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

المال والبنون زینۃ الحیاۃ الدنیا ۔ مال و اولاد زندگی دنیا کا حسن ہیں۔

میں سمجھ گیا یہ اس کے بیٹے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟

انھوں نے بتایا۔ یہ ہماری ماں ہے۔ اس کا نام فضہ ہے۔ دختر رسولؐ کی کنیز رہی ہے۔ بیس برس ہو رہے قرآن کے سوا کوئی بات نہیں کرتی۔

خرائج میں مروی ہے کہ جناب سیدہؑ کی کنیز ام ایمن نے بی بی کی وفات کے بعد قسم کھائی تھی کہ اب مدینہ میں نہیں رہوں گی۔ کیونکہ زہراؑ کا خالی گھر دیکھنا میرے بس سے باہر ہے۔ چنانچہ مدینہ سے مکے کے ارادہ سے روانہ ہو گئی۔ راستہ میں پانی ختم ہو گیا۔ اور آس پاس کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ جب زیادہ پیاسی ہوئی تو عرض کیا۔

یارب انا خادمة الزهراؑ أتقتلني عطشاً نا۔ اے اللہ! میں کنیز زہراؑ ہوں کیا پیاسی مروں گی۔

اللہ نے آسمان سے پانی کا جام نازل کیا۔ ام ایمن نے پیا۔ اس کے بعد سات برس تک اسے نہ پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ کھانے کی۔





دخترِ رسولؐ کا گریہ

● خصال صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ
کرہ ارض پر رونے والے پانچ ہوئے ہیں۔ جن کی مثال قیامت تک نہ ہوگی۔

۱۔ جناب آدمؑ۔ ۲۔ جناب یوسفؑ
۳۔ جناب یعقوبؑ ۴۔ جناب فاطمہؑ
۵۔ جناب سجادؑ۔

۱۔ جناب آدمؑ اتنا روئے کہ ان کے رخساروں پر نالیاں سی بن گئی تھیں۔
۲۔ جناب یعقوبؑ اس قدر روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔
۳۔ جناب یوسفؑ اس قدر روئے کہ اہل زندان تنگ آ گئے۔ اور کہنے لگے دن میں رو یا رات میں تاکہ ہم ایک وقت آرام کر سکیں۔
۴۔ جناب زہراؑ اس قدر روئیں کہ مدینہ والے تنگ آ گئے۔ اور کہنے لگے اے دخترِ رسولؐ تو نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے۔ بالآخر بنت رسولؐ قبرستان شہداء میں صبح سے لے کر شام تک رو تی تھی۔
۵۔ جناب سجادؑ ۳۵ برس اس قدر روئے کہ پانی کی جگہ خون بہنے لگا تھا۔ جب بھی پانی یا کھانا سامنے آتا رونے لگ جاتے۔ نوکر نے ایک دن عرض کیا۔ قبلہ آپ بہت زیادہ روتے ہیں۔
آپ نے فرمایا:
تجھے کیا تکلیف ہے اپنا غم والم اللہ سے عرض کرتا ہوں۔ جب بھی مجھے تین دن کے بھوکے اور پیاسے بابا میدان کربلا کی خاک پر نظر آ جاتا ہے۔ میرے آنسو میرے بس میں نہیں رہتے۔

● امالی طوسی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ وقت آخر اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔
آپؐ سے سوال کیا گیا قبلہ! کیوں رو رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

مجھے وہ وقت یاد آ رہا ہے۔ جب میری ذریت پر میری اُمت کے بدنصیب مظالم کریں گے۔ میں اب بھی نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں۔ میری زہراؑ کھڑی مجھے پکار رہی ہے مگر اس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ یہ سن کر جنابِ فاطمہؑ رونے لگیں۔

آپ نے پوچھا۔ بیٹی کیا۔ ان مصائب سے گھبرا کر رو رہی ہو؟

بی بی نے عرض کیا۔

بابا جان! ہرگز نہیں میں تو صرف اس بات پر رو رہی ہوں کہ میں آپ کا فراق کیسے برداشت کروں گی۔

• بحار میں شیخ صدوق کے ذریعہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ کا وقت آخر آیا تو دخترِ رسولؐ رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی نہ رو۔ تجھے میرے بعد اس دنیا میں ۷۲ دن رہنا ہے۔ تو سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گی۔

• کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ بنت رسولؐ آپ کے بعد ڈھائی ماہ زندہ رہیں کسی نے آپ کو کبھی نہ مسکراتے دیکھا۔ اور نہ خوش۔ قبرستانِ شہداء میں آ کر بین کرتیں اور فرماتیں میرے بابا یہاں تھے۔ اور مشرکین اس جگہ ہوں گے۔

• کافی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ میں نے جس قمیص میں رسولِ کائناتؐ کو غسل دیا تھا۔ کبھی کبھی جنابِ فاطمہؑ مجھ سے وہ قمیص مانگ لیتی تھیں۔ اسے سونگھتی تھیں اور غش کر جاتی تھیں۔

• من لا یحضرہ الفقیہ میں شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد بلال نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن جنابِ فاطمہؑ نے کہا۔ مدت گزر گئی ہے بابا کے بلال مؤذن نے اذان نہیں کہی۔ دل ترستا ہے کبھی بلال کی اذان سن لیتی۔ بلال کو پتہ چلا تو وہ مسجد میں آیا اور اذان شروع کی۔

بلال نے چار مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ جنابِ فاطمہؑ کا گریہ بڑھ گیا۔

جب بلال نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا۔ بی بی نے ایک سرد آہ کھینچی اور غش کر گئی۔ بلال سے کہا گیا۔ بلال اذان روک دے۔ دخترِ رسولؐ دنیا سے چل بسی ہے۔

جب طویل غش کے بعد افاقہ ہوا تو بی بی نے فرمایا۔ بلال سے کہو اذان مکمل تو کرے۔

بلال نے معذرت کر لی اور عرض کیا کہ۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری اذان دخترِ رسولؐ کی وفات کا سبب بنے۔

• امالی صدوق میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضورؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ ہم سب آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ رونے کا سبب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

آج تمہیں اپنے سامنے خوشحال دیکھ کر مجھے وہ وقت یاد آرہا ہے۔ جو میرے بعد تم پر آنے والا ہے۔ اور میری امت کے بدنصیب تم سے سلوک کرنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

تیرے سر میں مسموم تلوار سے ضرب لگے گی۔ زہراؑ کا پہلو زخمی ہوگا۔ حسنؑ کی ران زخمی ہوگی۔ زہر سے شہید ہو گا۔ اور حسینؑ مظلوم اور تنہا شہید ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! اللہ نے ہمیں دنیا میں پیدا ہی امتحان کے لیے کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

ہاں! یا علیؑ۔ تجھے بشارت ہو تجھ سے محبت صرف مومن اور عداوت صرف منافق ہی رکھے گا۔

کامل الزیارت میں حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مجھے اپنے آباءِ اجداد کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت پہنچی ہے کہ۔

جب میں معراج پر گیا۔ تو اللہ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ۔ اللہ آپ کا صبر آزمانے کی خاطر تین امور سے آزمائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ بارالہا! میں تیرے ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔ مجھے صبر ہی تو تیری ذات ہی سے ملے گا وہ تین آزمائشیں کیا ہوں گی؟

ارشادِ قدرت ہوا۔ پہلی آزمائش تو تیرے اور تیرے اہلبیتؑ کی بھوک ہوگی۔

میں نے عرض کیا۔ بارالہا مجھے قبول ہے۔ میں تجھ ہی سے صبر کی توفیق کا خواستگار ہوں۔

دوسری آزمائش۔

تیری نبوت کی تکذیب۔ خوف۔ اہل کفر سے جنگ اور اہل نفاق کی اذیتیں۔ ہوں گی۔

میں نے عرض کیا۔ بارالہا مجھے قبول ہے۔ توفیق صبر سے تو ہی نوازے گا۔

تیسری آزمائش:

تیرے بعد تیرے اہلبیتؑ کے مصائب ہوں گے۔ تیرے بھائی علیؑ کو تیرے بعد تیری امت کی طرف سے سب وشتم ملے گا۔ تیری امت اسے تیرے منبر سے محروم کر کے کمزور بنا دے گی۔ مظالم ہوں گے۔ اور بالآخر نتیجہ شہادت ہوگا۔

میں نے عرض کیا۔ یہ مجھے قبول ہے۔ تجھ ہی سے توفیق صبر ہوگی۔

تیری بیٹی مظلومہ ہوگی۔ محرومہ ہوگی۔ جو کچھ نواسے دے کے آئے گا اس سے چھین لیا جائے گا۔ اس کے صدف عصمت میں موجود بچہ شہید ہوگا بلا اجازت اس کے گھر میں داخل ہو جائیں گے اس کے پہلو پر پڑنے والی ضرب اس کی شہادت کا سبب ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بار الٰہا میں راضی ہوں۔ تجھ ہی سے توفیق صبر کا طالب ہوں۔

ارشاد ہوا تیرے ایک نواسے کو زہر جفا سے شہید کر کے اس کے جنازہ پر تیر برسائے جائیں گے۔ اور دوسرے کو بلا کر مع اس کی ذریت کے بھوکا اور پیاسا پس گردن سے شہید کیا جائے گا۔ پھر تیری بہو بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتار لی جائیں گی۔ انہیں شہر بشہر اور دربدر تشہیر کیا جائے گا۔

اس کے بے گناہ قتل کو میں قیامت میں حجت قرار دوں گا۔ اس پر اہل ارض وسما گریہ کریں گے۔

میں نے عرض کیا!

بار الٰہا! مجھے منظور ہے۔ ان امتحانات کے بعد ہمارا مقام کیا ہوگا!

ارشاد قدرت ہوا۔ تیرے بھائی کو میں ناجی اور ناری کی علامت قرار دوں گا۔ علیؑ تیرے حوض کا ساقی ہوگا۔ میری مخلوق میں سے جس کسی کے دل میں تیرے بھائی کی رائی برابر بھی محبت ہوگی۔ میں اسے جہنم میں نہیں ڈالوں گا تیرے دونوں مظلوم اور شہید بیٹوں سے میں اپنے عرش کو آراستہ کروں گا۔ تیرے بیٹوں کے زائرین اور ان کی محبت میں گریہ کرنے والوں کو وہ اجر دوں گا کہ اہل محشر حیران رہ جائیں گے۔

تیری بیٹی کو میدان محشر کا حکمران بناؤں گا۔ اس کو کھلی اجازت دوں گا۔ آج جو فیصلہ تو کرے گی۔ مجھے قبول ہوگا۔ اپنے دشمنوں میں سے جسے چاہے جہنم بھیج دے۔ اس دن ظالم کہے گا۔

ا۔	واحسرتاہ علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ۔	ہائے افسوس میں نے اللہ کی زمین پر کتنی کوتاہیاں کی ہیں۔
ب۔	یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا	کاش میں نبی اکرمؐ کی بتائی ہوئی راہ چلتا۔
ج۔	یالیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلا۔	کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔
د۔	حتی اذا جاءنا قال یالیت بینی و بینک بعد المشرقین فبئس القرین۔	جب ہمارے دربار میں آئے گا تو اپنے ساتھی سے کہے گا۔ کاش تیرے اور میرے مابین مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ تو بہت برا ساتھی تھا۔
ھ۔	لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون۔	(ہم کہیں گے) اب یہ باتیں تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گے جس طرح ظلم کرنے میں تم شریک تھے اسی طرح اب عذاب میں بھی تم سب برابر

کے شریک ہو۔

اہل نجات بارگاہ خالق میں عرض کریں گے۔

و۔ ربنا ارنا الذین من الجن و الانس نجعلھما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین۔

اے اللہ جن وانس میں سے ہمیں وہ دونوں مجرم دکھا تو دے تاکہ ہم ان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں تاکہ وہ دونوں ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں۔

ان گمراہ کنندگان کو اس کے سامنے لایا جائے گا۔ جس کا وہ انکار کرتے تھے۔ اور اس وقت کی قرآن نے یوں تصویر کشی کی ہے۔

ز۔ فلما رأوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل لھم ھذا الذی کنتم بہ تدعون۔

جب وہ اسے اپنے قریب دیکھیں گے تو ان کفار کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ پھر انہیں کہا جائے گا یہی ہے وہ جس سے تم حجت بازی کرتے تھے۔

سب سے پہلا فیصلہ جناب محسنؑ ابن علیؑ وفاطمہؑ کا ہوگا۔ اس کے بعد میری ذریت کے دیگر شہداء کے ظالم اور قاتل میدان محشر میں لائے جائیں گے۔

واقعہ بیعت حضرت علیؑ :

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں کتاب سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت کی ہے۔ کہ ہم عبداللہ ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وفات نبیؐ پر افسوس کر رہے تھے۔

حضرت علیؑ۔ بنی ہاشم۔ سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ اور بریدہ چند ایک صحابہ بیعت کرنے سے رہ گئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا :

دیکھ ان مذکورہ چند افراد کے سوا دیگر تمام لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے۔ اور یہ لوگ اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک علیؑ بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے چچازاد قنفذ سے کہا۔ جا اور علیؑ سے کہو تجھے خلیفۂ رسولؐ بلا رہا ہے۔

قنفذ آیا۔ اور حضرت سے چلنے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

قنفذ! تو صرف پیغامبر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تو جا اور ابوبکرؓ سے کہدے۔ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ۔ نبی اکرمؐ نے تجھے خلیفہ نہیں بنایا .... اور تو یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ خلیفہ رسولؐ کون ہے۔

قنفذ نے واپس آکر۔ حضرت علیؑ کا پیغام پہنچایا:

حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ پیغام سنا تو انہوں نے کہا۔ واقعاً علیؑ سچ ہی کہتے ہیں کہ۔ نبی اکرمؐ نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ غضبناک ہو کر اٹھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بٹھا لیا۔ اور پھر قنفذ سے کہا۔ اب جا اور علیؑ سے کہہ تجھے امیر المومنین ابوبکرؓ بلا رہے ہیں۔

قنفذ نے آکر حضرت علیؑ کو یہ پیغام دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

بخدا! ابوبکرؓ نے یہ بھی درست نہیں کہا جا اور ابوبکرؓ سے کہہ دے کہ۔ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ تم نے اپنے لیے وہ نام استعمال کیا ہے۔ جس کے متعلق تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ امیر المومنین تم نہیں کوئی اور ہے۔

قنفذ نے آکر حضرت علیؑ کا جواب سنایا۔

حضرت عمرؓ پھر ایک مرتبہ اٹھے اور کہنے لگے۔ بخدا میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ باتوں میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے جب تک یہ شخص قتل نہیں ہوگا اس وقت تک ہماری بات نہیں بنے گی۔ اب مجھے جانے دیں۔ میں ان کا سر ابھی لے کے آتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کو قسم دے کر بٹھا دیا۔ اور قنفذ سے کہا۔ جا اب علیؑ سے کہہ۔ کہ تمہیں ابوبکرؓ بلا رہے ہیں۔

قنفذ نے آکر حضرت علیؑ کو پیغام دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا

قنفذ جا ابوبکرؓ سے کہہ۔ میں وصیت نبی کریمؐ پر عمل کر رہا ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اور جو کچھ کر رہے ہو۔ میں نے اس میں مداخلت نہیں کی۔ تم بھی مجھے کچھ نہ کہو۔ مجھے اپنے حبیبؐ کی وصیت کو عملاً مکمل کر لینے دو۔

قنفذ نے آکر ابوبکرؓ کو حضرت علیؑ کا پیغام دیا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ آپے سے باہر ہو گئے۔ خالد ابن ولید اور قنفذ کو بلا کر کہا۔ لکڑیاں اور آگ لے کر فوراً میرے پیچھے آؤ۔

جناب زہراؑ کے دروازہ پر آئے۔

جناب فاطمہؑ دروازہ کے عقب میں سر پر پٹی باندھے اپنے بابا کے غم میں بیٹھی رو رہی تھیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا۔

اے ابوطالب کے فرزند علیؑ دروازہ کھولو!

دختر رسولؐ نے فرمایا: اے عمرؓ تم ہم سے کیا لینے آئے ہو؟ کیا تم ہم سے غم وفاتِ رسولؐ بھی چھین لینا چاہتے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ دروازہ کھولو ورنہ ہم تمہارے گھر کو مع تمہارے آگ لگا دیں گے۔

دخترِ رسولؐ نے فرمایا: عمرؓ اللہ سے ڈرو۔ میرے گھر میں موجود افراد کو جلاتے ہو۔

پھر عمرؓ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ دروازہ جل گیا۔ عمرؓ نے دھکا دیا جلتا ہوا دروازہ گر گیا۔

بنت رسولؐ نے باآواز بلند فریاد کی۔ یا ابتاہ یا رسول اللہ!

عمرؓ نے تلوار جو میان میں تھی۔ تلوار کا میان دخترِ رسولؐ کے پہلو پر مارا۔

دخترِ رسولؐ نے ایک مرتبہ پھر واابتاہ کی فریاد کی۔ حضرت عمرؓ نے دوسری مرتبہ دخترِ رسولؐ کے بازو پر نیام مارا۔ حضرت علیؑ اٹھے۔ تلوار کی طرف بڑھے۔ اتنے میں خالد ابن ولید اور دوسرے سرکاری افراد نے ہر طرف سے گھیر کر حضرت علیؑ کو گرفتار کر لیا۔

ادھر بنی ہاشم اور مقداد وغیرہ نے تلواریں نکال لیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو! ہم اگر اسلام کے لیے لڑ سکتے ہیں تو کیا اسلام کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے۔ تمام غیر مسلم ہماری اس لڑائی پر بغلیں بجائیں گے۔ میں اتنا کمزور نہیں۔ مجھے میرے آقا کی وصیت ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں انہیں کرنے دو ہماری طرف سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یہ لوگ گرفتار کر کے حضرت علیؑ کو مسجد میں لے جانے لگے۔ دخترِ رسولؐ نے دامن حضرت علیؑ پکڑ لیا اور فرمایا:

خلوا عن ابی الحسنؑ۔ ابو الحسنؑ کو چھوڑ دو۔

ایک دو مرتبہ تو ان لوگوں نے دخترِ رسولؐ سے کہا کہ دامن علیؑ چھوڑ دے۔ لیکن جب بی بی نے نہ چھوڑا تو قنفذ نے ہاتھ پر تازیانہ مارا۔ جس سے نہ صرف دامن علیؑ چھوٹ گیا۔ بلکہ تا دمِ آخر بی بی کا یہ ہاتھ تسبیح خدا سے بھی محروم ہو گیا۔

تازیانہ کے ساتھ بی بی کو ایک دھکا بھی دیا۔ جس سے بی بی اپنے گھر کے فرش پر بیٹھ گئیں۔ اور ذریتِ رسولؐ کا پہلا شہید محسنؑ ابن علیؑ و فاطمہؑ صدف عصمت میں اپنی مدت مکمل ہونے سے پہلے دنیا میں آ کر نانا کی آغوش میں چلا گیا۔ یہی وہ شہزادہ تھا۔ جس کے متعلق جناب سیدہؑ نے دمِ آخر عرض کیا تھا۔

بابا جان! میرے پہلے دونوں بیٹوں کے نام آپ ہی نے تجویز کیے تھے۔ اب جو بچہ آنے والا ہے۔ آپ تو اللہ کے ہاں جا رہے ہیں۔ اس کا نام کون تجویز کرے گا؟

آنحضورؐ نے آنسو بہا کر فرمایا تھا۔ زہراؑ! تیرے اس بچے کی قسمت میں دنیا کی زندگی نہیں ہے۔ قبل از وقت شہید ہوگا۔ ویسے اللہ نے اس کا نام محسن رکھا ہے۔

جب حضرت علیؑ کو مسجد میں لایا گیا۔ تو آپ کے ساتھ آپ کے موالی بھی تھے۔

بریدہ ابن خصیب سلمی نے کہا۔

اے حضرت عمرؓ! پورا عرب جانتا ہے کہ تمہاری حقیقت کیا ہے؟ لیکن آج تو برادر و وصی رسولؐ سے یہ سلوک کرنے کے علاوہ دخترِ رسولؐ کو بھی نیام سے مار چکے ہو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟

خالد ابن ولید نے تلوار میان سے نکال کر بریدہ کو مارنا چاہا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اسے منع کر دیا۔

حضرت علیؑ کو ابوبکر کے پیش کیا گیا۔

حضرت علیؑ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے ابوبکرؓ! تم کتنا جلدی اہلبیتؑ نبیؐ کے خلاف ہو گئے ہو۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کون سا حق ہے؟

وہ کون سی میراث ہے اور؟

وہ کون سی حیثیت ہے جس کی بنا پر تم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی ہے؟

کیا کل (مقام غدیر پر) خود تم نے حکم رسولؐ سے میری بیعت نہیں کی تھی؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ علیؑ یہ باتیں چھوڑ۔ اب اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں زندہ ہوں تو بھی اللہ کا بندہ اور برادرِ رسولؐ کی حیثیت سے زندہ ہوں اور اگر قتل کر دیا گیا تو بھی میری یہی حیثیت رہے گی۔

بریدہ نے کہا۔ اے ابوبکرؓ و عمرؓ کل تم ہی نہیں تھے جنہیں نبی اکرمؐ نے بالخصوص یہ حکم دیا تھا۔ جاؤ اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ اور تم دونوں نے ہزاروں کے مجمع میں جا کر حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا تھا؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ بریدہ وہ بات ضرور تھی۔ لیکن حالات بدلتے رہتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ او بریدہ تو کیوں بیچ میں ٹانگ اڑا رہا ہے۔

بریدہ نے کہا۔ بخدا! میں کبھی اس شہر میں نہ رہوں گا۔ جس میں تم دونوں ہوں گے۔ یہ کہہ کر بریدہ نکل ہی رہا تھا کہ سرکاری غلاموں نے جناب بریدہ کی پٹائی شروع کر دی اور پھر دربار سے نکال باہر کیا۔

جناب سلمان نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکرؓ اللہ سے ڈرو اس جگہ کو ان کے لیے چھوڑ دو۔ جنہیں اللہ نے اس جگہ کے لیے بنایا ہے۔ کاش ہمیں وصی رسولؐ اجازت دے دیتا، اگر ہم اس جگہ کو خالی نہ کرا سکتے تو کم از کم اپنی جان تو دے سکتے تھے۔ ویسے یاد رکھو! آج کے بعد مصائب۔ قحط۔ گروہ بندی۔ اور عذاب الٰہی کے سوا کچھ بھی نہ دیکھو گے۔

حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ یہ شخص تیری بیعت سے مسلسل انکار کیے جا رہا ہے۔ اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ کیا ہمیں اجازت ہے کہ انہیں قتل کر دیں؟۔

جب حسنینِ شریفینؑ نے عُمر کی یہ بات سنی تو بے ساختہ رونے لگے۔

حضرت علیؑ نے دونوں کو سینہ سے لگا کر فرمایا۔ بیٹے اطمینان رکھو! یہ بزدل کبھی مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اور نہ میری موت ان کے ہاتھ سے ہوگی۔

جناب ام المومنینؑ ام سلمہ اور نبی اکرمؐ کی آیا جناب ام ایمن دونوں مسجد میں داخل ہوئیں اور دونوں نے کہا۔

اے عتیق (ابوبکر کا نام ہے) تم نے آلِ محمدؐ سے پوشیدہ حسد بہت جلدی ظاہر کر دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا ان دونوں کو مسجد سے نکال دو۔ یہاں عورتوں کا کیا کام ہے؟

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا۔ اٹھو اور بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میں نہ کروں تو؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ پھر ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ضحاکہ کے بیٹے تم کیا کہہ رہے ہو تم بہت بڑے بزدل ہو۔۔۔ تم سے ایسا نہیں ہو سکے گا۔ خالد ابن ولید تلوار لے کر آگے بڑھے اور کہنے لگے بخدا! اگر تم نے بیعت نہ کی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت علیؑ نے خالد کے گلے پہ ہاتھ رکھا اور اٹھا کر زمین پر اس طرح پھینکا کہ تلوار کہیں رہ گئی اور خالد کہیں رہ گئے۔ عمرؓ نے پھر کہا۔

علیؑ اب آگے بڑھو اور بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میں نہ کروں تو؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

اس کے بعد ابوبکرؓ منبر سے نیچے اترے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ اور کہنے لگا بس علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ اسے جانے دو۔

احتجاج میں ہے جب حضرت علیؑ کو مسجد میں لے گئے اور جناب سیدہؑ کو غش سے افاقہ ہوا تو اٹھیں۔ اور درِ مسجد پر آ کر فرمایا:

خلوا عن ابن عمی۔ میرے چچازاد کو چھوڑ دو۔۔۔ اگر تم نے نہ چھوڑا۔

تو میں اپنے بال کھول لوں گی قمیص رسولؐ اپنے سر پہ رکھ لوں گی۔ اور بارگاہ خالق میں فریاد کروں گی۔ یقین رکھو!

حضرت صالح کا مقام میرے بابا سے۔ ناقہ صالح کا مقام میرے مقام سے۔ اور ناقہ صالح کے بچہ کا مقام میرے بچوں سے اللہ کی بارگاہ میں زیادہ نہیں ہے۔

جناب سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا مسجد نبوی کی دیواریں زمین سے بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اتنا بلند ہوئیں

کر نیچے سے آدمی باسانی گزر سکتا تھا۔ مسجد میں موجود افراد کانپنے لگے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

سلمان! جا اور دختر رسولؐ سے کہہ۔ علیؑ تجھے بد دعا کرنے سے روک رہے ہیں۔

میں دوڑ کر قبر نبیؐ پہ آیا۔ تو دیکھا قمیص نبیؐ رسول زادیؑ کے ایک ہاتھ پہ تھی۔ ایک ہاتھ شاید پہلو پہ مصروف تھا

میں نے عرض کیا۔ اے دختر نبیؐ آپ رحمۃ للعالمینؐ کی بیٹی ہیں۔

بی بی نے فرمایا:

سلمان تو نے دیکھا جو سلوک میرے ساتھ ہوا ہے۔ یہ تو میں برداشت کر گئی تھی۔ اب کیا یہ لوگ مجھے یتیمی کے بعد بیوہ اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ بی بی۔ مجھے ابوالحسنؑ نے حکم دیا ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ اچھا اگر انکا حکم ہے تو میرا سر تسلیم خم ہے۔





قبضۂ فدک

احتجاج طبرسی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب بیعت ابوبکر کا معاملہ مستحکم ہوگیا اور انہوں نے قدرے سکون محسوس کیا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ۔ فدک پر اپنے آدمی بھیج دیئے۔ اور دخترِ رسولؐ کا وکیل وہاں سے نکال دیا۔

وکیل جناب فاطمہؑ نے آکر بی بی کو بتایا۔ کہ مجھے سرزمین فدک سے نکال دیا گیا۔ اور حکومت نے زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ دخترِ رسولؐ مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور فرمایا۔ ابوبکرؓ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فدک حیات نبیؐ ہی میں آنحضورؐ نے حکم خدا سے مجھے دیا تھا۔ اور آپ نے قبضۂ فدک بھی اپنی زندگی میں دے دیا تھا۔ فدک میں میرا ہی کارندہ رہتا تھا۔ تم نے مجھے کیوں بیدخل کر دیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔

دخترِ رسولؐ اگر اس بات کا کوئی گواہ ہے کہ آنحضورؐ ہی نے آپ کو دیا تھا تو گواہ پیش کرو۔

جناب ام ایمن جو آنحضورؐ کی آیا تھی نے کہا۔ ابوبکر کیا تم نے نبی کریمؐ سے یہ سنا ہے کہ ام ایمن اہل جنت سے ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی کونینؐ نے تیرے لیے یہ فرمایا ہے۔ اور میں نے سُنا ہے۔

جناب ام ایمن نے فرمایا:

اب جب کہ تم میرے جنتی ہونے کی گواہی دے رہے ہو تو میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک نبی کونینؐ نے جناب فاطمہؑ کو اس وقت دیا تھا۔ جب ذات احدیت نے یہ آیت بھیجی تھی۔ آت ذاالقربی حقه۔ اپنی قریب ترین عزیزہ کو اس کا حق دے دے۔

جناب ام ایمن کے بعد جناب حسنینؑ اور حضرت علیؑ نے بھی شہادت دی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان شہادتوں کو قبول کر کے فدک جناب سیدہؑ کے حوالہ کرنے کا لکھدیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے۔

حضرت عمرؓ نے جناب سیدہ کے ہاتھ میں تحریر دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ فدک کا قبضہ ہے چونکہ ام ایمن حسنینؑ۔ اور علیؑ نے گواہی دی ہے اس لیے میں نے فدک دخترِ رسولؐ کو واپس کر دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے وہ تحریر بنت نبیؐ کے ہاتھ سے لے لی۔ اسے پھاڑ ڈالا۔ اور کہا۔ حسنینؑ کم سن ہیں۔ ام ایمن عورت ہے۔ اور علیؑ شوہر زہراؑ ہے ان کی گواہی کیسے قبول ہوگی۔

اس وقت حضرت فاطمہؑ نے عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یقر الله بطنك كما بقرت كتابي اے عمر تیرے شکم کو اس طرح چیرے جس طرح تو نے میری تحریر کو پھاڑا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی نے ایک خطبہ دیا۔ جو آگے چل کر ہم پیش کر رہے ہیں۔

پھر حضرت علیؑ ابوبکرؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ابوبکرؓ جس چیز پر دخترِ نبیؐ حیات نبیؐ میں حکم خدا و نبیؐ سے قابض اور مالک ہو چکی تھی۔ اب تم نے اس سے کیوں چھین لی ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ فدک تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ اگر جناب سیدہؑ کے پاس اس کی ملکیت ہونے کے گواہ ہوں تو ہم اس کے حوالے کر دیں گے ورنہ ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا! ابوبکرؓ کیا تم صرف ہمارے معاملہ میں قرآن کے خلاف فیصلہ کرنے چلے ہو؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ میں نے ایسا کب کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر میں مسلمانوں کی کسی چیز پر قبضہ کر کے دعویٰ کر دوں کہ یہ میری ہے تو کیا تم گواہ مجھ سے مانگو گے یا مسلمانوں سے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا سیدھی سی بات ہے چونکہ مدعی آپ ہوں گے اس لیے میں گواہ آپ سے مانگوں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

پھر دخترِ رسولؐ کے سلسلہ میں تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔ فدک کسے معلوم نہیں کہ حیات رسولؐ سے فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے۔ اب اگر مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ فدک ہمارا ہے تو تمہیں مسلمانوں سے گواہ مانگنا چاہیے تھے کیونکہ وہ مدعی ہیں۔ جیسا کہ تم نے مجھ سے کہا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ علیؑ! ہم باتوں میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے! اگر کوئی گواہ ہے تو لاؤ ورنہ جاؤ۔

حضرت علیؑ نے عمرؓ کی طرف توجہ نہ دی اور ابوبکرؓ سے فرمایا۔ کیا تم قرآن کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ ہاں کرتا رہتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ۔ انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

میں مصداق تطہیر دیگر افراد جو بھی ہوں۔ ان میں دختر رسولؐ یقیناً شامل ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے تم سب اس آیت کے مصداق ہو؛

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

اگر چند لوگ دختر رسولؐ کے خلاف کسی جرم کا دعویٰ کریں تو کیا کرے گا؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جس طرح دیگر مسلمان عورتوں کو اس جرم کی سزا دوں گا اسی طرح دختر نبیؐ کو بھی سزا دوں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

تجھے معلوم ہے ایسی صورت میں تو عنداللہ کافر ہو جائے گا!

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ وہ کس لیے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو شخص اللہ کی شہادت مسترد کرکے لوگوں کی گواہی مان لے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے جب اللہ تطہیر زہراؑ کی شہادت دیتا ہے۔ اور تو اللہ کی شہادت کو رد کرکے لوگوں کی شہادت قبول کرتا ہے تو پھر اسلام کہاں رہ جائے گا۔ جیسا کہ تو اب کر رہا ہے۔ تو نے اپنی رانوں پر پیشاب کرنے والے ایک عرب بدو کی بات مان کر دختر رسولؐ کو اس کے اس حق سے محروم کر دیا ہے جو اسے حیات رسولؐ میں خود آنحضورؐ نے حکم خدا سے دیا تھا

جب دربار برخواست ہوا۔ اور عمر و ابوبکر اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ تو ابوبکرؓ نے عمرؓ کو اپنے گھر بلایا۔ جب عمرؓ آگئے۔ تو

ابوبکرؓ نے کہا۔ آج علیؑ کی باتیں سن لی ہیں؟

عمرؓ نے کہا۔ ہاں سن لی ہیں۔

ابوبکرؓ نے کہا۔ اگر ایسا ہوتا رہا تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔

عمرؓ نے کہا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

ابوبکرؓ نے کہا۔ یہ بہت بڑا کام ہے اس پر کون آمادہ ہوگا۔

عمرؓ نے کہا۔ خالد ابن ولید سے کہتے ہیں وہ آمادہ ہو جائے گا۔

خالد کو بلایا گیا۔ جب خالد آگیا۔ تو ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے خالد سے کہا۔ ہم تجھ سے ایک بہت بڑا کام لینا چاہتے ہیں

خالد نے کہا۔ جو کام لینا ہے میں حاضر ہوں آپ کی خاطر میں علیؑ کو بھی قتل کر سکتا ہوں۔

دونوں نے کہا۔ بس کام بھی یہی ہے۔

خالد نے کہا۔ پھر کہاں قتل کرنا ہے؟

ابوبکرؓ نے کہا آج ہم نماز پر علیؑ کو بلاتے ہیں تم ان کے ساتھ کھڑے ہو جانا۔ آخری رکعت میں تشہد پر بیٹھے ہوئے

سلام سے پہلے میں اشارہ کروں گا اس وقت قتل کر دینا۔

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر اور والدہ خال المومنین محمد ابن ابوبکرؓ یہ مشورہ سن رہی تھی۔ اس نے کنیز کو بھیج کر حضرت علیؑ کو اطلاع دی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے معلوم ہے مگر یہ لوگ میرے قاتل نہیں ہیں۔ آج میں نماز کے لیے مسجد میں جا رہا ہوں۔

حضرت علیؑ نے وضو کیا۔ مسجد میں آ گئے۔ جب نماز شروع ہوگئی تو پروگرام کے مطابق خالد حضرت علیؑ کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ دوران نماز ابوبکرؓ نے سوچا کہ قتل علیؑ کا ہضم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ کو مار کر منبر اور مسند بھی گنوا بیٹھوں۔ نماز اپنے اختتام کے قریب ہوئی تشہد میں بیٹھے ہوئے ابوبکرؓ فکر میں ڈوبے ہوئے تھے تشہد میں اتنی طویل خاموشی کا وقفہ آ گیا کہ لوگ سمجھے شاید ابوبکرؓ کو سلام کہنا ہی بھول گیا ہے۔ لوگوں نے پیچھے سے اشاراتی طور پر کھانسنا شروع کر دیا۔ آخر ابوبکرؓ نے کہا۔

لا تفعل یا خالد ما امرتک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خالد جو کچھ تجھ سے کہا گیا تھا۔ اس پر عمل نہ کرنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ خالد ان لوگوں نے تجھے کیا حکم دیا تھا۔ خالد نے کہا انہوں نے مجھے حکم قتل دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کیا واقعاً تو مجھے قتل کرتا؟

خالد نے کہا۔ اگر ابوبکرؓ قبل از سلام منع نہ کرتا تو یقیناً تعمیل حکم کی کوشش کرتا۔

حضرت علیؑ نے ایک ہاتھ خالد کے گلے میں اگلی طرف اور دوسرا ہاتھ گردن میں رکھ کر اسے اٹھایا۔ اٹھا کر پھینکا پھر اوپر چڑھ گئے۔ عمرؓ نے چیخ کر کہا۔ علیؑ خالد کو مار ڈالیں گے۔ جو بھی حضرت علیؑ کے قریب آتا تاکہ خالد کو چھڑائے حضرت علیؑ اس کی طرف دیکھتے وہ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ جاتا۔ خالد نیچے پڑا پھڑک رہا تھا۔ خالد کا وضو ٹوٹ گیا۔ کپڑے نجس ہو گئے۔ کسی نے عبداللہ ابن عباس کو بلایا۔

جناب عبداللہ نے آکر عرض کیا۔ یا علیؑ تجھے صاحب قبر۔ اس کی بیٹی۔ اور اس کے بیٹوں کا واسطہ اسے چھوڑ دیں۔ اس وقت حضرت علیؑ نے خالد کو چھوڑ دیا۔ اور پھر واپس گھر آ گئے۔ نماز عشا گھر میں ادا کی۔



خطبۂ دختر رسولؐ

دربار ابوبکرؓ میں

● یوں تو دختر رسولؐ کا یہ خطبہ موافق و مخالف ہر ایک نے نقل کیا ہے البتہ ہم احتجاج سے نقل کر رہے ہیں عبداللہ ابن حسن نے اپنے اباء سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فدک واپس کرنے کا قطعی انکار کر دیا تو دختر رسولؐ نے چادر اوڑھی مہاجرین و انصار کی چند مستورات کو ساتھ لیا دربار میں آئیں۔ دیگر بی بیوں نے آپ کے سامنے پردہ تانا۔ دختر نبیؐ نے پہلے گریہ کیا پھر یہ خطبہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا اَنْعَمَ وَلَهُ الشُّكْرُ عَلٰى مَا اَلْهَمَ وَالثَّنَاءُ بِمَا قَدَّمَ مِنْ عُمُوْمِ نِعَمٍ اِبْتَدَاَهَا وَاَسْبُوْغِ آلَاءٍ اَسْدَاهَا۔

اللہ کے انعامات پر حمد ہے۔ اس کے الہامات پر شکر ہے۔ اس کی ابتدائی اور کامل تمام عمومی نعمات پر اسی کی ثناء ہے۔

وَتَمَامِ مِنَنٍ وَالَاهَا جَمَّ عَنِ الْاِحْصَاءِ عَدَدُهَا وَنَاٰى عَنِ الْجَزَاءِ اَمَدُهَا وَتَفَاوَتَ عَنِ الْاِدْرَاكِ اَبَدُهَا۔

اس کی تمام ان نعمات پہ حمد ہے جن کا شمار کسی کے بس میں نہیں۔ جن کی جزا کسی صورت میں ممکن نہیں؟ جن کا ادراک نا ممکن ہے۔

وَنَدَبَهُمْ لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ لِاتِّصَالِهَا۔ اِسْتَحْمَدَ اِلَى الْخَلَائِقِ بِاِجْزَالِهَا وَثَنّٰى بِالنَّدْبِ اِلٰى اَمْثَالِهَا۔

اتصال نعمات میں اضافہ کو شکر سے وابستہ کیا ہے، اپنی مخلوق کو مزید دینے پر حمد چاہی ہے۔ اور ان جیسی نعمات میں دوبارہ اضافہ فرمایا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ كلمة جعل الاخلاص تاويلها وضمن القلوب موصولها۔

میں اللہ کے واحد اور لاشریک معبود ہونے کی گواہی دیتی ہوں۔ ایسا کلمہ جس کی تاویل خلوص ہے اور دلوں کی وابستگی کی ضمانت موجود ہے۔

واناز في الفكر معقولها الممتنع من الابصار رؤيته ومن الالسن صفته ومن الاوهام كيفيته ابتدأ الاشياء۔

اللہ نے فکر میں قندیل عقل روشن کی۔ آنکھوں سے اس کی رویت نا ممکن ہے۔ زبانیں اس کی تعریف سے قاصر ہیں۔ وہم اس کی کیفیت سے عاجز ہے۔

لامن شئ كان قبلها وانشاءها بلا احتذاء امثلة امتثلها كونها بقدرته وذراها بمشيته۔

لاشئی سے اس نے آغاز کائنات کیا ہے۔ کسی پہلے سے موجود مثال کے بغیر اس نے ایجاد عالم کیا۔ اپنی قدرت سے تکوین کی اور اپنی مشیت سے ایجاد کی۔

من غیر حاجة الی تکوینها ولا فائدة له فی تصویرها الا تثبیتا لحکمته۔

وہ اس ایجاد میں ضرورتمند نہیں تھا۔ نہ ہی اُسے عالم کی اس تصویر کشی میں کوئی فائدہ تھا۔ ہاں اس سب کچھ سے اس کی حکمت کاملہ کا ثبوت ہے۔

وتنبیها علی طاعته واظهارا لقدرته وتعبدا لبریته۔ واعزازا لدعوته ثم جعل الثواب علی طاعته ووضع العقاب علی معصیته۔

اس کی اطاعت کی یاددہانی ہے۔ اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے۔ اس کی مخلوق کے لیے دعوت عبادت ہے۔ اس کی دعوت توحید کی عظمت ہے۔ پھر اس نے اپنی اطاعت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی نافرمانی پر سزا کا حکم سنایا ہے۔

زیادة لعباده عن نقمته وحیاشة لهم الی جنته۔

تاکہ بندگان خدا معصیت خدا سے بچے رہیں۔ تاکہ اس کی جنت میں رغبت زیادہ بڑھے۔

واشهد ان ابی محمدا عبده ورسوله اختاره وانتجبه قبل ان ارسله۔ وسماه قبل ان اجتباه۔ واصطفاه قبل ان ابتعثه۔ اذ الخلائق بالغیب مکنونه

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرا باپ محمد عبد اور رسول خدا ہے اسے اللہ نے بھیجنے سے پہلے مختار و مصطفیٰ بنا لیا تھا مجتبیٰ بنانے سے قبل اللہ نے اس کا نام تجویز کیا تھا۔ بعثت سے قبل اللہ نے اسے مصطفیٰ بنایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔

وبستر الاهاویل مصونه وبنهایة العدم مقرونه۔

جب کائنات عالم غیب میں پوشیدہ تھی۔ خیالوں کے رازوں میں محفوظ تھی اور پردہ عدم میں مخفی تھی۔

علما من الله بمآئل الامور۔ واحاطة بحوادث الدهور۔ ومعرفة بمواقع الامور۔ ابتعثه الله اتماما لامره۔ وعزیمة علی امضاء حکمه

اللہ کو تمام ہو چکنے والے حالات کا علم تھا۔ زمانوں میں رونما ہونے والے تمام حادثات پر وہ محیط تھا۔ تمام امور کی حقیقت سے وہ آشنا ہے۔ اللہ نے انہیں اپنے احکام کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا اپنے احکام کو نافذ کرنے کی خاطر بھیجا۔

وانفاذا لمقادیر حتمه۔ فرای الامم فرقا فی ادیانها۔ عکفا علی نیرانها۔

اپنی قضاء و قدر کو جاری کرنے کی خاطر بھیجا۔ آپ نے دیکھا کہ ہر قبیلہ نے ایک علیحدہ دین بنا رکھا ہے۔ کچھ آتش پرستی میں مصروف ہیں۔

عابدة لاوثانها منکرة لله مع عرفانها

کچھ بت پرستی میں گھیرے ہوئے ہیں۔ اللہ کی معرفت

فانار الله تعالى بابي محمد ظلمها

رکھنے کے باوجود منکرین خدا ہیں۔ اللہ نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ جہالت کی تاریکیوں کو روشن کیا۔

وكشف عن القلوب بهمها۔
وجلى عن الابصار غميها۔

میرے باپ کے ذریعہ اللہ نے دلوں کی گرہ کشائی کی اللہ نے آنکھوں سے نابینائی کی پٹی اتاری۔ چنانچہ

فقام في الناس بالهداية۔

وہ لوگوں میں علم ہدایت لے کر اٹھے۔

فانقذهم من الغواية
هداهم الى الدين القويم
ودعاهم الى الصراط المستقيم

اللہ نے انہیں گمراہی سے نجات دی۔ میرے باپ نے انہیں راہ حق کی ہدایت دی۔ میرے باپ نے انہیں صراط مستقیم کی طرف بلایا۔

ثم قبضه الله اليه قبض رأفة واختيار ورغبة وايثار۔

پھر انہیں انتہائی نرمی سے۔ ان کے اپنے ایثار جان سے ان کی اپنی پسند اور مرضی سے اللہ نے واپس اپنے پاس بلا لیا۔

فمحمد عن تعب هذه الدار
في راحة قد حف بالملائكة الابرار
ورضوان الرب الغفار ومجاورة الملك الجبار

چنانچہ اس وقت محمدؐ اس دار دنیا کی تکالیف سے آزاد ہو کر رب غفار کی رضا۔ ملک جبار کے پڑوس میں ملائکہ ابرار کے حلقہ میں آرام سے ہیں۔

صلى الله على ابي نبيه وحبيبه وامينه
على وحيه والسلام عليه ورحمة
الله وبركاته۔

اللہ میرے باپ۔ نبی۔ اپنے حبیبؐ اور امین وحی پر درود و سلام بھیجے۔ ان پر اللہ کا سلام اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

انتم يا عباد الله نصب امره
ونهيه۔
وحملة دينه ووحيه۔

اے بندگان خدا ان کے بعد اب معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ امر و نہی تمہارے پاس ہے۔ تم اس کے دین اور وحی سے واقف ہو۔

وامناء الله على انفسكم و
بلغاؤه الى الامم وزعيم
حق له فيكم۔

اب تم اپنے اللہ کے امین اور دوسروں تک دین پہنچانے کے مبلغ ہو۔ اس حق کا ستون اعظم تمہارے درمیان موجود ہے۔

وعهد قدمه اليكم۔ وبقية
استخلفها عليكم۔
كتاب الله الناطق۔ والقرآن الصادق۔

اس نے تم سے پہلے عہد لے رکھا ہے۔ ان کا کچھ بقیہ ہے۔ جو وہ تمہارے درمیان بطور خلیفہ چھوڑ گئے ہیں اللہ کی ناطق کتاب ہے۔ اللہ کا سچا قرآن ہے۔

والنور الساطع ۔ والضیاء اللامع ۔ بینة بصائرہ ۔ منکشفة سرائرہ منجلیة ظواھرہ ۔ مغتبط به اشیاعه	جو بلند پرواز نور ہے۔ اور درخشندہ روشنی ہے۔ اس کی بصیرت غیر مبہم ہے۔ اس کے راز طشت ازبام ہیں۔ اس کے ظواہر واضح ہیں۔ اس کے شیعہ اس پر رشک کرتے ہیں۔
قائد الی الرضوان اتباعه ۔ مؤد الی النجات استماعه ۔ به تنال حجج الله المنورہ ۔	اپنے پیچھے چلنے والوں کے لیے رضائے رب کا قائد ہے۔ اس کا سن لینا ہی نجات ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ کی روشن حجتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔
وعزائمه المفسرة ۔ ومحارمه المحذرة وبیناته الجالیة و براھینه الکافیة ۔	اس کی ہر عزیمت تفسیر شدہ ہے۔ اس کے حرام سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کے دلائل ہر دور پر محیط ہیں اس کی ہر دلیل کافی ہے۔

اس کے فضائل بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کی رخصت بخشی گئی ہے۔ اس کے احکام لکھے ہوئے ہیں۔

۱۔ فجعل الله الایمان تطهیراً لکم من الشرك ۔	اللہ نے ایمان کو شرک سے تطہیر کی خاطر فرض کیا ہے۔
۲۔ والصلوٰة تنزیها لکم عن الکبر ۔	نماز کو تکبر سے بچانے کی خاطر واجب کیا ہے۔
۳۔ والزکوٰة تزکیته للنفس ونماءً فی الرزق ۔	زکواۃ تذکیہ نفس اور وسعت رزق کے لیے فرض ہوئی ہے۔
۴۔ والصیام تثبیتا للاخلاص ۔	اللہ نے روزہ خلوص پر ثابت قدمی کے لیے فرض کیا ہے
۵۔ والحج تشییداً للدین ۔	حج کو دین کی مضبوطی کے لیے فرض کیا ہے۔
۶۔ والعدل تنصیقا للقلوب ۔	عدل کو دلوں کے میل دور کرنے کی خاطر واجب کیا ہے
۷۔ وطاعتنا نظاماً للملة ۔	اللہ نے ہماری اطاعت تنظیم امت کے لیے فرض کی ہے
۸۔ وامامتنا امانا للفرقة ۔	اللہ نے ہماری امامت فرقہ پرستی سے تحفظ کی خاطر فرض کی ہے۔
۹۔ والجهاد عزاً للاسلام وذلا لاهل الکفر	اللہ نے جہاد کو عزت اسلام اور ذلت کفر کیلئے واجب کیا ہے
۱۰۔ والصبر معونة علی استیجاب الاجر ۔	اللہ نے صبر اجر میں اضافہ کی خاطر واجب فرمایا ہے۔
۱۱۔ والامر بالمعروف والنهی عن المنکر مصلحة للعامة ۔	اللہ نے امر و نہی کو عوامی مصالح کی خاطر واجب بنایا ہے۔
۱۲۔ وبر الوالدین وقایة من السخط ۔	والدین سے حسن سلوک ناراضگی خالق کی ڈھال ہے

۱۳۔	وصلة الارحام منساة للعمر۔	صلہ رحمی عمر میں اضافہ کے لیے واجب کی ہے۔
۱۴۔	والقصاص حقناً للدماء۔	اللہ نے قصاص انسانی زندگی کے تحفظ کی خاطر فرض کیا ہے
۱۵۔	والوفاء بالنذر تعریضاً للمغفرة۔	منت وفاء کرنے کو اللہ کے بخشش کا ایک ذریعہ بنایا ہے
۱۶۔	وتوفیة المکیال والمیزان تغییراً للبخس۔	ناپ اور تول میں کمی سے اس لیے روکا ہے تاکہ کسی کو خسارہ نہ ہو۔
۱۷۔	والنھی عن شرب الخمر تنزیھا عن الرجس۔	رجس سے تحفظ کی خاطر اللہ نے شراب خوری کو حرام کیا ہے۔
۱۸۔	اجتناب القذف حجابا من اللعنة۔	لعنت الٰہیہ سے بچنے کی خاطر تہمت زنا کی سزا مقرر کی ہے
۱۹۔	وترك السرقة ایجاباً للعفة۔	پاکدامنی کو عام کرنے کی خاطر چوری سے منع کیا ہے۔
۲۰	وحرم الله الشرك اخلاصاً له بربوبیته فاتقوا الله حق تقاته۔	اپنی ربوبیت خالصہ کے تحفظ کی خاطر شرک کو حرام کیا ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

لہٰذا اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور مسلمان ہو کر ہی موت کو گلے لگانا۔

واطیعوا الله فیما امرکم به ونھاکم عنه انما یخشی الله من عباده العلماء۔

جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یا جس چیز سے اللہ نے روکا ہے اس میں ان کی اطاعت کرو۔ بندگان خدا میں سے علماء ہی خوف خدا رکھتے ہیں۔

ایھا الناس اعلموا انی فاطمة وابی محمد اقول عوداً وبدأ۔ ولا اقول ما اقول غلطاً۔	لوگو! یقین رکھو! میں فاطمہؑ ہوں۔ اور میرا باپ محمدؐ ہے ہزار مرتبہ میں یہ بات کہہ سکتی ہوں۔ میں جو کہہ رہی ہوں۔ غلط نہیں کہہ رہی۔
ولا افعل ما افعل شططا۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ عزیز علیه ماعنتم۔	میں جو کچھ کروں گی۔ بیفائدہ نہیں کروں گی۔ تمہارے ہاں تمہارے لیے رسول آیا ہے۔ جو تم کہتے ہو اس کے لیے بڑا شاق ہے۔
حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تعزروه وتعرفوه۔	تمہارے معاملہ میں بڑے حریص تھے۔ مومنین کے لیے رؤف ورحیم تھے۔ اگر تم اس کا احترام کرتے اور اسے پہچانتے؟
تجدوه ابی دون نسائکم۔	تم میں سے وہ کس کی عورت ہے جو یہ کہہ سکے کہ محمدؐ میرا باپ ہے۔

واخاه ابن عمی دون رجالکم ۔ ولنعم المعزی الیه ۔ فبلغ الرسالة صادعًا بالنذکرة ۔	محمدؐ کا بھائی میرا چچازاد ہے تم سے کوئی نہیں ۔ بہترین اور قابل فخر رشتہ ہے ۔ انہوں نے بلا روک ٹوک تبلیغ رسالت کی ۔
مائلا عن مدرجة المشرکین ۔ داعیًا الی سبیل ربه بالحکمة والموعظة ۔	وہ مشرکین کے عقائد سے متنفر تھے ۔ انہوں نے راہ خدا کی دانشمندی اور نصیحت سے دعوت دی ۔
یجف الاصنام ۔ وینکث الهام ۔ حتی انهزم الجمع وولوا الدبر ۔ حتی تفری اللیل عن صبحه ۔ واسفر الحق عن محضه ۔ ونطق زعیم الدین وخرست شقاشق	وہ بتوں سے دور تھے ۔ سروں کو اڑاتے تھے ۔ حتیٰ کہ تمام لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے ۔ حتیٰ کہ رات کی تاریکی صبح کے اجالا میں بدل گئی ۔ اور حق خالص کھل کر سامنے آگیا ۔ رکن دین گویا ہوا ۔ شیاطین کی بولتی بند ہوگئی ۔
وصاح وستیق النفاق ۔ وانحلت عقد الکفر ۔ وفهم بکلمة الاخلاص فی نفوهن البیض الخماص ۔ الذین اذهب الله عنهم ارجس وطهرهم تطهیرًا ۔ و کنتم علی شفا حضرة من النار ۔	نفاق کے داعی دب گئے ۔ کفر کی تمام گرہیں کھل گئیں کلمہ اخلاص چند سفید رو افراد کے لیے ان کی زندگی بن گیا ۔ اور وہ ہیں جن سے اللہ نے ہر قسم کا رجس دور رکھ کے ان کے کما حقہ طاہر ہونے کا اعلان فرمایا ۔ تم اس وقت جہنم کے کنارہ پر تھے ۔
فانقذکم الله عنها بابی محمد ۔ تشربون الطرق وتقتاتون الغدا اذ لة خاسئین تخافون ان یتخطفکم الناس من حولکم ۔ فانقذکم الله تبارک وتعالیٰ بابی محمد بعد اللتیا والتی ۔ وبعد ان منی بهم الرجال وذوبان العرب ومردة اهل الکتاب کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاها الله ۔	اللہ نے تمہیں میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ اس جہنم سے نجات دی ۔ وہ وقت یاد ہے جب راستوں پر کھڑے ہو کر بیٹھتے تھے ۔ اور انتہائی ذلت سے تمہیں روٹی کا ٹکڑا نصیب ہوتا تھا ۔ تمہیں ہر وقت ارد گرد لوگوں کے آجانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا ۔ اللہ نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ اس ذلت سے بہت قربانیاں کے بعد تمہیں نجات دی ۔ حالانکہ بہت سے لوگ عرب کے بھیڑیے ۔ اور اہل کتاب سے مرتد افراد تھے ان کی راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھائے ۔ جب بھی ان لوگوں نے آتش جنگ بھڑکائی اللہ نے اسے بجھا دیا ۔
اونجم قرن الشیطان او فغرت فاغرة من المشرکین ۔ تذف	یا جب کہیں شیطان نے سینگ نکالا یا جہاں کہیں مشرکین نے حادثہ رونما کرنے کی کوشش کی میرے

اخاه فی لهواتها. فلا ینکفی حتی یطأ صماخها باخمصه و یخمد لهبها بسیفه.

باپ نے اپنے بھائی کو ان شعلوں میں جھونک دیا۔ اس نے کبھی منہ نہ موڑا حتی کہ اس نے اپنی شجاعت سے فتنہ کو ختم کر دیا اور اپنی تلوار سے جنگ کے شعلے بجھا دیئے۔

ملدداً فی ذات الله. مجتهداً فی امر الله. قریباً من رسول الله.

اس کا نصب العین فقط ذات توحید ہوتی تھی۔ اس کی کوشش فقط امر خدا کی کامرانی ہوتی تھی۔ ہر جگہ رسولؐ پر سایہ کی طرح قریب رہا۔

سیداً فی اولیاء الله. مشمراً ناصحاً. مجداً. کادحاً. و انتم فی رفاهیة فی العیش. وادعون. فاکهون. آمنون.

ہمیشہ اولیائے خدا میں سردار رہا۔ ہمیشہ آمادہ جنگ رہا۔ ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتا رہا۔ ہمیشہ کوشش کرتا رہا ہمیشہ مصائب جھیلتا رہا۔ اور تم اس وقت اپنے خیام میں بیٹھ کر آرام سے مزے اڑاتے رہے۔ تم کنارہ کش رہے۔ غنیمت حاصل کرتے رہے۔ امن سے بیٹھے رہے۔

تتربصون بنا الدوائر. و تتوکفون الاخبار. تنکصون عند النزال و تفرون عن القتال.

ہم پر مصائب ٹوٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ آنے جانے والوں سے حالات جنگ پوچھتے رہے ہر جنگ میں یک سو رہے اور ہر شدت جنگ میں پیٹھ دکھاتے رہے

فلما اختار الله لنبیه دار انبیائه و ماوی اصفیائه. ظهرت فیکم حسکة النفاق. و اشمل جلباب الدین. ونطق کاظم الغاوین و نبغ خامل الاقلین. و هدر فنیق المبطلین. فخطر فی عرصاتکم.

جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیے دار الانبیاء کو منتخب کیا۔ اس جگہ کو پسند کیا جو اس کے مصطفیٰ افراد کے لیے ہے تمہارا پوشیدہ نفاق ظاہر ہو گیا۔ شک کی چادر تم پر چھا گئی۔ گمراہ کنندوں کا سربراہ بولنے لگا۔ بھاگ گئے والوں کا سرچشمہ پھوٹ نکلا۔ باطل تو ازدوں کے منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ وہ تمہارے درمیان گھس گیا۔

و اطلع الشیطان راسه من مغرزه. هاتفاً بکم. فالفاکم

شیطان نے اس کے سر سے اپنے سینگ نکال لیے اس نے تمہیں بلا لیا۔ اس نے دیکھا تم اس کی دعوت پر لبیک

لدعوتہ مستجیبین ۔

وللعترة فیکم ملاحظین ۔

ثم استنهضکم فوجدکم خفافاً

واحمشکم فالفاکم غضابا ۔

فوسمتم غیر ابلکم ۔

ووردتم غیر شربکم ۔

*

هذا والعهد قریب ۔ والکلم رحیب ۔

والجرح لما یندمل ۔ والرسول

اُلا فی الفتنة سقطوا ۔

ابتدرتم زعمتم خوف الفتنه

سقطوا ۔

وان جهنم لمحیطة بالکافرین ۔ فهیهات

منکم ۔ وکیف بکم ۔ وانی تؤفکون ۔

وکتاب الله بین اظهرکم ۔ اموره ظاهرة

واحکامه زاهرة ۔ اعلامه باهرة ۔

وزواجره لائحة ۔ واوامره واضحة

قد خلفتموه وراء ظهورکم ۔

ارغبة عنه تدبرون ام بغیره

تحکمون ۔

بئس للظالمین بدلا ۔ ومن یبتغ

غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی

الآخرة من الخاسرین ۔

ثم لم تلبثوا الا ریث ۔ أن تسکن نفرتها

ویسلس قیادها ۔ ثم اخذتم تورون

وقدتها ۔

کہو گے۔

تم لغزش کو دیکھنے لگے۔ اس نے تمہیں اٹھنے کو کہا اس نے دیکھا کہ تم تو بڑے ہلکے تھے۔ اس نے تمہیں آمادہ کیا اور تمہیں اپنی ہاں میں ہاں ملانے والا دیکھا۔

تم نے اپنے اونٹ کو چھوڑ کر دوسرے پر علامت لگا دی۔ تم نے اپنے گھاٹ کو چھوڑ دیا اور دوسرے سے پانی پینے لگے۔

مگر یاد رکھو وعدہ گاہ قریب ہے۔ یہ زخم بہت گہرا ہے۔ یہ زخم مندمل ہونے والا نہیں ہے۔ ابھی تک تو رسولؐ کا جنازہ رکھا تھا۔

تم نے جلد بازی کی۔ اور تمہارا یہ خیال تھا کہ فتنہ بھڑک اٹھے گا۔ حالانکہ تم خود فتنہ میں کود چکے ہو۔

جہنم کفار پر غالب ہے۔ افسوس ہے تم پر۔ کیا کرو گے اور کہاں ڈگمگاتے پھرو گے۔

کتاب خدا تمہارے سامنے ہے۔ اس کے معاملات واضح اور احکام روشن ہیں۔ اس کے دلائل لاجواب ہیں قرآن کی جھڑکیاں واضح ہیں۔ قرآن کے معاملات غیر مبہم ہیں۔ تم نے قرآن کو بہت پیچھے پھینک دیا ہے۔

کیا یہ سب کچھ قرآن سے نفرت کا نتیجہ ہے۔ جس میں تمہیں غور کرنا تھا۔ اب کیا قرآن کے علاوہ کسی چیز سے فیصلہ کرو گے

ظالمین کا انجام بہت برا ہوگا۔ جو بھی قرآن کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خاسرین سے ہوگا۔

تم بہت کم دن ہی زندہ رہو گے۔ کیا یہ نفرت ختم ہو جائے گی؟ کیا اس نفرت کے فائدہ جائیں گے۔ پھر تم اس کی چنگاریوں کو پھونکنے لگے ہو۔

وتهيجون جمرتها ـ وتستجيبون
لهتاف الشيطان الغوى ـ واطفاء
انوار الدين الجلى ـ
واهماد السنن النبى الصفى ـ تشربون
حسواً فى ارتغاء ـ وتمشون باهله
وولده فى الحمراء والضراء ـ
ونصبر منكم على مثل حز المدى
ووخز السنان فى الحشا ـ

وانتم الان تزعمون لا ارث لنا ـ
أفحكم الجاهلية تبغون ؟
ومن احسن من الله حكماً لقوم
يوقنون ـ افلا تعلمون ـ
بلى قد تجلى لكم كالشمس
الضاحية ـ انى ابنته ايها
المسلمون ـ
واغلب على ارثيه ـ
يا ابن ابى قحافة أ فى كتاب الله ـ
ان ترث اباك ولا ارث ابى ـ
لقد جئت شيئاً فرياً على الله
ورسوله ـ
أ فعلى عمد تركتم كتاب الله ونبذتموه
وراء ظهوركم اذ يقول ـ
۱ـ وقال فيما اقتص من خبر يحيى ابن
زكريا عليهما السلام اذ يقول ـ
۲ـ رب هب لى من لدنك وليا يرثنى

تم اس آگ پر تیل ڈال رہے ہو۔ تم گمراہ کن شیطان کی پکار پر لبیک کہہ رہے ہو۔ تم دین جلی کے انوار کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔

نبی مصطفیٰ کی سنتوں کو مٹانے کے درپے ہو۔ جھاگ بنائے ہوئے گدلے پانی سے پی رہے ہو۔ تم اہلبیت نبیؐ کو سرخ جنگ اور مصائب میں دھکیل رہے ہو۔

لیکن ہم اس شخص کی مانند صبر کریں گے۔ جس کا گوشت چھریوں سے کاٹا جا رہا ہو۔ اور نیزہ کی انی دل میں پیوست کی جا رہی ہو۔

آج تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ ہماری وراثت ہی نہیں۔ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہو؟

یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے زیادہ بہتر ثالث کون ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس حقیقت سے بے خبر ہو۔

نہیں نہیں آفتاب نصف النہار کی طرح حقیقت تمہارے سامنے روشن ہے۔ اے مسلمانو! تم جانتے ہو میں اس کی بیٹی ہوں۔

میں اس کی وراثت کی سب سے زیادہ حقدار ہوں

اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا قرآن میں کہیں یہ بات ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث لے اور میرا اپنے بابا کی میراث میں کوئی حصّہ نہ ہو۔ تو نے اللہ اور اس کے رسولؐ پر بہت بڑا اتہام باندھا ہے۔

کیا عمداً تم نے کتاب خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اسے اپنی پشت پیچھے پھینک دیا ہے۔ جب قرآن کہتا ہے

۱۔ قرآن جناب یحییٰؑ اور جناب زکریاؑ کے واقعہ میں دعائے زکریاؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اے اللہ! مجھے اپنی طرف سے ایک ولی عنایت فرما

ویرث من آل یعقوب ۔	جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو ۔ پھر قرآن کہتا ہے
وقال ایضا ۔	کتاب خدا میں اقرباء بعض کی نسبت بعض زیادہ حقدار
۳ ۔ اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله ۔	وارث ہیں ۔ یہ بھی قرآن ہی فرماتا ہے ۔
۴ ۔ یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔	اللہ تمہیں اولاد کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے کہ بیٹے کو دو بہنوں کے برابر حصہ دو ۔ یہ بھی اللہ نے فرمایا ہے
۵ ۔ ان ترك خیراً الوصیة للوالدین و الاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین ۔	اگر متوفی ترکہ چھوڑ جائے تو والدین اور اقربین کے ساتھ نیک وصیت پر عمل کرنا بھی متقین کا فریضہ ہے ۔
وزعمتم ان لاحظوة لی ولا ارث من ابی ۔ ولا رحم بیننا ۔	تم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میرا کوئی حصہ نہیں ہے میں اپنے باپ کی وارث ہی نہیں ۔ میرا باپ سے کوئی رشتہ نہیں ۔
افخصکم الله بایة من القرآن واخرج ابی محمد امنها	کیا قرآن میں تمہارے لیے کوئی مخصوص آیت موجود ہے جس میں میرے باپ کو اس حکم سے باز رکھا گیا ہو؟
ام هل تقومون ان اهل الملتین لا یتوارثون ؛	یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ دو مختلف مذہب رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے ؟

اولست انا وابی من اهل ملة واحدة ؟ ام انتم اعلم بخصوص القرآن من ابی وابن عمی ۔	کیا تمہارے خیال میں میں اور میرا باپ ایک مذہب پر نہ تھے؟ یا کیا تم میرے باپ اور چچا زاد کی نسبت احکام قرآن کے زیادہ عالم ہو ۔
فدونکها مخطومه موحولة تلقاك یوم حشرك ۔	آج دیکھ لے تیرے سامنے اپنے باپ کی میراث سے محروم عنقریب ہو کر جانے والی رنت نبیؐ جو کل یوم حشر تیرا دامن پکڑے گی ۔
فنعم الحکم الله والزعیم محمد والموعد القیامه ۔ وعند الساعة یخسر المبطلون ۔	میرا بہترین ثالث اللہ ہے ۔ وکیل محمدؐ ہے اور باطل پرست دربار قیامت کے دن گھاٹے میں رہیں گے
ولا ینفعکم اذ تندمون ۔ ولکل بناء مستقر و سوف	اس دن تم پشیمان ہو گے لیکن یہ پشیمانی تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی ۔ ہر آغاز کا انجام ہوتا ہے اور عنقریب تمہیں

تعلمون۔ | معلوم ہو جائے گا۔

من یاتیه عذاب یخزیه ویحل علیه عذاب مقیم۔ | کہ کس پر رسواکن اور نہ ختم ہونے والا دائمی عذاب آتا ہے؟ اس کے بعد دخترِ نبیؐ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا

یا معشر النقیبة۔ واعضاد الملة۔ وحضنة الاسلام۔ ما هذه العنیزة فی حقی۔ | اے نقیبوں کا گروہ! اے ملت کے ارکان! اے اسلام کے محافظو! میرے حق میں یہ کیسی دھاندلی ہے؟

والسنة عن ظلامتی! اما کان رسول الله ابی یقول المرء یحفظ فی ولده! | میری جائیداد کے سلسلہ میں یہ کیسی ایجاد ہے؟ کیا میرا نبیؐ باپ نہیں فرماتا تھا کہ۔ انسان کا تحفظ اس کی اولاد میں ہے؟

سرعان ماحدثتم! وعجلان ذا اهالة! ولکم طاقة بما احاول. وقوة علی ما اطلب۔ وان اول تقولون مات محمد فخطب جلیل استوسع۔ | کتنا جلدی تم نے دین بدل دیا ہے؟ کتنا جلدی تم بدل گئے ہو؟ جو کچھ میرا حق ہے تم میں لینے کی طاقت ہے جو میرا مطالبہ ہے اسے وصول کرنے کی تم میں قوت ہے۔۔۔۔ وفاتِ رسولؐ پر تو تم کہتے تھے۔ وفاتِ محمدؐ بہت بڑا رخنہ ہے۔

واظلمت الارض لغیبته وکسفت الشمس والقمر وانتثرت النجوم بمصیبته۔ | اس کی غیبت سے زمین تاریک ہو گئی ہے آفتاب وماہتاب گہن زدہ ہو گئے ہیں۔ اس کی مصیبت میں ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔

وخشعت الجبال۔ واضیع الکریم وازعیت الحرمة عند مماته۔ فتلك والله النازلة الکبری۔ | پہاڑ گریہ کناں ہیں۔ ناموس پامال ہو گئی ہے۔ آپ کی وفات سے عزت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ لیکن بخدا یہ اس سے بہت بڑی مصیبت ہے

اعصیبة العظمی۔ لامثلها نازلة۔ ولا بائقة عاجلة۔ اعلن بها کتاب الله فی افنیتکم۔ | بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس جیسی مصیبت کبھی نہیں آئے گی۔ اتنی جلد کوئی جان لیوا حادثہ نہیں ہوگا۔ کتاب خدا تمہارے گھروں میں اعلان کر رہی ہے۔

فی ممساکم ومصبحکم۔ یهتف فی افنیتکم هتافًا وتلاوة والحانا۔ | تمہاری صبح وشام اعلان ہو رہا ہے۔ منادی ندا کر رہا ہے۔ تلاوت قرآن کرنے والا بتا رہا ہے (کہ حق بنت رسولؐ کا ہے)

ولقبله هما حل بانبياء الله ورسله حكم فصل وقضاء حتم ۔ ما محمد الا رسول ۔

ہاں اس سے قبل بھی انبیاءؑ و رسل الٰہیہ کے سلسلہ میں واضح فیصلے اور حتمی قضاء موجود ہے ۔ محمدؐ رسول خدا ہی تو ہے ۔

افأن مات او قتل لا نقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين ۔

اگر محمدؐ وفات پا گیا ۔ یا شہید کر دیا گیا تو تم اپنے سابقہ قدموں پر پھر جاؤ گے ۔ لیکن یاد رکھو جو اپنے سابقہ قدموں پر پھرا وہ اللہ کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں دے سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو جزائے خیر ہی دے گا ۔ اے

ايها بنى قبله ۔

قیلہ والو! آنکھیں کھولو!

اهظم تراث ابى وانتم بمرأى منى ومسمع و مجتمع تلبسكم الدعوة ۔

میرے بابا کی میراث لٹ رہی ہے تم دیکھ رہے ہو ۔ سن رہے ہو ۔ اور تم سب جمع ہو ۔ تمہیں دعوت دی جا رہی ہے ۔

وتشملكم الحيرة ۔ وانتم ذووا العدد والعدة ۔ والاداة والقوة ۔ عندكم السلاح والجنة ۔

لیکن تم حیرت میں ہو ۔ تم خاندان والے ہو ۔ تم مالدار ہو تم بات کر سکتے ہو اور طاقت رکھتے ہو ۔ تمہارے پاس ہتھیار بھی ہیں اور ڈھال بھی ہے ۔

اتوا فيكم الدعوة فلا تجيبون ۔ و تاتيكم الصرخة فلا تغيثون ۔

تمہیں دعوت دی جا رہی ہے اور تم کوئی جواب نہیں دیتے ۔ تمہیں فریاد کی جا رہی ہے اور تم فریاد رسی نہیں کرتے ۔

وانتم موصوفون بالكفاح ۔ ومعروفون بالخير والصلاح والنجبة التى انتجبت والخيرة التى اختيرت لنا اهلبيت فاتلتم العرب وتحملتم الكد والتعب وناطحتم الامم ۔

حالانکہ تمہاری فریاد رسی معروف ہے ۔ تم خیر و صلاح میں مشہور ہو ۔ ہم اہلبیتؑ کی وہ نجابت اور وہ مجتبیٰ ہونا جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے ۔ اس کے لیے تم پورے عرب سے لڑے ۔ تم نے مصائب اور مشکلات برداشت کیں ۔ تم نے قبیلوں کو شکست دی ۔

وكافحتم اليه حتى اذا دارت بنا رحى الاسلام و در حلب الايام ۔ وخضعت تغرة الشرك ۔

تم نے اس کا دفاع کیا ہے ۔ جب اسلام کی چکی ہمارے حق میں چلی ۔ زمانہ کا دودھ تمہارے سامنے بہا شرک کی بنیادیں ڈھے گئیں ۔

وسكنت فورة الافك ۔ وخمدت

اتہامات کے طوفان تھم گئے ۔ کفر کی آگ بجھ گئی مصائب

نیران الکفر، وھدأت دعوة الھرج والمرج۔ و
استوثق نظام الدین۔ فانی خرتم بعد
البیان؟ واسررتم بعد الاعلان؟ و
نکصتم بعد الاقدام۔

واشرکتم بعد الایمان؟ بوٴسا
لقوم نکثوا ایمانھم۔ وھموا باخراج
الرسول وھم بدوٴکم اول مرة۔
اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ
ان کنتم مومنین۔ وقد اری بان
اخلدتم الی الخفض۔
وابعدتم من ھو احق بالبسط۔
فان تکفروا انتم ومن فی الارض
جمیعا۔ فان اللہ غنی حمید۔
الا وقد قلت ما قلت ھذا علی
معرفة منی بالخذلة التی
خامرتکم۔
والغدرة التی استشعرتھا
قلوبکم۔
فیضة النفس ونفثة الصدر
وتقدمة الحجة۔ فاحتقبوھا باقیة
العار۔
موصوفة بغضب من اللہ۔ و
شنار الابد۔ موصولة بنار اللہ الموقدة
التی تطلع علی الافئدة۔ فبعین اللہ ما
تفعلون۔ وسیعلم الذین ظلموا ای
منقلب ینقلبون۔

اور تنگی کے دن گزر گئے۔ سلسلہ دین مضبوط ہو گیا۔
سامنے آنے کے بعد تم کہاں چلے گئے؟ ظاہر ہونے
کے بعد کہاں چھپ گئے؟ آگے بڑھنے کے بعد کیوں پیچھے ہٹ
گئے؟

ایمان کے بعد کیوں مبتلائے شرک ہو گئے۔ بدنصیب
ہے وہ قوم جو اپنی قسم توڑ دے اور رسولؐ کی شہر بدری کا
ارادہ کر لیں حالانکہ ابتداء انہی نے کی تھی۔
کیا ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ سے ڈرنا چاہیئے
بشرطیکہ تم مومن ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ہمیشہ کی ذلت
پر راضی ہو چکے ہو۔
جو قرب کا زیادہ حقدار تھا اسے تم نے دور کر دیا ہے
اگر تم اور روئے زمین کے تمام باسی بھی کافر ہو جائیں۔
تو بھی اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔
جو کچھ میں نے کہا ہے یہ جانتے ہوئے کہا ہے کہ تم اس
ذلت کے سامنے جھک چکے ہو جو تم پر مسلط کر دی
گئی ہے۔
تمہیں اس دھوکے کا احساس ہو چکا ہے جس سے
تمہارے دل بخوبی آشنا ہیں۔
یہ صرف میرے دل کا غبار تھا۔ دل کے پھپھولے تھے
اور اتمام حجت تھا۔ اس کی لعنت ہمیشہ تک تمہارے
ساتھ رہے گی۔
غضب خدا سے موصوف رہے گی۔ دائمی رسوائی ہوگی
اللہ کی دلوں پر چھا جانے والی آگ سے متصل رہے گی
جو کچھ تم نے کیا ہے نگاہ قدرت کے سامنے ہے۔
عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس انجام سے دوچار ہوئے
ہیں

وانا ابنته نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ فاعملوا انا عاملون۔

میں تمہارے نذیر کی بیٹی ہوں تمہیں عذاب شدید سے اب بھی ڈراتی ہوں۔ تم اپنا کام کرتے رہو ہم اپنا کام کریں گے۔

فانتظروا وانا لمنتظرون۔

تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

اس کے بعد بنت رسولؐ نے قبر نبیؐ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔

باباتیرا لکڑا پارہ پارہ ہوگیا۔ بابا مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر دنوں پر آتے تو دن راتوں میں بدل جاتے بی بی واپس گھر آئیں۔ اور صاحب فراش ہوگئیں۔ دن بدن مرض بڑھتا گیا۔ اسقاط محسنؑ کا درد روز بروز فزوں تر ہوتا گیا ایک دن عمرؓ و ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ سے دختر زہراؑ کا حال پوچھا۔ تو آپ نے بتایا کہ زندگی کے آخری ایام ہیں ہے۔

ان دونوں نے کہا۔ اگر آپ ہمیں اجازت دے دیں تو جو کچھ ہم سے ہوگیا ہے۔ ہم اس کی معذرت کرلیں۔

حضرت علیؑ نے دختر رسولؐ سے فرمایا۔

ایتها الحرة فلان و فلان علی الباب یرید ان یسلما علیك فما ترین۔

اے رسولؐ کی دختر نیک اختر فلاں فلاں دروازہ پر کھڑے ہیں اور آپ کی عیادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جناب سیدہؑ نے جواب دیا:

البیت بیتك والحرة امتك فافعل ما تشاء۔

یہ گھر آپ کا گھر ہے اور آزاد دختر رسولؐ آپ کی کنیز ہے۔ جیسا مناسب ہو ویسا کریں۔

آپ نے فرمایا:

پھر پردہ بنالیں۔ بنت نبیؐ نے پردہ بنایا۔ یہ دونوں اندر داخل ہوئے اور کہا۔

اے دختر رسولؐ جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔ اب ہم سے راضی ہوجائیں۔

بی بی نے فرمایا، تمہیں اس بات کی ضرورت کیوں پڑی ہے؟

ان دونوں نے جواب دیا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم نے آپ پر ظلم کیا ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر جو کچھ میں پوچھوں اس کا وہی جواب دو۔ جو تمہیں معلوم ہو۔

ان دونوں نے کہا۔ آپ جو چاہیں پوچھیں۔

بی بی نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تم نے میرے نبیؐ بابا سے سنا تھا کہ۔ فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس

نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی؟

ان دونوں نے کہا۔ بالکل ہم نے آپ کے بابا سے سنا ہے۔

اس کے بعد بی بی نے دونوں ہاتھ سوئے آسمان بلند کیے اور عرض کیا۔

اللھم انھما قد اذیانی وانا اشکوھما الیک والی رسولک۔

اے اللہ! ان دونوں نے مجھے تکلیف دی ہے۔ میں ان دونوں کا شکوہ تیری بارگاہ میں اور اپنے بابا کو کرتی ہوں۔

لا واللہ لا ارضی عنکما ابداً حتی القی اللہ واخبرہ بما صنعتما فیکون ھو الحاکم فیکما۔

بخدا! میں کبھی تم دونوں سے راضی نہیں ہوں گی۔ حتیٰ کہ میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر اسے بتاؤں کہ تم دونوں نے مجھ سے کیا سلوک کیا؟ بس وہی تمہارے سلسلہ میں میرا ثالث ہوگا۔

• یہ سن کر ابوبکرؓ رونے لگے۔ عمرؓ نے کہا:

اتجزع من قول امرأۃ۔

کیا ایک عورت کی باتوں سے آنسو بہانے لگے ہو۔

وفات دختر نبیؐ

بعداز وفات نبی اکرمؐ دختر نبیؐ کی زندگی میں مؤرخین کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ لیکن تمام تر اختلاف کے باوجود کسی مورخ نے چھ ماہ سے زیادہ اور چالیس دن سے کم نہیں لکھا۔ آئمہ اہلبیتؑ سے معتبر روایات کے مطابق ڈھائی ماہ ہے۔

بحار میں مقاتل الطالبین کے مصنف ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ امام باقرؑ سے بی بی کی شہادت بعداز شہادت نبیؐ تین ماہ مروی ہے۔

سلیم ابن قیس ہلالی کے مطابق بعداز شہادت نبیؐ بی بی کی شہادت چالیس دن بعد ہوئی۔

علامہ طبرسی کی دلائل الامامۃ میں بعداز شہادت رسول اکرمؐ بی بی کی شہادت ڈھائی ماہ بعد مذکور ہے۔ اور سبب وفات عمرؓ کے چچازاد قنفذ کا وہ وار ہے جو اس نے نوک تلوار سے عمرؓ کے حکم سے بی بی کے پہلو پر کیا تھا۔ جس سے جناب محسنؑ کی صدف عصمت میں شہادت ہوئی۔

مناقب شہر آشوب میں جو لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ جب نبی اکرمؐ کی شہادت ہوئی اس وقت بنت رسولؐ کی کل عمر اٹھارہ برس اور سات ماہ تھی۔ بعداز شہادت نبیؐ بنت رسولؐ بہتر دن اور بعض کے بقول پچھتر دن زندہ رہیں۔ ہلالی کے مطابق بی بی چالیس دن زندہ رہیں اور یہی اصح قول ہے۔ ۱۱ھ ۱۳ ربیع الثانی شب ہفتہ بی بی نے اس دار فانی کو الوداع کہی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔ بعض مؤرخین کے بقول آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ اور بعض مورخین نے بتایا ہے کہ بی بی کا مزار مزار رسولؐ اور منبر کے مابین ہے۔

● بحار میں عیون المعجزات کے حوالہ سے علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ دختر رسولؐ کی عمر بوقت شہادت اٹھارہ برس اور دو ماہ تھی۔ بعداز نبیؐ دختر نبیؐ پچھتر دن دنیا میں رہیں۔

تابوت:

کشف الغمہ میں اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ مجھے دختر رسولؐ نے فرمایا۔

اسماء میں نے آج تک کسی عورت کے میت کو قبرستان میں لے جاتے ہوئے با حجاب نہیں دیکھا۔ مرد کی طرح میت پر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ جب کہ عورت کا پردہ محفوظ نہیں رہتا۔

میں نے عرض کیا۔ بی بی میں نے حبشہ میں عورت کی میت کو دیکھا ہے مجھے وہ بہت پسند آیا ہے میں آپ کو عرض کرتی ہوں۔ اس میں عورت کی میت بالکل چھپ جاتی ہے۔ نہ جسامت کا پتہ چلتا ہے۔ اور نہ قد کاٹھ کا۔ میں نے جیسے دیکھا تھا بی بی کو ویسے بنا کے دکھایا۔ جسے دخترِ رسولؐ نے بہت پسند فرمایا۔ اور فرمایا میرے میت کو اسی طرح پوشیدہ رکھنا۔

روضۃ الواعظین کے مطابق دخترِ رسولؐ چالیس دن تک صاحبِ فراش رہیں جب بی بی کو پتہ چلا کہ آج آخری دن ہے۔ بی بی نے اپنے دونوں بیٹوں کو نہلایا اور صاف کپڑے پہنا کر فرمایا:

جاؤ میرے بچو! اپنے نانا کے مزار پر میری صحت کے لیے دعا مانگو۔

اسماء بنت عمیس کہتی ہے کہ بی بی نے مجھے فرمایا۔ اسماء میں اپنے حجرہ عبادت میں جا رہی ہوں جب تک میری صدائے تسبیح آتی رہے سمجھنا میں زندہ ہوں۔ جب صدائے تسبیح بند ہو جائے سمجھ لینا میں اپنے بابا کے پاس پہنچ گئی ہوں۔

پھر فرمایا۔ اسماء ایسا کر ایک مرتبہ میرے ابنِ عم کو بلا لا۔

میں حضرت علیؑ کو بلا کے لائی۔ بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! میری کچھ وصیتیں ہیں کچھ میرے بعد آپ کو لکھی ہوئی ملیں گی اور کچھ میں آپ سے زبانی عرض کرنا چاہتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے دخترِ رسولؐ تیری ہر وصیت پر انشاء اللہ عمل ہوگا۔

بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ۔ میری خبرِ وفات کسی کو نہ کرنا۔

مجھے وقتِ شب دفن کرنا۔

جن لوگوں نے مجھ پر مظالم کیے ہیں انہیں میرا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دینا۔

یا علیؑ تا قیامت آنے والی اولاد کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

یا علیؑ! بچے ماں کے بعد بے سہارا ہو جاتے ہیں ان کا خیال رکھنا۔

یا علیؑ! فاطمہ کلابیہ سے شادی کرنا وہ میرے بچوں سے میری طرح پیش آئے گی۔

اسماء کہتی ہے کہ اس کے بعد بنتِ رسولؐ نے حضرت علیؑ کو مسجد میں جانے کے لیے عرض کیا۔ اور مجھے فرمایا۔ میرے حسنینؑ کو میری وفات سے پہلے کھانا کھلا دینا۔ اور فلاں جگہ حنوط رکھا ہے۔ جو بابا نے مجھے دیا تھا۔ میرے قریب لا کر رکھ دے۔ اس کے بعد بنتِ نبیؐ حجرہ عبادت میں تشریف لے گئیں۔ کچھ دیر بعد آوازِ تسبیح رک

گئی۔ میں دوڑ کر اندر آئی۔ دیکھا تو بی بی نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ میں نے چہرہ سے چادر ہٹائی تو دیکھا دائیں پہلو پر قبلہ رخ سو رہی تھی دائیاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے تھا۔ میں نے بین کرنا شروع کیئے۔

میں نے بچوں کی آواز سُنی۔ جلدی سے باہر آئی۔ دونوں شہزادے پریشان ہو کر اماں اماں کہہ رہے تھے۔

میں نے دونوں سے عرض کیا۔ میرے آقا زادے آؤ کھانا کھا لو۔

دونوں نے بیک زبان پوچھا۔ اسماءؑ ہماری ماں کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ حجرہ عبادت میں آرام کر رہی ہیں۔

دونوں نے ایک ساتھ سروں سے چھوٹے چھوٹے عمامے اتارے اور کہنے لگے اسماءؑ تجھے ہمارے حق کا واسطہ ہمیں ماں کے پاس جانے دے ہماری ماں نانا کے پاس چلی گئی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ آپ کو کیسے پتہ چل گیا ہے؟

دونوں نے جواب دیا۔ اسماءؑ ابھی ابھی ہم قبر نبیؐ پر بیٹھے دعا مانگ رہے تھے کہ نبی کونینؐ کے دونوں ہاتھ اپنے مزار سے باہر آئے ہمارے سروں پر دستِ شفقت پھیر کر فرمایا۔ جاؤ میری زہراؑ کے یتیمو تمہاری ماں دنیا چھوڑ چکی ہے۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔

امام حسنؑ سرہانے بیٹھ گئے۔ اور امام حسینؑ قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ حسنؑ نے پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور حسینؑ نے قدموں کا بوسہ لیا۔ حسنؑ نے کہا۔ ماں نانا کو میرے سلام کہنا۔ امام حسینؑ نے عرض کیا۔ ماں میں تیرا حسینؑ ہوں۔ میرے بھی نانا کو سلام عرض کر کے بتا دینا۔ نانا تیرے دونوں بیٹے یتیم ہو گئے ہیں۔ اور آپ کی امت ہمیں آرام سے سونے بھی نہیں دیتی۔

میں نے دونوں شہزادوں کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے بابا مسجد میں ہیں انہیں اطلاع تو کر دو۔

دونوں شہزادے جونہی مسجد میں آئے اور بابا کو دیکھا۔ بے ساختہ دونوں کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کیا۔

بابا جان! ہم ماں سے محروم ہو گئے۔ مسجد میں کہرام ماتم بپا ہو گیا۔

یہ سنتے ہی حضرت علیؑ اٹھے۔ گھر تشریف لائے۔ دختر رسولؐ کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا،

اے بنتِ رسولؐ بعد از رسولؐ تو ہی علیؑ کا تنہا سہارا تھی۔ اب تو بھی علیؑ کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی۔ اب میں کسے تسلی دوں گا اور مجھے کون تسلی دے گا۔

بحار میں عبداللہ ازدی سے مروی ہے کہ ہم نے جناب فضہ سے سنا ہے کہ اسماءؑ اور حضرت علیؑ نے دختر نبیؐ کو غسل دیا۔ جب غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

یا ام کلثومؑ زینبؑ یا فضہ۔ یا حسنؑ یا حسینؑ۔ اے ام کلثومؑ زینبؑ! اے فضہ! اے حسنؑ! اے حسینؑ! آؤ اپنی ماں کا آخری دیدار کر لو اس فراق کے بعد ملاقات جنت

هلموا تزودوا من امكم فهذا الفراق

واللقاء فی الجنة۔	میں ہو گی۔

دونوں شہزادے آگے بڑھے ماں کے سینہ سے لپٹ گئے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

انی اشھد الله انھا قد حنت و	میں اللہ کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں نے سنا
انت ومدت یدیھا وضمتھما	بنت نبیؐ کا میت کا نپا۔ رویا۔ اور دونوں ہاتھ بڑھا کر دونوں
الی صدرھا۔	بچوں کو سینہ سے لگا لیا۔

کچھ دیر بچے ماں کے سینہ پر پڑے رہے کہ ہاتف غیبی نے آواز دی۔

یا علیؑ! ملائکہ سے تسبیح چھوٹ گئی ہے۔ عرش لرز رہا ہے۔ بچوں کو ماں سے علیحدہ کرے۔ چنانچہ میں نے دونوں بچوں کو ماں سے علیحدہ کیا۔ (میں نہیں سمجھتا مورخین نے مریم صغریٰ کا ماں سے الوداع کیوں نہیں لکھا۔ ممکن ہے جیسا کہ دختر رسولؐ نے وصیت میں عرض کیا تھا۔ یا علیؑ! میری زینبؑ آپ سے شرماتی ہے۔ یہی وجہ ہو۔ کہ بابا موجود تھے اور بی بی شرم کی وجہ سے نہ آسکی ہوں۔ ممکن ہے اسماء کی سفارش پر حضرت علیؑ ایک طرف ہو گئے ہوں۔ اور بنت زہراؑ نے ماں سے آخری الوداع کی ہو۔ (مترجم)

پھر حضرت علیؑ نے یہ مرثیہ پڑھا۔

فراقك اعظم الاشياء عندی	اے بنت نبیؐ تیرا فراق میرے مصائب میں ایک عظیم
وفقدك فاطم ادھی الثكول	مصیبت ہے اور تیری جدائی زن پسر مردہ کے غم
سابكی حسرة وانوح شجواً	سے میرے لیے زیادہ بڑی مصیبت ہے۔ میں حسرت
علی خل مضی اسنا سبيل	سے آنسو بہاؤں گا۔ اور غم میں نوحہ خوانی کروں گا اس
الا يا عين جودی واسعدينی	دوست کے لیے جو روشن ترین راہ پر چلا گیا ہے۔
فحزنی دائم ابكی خليلی۔	اے آنکھ! اب سخاوت بھی کر اور مجھ سے تعاون بھی
	کر میرا غم دائمی ہے اور میں ہمیشہ اپنے دوست کے
	فراق میں روتا رہوں گا۔

امالی طوسی میں امام حسینؑ سے منقول ہے کہ میرے بابا نے حسب وصیت دختر رسولؐ کو رات میں دفن کر کے نشان قبر مٹا دیا۔ جب ہاتھ سے مٹی جھاڑ کر اٹھے تو مزار رسولؐ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔

السلام عليك يارسول الله منی۔	اے رسولؐ خدا میرا سلام ہو۔
السلام عليك من ابنتك وحبيبتك	اے رسولؐ خدا! آپ پر آپ کی بیٹی۔ آپ کی عزیزہ،
وقرة عينك وزائرتك والبائتة	آپ کی نور چشم۔ آپ کے پاس آنے والی آپ کے
فی الثری ببقيعك المختارة من الله	بقیع میں مٹی میں سونے والی۔ اللہ کی طرف سے آپ

لها سرعة اللحاق بك قل يا رسول الله عن صفيتك صبري وضعف عن سيدة النساء تجلدي الا ان في التأسي لي بسنتك والحزن الذي حل بي لفراقك موضع التعزي۔ فلقد وسدتك في ملحود قبرك بعد ان فاضت نفسك على صدري وتوليت امرك بنفسي فانا لله وانا اليه راجعون۔ قد استرجعت الوديعة واخذت الرهينة واختلست الزهراء فما اقبح الخضراء والغبراء يا رسول الله اما حزني فسرمد واما ليلي فمسهد لا يبرح الحزن من قلبي او يختار الله لي دارك التي فيها انت مقيم سرعان ما فرق الله بيننا۔ والى الله اشكو ستنبئك ابنتك بتظاهر امتك علي وعلى هضمها حقها فاستخبرها الحال واحسن السوال ويحكم الله وهو خير الحاكمين سلام عليك يا رسول الله سلام مودع لا سائم ولا قال فان انصرف فلا عن ملالة فصلوات الله

سے جلد ملاقات کو ترجیح دینے والی بیٹی کا بھی سلام ہو۔ رسولؐ خدا! آپ کی دختر کی جدائی میں صبر کم ہی ہو گا۔ اور حوصلہ بعض اوقات ساتھ چھوڑ دے گا۔ لیکن آپ کی سنت ہمارے لیے راہ عمل ہے۔ اور جو غم آپ کے فراق سے ہوا ہے۔ وہ ہی مقام صبر ہے۔

میں نے آپ کو حوالہ لحد کیا تھا اور آپ کی سانس اس وقت آپ کے جسم سے جدا ہوئی تھی۔ جب آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔ آپ کے غسل و کفن کے تمام امور کا میں ہی متولی تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ آپ نے اپنی متاع حیات سنبھال لی ہے۔ آپ نے زہراؐ اپنے ہاتھوں سے وصول کر لی ہے۔ اے رسولؐ خدا اب تو صحرا اور سبزہ زار بے لطف نظر آنے لگے ہیں سارے رسولؐ خدا! میرا یہ غم دائمی ہے اور راتیں جاگتے گزریں گی۔ یہ غم اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک اللہ وہی مقام میرے لیے منتخب نہ کرے۔ جس میں آپ ہیں۔ اللہ نے کتنا جلدی ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ شکوہ بھی بارگاہ خالق میں ہے آپ کی بیٹی آپ کو آپ کی امت کے وہ عام حالات بتائے گی جن سے دوچار ہو کر وہ خود آ رہی ہے اور جن سے میں دوچار ہوں۔ آپ اپنی بیٹی سے تمام حالات پوچھ لیں۔ اور تفصیل سے پوچھیں۔ اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا۔ وہی بہترین حاکم ہے۔ اے رسولؐ خدا آپ پر میرا سلام ہو۔ لیکن یہ سلام الوداع کرنے والے کا سلام ہے۔ نہ تو گھبرائے ہوئے کا اور نہ ہی نہ اکتانے والے کا سلام ہے۔ اگر میں یہاں سے واپس چلا جاؤں تو تھک

عليك ورحمة الله وبركاته ۔ کر نہیں جاؤں گا۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

بحار میں محمد ابن سمام سے مروی ہے کہ جب امت مسلمہ کے ارباب اقتدار کو پتہ چلا کہ حضرت علیؑ نے بنت رسولؐ کو رات کے وقت دفن کر دیا ہے۔ اور ہمیں اطلاع نہیں دی تو غصہ سے لبریز ہو کر جنت البقیع میں آئے۔ دیکھا تو چالیس نئی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے لیے قبر دختر رسولؐ کی تعیین مشکل ہو گئی۔ یہ چیز دیکھ کر ان لوگوں نے ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کی۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

ہم کتنے نمک بدنصیب ثابت ہوئے ہیں۔ کہ پہلے تو جنازہ رسولؐ میں شرکت نہ کی۔ اور اب دنیا میں رسولؐ ایک ہی بیٹی چھوڑ کے گئے تھے۔ نہ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے ہیں اور نہ ہی کفن و دفن میں اور آج ہمیں اس کی قبر تک معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم ایسا ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

ایک شخص نے حکم دیا۔ کہ جاؤ مسلمان عورتوں کو بلا لاؤ۔ جو ان تمام قبروں کو کھولیں۔ جس قبر میں بھی دختر رسولؐ کا جنازہ ہو گا اسے عورتیں باہر نکالیں گی۔ ہم جنازہ پڑھ کر خود دفن کر دیں گے۔

جب حضرت علیؑ کو اس بات کا پتہ چلا۔ تو آپ نے لباس جنگ پہنا جس میں زرد رنگ قمیص تھی۔ ذرہ تھی۔ ہاتھ میں ذوالفقار غصہ سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ جنت البقیع میں آئے۔ ان قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ جب لوگوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔

عمر نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابوالحسنؑ تو نے ہمیں دختر رسولؐ کے جنازہ میں شریک نہیں کیا اس کی وجہ تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے دختر رسولؐ کی وصیت تھی کہ جو لوگ میرے بابا کا جنازہ چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ اور جنہوں نے اسے اذیت پہنچائی ہے۔ میں انہیں شریک جنازہ نہ کروں۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ علیؑ! اب دیکھ بخدا ہم قبر دختر رسولؐ کھولنے لگے ہیں۔ ہم جنازہ پڑھ کے پھر اسے دفن کر دیں گے

حضرت علیؑ نے گریبان عمرؓ پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

یا بن السوداء وما حقی فقد ترکته مخافة ان یرتد الناس عن دینهم اما قبر فاطمة فوالذی نفس علی بیده لئن

اے حبشہ زادے! جہاں تک میرے حق کا تعلق ہے تو میں نے اسے صرف اس خطرہ کے پیش نظر چھوڑا ہے کہ

امت واصحابك شیئا من ذلك لاسقین الارض من دمائکم فان شئت فاعرض یا عمر۔

میرے تلوار اٹھانے سے کہیں لوگ دین نہ چھوڑ دیں۔ جہاں تک قبر زہراؑ کا تعلق ہے۔ اگر تو نے یا تیرے کسی ساتھی نے ایک کنکرہ بھی اٹھایا۔ تو میں اس زمین کو تمہارے خون سے رنگین کر دوں گا۔ یہ فرمایا کر۔ ایک جھٹکا دیا۔ جس سے عمر گر گئے پھر فرمایا) جا اگر ہمت ہے تو جو کہہ رہے تھے وہ کرو۔

حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور اس نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ! آپ کو اس صاحبہ قبر کا واسطہ! اسے کچھ نہ کہیں۔ ہم آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر عمرؓ کو ساتھ لیا اور واپس چلے گئے۔ پھر ایسی بات کسی نے نہ کی۔

● امالی شیخ صدوق میں دفن دختر رسولؐ کا واقعہ ابن عباس کی زبانی یوں لکھا ہے کہ

جب دختر رسولؐ کی وفات ہوئی تو جناب اسماءؑ نے اپنے سر میں خاک ڈالی اور روتی ہوئی دروازہ پر آئیں۔ اتنے میں جناب حسنینؑ مزار رسولؐ سے واپس آئے۔

انہوں نے اسماءؑ سے سوال کیا۔ این امنا؟ ہماری ماں کہاں ہے؟

اسماءؑ جواب میں کچھ نہ بتا سکی۔ دونوں جلدی سے حجرہ عبادت میں آئے۔ دیکھا تو دختر رسولؐ پر چادر تھی۔ امام حسینؑ نے جلدی سے کپڑا ہٹایا اور کہا۔ یا اماہ! لیکن جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو دونوں شہزادوں نے سر میں خاک ڈالی۔ اور مزار رسولؐ کی طرف منہ کر کے کہنے لگے۔

یا محمداہ الیوم جدد لنا موتک اذ ماتت امّنا — نانا! ماں کی موت نے آپ کا غم ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا ہے۔

پھر دونوں شہزادے مسجد میں حضرت علیؑ کے پاس گئے۔ آپ نے دونوں کو گلے لگایا۔ اور غش کر گئے۔ جب غش سے افاقہ ہوا دونوں کو اٹھا کر گھر آئے۔ جناب اسماءؑ دختر رسولؐ کے سرہانے بیٹھ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے یتیمہ محمدؐا آنحضورؐ کے بعد ہمیں آپ کو دیکھ کر تسلی ہو جاتی تھی۔ اب ہمیں کیسے تسلی ہو گی۔

حضرت علیؑ نے چہرہ زہراؑ سے کپڑا ہٹایا۔ دیکھا تو بی بی کے سر کے دائیں جانب ایک رقعہ رکھا تھا۔ آپ نے اسے اٹھایا۔ تو اس میں وصیت لکھی تھی۔ جس کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما اوصت بہ فاطمہ بنت رسول اللہ اوصت وھی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ وان الجنۃ حق والنار حق وان الساعۃ آتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور

رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے۔ فاطمہؑ بنت رسولؐ یہ وصیت کرتی ہے کہ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ رسول خدا ہیں۔ جنت و جہنم حق ہیں۔ قیامت ضرور ہو گی۔ اللہ قبروں میں سے ہر مردہ کو زندہ کرے گا۔

یا علیؑ! انا فاطمہ بنت محمد زوجنی اللہ منک لاکون لک فی الدنیا والاخرہ انت اولی بی من غیری حنطنی وغسلنی وکفنی باللیل۔

اے علیؑ! میں فاطمہؑ بنت محمدؐ ہوں۔ اللہ نے میرا عقد آپ سے کیا تھا۔ تاکہ میں دنیا اور آخرت میں آپ کی رہوں۔ ہر ایک سے آپ ہی مجھے ہر دوسرے کی نسبت میرے زیادہ قریب ہیں مجھے حنوط غسل اور کفن خود دینا اور مجھے رات کی تاریکی میں دفن کرنا۔

وصل علی وادفنی باللیل ولا تعلم احداً واستودعک اللہ وعلی ولدی السلام الی یوم القیامۃ

میرے قریب تر ہیں۔ مجھے غسل وکفن اور حنوط اپنے ہاتھ سے رات میں کرنا۔ مجھے رات ہی میں دفن کرنا کسی اور کو نہ بتانا۔ میں آپ کو اللہ کے حوالہ کرتی ہوں۔ اور تاقیامت میری آنے والی ذریت کو میرے سلام پہنچا دینا۔

جب رات ہوئی حضرت علیؑ نے حسب وصیت غسل وکفن دیا۔ اور امام حسنؑ کو بھیجا تاکہ ابوذر کو بلا لائے جناب ابوذر کے تعاون سے تابوت اٹھایا۔ جانماز پر لائے۔ جنازہ پڑھا۔ اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللھم ھذہ بنت نبیک فاطمہ ۔ اے اللہ! یہ تیرے نبی کی بیٹی فاطمہؑ ہے۔

جب آپ نے ارادہ دفن کیا۔ تو جنت البقیع کے ایک گوشہ سے آواز آئی۔ یہ جنازہ یہاں لاؤ۔ میں نے قبر تیار کر رکھی ہے۔ جب جنازہ اس جگہ لے کر گئے۔ تو قبر پہلے سے تیار تھی۔ اس میں دفن کیا اور نشان قبر مٹا دیا۔

● مناقب کے مطابق جب آپ نے جنازہ زہراؑ کو اٹھا کر قبر میں رکھنا چاہا تو قبر سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور ایک آواز آئی۔

یا علیؑ میری بچی کا جنازہ مجھے دے دے۔

حضرت علیؑ نے آنسو سے جنازہ دیا۔ پھر زمین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

یا ارض استودعتک ودیعتی ھذہ بنت رسول اللہ۔ اے زمین دختر رسولؐ تجھے بطور امانت سپرد کر رہا ہوں

سلیم ابن قیس ہلالی کے مطابق عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ عمرؓ و ابوبکرؓ کچھ دوسرے افراد کے ساتھ صبح کو شرکت جنازہ کی خاطر آئے۔ جناب مقداد نے انہیں بتایا کہ بنت رسولؐ کو رات کے وقت دفن کر دیا گیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا!

آپ لوگوں نے ہمیں دختر رسولؐ کے جنازہ میں شریک نہیں کیا۔ بخدا میں ابھی ان کا مزار کھودتا ہوں اور ہم جنازہ پڑھنے کے بعد پھر دفن کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

اے عمر وہ قسم نہ کھا جسے پورا نہ کر سکے۔ جہاں تک فدک اور منبر کا تعلق تھا۔ وہ میری چند مجبوریاں تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ غیر مسلم یہ کہیں کہ بعد از رسولؐ مسلمان کرسی کی خاطر دست و گریباں ہیں۔ یا دولت کی خاطر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک قبر زہراؑ کا تعلق ہے۔ تو اگر ایک کنکرہ بھی اس سے ہٹایا گیا تو میں اس وقت تک تلوار میان میں نہیں رکھوں گا۔ جب تک تمہارا پیٹ چاک نہ ہو جائے گا۔

ابوبکرؓ نے عمرؓ کا ہاتھ تھاما اور واپس چلنے کو کہا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ نے قسم کھائی ہے اور تجھے یہ بھی یقین ہے کہ جب علیؑ قسم کھا لیتے ہیں۔ تو پھر پوری کئے بغیر رہتے نہیں ہیں۔

جناب عباس نے عمرؓ سے کہا۔ مجھے معلوم ہے علیؑ نے ویسے دفن نہیں کیا۔ بلکہ خود دختر رسولؐ کی وصیت تھی کہ بالخصوص ان افراد کو شریک جنازہ نہ کیا جائے جو بلا اجازت گھر میں گھسے تھے۔ محسن ابن زہراؑ کو شہید کیا اور جن کی دہشت

گردی کے نتیجہ میں دخترِ نبیؐ بہت جلد اپنے بابا سے جا ملیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمر کیا تم وہی نہیں ہو۔ جس کے لیے آنحضورؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اسے جا کر قتل کر دے۔ لیکن پھر کسی مصلحت کی وجہ سے منع کر دیا تھا۔

واپس آ کر ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو راستہ سے ہٹانے کا مشورہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کون ہے جو انہیں قتل کر دے؟

حضرت عمرؓ نے کہا!

خالد ابن ولید کو کہتے ہیں وہ قتل پر آمادہ ہو جائے گا۔

خالد کو بلایا گیا!

جب اسے بتایا گیا تو اس نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ یہ بتاؤ کہ کہاں قتل کرنا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔

صبح جب نماز کے لیے مسجد میں آئے تو تو اس کے پہلو میں کھڑے ہو جانا۔ جونہی میں سلام کہوں تو فوراً قتل کر دینا کہنے کو تو ابوبکرؓ نے کہہ دیا۔ لیکن جب اس قتل کے انجام کو سوچا تو رات کی نیند اڑ گئی۔ ساری رات جاگ کر گزاری۔ اسی فکر میں صبح داخل مسجد ہوئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ تشہد میں بیٹھ گئے۔ اور تشہد اتنا طویل ہو گیا کہ لوگ یہ سمجھے کہ شاید خلیفہ کو تشہد بھول گیا ہے۔ نمازیوں نے کھانسنا اور اشارے دینا شروع کر دیا۔ بالآخر ابوبکرؓ نے کہا۔

لا تفعل یا خالد ما امرتک السلام علیک اے خالد جو میں نے تجھے کہا تھا وہ نہ کرنا۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایّھا النبی الخ

چونکہ حضرت علیؑ کو یہ سب کچھ پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیے سلام کے بعد آپ نے خالد کے ہاتھ سے تلوار چھین کر پھینک دی۔ گریبان سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے زمین پر گرا دیا۔ اور سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ پھر اپنی تلوار ہاتھ میں لی تاکہ اسے اپنے انجام کو پہنچائیں ہر طرف سے لوگ منتیں کرنے لگے۔

جناب عباس نے آگے بڑھ کر فرمایا۔ اسے صاحب قبر کا واسطہ دو۔

حضرت ابوبکرؓ نے فوراً کہا۔ یا علی تجھے اس قبر والے کا واسطہ اسے چھوڑ دے۔ آپ نے چھوڑ دیا۔

جب دوسرے ہاشمیوں کو پتہ چلا۔ تو تلواریں لے کر آ گئے۔ ادھر مستورات مدینہ اپنے گھروں سے باہر آ گئیں اور ان لوگوں سے کہنے لگیں۔

دخترِ نبیؐ سچ فرماتی تھیں کہ یہ جنگ بدر کے کینے ہیں۔ اور یہی انتقام ہیں۔ پہلے تم نے دخترِ نبیؐ کو شہید کیا اب برادرِ رسولؐ کا خون بہانا چاہتے ہو۔ تم کیسے مسلمان ہو۔

بی بی کی عمر وقت وفات :

بعض مورخین نے بی بی کی عمر ۱۸ برس بتائی ہے ۔
بعض مورخین نے ۲۹ برس بتائی ہے ۔
بعض مورخین نے ۳۰ برس لکھی ہے ۔
بعض مورخین نے ۲۰ برس بتائی ہے اور
بعض مورخین نے ۲۵ برس روایت کی ہے ۔
لیکن آئمہ اہلبیتؑ کے مطابق دخترِ رسولؐ کی عمر بوقت شہادت ۱۸ برس تھی ۔





یوم محشر بی بیؑ کا مقدمہ

● امالی صدوق۔ عیون اخبار الرضاؑ۔ ثواب الاعمال۔ تفسیر فرات۔ اور بحار سے مرویات کا خلاصہ یوں ہے۔ ایک دن آنحضورؐ جناب زہراؑ کے گھر تشریف لے آئے۔ دیکھا تو جناب فاطمہؑ کچھ مغموم سی تھیں۔

آپ نے فرمایا!

بیٹی کیا بات ہے؟ آج غمزدہ نظر آ رہی ہو!

بی بی نے عرض کیا۔ آج صبح سے میدان محشر اور اس میں لوگوں کے محشور ہونے کی کیفیت کچھ اس طرح ذہن میں آتی ہے کہ سوچتی ہوں وہ کیسا عالم ہوگا۔ جس میں ہر شخص اپنے عرق ندامت میں غرق ہوگا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی تجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ سب سے پہلے میں، میرے بعد ہمارے جد امجد جناب ابراہیمؑ ان کے بعد تیرے شوہر علیؑ محشور ہوں گے۔ پھر تمام انبیاءؑ، اوصیاءؑ، ملائکہ اور شہداء محشور ہوں گے۔ حکم خدا سے جبرئیل ستر ہزار ملائکہ لے کر تیرے مزار پر آئے گا۔ اس پر سات پردے لگا دیئے جائیں گے۔ جبرئیل کے پاس جنت کے حلے ہوں گے۔ پھر روقائیل فرشتہ جنت کی ناقہ لائے گا تو اس ناقہ پر سوار ہوگی۔ تیرے دائیں ہاتھ پر تیرا شہید محسن ہوگا۔ بائیں ہاتھ پر شہید رباب علی اصغر ہوگا۔ دائیں کندھے پر حسنؑ کی زہر آلود سبز قمیض ہوگی۔ اور بائیں کندھے پر حسینؑ کی تیروں سے پارہ پارہ قمیض ہوگی۔ ستر ہزار ملک تیرے سامنے ہوگا۔ ستر ہزار دائیں ستر ہزار بائیں اور ستر ہزار پیچھے ہوگا۔

جب تو میدان محشر میں آئے گی تو اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کر دے گا۔

یا اھل محشر غضوا ابصارکم و نکسوا رؤسکم تجوز فاطمہ بنت محمد۔
اے اہل محشر آنکھیں بند کر لو۔ سر جھکا لو۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ آ رہی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلے جناب مریمؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ تیرے استقبال کو آئیں گی۔ کچھ دور جانے کے بعد جناب حوا ستر ہزار حوروں کی معیت میں تیرا استقبال کرے گی۔ جب قریب محشر آئیں گی تو تیری ماں خدیجہؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ تیرے استقبال کو آئیں گی۔

میدان محشر میں تیرے لیے نور کا ایک منبر نصب ہوگا۔ تجھے کہا جائے گا کہ منبر نور پر بیٹھ۔ لیکن تو رکن عرش پر ہاتھ رکھ کر فریاد کرے گی۔

یا عدل یا حکم احکم بینی و بین من ظلمنی یا عدل احکم بینی و بین قاتلی ذریتی۔

اے عادل میرے اور میرے ظالموں کے مابین فیصلہ فرما اے عادل میرے بچوں کے قاتلوں اور میرے بچوں کے مابین فیصلہ فرما۔

اللھم ارنی انظر الی الحسین و ذریته

بارالہا! مجھے دبلکہ تمام اہل محشر کو میرے مظلوم بیٹے اور اُس کی ذریت کی تصویر مظلومیت دکھا۔

اس وقت اللہ کی طرف سے جواب ملے گا۔

یا فاطمه انظری الی قلب المحشر۔

اے فاطمہؑ وسط میدان میں دیکھ۔

جب جناب سیدہ میدان محشر میں نظر کریں گی تو۔

الحسین قائم بلا رأس۔ رأسه علی یده والدم تقطر من اوداجه و ذریته و اصحابه مقتولین مشردین فی الصحرا۔

لاشہ حسینؑ بلا سر میدان محشر میں ہوگا۔ امام حسینؑ کا سر ان کے ہاتھ پر ہوگا کٹے ہوئے سر اور جسم سے تازہ خون بہہ رہا ہوگا۔ ذریت اور اصحاب امام حسینؑ کے لاشے امام حسینؑ کے ارد گرد بکھرے پڑے ہوں گے۔

یہ دیکھ کر جناب زہراؑ کو غش آجائے گا۔ غضب ذوالجلال سے میدان محشر لرز جائے گا۔

حوریں آب کوثر سے جناب زہراؑ کے چہرہ پر چھینٹے ماریں گی جب غش سے افاقہ ہوگا۔ تو عرض کریں گے۔

بارالہا۔ میرے میری ذریت کے ظالموں سے انتقام لے۔

حکم خدا سے تمام ظالم سامنے لائے جائیں گے سلسلہ انتقام شروع ہوگا۔ جہنم کی ایک آگ کا نام ھبھب ہے اسے حکم ہوگا۔ ذریت زہراؑ کے تمام ظالموں کو چن لے۔ اس آگ کے شعلے لپک کر تمام ظالموں کو اپنی لپیٹ میں لیں گے۔

پھر حکم ملے گا۔ اے دختر زہراؑ جنت آپ کی مشتاق ہے۔

بی بی عرض کریں گی۔ بارالہا۔ جنت تک میرے موالی۔ میری ذریت کے وہ محب جو صرف میری اور میری ذریت سے محبت کے جرم کی پاداش میں زندگی بھر کانٹوں پر لوٹتے رہے ہیں جب تک وہ پہلے داخل جنت نہیں ہوں گے اس وقت تک میں جنت میں نہیں جاؤں گی۔

ذات احدیت کی طرف سے حکم ملے گا۔ شیعیان زہراؑ شیعیان علیؑ۔ اور شیعیان ذریت زہراؑ اور محبان شیعیان علیؑ و زہراؑ تمام کے لیے دروازے جنت کھول دو۔

آپ آخر میں یہ دعا مانگ لیں۔

اللھم بحقھا و بحق ابیھا و بعلھا و بنیھا صل علی محمد و آلہ واحشرنا معھا و ادخلنا فی شفاعتھا و امتنا علی حبھا وحب ابیھا و بعلھا و بنیھا و اصلح مقاسد اعمالنا بمصالح اعمالھم۔

اے اللہ! تجھے زہراؑ کا واسطہ! بابائے زہراؑ۔ شوہر زہراؑ اور ذریت زہراؑ کا واسطہ محمدؐ وآل محمدؐ پر باران رحمت نازل فرمائے رکھ۔ ہمیں بی بی کے ساتھ محشور فرما ہمیں بی بی کے حلقہ شفاعت میں داخل فرما۔ ہمیں بی بی کی محبت پر موت دے۔ ہمیں بی بی کے بابا۔ بی بی کے شوہر۔ اور بی بی کی اولاد کی محبت نصیب فرما۔ ہمارے اعمال بد کو نہ دیکھ جن کا دامن ہمارے ہاتھ میں ہے ان کے اعمال صالحہ کو پیش نظر رکھ۔





حضرت علی علیہ السلام

ولادت حضرت علیؑ تاریخ ولادت اسمائے مبارکہ

تاریخ ولادت:

۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل۔ ولادت نبویہ کے ۳۰ برس بعد۔

مقام ولادت:

مکہ مکرمہ۔ بیت اللہ الحرام (خانہ کعبہ) روز ولادت جمعہ

آپ کے والد:

عمران ابن عبد المطلب۔ والد کی کنیت۔ ابوطالب

آپ کی والدہ:

فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف

بنی ہاشم میں اولاد ابوطالبؑ کو بالخصوص یہ شرف حاصل ہے کہ ماں اور باپ ہر دو طرف سے ہاشمی ہے۔

جناب عبد اللہؑ اور جناب ابوطالبؑ مادری پدری بھائی تھے۔

تاریخ اسلام میں یہ پہلا وہ مولود ہے جو آغوش رسالت میں پلا ہے۔

اولاد جناب ابوطالبؑ:

۱۔ طالب لاولد فوت ہوئے سب سے بڑے تھے۔
۲۔ جناب عقیل۔ طالب سے دس برس چھوٹے تھے۔
۳۔ جعفر۔ جناب عقیل سے دس برس کمسن تھے۔
۴۔ علیؑ۔ جناب جعفر سے دس برس چھوٹے تھے۔
۵۔ ام ہانی۔ حضرت علیؑ سے دس برس چھوٹی تھیں۔

خانہ کعبہ میں ولادت پانے والا پہلا مولود حضرت علیؑ ہے

خوارزمی نے کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ

حضرت علیؑ خانہ کعبہ کے اندر جمعہ کے دن تیرہ رجب ۳۰ عام الفیل ہجرت سے ۲۳ برس قبل۔ بعثت سے دس برس پہلے اور جناب ام المومنین خدیجہؓ سے آنحضورؐ کی شادی سے تین برس قبل پیدا ہوئے۔

خانہ کعبہ میں حضرت علیؑ سے قبل کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ شرف ہے جس سے ذات احدیت نے تنہا حضرت علیؑ ہی کو نوازا ہے۔

کافی باب مولد النبیؐ میں مفضل ابن عمر سے مروی ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے۔

جس دن نبی کونینؐ کی ولادت ہوئی۔ اور جناب آمنہؑ نے آپ کے نور کی روشنی میں فارس اور شام کے محلات دیکھنے کا ذکر کیا۔ تو جناب فاطمہؑ بنت اسد نے جناب ابو طالبؑ کو بتایا۔ تو جناب ابو طالبؑ نے جناب فاطمہ کو فرمایا

لا تتعجبين من هذا ذالك ستلدين بوصيه وزيره۔ اس پر حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو بھی کچھ عرصہ بعد محمدؐ کے وصی اور وزیر کی ماں بنے گی

کافی ہی میں دوسری روایت محمد ابن عبداللہ ابن مسکان سے مروی ہے جو امام صادقؑ ہی سے ہے۔ اس کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ مبارک ولادت سرور انبیاءؐ اور واقعہ قصور شام و خراسان دیکھنے کے تذکرہ کے بعد جناب ابو طالبؑ نے فرمایا۔

اِصبری ثلاثين سنة ابشرك بمثله الا النبوة۔ تیس برس صبر کریں نبوت کے سوا تجھے مثیل محمدؐ کی مبارک باد دوں گا۔

بحار میں مروی ہے کہ تمام درندے جناب ابو طالبؑ کو دیکھ کر دوڑ جاتے تھے۔ ایک دن آپ طائف سے واپس آرہے تھے کہ ایک شیر آپ کے پاؤں چاٹنے لگا۔

جناب ابو طالبؑ نے فرمایا۔

بحق خالقك ان تبين لى مالك۔ تجھے اپنے خالق کا واسطہ ہے اگر کوئی ضرورت ہے تو بتا

شیر نے جواب میں عرض کیا؛

ليس لى حاجة بل انت ابو اسد الله ناصر نبى الله ومربيه۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اظہار عقیدت کر رہا ہوں کیونکہ آپ شیر خدا کے باپ ہیں جو ناصر نبی خدا ہو گا اور آپ اس کے کفیل ہیں۔

☆

روضۃ الواعظین میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ

ایک دن میں نے آنحضورؐ سے ولادت حضرت علیؑ کے سلسلہ میں سوال کیا۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا؛

جابر تو نے میرے بعد پیدا ہونے والے بہترین مولود کا ذکر کیا ہے۔

اللہ نے تخلیق آدمؑ سے پانچ لاکھ برس پہلے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔ ہم اس وقت تسبیح و تقدیس باری کرتے تھے جب کوئی اور نہ تھا۔ تخلیق آدمؑ کے بعد ذات احدیت نے ہمارے نور کو جبین آدمؑ میں رکھا اس طرح ہمارا نور اصلاب پاک اصلاب میں منتقل ہوتا ہوا جناب ابو طالبؑ اور جناب عبداللہؑ تک پہنچا۔ ذات احدیت نے میرے نور کو میری والدہ جناب آمنہ کے سپرد کیا اور نور علیؑ کی امینہ جناب فاطمہؑ بنت اسد کو قرار دیا۔

جناب فاطمہ بنت اسد کے صدف عفت میں منتقل ہونے سے پہلے ایک عابد تھا۔ جس کا نام مثرم ابن وحیب ابن شیقنام تھا۔ عبادت میں وہ بہت معروف تھا۔ ایک سو نوے برس عبادت کی لیکن کبھی اللہ سے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ ایک دن تنہائی سے اکتا کر اس نے دعا مانگی۔ بار الٰہا اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی زیارت نصیب فرما۔

جناب ابو طالبؑ اپنے کسی کام کی خاطر بیرون مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک غار کے سامنے آپ کو ایک بہت بڑا اژدہا نظر آیا۔ آپ اسے مارنے کی خاطر اسی طرف تشریف لے گئے۔ اژدہا نے جب آپ کو دیکھا تو آہستہ آہستہ غار کے اندر سرکنے لگا۔ جناب ابو طالب بھی اس کے تعاقب میں غار کے اندر چلے گئے جب آپ غار کے اندر گئے تو اژدہا غائب ہو گیا۔ سامنے مثرم ایک چٹان پر بیٹھا مصروف عبادت تھا۔ جونہی مثرم نے آپ کو دیکھا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ آگے بڑھا۔ جناب ابو طالبؑ سے معانقہ کیا۔ آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔

مثرم نے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ وادی مکہ کا ایک باشندہ ہوں۔

مثرم نے کہا۔ مکہ کے کس قبیلہ سے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ بنی عبد مناف سے۔

مثرم نے کہا۔ بنی عبد مناف کی کس شاخ سے ہیں؟

جنابؑ ابو طالب نے فرمایا۔

بنی ہاشم سے۔

مثرم یہ سنتے ہی اچھل کر اٹھا۔ اور دوسری مرتبہ جناب ابو طالبؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور کہا

الحمد للہ الذی اعطانی مسئلتی	اللہ کی حمد ہے کہ اس نے میری دعا قبول فرما لی ہے
ولم یمتنی حتیٰ ارانی ولیہ۔	اور مجھے اپنے ولی کی زیارت کے شرف سے مشرف فرمانے سے پہلے موت نہیں دی

پھر مثرم نے کہا:

ابشر یا ھذا فان العلی الاعلیٰ قد الھمنی الھاماً فیہ بشارتک۔

اے بندہ خدا آپ کو مبارک ہو۔ اللہ نے مجھے ایسے الہام سے نوازا ہے۔ جس میں آپ کے لیے بشارت ہے۔

٭

جناب ابو طالبؑ نے پوچھا۔

ما ہو؟ کیسی بشارت ہے۔

یولد لک ولد یکون ولی اللہ تبارک اسمہ وتعالیٰ ذکرہ وھو امام المتقین ووصی رسول رب العالمین فان ادرکتہ فاقرأہ منی السلام وقل لہ ان المثرم یقرأ علیک السلام وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ویشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ وانک وصیہ حقاً بمحمد یتم النبوۃ وبک یتم الوصیۃ۔

آپ کے ایک بچہ ہوگا جو ولی خدا ہوگا۔ اس کا نام مبارک اور اس کا ذکر عالی ہوگا۔ وہ امام المتقین اور رسول رب العالمین کا وصی ہوگا۔ اگر آپ کو اس کا زمانہ نصیب ہو تو اسے میرے سلام کہہ دینا اور اسے یہ بھی بتا دینا کہ مثرم سلام کے بعد کہہ رہا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ عبد اور رسول خدا ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ محمدؐ کے وصی برحق ہیں محمدؐ خاتم الانبیاءؑ اور آپ خاتم الاوصیاءؑ ہوں گے۔

جناب ابو طالبؑ نے فرمایا:

ما اسم ھذا المولود۔

اس مولود کا نام کیا ہوگا؟

مثرم نے کہا۔ علیؑ

جناب ابو طالب نے فرمایا:

مجھے کیسے پتہ چلے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔

مثرم نے عرض کیا:

آپ کو کیسی علامت چاہیئے جو میں اللہ سے مانگوں اور اللہ اس وقت مہیا فرما دے۔

جناب ابو طالب نے فرمایا:

اس وقت میں اور کیا علامت مانگوں کھانے کا وقت ہے۔ جنت سے کھانا منگوا لیجئے آپ بھی کھالیں میں بھی کھا لوں گا۔ اور آپ کی بات پر بھی اطمینان حاصل ہو جائے گا۔

مثرم نے دست دعا بلند کیے۔ ابھی تک دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جنت کے میوہ جات سے پر طبق جناب

ابو طالب اور حرم کے درمیان آگیا۔ جناب ابو طالب نے ایک انار اٹھالیا۔ اور گھر آ گئے۔ انار کھایا۔ اسی رات (جو غالباً ۱۹/۲۱/۲۳ ماہ رمضان تھی) نور ولایت جبین جناب ابو طالب سے منتقل ہو کر جناب فاطمہ بنت اسد کے صدف عفت میں منتقل ہو گیا۔ جونہی یہ نور اپنی آخری قرار گاہ میں آیا۔ وادی مکہ میں زلزلہ کی کیفیت پیدا ہو گئی تمام اہل مکہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ پہلے تو گلیوں میں بتوں کو پکارتے رہے۔ پھر خانہ کعبہ میں آئے وہاں بتوں سے استمداد کرتے رہے۔ جب زلزلہ نہ رکا تو باہمی مشورہ سے بتوں کو اٹھا کر کوہ ابو قبیس پر آئے۔ لیکن بت اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکتے تھے۔ اوندھے منہ گر جاتے تھے۔

جناب ابو طالب کوہ ابو قبیس پر گئے۔ اور ان سے فرمایا:

آج بت شکن اپنے طویل سفر کی آخری منزل پر پہنچ گیا ہے۔ اور اس وقت ظہور قریب سے قریب تر ہو رہا ہے بت آج ہی سے خائف ہیں۔ یہ بیچارے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اگر زلزلہ کو روکنا ہے تو میری بات مانو جس طرح میں کہوں ویسے کہتے جاؤ زلزلہ رک جائے گا۔

تمام لوگ کہنے لگے۔ ابو طالب آپ دیر نہ کریں ہمیں جلدی وہ بات بتائیں ہمارا برا حال ہو رہا ہے۔

جناب ابو طالب نے فرمایا یوں کہو۔

الهی وسیدی اسئلك بالمحمدیة المحمودة والعلویة العلیا وبالفاطمیة البیضاء الا تفضلت علی اهل تهامة بالرأفة ۔ اے اللہ میں تجھ سے محمدیت محمود، علویت عالیہ اور روشن جبین فاطمہؑ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ اہل تہامہ پر رحم فرما۔

جونہی ابو طالب کی اقتدا میں ان لوگوں نے یہ دعا مانگی۔ زلزلہ تھم گیا۔ بعد میں جب بھی کفار مکہ کو انتہائی سخت مصیبت کا سامنا ہوتا تھا۔ تو وہ انہی اسماء کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے ان کی مصیبت دور ہو جاتی تھی۔

تیرہ رجب کی رات جب حضرت علیؑ کا خانہ کعبہ میں ظہور ہو گیا۔ قریش مکہ نے آسمان پر ستاروں کی گردش کو دیکھا آسمان سے زمین تک نور کی پھوٹتی کرنیں دیکھیں اپنے اپنے گھروں سے باہر کہنے لگے۔ آج کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔

جناب ابو طالب اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام کرو۔

وہ کہنے لگے۔ ابو طالب آپ عجیب آدمی ہیں۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ آسمان کا رنگ بدل گیا ہے۔ نہ ختم ہونے والی روشنی کا سلسلہ آسمان سے زمین تک ہے۔ بھلا یہ پریشانی کی بات نہیں ہے؟ کیا اس وقت کسی کو آرام آئے گا۔

جناب ابو طالب نے فرمایا:

اگر نہیں معلوم ہوتا تو ایسی باتیں نہ کرتے۔

وہ کہنے لگے۔ تو گویا آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے؟

جناب ابو طالب نے فرمایا:

اگر معلوم نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوتا جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں کتنا مطمئن ہوں۔

وہ کہنے لگے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمیں بھی بتا دیں تاکہ ہم بھی آپ کی طرح مطمئن ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا:

قد تمت حجة الله۔ وظهر ولی الله فی هذه الليلة يكمل الله فيه خصال الخير ويختم به الوصيين وهو امام المتقين وناصر الدين وقامع المشركين وغيظ المنافقين وزين العابدين ووصی رسول رب العالمين امام هدىً ومصباح دجى مبيد الشرك والشبهات وهو نفس اليقين ورأس الدين۔

حجت خدا مکمل ہو گئی ہے۔ آج رات ولی خدا کا ظہور ہو گیا ہے۔ اللہ نے اس میں تمام خصائل خیر جمع کر دی ہیں۔ یہ خاتم الاوصیاء ہے۔ امام المتقین ہے۔ ناصر دین ہے۔ مشرکین کو جڑ سے اکھاڑنے والا ہے۔ منافقین کا غیظ ہے۔ عابدین کی زینت ہے۔ رسولؐ رب العالمین کا وصی ہے۔ امام ہدایت اور چراغ ظلمت ہے۔ شرک کو ختم کرنے والا ہے۔ شبہات فنا کرنے والا ہے۔ یہ نفس یقین اور دین کی بنیاد ہے۔

صبح تک آپ یہی کلمات دہراتے رہے۔

گیارہ رجب کو جناب فاطمہ خانہ کعبہ میں آنے کے لیے گھر سے روانہ ہوئیں۔ صحن کعبہ میں آ کے دیکھا تو در کعبہ مقفّل تھا طواف کعبہ کیا۔ اور دعا مانگی۔

اللهم انی مومنة بك وبما جاء جدی ابراهيم خليل الله وبمولودی هذا ان تسهل علی ما انا فيه۔

اے اللہ! میں تیری توحید اپنے جد امجد ابراہیم خلیل کی ملت اور اس مولود کی ولادت پر ایمان رکھتی ہوں۔ میرے معاملہ کو آسان فرما۔

اس دعا مانگنے سے دیوار کعبہ شق ہو گئی۔ جناب فاطمہ اندر تشریف لے گئیں تیرہ رجب تک کعبہ کے اندر رہیں۔ جناب فاطمہ کا بیان ہے کہ جب وقت ولادت قریب ہوا۔ میں سخت پریشان ہوئی۔ در کعبہ باہر سے مقفّل تھا دیوار میں ہونے والا انشگاف میرے اندر آنے کے بعد فوراً باہم مل گیا تھا۔ باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ جب کہ ایسے وقت میں عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں ذات احدیت سے مصروف مناجات ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ چار مستورات میرے سامنے آ گئیں میں نہیں سمجھی کہ کس طرف سے آئیں۔ انہوں نے آ کر مجھے سلام کیا۔ اور کہا۔

اے ولی الاولیاء کی خوش نصیب مادر گرامی آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کی خدمت کے لیے آئی ہیں۔ انہوں نے سفید ریشم کے لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے جسموں سے مشک وعنبر سے بڑھ کر خوشبو مہک رہی تھی۔

مجھے ایسے معلوم ہوا کہ کچھ دیر کے بعد جیسے میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ یہ چند لمحات ہی تھے۔ جب مجھے اس نیند جیسی کیفیت سے افاقہ ہوا تو میرا لال سجدہ ریز ہو کر کہہ رہا تھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول واشھد انی علی ولی اللہ ووصی محمد رسول اللہ محمد	میں اللہ کے معبود واحد ہونے اور محمدؐ کے رسول برحق ہونے کی گواہی کے ساتھ یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں علی ولی خدا اور وصی مصطفیٰ ہوں
یختم النبوۃ وبی یختم الوصیۃ وانا امیرالمؤمنین	محمدؐ پر نبوت کا خاتمہ اور مجھ پر وصایت کا خاتمہ ہوگا اور میں امیرالمؤمنین ہوں

ان عورتوں میں سے ایک نے میرے لال کو اٹھایا۔ اپنی گود میں لیا۔ جب علیؑ نے اسے دیکھا تو کہا۔

السلام علیک یا اماہ ۔ ماں میرا سلام ہو۔

اس نے جواب سلام دیا۔ وعلیک السلام یا بُنَیّ ۔ بیٹے میرا بھی سلام ہو

میرے بیٹے نے کہا ۔ ما خبر والدی ۔ ؟ بابا جان کا کیا حال ہے ؟

اس نے جواب دیا۔ فی نعم اللہ ۔ نعمات خدا میں ہیں ۔

میں نے کہا۔ یا بُنَیّ ابوک الیس ابوطالب کیا تیرا باپ ابوطالب نہیں ہے ؟

علی نے کہا ۔ نعم ھو ابی ولکنی اسئل عن ابی وابیکما ۔

ابوطالب میرا باپ ہے لیکن میں اپنے اور آپ دونوں کے باپ آدمؑ کا حال پوچھ رہا ہوں ۔ ھذہ اُمّی واُمکما حواء۔

یہ میری اور آپ دونوں کی ماں حواؑ ہے ۔

یہ سن کر میں شرم کے مارے پیچھے ہٹ کر خانہ کعبہ کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئی ۔

پھر دوسری عورت آگے بڑھی اسے دیکھ کر علیؑ نے کہا۔

السلام علیک یا اختی بہن میرا سلام ہو۔

اس نے جواب دیا۔ وعلیک السلام یا اخی ۔ بھیا میرا بھی سلام

علیؑ نے کہا۔ کیف حال عمی ۔ چچا کا کیا حال ہے ؟

اس نے کہا۔ بحمد اللہ فی نعم اللہ۔ بحمد اللہ نعمات خدا میں ہے ۔

میں نے کہا یا بنیّ ای اخت ھذہ وعن ای عم تسئلہ ۔ یہ کون سی بہن ہے اور تو کس چچا کا پوچھ رہا ہے؟

علیؑ نے کہا۔ یا امی ھذہ مریم ام عیسیٰ واسئل عن عیسیٰ یہ مادر عیسیٰؑ مریم ہے اور میں جناب عیسیٰؑ کا حال پوچھ رہا ہوں ۔

جناب مریم نے علیؑ کو خوشبوئے جنت لگائی ۔

میں نے کہا۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے غسل دے لوں ؟

ان دونوں نے جواب دیا۔ ھذا طاہر مطہر ۔ یہ کسی غسل ولادت کا محتاج نہیں ہے پاک و پاکیزہ ہے آپ مطمئن رہیں اس کے

بعد وہ عورتیں غائب ہو گئیں۔

پھر حکم خدا سے میں کعبہ میں آیا۔ دیکھا تو ایک مجمع لگا تھا۔ تمام لوگ قفل کعبہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن قفل نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ میں نے اشارہ انگشت کیا قفل کھل کر گر گیا۔ میں نے تمام لوگوں کو اندر آنے سے منع کر دیا خود اندر گیا علیؑ آغوش فاطمہ میں آنکھیں بند کر کے سو رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ علیؑ نے مجھے جواب سلام دیا۔ میں نے ہاتھوں پہ اٹھایا۔ دنیا میں آنے کے بعد پہلی غذا میں نے علیؑ کو لعاب رسالت سے دی۔ کچھ سناتے کو کہا۔ علیؑ نے صحف آدم سے لے کر انجیل عیسیٰ تک تمام صحف انبیاءؑ کی تلاوت کی۔ پھر عرض کیا۔ اگر قرآن نازل ہو چکا ہوتا۔ تو آج وہ بھی سنا دیتا میں ہاتھوں پہ اٹھا کر علیؑ کو گھر لایا۔

جناب ابو طالب نے دیکھا۔ نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا۔ جس کے گھر آیا ہے وہی نام رکھے گا۔ جناب ابو طالب خانہ کعبہ میں آئے غلاف کعبہ پکڑ کے دعا مانگی۔ ذات احدیت نے جواب میں علیؑ نام بتایا۔

جب جناب فاطمہ نے جناب ابو طالب کو ان چار عورتوں کے متعلق بتایا۔ تو جناب ابو طالب نے فرمایا۔ دو کو ہم نے پہچان لیا ہے۔ دوسری دو کون تھیں۔

علیؑ نے جواب دیا۔

پہلی عورت جس نے مجھے سجدہ سے اٹھا کر گود میں لیا تھا۔ جناب حوا تھی۔

دوسری عورت جس نے مجھے خوشبو لگائی تھی۔ جناب مریم تھی۔

تیسری عورت جس نے مجھے کپڑوں میں لپیٹا تھا۔ آسیہ زن فرعون تھی۔ اور

چوتھی عورت جس نے خوشبو اور کپڑے اٹھا رکھے تھے وہ مادر موسیٰ تھی۔

بابا جان! آپ ایسا کریں۔ مثرم اس وقت کوہ لکام کے ایک غار میں ہے۔ آپ وہاں جا کر مثرم کو میری ولادت کی بشارت دے دیں۔ جناب ابو طالب فرماتے ہیں کہ میں علیؑ کے بتائے ہوئے پتہ پر کوہ لکام میں آیا۔ دیکھا تو مثرم ایک چٹان پر چادر تانے سو رہا ہے۔ اور دو اژدہا اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو ایک طرف ہٹ گئے اور کہا۔

السلام علیک یا ابا اولیاء اللہ۔ اے اولیائے خدا کے باپ ہمارا سلام ہو۔

میں نے انہیں جواب سلام دیا۔ اتنے میں مثرم اٹھ کے بیٹھ گیا۔ میں نے مثرم کو ولادت علیؑ کی بشارت دی اور تمام واقعہ ولادت سنایا۔ اس نے کہا۔ حمد خدا ہے۔ پھر وہ سو گیا اور مجھے کہا میری چادر مجھ پر ڈال دیں۔

میں نے اژدہوں سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم اس کے اعمال صالحہ ہیں۔ تاقیامت اس کے اس وجود کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

جابر کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو انصاری ہوں اور مدینہ کا باسی ہوں۔ آپ کے ساتھ مکہ سے آنے والے

مہاجرین تو ہمیں بتاتے ہیں کہ ابوطالب اسلام کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ جب کہ آپ نے جو واقعہ سنایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب مومن اول تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا؛

جابر جب میں شب معراج آسمان پر گیا۔ تو میں نے عرش کے دائیں پہلو میں چار انوار درخشاں دیکھے ذات احدیت سے ان کے متعلق سوال کیا تو مجھے قدرت کی طرف سے جواب ملا۔

ایک نور عبدالمطلب ہے۔

دوسرا نور ابوطالب ہے۔

تیسرا نور عبداللہ ہے اور

چوتھا نور طالب ابن ابی طالب ہے۔

غایۃ المرام میں شیخ طوسی کی مصابیح الانوار کے حوالے سے انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن نماز صبح کے بعد میں نے آنحضورؐ کی خدمت عرض کیا۔ قبلہ

اولٓئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔ انبیاء۔ صدیق۔ شہداء اور صالحین ہی ہیں سے وہ لوگ ہیں۔ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

کی تفسیر تو فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا؛

نبیین کا مصداق میں ہوں۔

صدیقین کا مصداق علیؑ ہے۔

شہداء کا مصداق میرا چچا حمزہ ہے۔ اور

صالحین کے مصداق میرے حسنینؑ اور فاطمہؑ ہیں۔

جناب عباس سامنے آئے اور عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ کیا ہم اور آپ ایک قبیلہ کے افراد نہیں ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا؛

آپ کس لیے پوچھ رہے ہیں؟

جناب عباس نے فرمایا؛

آپ نے اپنے ساتھ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ اور حسنینؑ کو شمار کیا ہے اور کسی کا نام نہیں لیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا؛

جہاں تک دنیا میں قبیلہ کا تعلق ہے تو بلاشک ہم اور آپ ایک قبیلہ سے ہیں۔ لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے آپ میں اور ہم میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمیں اللہ نے تخلیق آدمؑ سے ہزاروں برس پہلے پیدا فرمایا ہے۔ اس کے

بعد آپ نے وہی حدیث بیان فرمائی جو سابق حالات سرور کونین میں آپ پڑھ چکے ہیں۔)

● بحار میں ہے کہ ابن مہران نے جناب عبداللہ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔

انا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون۔ ہم ہی مصطفیٰ اور ہم ہی تسبیح گزار ہیں۔

جناب ابن عباس نے وہی حدیث دہرائی جس کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اور یہ حدیث حدیث نور کے نام سے معروف ہے۔

مناقب میں قاضی ابو عمرو عثمان ابن احمد سے ایک طویل روایت میں منقول ہے کہ۔

حضرت علیؑ جناب فاطمہ کے صدف عفت میں کلام کرتے تھے۔ ایک دن کعبہ میں اپنے بھائی جعفر سے بات کی تو وہ غش کر گئے۔ اور تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ جناب فاطمہ نے اپنے صدف عفت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

بیٹے ابھی تو دنیا میں نہیں آیا تیری آواز سن کر بت گر رہے ہیں۔ جب تو دنیا میں آ گیا تو ان کا کیا حال ہوگا

پھر جناب فاطمہ نے اس واقعہ کا تذکرہ جناب ابو طالب سے فرمایا:

آپ نے فرمایا:

مجھے طائف کی راہ میں ایک شیر نے بتایا تھا۔

● علامہ مجلسیؒ نے بحار میں۔ سید نے غایۃ المرام میں شیخ طوسی نے امالی میں روایت کی جس کا ایک سلسلہ سند ام المومنین عائشہؓ تک ہے۔ دوسرا سلسلہ سند انس ابن مالک تک ہے۔ تیسرا سلسلہ سند عباس ابن عبدالمطلب تک ہے اور چوتھا سلسلہ سند آئمہ اہلبیتؑ کے ذریعہ جناب سرور انبیاءؐ تک ہے۔ ان مختلف سلسلہ ہائے سند کے ذریعہ واقعہ ولادت یوں مذکور ہے۔ عباس ابن عبدالمطلب اور یزید ابن قعنب کا بیان ہے کہ

ہم بیت اللہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ میں آئیں۔ نور ولادت علیؑ کا وقت مکمل ہو چکا تھا۔ فاطمہ نے طواف کعبہ کیا۔ پھر پشت کعبہ کی طرف اگر کھڑی ہو گئی رخ سوئے آسمان کیا اور کہا:

ای رب انی مومنة بك وبما جاء من عندك	اے اللہ میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں۔ جو کچھ تیری طرف سے
الرسول وبکل نبی من انبیائك وبکل کتاب	رسول اکرمؐ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان رکھتی ہوں تیرے ہر
انزلت وانی مصدقة بکلام جدی ابراهیم	مرسل نبی اور ہر منزل کتاب پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد
الخلیل وانه بنی بیتك العتیق فاسئلك	امجد ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں۔ انہی نے تیرا گھر
بحق هذا البیت ومن بناه وبحق هذا	بنایا تھا۔ میں تجھ سے اس گھر اس کے بانی اور اس مولود کے
المولود الذی فی احشائی الذی یکلمنی	واسطہ سے سوال کرتی ہوں۔ وہ مولود جو میرے صدف عفت
ویؤنسنی بحدیثه وانا موقنة	میں سے مجھ سے باتیں بھی کرتا ہے اور تنہائی میں میرا مونس
انه احدی آیاتك ودلائلك لما یسرت	بھی ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ مولود تیری آیات میں سے

علی ما انا فیه ۔

ایک آیت اور تیرے دلائل میں سے ایک دلیل ہے ۔ میرے معاملہ کو آسان فرما۔

جناب فاطمہ کی اس دعا کے بعد ہم نے دیکھا بیت اللہ کی دیوار میں شگاف ہوگیا ۔ جناب فاطمہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئیں دیوار کا شگاف دوبارہ مل گیا ۔ ہم حیران ہو کر اٹھے ۔ قفل بیت اللہ کھولنے کی کوشش کی ۔ لیکن قفل نہ کھلا ۔ جب ہم اپنی کوشش کر کے تھک گئے ۔ اور قفل نہ کھلا تو ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ کوئی راز ہے ۔ جناب فاطمہ تین دن بیت اللہ میں رہیں پورے مکہ کے ہر گھر میں یہ واقعہ اس قدر معروف ہوا ۔ کہ ہر زبان پہ جناب فاطمہ کا کعبہ میں جانے اور دیوار کے شگاف کا تذکرہ تھا ۔

تیسرے دن سرور انبیاءؐ آئے صحن کعبہ میں قریش مکہ کا اژدہام تھا ۔ آنحضورؐ کو دیکھ کر سب لوگ ایک طرف ہٹے آپ قریب آئے قفل کو اشارہ کیا قفل کھل کر پیچھے گر گیا آپ اندر گئے ۔ کچھ دیر کے بعد آنحضورؐ باہر آئے ۔ ان کے عقب میں جناب فاطمہ تھیں ۔ ان کے ہاتھوں پہ حضرت علیؑ تھے ۔ جناب فاطمہ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا :

ایھا الناس ان اللہ اختارنی علی خلقه و فضلنی علی المخدرات ممن کن قبلی قد اختار

اے لوگو! اللہ نے مجھے اپنی تمام مستورات پر آج فضیلت دے دی ہے ۔ مجھ سے پہلے جتنی بھی عورتیں گذری ہیں سب سے مجھے بلند رتبہ سے نوازا ہے ۔

اللہ آسیه بنت مزاحم فانها عبدت اللہ سرًا فی موضع لا یحب ان یعبد اللہ فیه الا اضطرارًا

اللہ نے آسیہ بنت مزاحم کو اس بات سے نوازا تھا کہ اس نے ایسے مقام پر اللہ کی عبادت کی جہاں اللہ کا نام لینا بھی گوارا نہ کیا جاتا تھا ۔

و اختار اللہ مریم ابنت عمران حیث یسر علیها ولادة عیسٰی خارج بیت المقدس تحت النخلة فی فلاة من الارض

اللہ نے جناب مریم کو یہ شرف بخشا کہ انہیں بیت المقدس سے ایک صحرا میں باآسانی مراحل ولادت سے گزارا ۔

ان اللہ اختارنی علیهما و علی کل من مضٰی قبلی من نساء العالمین لانی ولدت فی بیته العتیق و بقیت فیه ثلاثة ایام اکل من ثمار الجنة فلما ردت ان اخرج وولدی علی یدی هتف لی هاتف وقال یا فاطمة

اور اللہ نے مجھے ان دونوں سے برتر مقام دیا ہے ۔ بلکہ آج تک کی آنے والی تمام مستورات سے افضل و اشرف مقام عنایت فرمایا ہے کہ میرے لیے اپنے گھر کی دیوار سے نیا در بنا کر مجھے اپنے گھر میں جگہ دی ۔ تین دن تک اللہ کی مہمان رہ کر جنت کے میوہ جات کھاتی رہی ۔ اب جب کہ میں اپنے بیٹے کو ہاتھوں پہ لے کر اللہ کے گھر سے باہر لا رہی تھی تو مجھے ایک ہاتف غیبی نے کہا ۔ اے فاطمہ! اس بچے کا نام علیؑ رکھنا ۔ میں علی اعلیٰ ہوں اسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے ۔ اس کا نام میں نے اپنے نام

سمیہ علیا فانا العلی الاعلی انی خلقتہ من قدرتی واشتققت اسمہ من اسمی ضنت الیہ امری وا وقفتہ علی غامض علمی ولانی بیتی وھو اول من یوذن فی بیتی ویکسر الاصنام وھوالامام بعد جیبی ووصیہ فطوبیٰ لمن احبہ ونصرہ والویل لمن عصاہ و خذلہ وجحد حقہ۔

سے مشتق کیا ہے۔ اسے اپنے تمام معاملات کا انچارج بنایا ہے۔ اسے میں نے اپنے علم مخصوص کے مخفی رازوں سے آگاہ کیا ہے۔ اپنے گھر میں ولادت کی جگہ دی ہے یہی وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے گھر میں کھڑے ہوکر میری توحید کا اعلان کرے گا۔ بتوں کو توڑے گا۔ میرے حبیب کے بعد امام امت ہوگا وصی نبی ہوگا۔ اسکے موالیوں کو جنت کی بشارت ہو۔ اور اس کے منکرین حق۔ نافرمانوں اور رسوائی چاہنے والوں کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے۔

جناب فاطمہؑ علیؑ کو گھر لائیں۔ جناب ابوطالب جب سامنے آئے تو علیؑ نے کہا۔

السلام علیک یا ابتاہ۔ — بابا میرا سلام ہو۔

پھر آنحضورؐ تشریف لائے۔ علیؑ نے آپ کو بھی السلام علیک یارسول اللہؐ کہہ کر سلام کیا۔ اور مسکرا کر ان آیات کی تلاوت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قد افلح المومنون — وہ مومن نجات پا گئے جو۔

الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون۔ — اپنی نماز میں خاشع رہتے ہیں۔

سرور انبیاءؐ نے فرمایا:

صدقت یا علی قد افلحوا بک انت واللہ امیرھم ودلیلھم۔ — علیؑ تو سچ کہہ رہا ہے۔ تیری بدولت ہی نجات پائیں گے۔ بخدا تو ہی ان کا امیر اور راہنما ہوگا۔

پھر آپ نے جناب فاطمہؑ سے کہا۔ اماں

اذھبی الی عمی حمزۃ وبشریہ۔ — چچا حمزہ کے پاس جاکر انہیں مبارک بیاد دیجئے۔

جناب فاطمہؑ نے کہا۔ اگر میں چلی گئی تو علیؑ کو دودھ کون دے گا؟

آپ نے فرمایا:

انا اردیہ۔ اب علیؑ کا سیراب کرنا میرے ذمہ ہے۔

جناب فاطمہؑ نے حیرت سے پوچھا۔ انت تروبہ؟ کیا آپ اسے سیراب کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ہی اسے سیراب کروں گا۔ آپ اطمینان کے لیے دیکھ لیں۔

فوضع لسانہ فی فیہ فانفجرت اثنتا عشرۃ عینا۔ — آپ نے اپنی زبان مبارک دہن علیؑ میں دی اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

جناب فاطمہؑ جناب حمزہ کو مبارک باد دے کر واپس آئیں۔ تو حضرت علیؑ سیر ہوکر آرام کر رہے تھے۔ بی بی نے عورتوں

کی عادت کے مطابق کپڑے میں باندھا حضرت علیؑ نے ہاتھ اٹھائے کپڑا دو ٹکڑے ہو گیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے ملا کر باندھا آپ نے انگڑائی لی وہ بھی ٹوٹ گئے آپ ایک ایک کپڑے کا اضافہ کرتی گئیں اور علیؑ کی انگڑائی سے وہ کپڑے ٹوٹتے گئے۔ جب بی بی سات کپڑوں کو ملا کر باندھنے لگی۔ تو اس وقت علیؑ نے عرض کیا۔

یا اماہ لا تشدی یدای فانی احتاج ان ابصبص ربی باصبعی

ماں میرے ہاتھ مت باندھو میں اپنی انگلی سے اللہ کے ساتھ رمز و کنایہ کرنے کا ضرورتمند رہتا ہوں۔

اس کے بعد بی بی نے باندھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس کے بعد روزانہ آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔ قبلہ مجھے بھوک لگی ہے۔ آنحضورؐ اپنی زبان مبارک حضرت علیؑ کے دہن مبارک میں دیتے اور آپ لعاب رسالت سے سیراب ہو جاتے تھے۔ جناب فاطمہ کا بیان ہے کہ علیؑ کو کبھی میرے دودھ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

ساتویں دن جناب ابوطالب نے عقیقہ کیا۔ عقیقہ میں آپ نے تین سو اونٹ نحر کیے اور ایک ہزار گائے اور بھیڑیں ذبح کیں۔ تمام اہل مکہ کو کھلے عام کھانے پر بلایا۔ اور فرمایا:

خانہ کعبہ کا طواف کرتے جاؤ۔ اور میرے بیٹے کا عقیقہ کھاتے جاؤ۔

علامہ حلیؒ نے کشف الحق میں لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ گھریلو کاموں میں مصروف ہوتیں تو آنحضورؐ علیؑ کو بستر سے اٹھا کر اپنے سینہ پر سلاتے۔ اور بہلا کر فرماتے۔

هذا اخی و ولیی و ناصری۔ یہ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میرا مددگار ہے

هذا ذخری و کهفی و ظهری۔ یہ میرا سہارا۔ میرا اعتماد اور میرا اوا د ہے۔

هذا وصیی و زوج کریمتی۔ یہ میرا وصی اور میری بچی کا شوہر ہوگا۔

و امینی علی وصیتی و خلیفتی۔ میری وصیت کا امین اور میرا خلیفہ ہوگا۔

بشارۃ المصطفیٰ کے مطابق آنحضورؐ علیؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ بیرون مکہ کبھی میدان عرفات میں کبھی صفا و مروہ پر اور کبھی منیٰ میں لاتے تھے۔

روضۃ الواعظین میں مجاہد ابو عمرو اور ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ۔

ہم آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد کندی۔ عمار یاسر۔ حذیفہ یمانی۔ ابوالہیثم ابن تیہان خزیمہ ابن ثابت انصاری ذوالشہادتین۔ اور ابو طفیل عامر ابن واثلہ انصاری حاضر ہوئے اور عرض کی۔

قبلہ چند مہاجرین سے ہم آپ کے بھائی علیؑ کے متعلق ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ انہیں ہدایت دے۔ وہ صرف علیؑ ہی کے متعلق کیوں باتیں کرتے ہیں؟ وہ کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے کہا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ علیؑ کے سابق الاسلام ہونے میں کیا فضیلت ہے۔ بچہ ہی تو تھا؟

آپ نے فرمایا:

کاش انہیں معلوم ہوتا کہ علیؑ بچہ نہیں تھا۔ بلکہ دیگر انبیاء کی طرح علیؑ نے بچپنے میں اپنی ولایت الٰہیہ کا اعلان کیا ہے۔

کیا انہیں معلوم نہیں علیؑ نے۔ بچپنے میں وہی کچھ کیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے بچپنے میں کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ولادت کے فوراً بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھا تھا۔ جب ماں نے حیران ہو کر دیکھا۔

تو ماں کی خدمت میں سلام کے بعد عرض کیا تھا۔ ماں اللہ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

کیا انہیں معلوم نہیں کہ جب موسیٰؑ کو قبل از ولادت ختم کرنے کی خاطر فرعون نے مستورات بنی اسرائیل کے شکم تک چاک کر کے بچوں کا قتل عام کیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ اس دنیا میں آ گئے۔ آپ کی ماں کو الہام ہوا کہ وہ صندوق میں بند کر کے موسیٰؑ کو دریا میں بہا دے۔ تو جناب یوخابد پریشانی میں موسیٰؑ کو سینہ سے لگائے یہ سوچتی رہیں کہ صندوق میں بند کر کے کیسے بہا دوں۔

اس وقت حضرت موسیٰؑ نے اپنی ماں سے عرض کیا۔ ماں آپ نہ گھبرائیں جیسے حکم خدا ہے اس پر عمل کریں۔

مادرِ موسیٰؑ نے کہا۔ بیٹا مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو دریا کی نذر نہ ہو جائے۔

جناب موسیٰؑ نے عرض کیا تھا۔ ماں آپ نہ گھبرائیں جس نے مجھے پہلے فرعون سے بچایا ہے۔ وہی مجھے دریا کی لہروں سے بھی محفوظ رکھے گا۔ اور پھر اپنے وعدہ کے مطابق مجھے آپ کی گود میں دے گا۔

اور حضرت موسیٰؑ ستر دن تک صندوق میں بند رہے۔ وہاں نہ کچھ کھانے کو تھا اور نہ پینے کو۔

کیا انہیں معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے ولادت کے فوراً بعد کہا تھا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی اور میں نبی ہوں۔ اگر علیؑ کا بچپنے میں اسلام ان کی نظر میں مشکوک ہے تو کیا ان تین انبیاءؑ کی نبوت بھی مشکوک ہے۔ جب کہ میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔ اللہ نے ہمیں تخلیق آدمؑ سے کئی ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے پھر ہمارے نور کو حضرت آدمؑ سے ابراہیمؑ تک اور ابراہیمؑ سے عبدالمطلب تک اکٹھا رکھا۔ عبدالمطلب کے بعد اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

ایک کا امین میرے والد عبداللہ کو اور دوسرے کا امین ابو طالب کو بنایا۔

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جب علیؑ اس دنیا میں آئے تب مجھے جبریل نے آ کر کہا تھا۔

حکم خدا ہے اگر کعبے سے اپنے بھائی، وصی، وزیر، اور خلیفہ کو لے کے آ۔ جب میں گیا۔ علیؑ کو اٹھایا۔ اپنی زبان علیؑ کو چوسائی۔ جب مادرِ علیؑ کے ساتھ گھر آیا۔ میں نے علیؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر کچھ سنانے کی فرمائش کی تو علیؑ نے صحف آدمؑ سے لے کر قرآن تک ہر کتاب کو اسی طرح پڑھا کہ اگر وہ نبی خود موجود ہوتے تو اس بات کا اقرار کرتے کہ ہماری کتاب کا حافظہ

علیؑ حافظ وقاری ہے صرف علیؑ ہی اس شرف کا مالک نہیں ہے اولادِ علیؑ سے آنے والے گیارہ امام بھی اس عزت وعظمت کے مالک ہیں۔ اگر لوگ فضائل وکمالات علیؑ سے انکار کرتے ہیں تو انہیں کرنے دو تم اپنا دل تھوڑا نہ کرو اور پروا نہ کرو۔

یہ سن کر یہ تمام مذکورہ صحابہ یہ کہتے ہوئے اٹھے۔

نحن الفائزون۔ چلو ہم ہی کامیاب ہیں

آنحضورؐ نے فرمایا: انتم الفائزون لکم خلقت الجنۃ۔

ہاں ہاں! تم ہی رستگار ہو جنت تمہارے ہی لیے پیدا کی گئی ہے۔

ولاعدائنا واعدائکم النار۔ اور جہنم ہمارے اور تمہارے دشمنوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔



اسمائے علیؑ اور وجوہ تسمیہ

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اپنے سلسلہ سند سے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے ایک دن مسجد کوفہ میں خطبہ دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ جنگ نہروان سے واپس آچکے تھے اور آپ کو اطلاع ملی کہ معاویہ نے سر منبر آپ کو سب کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا:

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ صرف اس لیے کہ قرآن کریم میں ایک آیت ہے کہ

نعمات رب کا تذکرہ کیا کرو۔

اس آیت کے پیش نظر میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ تم میرے اس مقام سے جاہل ہو جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ میرا وقت رحلت قریب تر ہو چکا ہے۔ جس طرح نبی کریمؐ نے فرمایا تھا۔ میں بھی اس طرح تمہیں بتا رہا ہوں۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وھی الھادی الی النجاۃ۔ — میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری اپنی عترت اور یہی ہادی راہ نجات ہے۔

اے لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میرے علاوہ جو بھی کہے گا وہ مفتری اور کذاب ہوگا۔

انا اخو رسول اللہ وابن عمہ۔ — میں سرور انبیاءؐ کا بھائی اور چچازاد ہوں۔

وسیف نقمتہ وعماد نصرتہ وباسہ وشدتہ۔ — آپ کی ہر مشکل کے وقت میں آپ کی تلوار۔ آپ کی نصرت کا سہارا اور آپ کی شجاعت رہا۔

انا موتم البنین والبنات۔ — میں ہی لڑکوں اور لڑکیوں کا مارنے والا ہوں۔

انا قابض الارواح۔ — میں قابض ارواح ہوں۔

انا مجدل الابطال۔ — میں بہادروں کو پچھاڑنے والا ہوں۔

وقاتل الفرسان وجیید من کفر بالرحمٰن — میں شہسواروں کا قاتل اور منکرین خدا کی موت ہوں۔

وصی خیر الانام انا سید الاولیاء۔	میں سرور انبیاءؐ کا داماد اور سید الاوصیاءؑ ہوں۔
ووصی خیر الانبیاء و انا باب مدینۃ العلم۔	میں وصی خیر الانبیاءؐ ہوں۔ میں باب مدینۃ العلم
وخازن علم رسول اللہ۔ ووارثہ۔	خازن علم رسولؐ اور وارث علم رسالت ہوں۔
انا زوج البتول سیدۃ نساء العالمین	میں اس بتولؑ کا شوہر ہوں جو نسائے عالمین کی سردار تھی۔
فاطمۃ التقیہ الزکیۃ البرۃ المھدیۃ	جو نیک ہدایت یافتہ۔ پاکباز اور طاہرہ فاطمہؑ تھی
حبیبۃ حبیب اللہ وریحانۃ رسول اللہ	جو حبیب خدا کی محبوبہ اور رسول خدا کے دل کا چین تھی
سبطای خیر الاسباط وولدای خیر الاولاد	میرے دونوں بیٹے تمام بیٹوں سے افضل اور میری اولاد ہر اولاد سے افضل ہے۔
ھل احد ینکر ما اقول۔	کوئی ہے جو میری ان باتوں کی تردید کر سکے۔
این مسلموا اھل الکتاب۔	اہل کتاب سے اسلام قبول کرنے والے کہاں ہیں۔
انا اسمی فی الانجیل إلیا وایلیا	انجیل میں میرا نام ایلیا اور الیا ہے۔
وفی التوراۃ بری وفی الزبور اری	توراۃ میں میرا نام بری اور زبور میں اری ہے۔
وعند الھند کبکو وعند الروم بطریسا۔	ہندو کتب میں مجھے کبکوا اور رومی زبان میں مجھے بطریسا کہا گیا ہے۔
وعند الفارس جبر وعند اھل ترک شبیر۔	اہل فارس مجھے جبر اور اہل ترک مجھے شبیر کے نام سے پکارتے ہیں۔
وعند الزنج حیتر وعند الکھنۃ بوی	زنگی مجھے حیتر اور کاہن مجھے بوی کہتے ہیں۔
وعند الحبشۃ تبریک وعند امی حیدرہ	حبشی مجھے تبریک اور میری ماں مجھے حیدر کہتی تھی۔
وعند ظئری میمون وعند العرب علی	لغت ظئری میں میرا نام میمون اور عربوں میں میرا نام علی ہے۔
وعند الارض فریق وعند ابی ظھیر	اہل زمین ارمنی مجھے فریق اور میرا باپ مجھے ظہیر کہتا تھا۔
الا وانی مخصوص فی القرآن باسماء	یقین جانو قرآن میں اللہ نے مجھے مخصوص اسماء سے ذکر
احذروا ان تغلبوا علیھا فتضیعوا	کیا ہے۔ خیال رکھنا کہیں ان کے غلط معانی نہ گھڑ لینا دین
فی دینکم یقول اللہ ان اللہ مع	برباد کر بیٹھو گے۔ اللہ فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ صادقین
الصادقین انا ذلک الصادق۔	کے ساتھ ہے۔ میں وہی صادق ہوں۔
انا المؤذن فی الدنیا والآخرۃ قال اللہ	میں دنیا اور آخرت میں مؤذن ہوں۔ ارشاد قدرت ہے۔
عزوجل فاذن مؤذن بینھم لعنۃ اللہ	ان کے مابین ایک مؤذن اذان کہے گا ظالمین پر اللہ کی

علی الظالمین انا ذالك المؤذن و قال اذان من الله فانا ذالك الاذان و انا المحسن یقول الله انا الله لمع المحسنین	لعنت ہو۔ میں وہی موذن ہوں گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے اللہ کی طرف سے اعلان ہے۔ میں ہی وہ اعلان ہوں۔ میں محسن ہوں ارشاد قدرت ہے اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔
وانا ذوالقلب یقول الله عزوجل ان فی ذالك لذكرى لمن كان له قلب۔ وانا الذاكر یقول الله عزوجل الذین یذكرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم۔	میں ذوالقلب ہوں۔ ارشاد قدرت ہے اس میں ہر صاحب دل کے لیے ایک تذکرہ ہے۔ میں ذاکر ہوں ارشاد رب العزت ہے۔ جو لوگ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔
و نحن صاحب الاعراف انا و عمی واخی وابن عمی والله خالق الحب والنوی لایدخل النار لنا محب ولا یدخل الجنة لنا مبغض یقول الله عزوجل وعلی الاعراف رجال یعرفون كلا بسیماهم۔	ہم صاحب اعراف ہیں۔ میں میرا چچا۔ میرا بھائی اور میرا چچازاد دانے میں شگاف ڈالنے والی ذات کی قسم ہمارا محب جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور ہمارا دشمن جنت میں نہیں جا سکے گا۔ ارشاد قدرت ہے۔ مقام اعراف پر کچھ ایسے افراد ہوں گے۔ جو ہر شخص کو ان کی علامات کی بدولت پہچان لیں گے۔
وانا الصهر وانا الاذن الواعیه یقول الله عزوجل وتعیها اذن واعیه۔	میں داماد رسولؐ ہوں۔ میں محفوظ رکھنے والا کان ہوں۔ ارشاد رب ہے تعلیم رسولؐ کو محفوظ رکھنے والا کان ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔
وانا المسلم۔ یقول الله ورجلا مسلما لرجل ومن ولدی مهدی۔	میں مسلم ہوں۔ ارشاد خالق ہے۔ ایک شخص دوسرے کے سامنے جھکا ہوا ہے۔
هذه الامة الا قد جعلت محبتكم ببغضی یعرف المنافقون وبمحبتی یمتحن الله المومنین هذا عهد النبی الامی الی انه لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق۔	اس امت کا مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ مجھے تمہاری محبت بنایا گیا ہے۔ میرے بغض سے منافق پہچانے جائیں گے۔ اور میری محبت کی بدولت مومنین کا امتحان ہوگا۔ میرے نبیؐ و آقا کا مجھ سے یہ عہد ہے۔ کہ یا علیؑ صرف مومن تجھ سے محبت رکھے گا اور صرف منافق تجھ سے بغض رکھے گا
والله لاعطش محبی ولاخاف ولی	بخدا میرا محب کبھی پیاسا نہ ہوگا اور میرا موالی کبھی خوفزدہ

نہیں ہوگا۔

انا ولی المومنین واللہ ولی۔ — میں مومنین کا مولیٰ ہوں اور اللہ میرا مولیٰ ہے۔

یحب محبی ان یحبوا ما احب اللہ۔ ویبغض مبغضی ان یبغضو ما احب اللہ بلغنی ان معاویہ یسبّنی ویلعننی واللھم شدد وطأتک علیہ وانزل اللعنۃ علی المستحق۔ — اللہ میرے موالیوں سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب خدا سے محبت رکھتے ہیں میرے دشمن کو اللہ اس لیے دشمن سمجھتا ہے کہ وہ محبوب خدا کو دشمن سمجھتے ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ معاویہ مجھے سب اور لعنت کرتا ہے اللہ معاویہؓ پر اپنی گرفت مضبوط فرما۔ اور مستحق لعنت پر لعنت فرما۔

معانی اخبار میں عبایہ ابن ربعی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس سے سوال کیا کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کس مناسبت سے فرمایا تھا؟

ابن عباس نے فرمایا:

کہ چونکہ حضرت علیؑ روئے ارض کے حکمران اور اللہ کی طرف سے روئے ارض کے لیے حجت تھے۔ میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے وہ فرمار ہے تھے قیامت کے دن جب کفار شیعیان علیؑ کا مقام دیکھیں گے تو وہ بے ساختہ کہہ دیں گے۔

یالیتنی کنت ترابا۔ ای یا لیتنی کنت من شیعۃ علی ابن طالب۔ کاش میں مٹی ہوتا۔ یعنی کاش میں شیعیان علیؑ سے ہوتا۔ اسی کا تذکرہ ذات احدیت نے قرآن میں ان الفاظ سے کیا ہے۔

یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا۔ — کافر کہیں گے کاش ہم تراب ہوتے۔

آپ کا ایک نام یعسوب الدین بھی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یعسوب شہد کی شاہزادی۔ مکھی کو کہا جاتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے۔

کہ یعسوب شہد بنا کر لانے والی ہر مکھی کا شہد چیک کرتا ہے۔ جس مکھی نے شہد گندگی سے بنایا ہوتا ہے اسے سونگھ کر نہ صرف شہد کو بیکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس مکھی کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت علیؑ کو یعسوب الدین کہا گیا ہے کیونکہ محبت علیؑ ہی موجب نجات ہے قیامت کے دن ملائکہ امت مسلمہ کے ہر فرد کو چیک کریں گے جس کے دل میں محبت علیؑ ہوگی اسے جنت میں اور جس دل میں محبت علیؑ نہیں ہوگی اسے جہنم میں پھینکے جائیں گے۔

آپ کا ایک نام اسد اللہ بھی ہے۔

آپ کا ایک نام اسد رسول اللہ بھی ہے۔

آپ کا ایک نام ۔ وصی ۔ ایک تقی ۔ ایک ولی ۔ ایک نام قاتل الناکثین ۔ ایک نام قاتل القاسطین ۔ ایک نام شبیہ ہارون ایک نام صاحب اللواء ۔ ایک نام خاصف النعل اور ایک نام کاشف الکرب بھی ہے ۔

آپ کی کنیتیں بھی اسماء کی طرح بکثرت ہیں ۔ ابو تراب ۔ ابو السبطین ۔ ابو الریحانتین ۔ ابو الحسن ۔ ابو الحسین ۔ ابو الحسنین ۔ ابو قصم ۔ ابو محمد ۔



آبائے حضرت علی علیہ السلام

تاریخ آئمہ میں ابن جوزی نے آپ کا جو شجرہ نسب لکھا ہے وہ یوں ہے ۔
علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف ۔ ابن قصی ۔ ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نظر ابن کنانہ ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن نزار ابن معد ابن عدنان ۔
جناب ابوطالب کا اسم گرامی عمران تھا ۔ آپ جناب عبداللہ کے مادری پدری بھائی تھے ۔ جناب عبداللہ اور جناب ابوطالب کی والدہ گرامی کا نام جناب فاطمہ بنت عمرو ابن عابد تھا ۔
عبدالمطلب کا لقب شیبتہ الحمد تھا ۔ آپ کی کنیت ابوالبطحاء تھی ۔ عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مطلب کے بھائی جناب ہاشم نے یثرب میں سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی جناب ہاشم کا شادی کے بعد انتقال ہو گیا جناب سلمٰی یثرب ہی میں اپنے والدین کے ہاں رہتی تھیں ۔ یثرب ہی میں جناب شیبہ کی ولادت ہوئی ۔ ایک دن مکہ سے ایک آدمی مدینہ آیا ۔ ایک جگہ چند بچے کھیل رہے تھے جناب شیبہ بھی انہی میں تھے اور فرما رہے تھے انا سید ابن سید قریش انا ابن ابی البطحاء ۔ میں سید القریش اور ابوالبطحاء کا فرزند ہوں ۔ اس مکی نے پوچھا یہ بچہ کون ہے ؟
اسے بتایا گیا کہ یہ ہاشم کا بیٹا ہے اور اس کا نام شیبہ ہے ۔ اس شخص نے مکہ میں آکر مطلب کو بتایا کہ آپ کا بھتیجا عالم یتیمی میں مدینہ میں رہ رہا ہے ۔ مطلب اسی وقت سوار ہو کر مدینہ آئے جناب شیبہ کو ساتھ لیا اور مکہ واپس آگئے جونہی مکہ والوں نے جناب شیبہ کو سواری پر جناب مطلب کے پیچھے بیٹھے دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید مطلب کہیں سے غلام لائے ہیں وہ کہنے لگے ۔ عبدالمطلب ہے ۔ مطلب نے بتایا بھی کہ میرا غلام نہیں میرا بھتیجا اور ہاشم کا بیٹا ہے ۔ لیکن عبدالمطلب اتنا معروف ہوا کہ نام پر غالب آگیا ۔
ہاشم کا نام عمرو تھا اور ہاشم لقب تھا ۔
عبد مناف کا نام مغیرہ تھا ۔

قصی کا نام زید تھا۔ جناب قصی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسعد تھا۔

کلاب کی والدہ کا نام ہند بنت سوید ابن ثعلبہ تھا۔

جناب مرہ کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شیبان تھا۔

کعب کی والدہ کا نام جاریہ بنت کعب تھا۔

لوی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت خالد ابن نظر ابن کنانہ تھا۔ لوی ہی کا لقب قریش تھا۔ قریش میں یہ مشہور تھا کہ من لم یکن من النظر لم یکن من قریش ۔ جو اولاد نظر سے نہیں وہ قریشی نہیں کہا جاسکتا۔

غالب کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت حارث تھا۔

جناب فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر جرہمیہ تھا۔

مالک کی والدہ کا نام عوایہ بنت ساعد ابن قیس عیلان تھا

جناب خزیمہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت اسلم قضاعیہ تھا۔

جناب مدرکہ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت حلوان قضاعیہ تھا۔

جناب الیاس کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ ابن معد تھا۔

جناب مضر کی والدہ کا نام سودہ بنت غلیک تھا۔

جناب نزار کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم تھا۔

جناب معد کی والدہ کا نام سودہ سلمیہ تھا۔

جناب فاطمہ بنت اسد کی والدہ کا نام فاطمہ بنت الحرم ابن رواحہ ابن عبد ابن معیص ابن وہب ابن ثعلبہ ابن وائلہ ابن عمرو ابن شیبان ابن مہار ابن مہر

جناب فاطمہ بنت اسد دوسری وہ خاتون ہے جس نے جناب خدیجہ کے بعد اعلان اسلام کیا۔ اور آنحضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ

آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ ذات احدیت نے اس صدف عفت پر آتش جہنم حرام کی ہے جس نے آپ کو اٹھایا ہے۔

اور وہ آمنہ بنت وہب ہے۔

اللہ نے اس صلب پر آتش جہنم حرام کی ہے جو آپ کی امین تھی اور وہ عبداللہ ہے۔

اللہ نے اس آغوش کے لیے آتش جہنم حرام قرار دی ہے جس نے آپ کو سہارا عنایت کیا ہے

اللہ نے اس گھر کو بیت جنت ہونے کا اعزاز بخشتا ہے جس نے آپ کو پناہ دی ہے اور وہ ابوطالب کا گھر

رہے۔

کراجکی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک خارجی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ یا علیؑ آپ یہاں بیٹھے خطبہ دے رہے ہیں اور اللہ نے جو مقام آپ کو دیا ہے وہ سب کے سامنے ہے جب کہ آپ کا باپ جہنم میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ تجھے رسوا کرے خاموش رہ۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے محمدؐ کو مبعوث برحق کیا ہے اگر میرا باپ روئے ارض کے تمام گنہگاروں کی شفاعت کرے تو بھی اللہ مسترد نہ کرے گا۔ بھلا کیا کفالت رسولؐ کرنے والا بھی جہنم میں جا سکتا ہے۔ کیا تیری مت ماری گئی ہے۔ جس باپ کا بیٹا بقول رسولؐ قسیم جنت و نار ہو اس کا باپ بھی جہنم میں جا سکتا ہے۔

قیامت کے دن دیکھے گا کہ پورے میدان محشر میں صرف پانچ انوار ایسے ہوں گے جو میرے باپ کے نور سے زیادہ ہوں گے اور وہ انوار نور محمد مصطفیؐ۔ نور فاطمۂ زہراؑ۔ نور حسن مجتبیٰؑ نور حسینؑ سید الشہداء اور اس کی ذریت سے آئمہ ہدیٰ کے ہوں گے۔

علی ابن حسان نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب ابوطالب جہنم میں ہیں؟

آپ نے فرمایا:

جو کچھ جبرائیل آنحضورؐ کے پاس لایا تھا اس کے تو قطعاً خلاف کہتے ہیں۔ کسی کو کچھ کہنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے بھلا جس شخص کی وفات کے بعد مکہ میں کوئی ناصر نبی نہ رہا ہو اس پر کفر کی تہمت کیسے لگائی جا سکتی ہے۔ اسی رات جس رات جناب ابوطالب کا انتقال ہوا جبرئیل نے آنحضورؐ سے آکر کہا کہ۔ ارشاد قدرت ہے کہ ابوطالب کے بعد مکہ میں آپ کا کوئی ناصر و حامی نہیں رہا اس لیے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔

لیث مرادی سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت عرض کیا۔ قبلہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب ابوطالب جہنم میں ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کسی کی زبان نہیں روکی جا سکتی۔ جو کسی کا دل کہے وہ کہنے سے باز نہیں آتا۔ ویسے میں قسم بخدا کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ایمان ابوطالب کو ترازو کے ایک پلڑا میں رکھا جائے اور تمام دنیا کے ایمان کو دوسرے پلڑا میں رکھا جائے تو ایمان ابوطالب کا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا۔ حضرت علیؑ جب تک زندہ رہے اپنے والدین اور آنحضورؐ کے والدین کی طرف سے ہر سال حج نیابت کراتے تھے اور شہادت کے بعد آپ نے سب سے پہلے یہی وصیت فرمائی کہ آنحضورؐ اور میرے والدین کی طرف سے ہر سال حج کرایا جاتا رہے۔

اکمال الدین صدوق میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ،

و واللہ ما عبد ابی ولا جدی ولا ھاشم ولا عبد مناف صنما قط۔ بخدا میرے بابا۔ میرے دادا۔ ہاشم اور عبد مناف نے کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا۔

آپ سے پوچھا گیا وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

آپ نے فرمایا!

حضرت ابراہیمؑ کے مطابق عبادت خالق اکبر کرتے تھے۔

امالی میں شیخ صدوق نے سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے ایک شخص نے جناب عبداللہ ابن عباس سے سوال کیا۔ کہ اے ابن عم رسول ہمیں جناب ابوطالب کے متعلق بتائیں کہ کیا وہ مسلمان تھے؟

انہوں نے کہا۔ بھلا وہ شخص کیسے غیر مسلم ہو سکتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہو۔

وقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعبا بقول الاباطل۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا جھوٹا نہیں ہے اور نہ ہی جھوٹی باتوں کی پرواہ کرتا ہے۔

بحار میں ابوسعید واعظ کی کتاب شرف المصطفیٰ سے مروی ہے کہ۔

جب جناب عبدالمطلب کا وقت قریب آیا تو آپ نے جناب ابوطالب کو بلا کر فرمایا:

بیٹے تجھے معلوم ہے کہ مجھے محمدؐ سے کتنی محبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے وعدہ کر محمدؐ سے وہی سلوک کرے گا جو میں کیا کرتا تھا۔

جناب ابوطالب نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کو بھی معلوم ہے کہ میں محمدؐ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ محمدؐ میرا بھتیجا ہونے کے ناطے بیٹا ہے۔ اگرچہ آپ کو محمدؐ کی وصیت کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن پھر بھی آپ کے اطمینان کی خاطر آپ جس طرح عہد لینا چاہیں آپ کے اطمینان کی خاطر میں ہر عہد دینے کو تیار ہوں۔

سوموار کے دن آپ نے اعلان رسالت کیا۔ منگل کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ اس نماز میں آپ کے ساتھ جناب علیؑ زید ابن حارثہ اور ام المومنین خدیجہ بھی شامل تھے۔ جناب ابوطالب وہاں سے گزرے جناب جعفرؑ آپ کے ساتھ تھے جب آپ نے آنحضورؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو جناب جعفر کے ہاتھ سے پکڑا آنحضورؐ کے بائیں کھڑا کر دیا اور فرمایا۔

صل جناح ابن عمک۔ جعفر ادھر آ اور اپنے بھائی کا دوسرا بازو بن جا۔

بحار میں طبری اور بلاذری سے مروی ہے کہ۔

جب آنحضورؐ نے کھلے عام دعوت اسلام کا آغاز کیا تو عتبہ۔ ولید۔ ابوجہل اور عاص جناب ابوطالب کے پاس گئے اور کہا۔ دیکھ ابوطالب آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا پھرتا ہے اور کسی نئے دین کی طرف دعوت دے رہا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اسے صرف آپ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ آپ سردار قریش ہیں۔ ہمیں بھی شکوہ کرنے کا حق

ہے۔ آپ اسے منع کردیں۔ ورنہ ہم زیادہ صبر نہیں کرسکیں گے۔

جناب ابوطالب نے انتہائی نرم مزاجی سے انہیں ٹھنڈا کر کے واپس کردیا۔

کچھ دنوں بعد جب چند لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تو پھر یہی افراد جناب ابوطالب کے پاس آئے اور آنحضورؐ کو منع کرنے کو کہا۔

جناب ابوطالب نے ان کی موجودگی میں آنحضورؐ کو اپنے قریب بلایا اور کہا

بیٹے یہ آپ کی قوم کے افراد ہیں انہیں آپ سے شکوہ ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ چچا جان! انہیں کیسا شکوہ ہے؟

ان لوگوں نے کہا۔ تو جس دین کی تبلیغ کررہا ہے اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہمارے آباء و اجداد جہنمی ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارا دین خطرے میں ہے ہمارے خدا خطرے میں ہیں۔

آپ نے فرمایا:-

میں تو تمہیں صرف ایک مختصر سے حکم کی دعوت دیتا ہوں جس میں تمہارا اتحاد ہے تمہاری عزت ہے۔ تمہارا وقار ہے

جناب ابوطالب نے فرمایا:

بیٹے وہ کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ

یہ سن کر جناب ابوطالب نے ان مشرکین کو سنانے کی خاطر کہا۔

بیٹے مجھے اتنا ہی بوجھ دینا جتنا میں اٹھا سکوں۔

یہ سب خوش ہوگئے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ چچا جان! اگر آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں اور یہ لوگ سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی اللہ کے جس دین کا پیغام میں نے شروع کیا ہے اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے گئے۔

یہ وفد بھی اٹھ کر چلا گیا۔ جناب ابوطالب نے سمجھا کہیں محمدؐ ناراض ہوگیا ہو آپ وہاں سے اٹھے۔ گھر آئے دیکھا تو آنحضورؐ کچھ پریشان نظر آئے آپ نے قریب آکر آنحضورؐ کو گلے لگایا اور عرض کیا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	بخدا! یہ لوگ تیرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔
حتی اوسد فی التراب دفینا	جب تک میں مٹی میں دفن نہیں ہوجاتا۔
فاصدع بامرک ما علیک غضاضتہ۔	اپنا تبلیغ اسلام کا معاملہ کھلے بندوں ظاہر کرو۔ آپ کو تجھے کوئی خطرہ نہیں۔
وابشر بذاک وقر منک عیونا	تجھے میری طرف بشارت ہو اور میری طرف سے مکمل اطمینان رکھ

ودعوتنی و زعمت انك ناصح	تو نے مجھے دعوت اسلام دی ہے اور تو میرا ناصح ہے۔
فلقد صدقت وکنت قبل امینا	تو پہلے بھی صادق اور امین معروف ہے۔
وعرضت دینا قد عرفت بانه	تو نے جو دین پیش کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ
من خیر ادیان البریة دینا۔	تیرا لایا ہوا دین تمام ادیان عالم سے بہتر ہے۔

(ایمان جناب ابوطالب کے سلسلہ میں مزید تحقیق مطلوب ہو تو آپ میری کتاب مطلوب الطالب در ایمان ابوطالب کا مطالعہ فرمائیں جس میں میں نے جناب ابوطالب کی زبانی ایمان ابوطالب ایک سو سولہ دلائل سے ثابت کیا ہے۔

طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ ایک دن ابوطالب ذوالمجاز میں جا رہے تھے۔ آنحضورؐ آپ کے ساتھ تھے آپ کو پیاس لگی آپ نے جناب ابوطالب سے پانی مانگا۔ جناب ابوطالب نے فرمایا۔ بیٹے دیکھ رہے ہو کتنا بڑا صحرا ہے۔ یہاں پانی کہاں ملے گا۔

آنحضورؐ نے اپنے پاؤں کی ایڑی زمین پر زور سے ماری پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا عرض کیا۔

۔ چچا آپ کو پانی نہ ملے مجھے تو ملتا ہے۔ آپ بھی پی لیجئے۔

جناب ابوطالب نے آنحضورؐ کا دفاع بیالیس برس کیا ہے۔ کیونکہ آپ آٹھ برس کے تھے جب جناب کی کفالت میں آئے اور نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی۔

جب قریش مکہ نے جناب ابوطالب سے کہا کہ۔

آپ عمارہ ابن ولید کو بیٹا بنا لیں پورے عرب میں اس جیسا حسین کوئی نہیں ہے۔ محمدؐ ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔

جناب ابوطالب نے فرمایا۔

اللہ تمہیں رسوا کرے۔ کتنا برا فیصلہ کر کے آئے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو تاکہ میں تمہاری خاطر اسے کھلاؤں اور پلاؤں اور میرا بیٹا لیتے ہو تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ اچھا ایسا کرو چند ناقاؤں کے بچے ایک طرف باندھ دو۔ ان کی مائیں سامنے باندھ دو۔ پھر ایک بچے پر تشدد کرو۔ اور دیکھو اس بچے کی ماں کے علاوہ کوئی اور ناقہ بھی چلاتی ہے۔ کیا تم مجھے ایک حیوان سے بھی کمتر سمجھتے ہو کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر مطمئن ہو جاؤں۔

طبقات ابن سعد میں ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جناب ابوطالب نے وقت وفات تمام قریش کو جمع کیا اور فرمایا۔

لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد ابن	جب تک میرے بھتیجے محمدؐ کی بات سن کر عمل کرتے
اخی و اتبعتم امره فاتبعوه و	رہو گے سلامتی سے رہو گے اس کی اتباع کرو۔ اس کی

اعینوہ ترشدوا ۔ اس کی مدد کرو۔ ہدایت یافتہ رہو گے

روضۃ الواعظین میں جناب ابو طالب کی وصیت کو قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے؛

اے قریشو! تم مخلوق خدا میں معزز ہو۔۔۔۔۔ تم عرب کا دل ہو۔۔۔۔ روئے زمین پر تم اللہ کے خزانچی ہو۔۔۔۔ تم اللہ کے حرم کے باسی ہو۔۔۔۔۔ اہل عرب کا سردار تم سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ سخی تم میں ہوتے ہیں۔۔ بہادر تم میں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ وسیع القلب تم میں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ عرب کے پاس کوئی ایسا مقام فضیلت نہیں ہے جسے تم نے سب سے پہلے حاصل نہ کر لیا ہو۔۔۔۔۔ ہر فضیلت کا مرجع تم ہو۔۔۔۔ تم ہی پورے عرب کا وسیلہ ہو۔۔۔۔۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میری وصیت کو غور سے سنو اور یاد کرو۔۔۔۔۔ اس خانہ خدا کا تحفظ کرنا۔۔۔۔۔۔ اس میں رضائے الٰہی ہے۔۔۔۔۔ تمہاری معیشت کا استحکام ہے۔۔۔۔ تمہارے اتحاد کا مظہر ہے۔۔۔۔۔ صلہ رحمی رکھنا۔۔۔۔۔ صلہ رحمی درازی عمر کا سبب ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ بازوؤں میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ایک دوسرے کی مخالفت چھوڑ دو۔۔۔۔۔ اس سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔۔۔۔ فریاد کرنے والوں کی دادرسی کرو۔۔۔۔ مانگنے والے کو خالی نہ لوٹاؤ۔۔۔۔۔ سائل کو دینا زندگی کی عزت ہے۔۔۔۔۔ بات میں سچ اور امانت کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔۔۔۔ کیونکہ اس سے انسان الزامات سے بچا رہتا ہے۔ اور لوگوں کی نظروں میں معزز رہتا ہے۔۔۔۔۔ لوگوں کی مخالفت سے پرہیز کرنا۔۔۔۔۔ عوام الناس پر ہمیشہ مہربانی کرتے رہنا کیونکہ اس سے مخصوص لوگوں میں محبت بڑھتی ہے عوام الناس میں احترام رہتا ہے اور اہلبیت کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں محمدؐ کے سلسلہ میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔۔۔۔ کیونکہ جتنے اوصاف کا میں نے تذکرہ کیا ہے یہ سب محمدؐ میں پہلے سے موجود ہیں۔۔۔۔ محمدؐ تمہارے پاس جو پیغام لے کر آیا ہے اسے دل نے قبول کر لیا ہے۔۔۔۔۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے نیچ افراد اور سرمایہ داروں کے روندے ہوئے لوگ اس کے پیغام کو قبول کر رہے ہیں۔ اس کی ہر بات کی تصدیق کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے ہر معاملہ کو عظیم الشان سمجھ رہے ہیں۔۔۔ محمدؐ کے قدموں میں اپنی جان رکھ رہے ہیں۔۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں محمدؐ انہیں ساتھ لے کر موت کی سنگین ترین وادیوں میں جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اور سرداران قریش کی حیثیت ثانوی ہو گئی ہے۔۔۔۔ قریش کے گھر تباہ ہو گئے ہیں۔۔۔۔ نیچ اور پست لوگ محمدؐ کی صف اوّل میں شامل ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ قریش کے عظیم افراد محمدؐ کے نیاز مند ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ جو محمدؐ سے زیادہ دور رہے گا وہی زیادہ خطا کار ہو گا۔۔۔۔ عوام الناس اپنی محبت اور خلوص محمدؐ کے قدموں میں ڈال رہے ہیں۔۔۔۔ محمدؐ کو اپنا قائد سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ اے سرداران قریش آگے بڑھو اور اپنے باپ کے بیٹے کے قدم چوم لو۔۔۔۔۔ محمدؐ کے غلام بن جاؤ۔۔۔۔ ہر جنگ میں محمدؐ کے حامی بن جاؤ۔۔۔۔ بخدا محمدؐ تمہیں جہاں بھی لے جائے گا وہاں ہدایت ہی ہدایت ہوگی۔۔۔۔ جو بھی محمدؐ کے ذریعہ ہدایت حاصل کرے گا سعادت مند ہو گا۔۔۔۔ اگر موت مجھے مہلت دیتی میری بھی ہدایت ہو گی۔۔۔۔ جو بھی محمدؐ کے ذریعہ ہدایت

حسب سابق ہر آڑے وقت میں محمدؐ کے لیے تنہا کافی رہنا اور محمدؐ پر آنے والی ہر آفت کو خود روکنا۔ گواہ رہنا میں وہی شہادت دیتا ہوں جس کی محمدؐ نے دعوت دی ہے۔

بحار میں محمد ابن نعمان سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے آنحضورؐ کو جناب ابو طالب کی خبر وفات دی تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے اور فرمایا:

یا علیؑ! تم جاؤ چچا کو غسل و کفن دو جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے بتانا۔

جب جنازہ تیار ہو گیا آپ کو اطلاع دے گئی آپ تشریف لائے تشییع جنازہ کی جب جناب ابو طالب کو قبر میں اتارا جانے لگا تو آپ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

واللہ یشفعن عمی شفاعۃ یعجب بھا اھل الثقلین۔	بخدا! میرا چچا قیامت کے دن ایسی شفاعت کا مالک ہوگا کہ ثقلین انگشت بدندان رہ جائیں گے۔

پھر آپ نے جناب ابو طالب کے جنازہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وصلت رحما وجزیت خیراً یاعم فلقد ربیت وکفلت صغیرا ونصرت وازرت کبیرا۔	اے چچا! آپ نے حق صلہ رحمی ادا کیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے بچپنے میں آپ نے مجھے آغوش مہیا کی اور کفالت کی۔ پھر بڑا ہونے کے بعد آپ نے ہر قدم پر میری نصرت میں مصائب اٹھائے۔

علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جناب ابو طالب آغاز بعثت سے زندگی کے آخری لمحہ تک نصرت رسولؐ پر کمربستہ رہے حتیٰ کہ وفات ابو طالب کے بعد نبی اکرمؐ نے ایک ایک قبیلہ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کسی نے وہ پناہ مہیا نہ کی جو جناب ابو طالب کی طرف سے حاصل تھی بالآخر آپ کے اس عدم تحفظ کا نتیجہ ہجرت سوئے مدینہ ہوا۔

جناب عباس کا بیان ہے کہ دم آخر جب میں نے جناب ابو طالب سے کلمہ شہادت سنا تو میں حیران رہ گیا اور مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے ابو طالب بعثت کے اولین لمحہ سے کلمہ شہادت پڑھتے چلے آرہے تھے۔

بحار میں ہے کہ حمید کہتا ہے کہ میں نے ابوالجہم ابن حذیفہ سے سوال کیا کہ

کیا آنحضورؐ نے جناب ابو طالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟

ابوالجہم نے جواب دیا۔ نماز جنازہ تو واجب ہی بعد از ہجرت مدینہ میں ہوئی ہے مکہ میں ہجرت سے قبل جب نماز جنازہ واجب ہی نہ تھی آپ کیسے پڑھتے۔ ام المومنین جناب خدیجہؑ کا جنازہ بھی تو نہیں پڑھا گیا تھا۔

وفات جناب فاطمہ بنت اسد:

امالی صدوق اور روضۃ الواعظین کے مطابق عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ جناب امیرؑ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ کیا ہوا خیریت تو ہے؟

جناب امیرؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آج میری ماں اللہ کو پیاری ہوگئی ہے۔

آپ نے آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔ یا علیؑ وہ صرف تیری ماں نہ تھی بلکہ میری بھی ماں تھی۔ لو یہ میرا عمامہ اور میری عبا غسل دینے والی عورت سے کہنا اچھی طرح غسل دے۔ میرے عمامہ اور عبا کا کفن بنا کر اسے انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے جنازہ اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک میں نہ آ جاؤں۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد آنحضورؐ ہمیں ساتھ لے کر خانہ حضرت علیؑ میں تشریف لائے۔ جنازہ اٹھا آپ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب جنت البقیع میں پہنچے۔ قبر تیار تھی۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ چالیس تکبیریں کہیں اور ایسا جنازہ پڑھا کہ اس سے پہلے آپ نے کسی کا نہ پڑھا تھا۔ پھر جب قبر میں اتارا گیا تو آپ بھی ساتھ اترے کچھ دیر بعد حضرت علیؑ کو بھی قبر میں بلا لیا اور کمسن امام حسنؑ کو بھی قبر میں بلایا۔ کافی دیر تک آپ قبر میں رہے۔ پھر پہلے حضرت علیؑ کو پھر امام حسنؑ کو قبر سے باہر جانے کا حکم دیا خود کچھ دیر بعد قبر سے باہر نکلے۔ اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی ہاتھوں کو جھاڑا۔ اور فرمایا:

بخدا! میری ماں نے میرے ہاتھوں کے جھاڑنے کی آواز کو سن لیا ہے۔ جب تعویز قبر بن گیا تو دایاں ہاتھ قبر پر رکھا اور فرمایا۔

اے فاطمہ بنت اسد! جب نکیرین آ کر سوال کریں تو انہیں بتا دینا۔ اللہ میرا رب ہے۔ محمدؐ میرا رسول ہے۔ اور میرا علیؑ بیٹا میرا امام ہے۔ پھر فرمایا۔ یثبت اللہ بالقول الثابت اللہ آپ کو اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

جناب عمار نے عرض کیا۔ جناب فاطمہ کے ساتھ آپ نے وہ کام کیئے ہیں جو کسی بھی میت کے ساتھ نہیں کیئے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ عمار میری ماں اس قابل تھی کہ اس سے ایسا کیا جاتا۔ تمہیں کیا معلوم کہ جب میں آٹھ برس کی عمر میں بحالت یتیمی ان کے گھر آیا۔ تو اس نے میرے ساتھ اپنے سگے بیٹوں سے بڑھ کر سلوک کیا تھا۔ کھانا پہلے مجھے دیتی تھیں بعد میں بیٹوں کو کھلاتی تھیں۔ پہلے میرے کپڑے دھوتی تھیں بعد میں بیٹوں کے کپڑے دھوتی تھیں پہلے میرے سر میں تیل ڈالتی تھیں بعد میں بیٹوں کے سروں میں تیل ڈالتی تھیں۔ پوری زندگی میں اس نے اپنی اولاد کے مقابلہ میں مجھ سے امتیازی سلوک کیا۔

میں نے ایک دن فشار قبر کا ذکر کیا۔ تو مجھ سے پوچھا۔

محمدؐ بیٹے کیا ہر میت کو فشار قبر ہوتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں ہر میت کو ہوتا ہے۔ لیکن آپ فشار قبر سے محفوظ رہیں گی کیونکہ آپ کی قبر میں خود سوؤں گا اور جہاں میں سو جاؤں وہاں فشار قبر نہیں ہوتا۔

ایک دن میں نے یوم حشر کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ قیامت کے دن ہر شخص برہنہ محشور ہوگا۔

تو ماں نے پوچھا۔ بیٹے میں کیا کروں گی؟

میں نے عرض کیا۔ ماں تو محمدؐ کی ماں ہے۔ میں تجھے اپنے لباس سے کفن دوں گا جو میدان حشر میں آپ کے جسم پر ہوگا۔ آپ مطمئن رہیں۔

عمار نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے چالیس تکبیر پڑھی ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا۔ ہاں جب صفیں سیدھی ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ ملائکہ کی چالیس صفیں تھیں صفوف ملائکہ کو دیکھ کر میں نے ہر صف کے لیے ایک تکبیر پڑھی ہے۔

اور میں اس وقت تک قبر فاطمہ سے باہر نہیں آیا جب تک اللہ نے ظلمت قبر میں روشنی کا انتظام نہیں کر دیا۔ دو چراغ سرہانے دو چراغ پہلو میں روشن ہوئے۔

روضۃ الواعظین میں اس قدر اضافہ ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ عمار! میں اس وقت قبر سے باہر آیا جب قبر فاطمہ سے باغ جنت کی طرف دروازے کھل گئے۔ جنت کا فرش بچھا دیا گیا۔ جنت کی خوشبوئیں مہک گئیں۔ عمار! فاطمہ بنت اسد کی قبر جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

فضائل ومناقب حضرت علی علیہ السلام

صدوق نے امالی میں آئمہ اہلبیتؑ کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ

ذات احدیت نے میرے بھائی کو اتنے فضائل کا مالک بنایا ہے کہ ان کی حقیقت سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی آشنا نہیں ہے۔

جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی اس طرح پڑھے کہ اس فضیلت پر عقیدہ بھی رکھتا ہو اللہ اس کے سابقہ اور لاحقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

جو فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی لکھے جب تک اس تحریر کی سیاہی موجود رہے گی اس وقت تک ملائکہ اس شخص کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت بھی سنے اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے کانوں سے کیے ہوتے ہیں۔

جو شخص فضائل علیؑ میں سے ایک لکھی ہوئی فضیلت دیکھ لے اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کئے ہوتے ہیں۔

چہرہ علیؑ کی زیارت عبادت ہے۔ ذکر علیؑ عبادت ہے۔ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک قبول ہی نہ کیا جائے گا جب تک وہ علیؑ سے محبت اور دشمنان علیؑ سے اعلان برات نہ کرتا ہوگا۔۔۔۔ اللہ اور علیؑ

امالی ہی میں آئمہ اہلبیتؑ کے ذریعہ سرور انبیاء سے مروی ہے کہ ارشاد قدرت ہے۔

میں واحد لاشریک معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ہے میں نے اپنی مرضی سے انبیاء کو مصطفیٰ کیا ہے۔

میں نے تمام انبیاءؑ سے محمدؐ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔

میں نے محمدؐ کو اپنا خلیل اور صفی بنا کر مبعوث کیا ہے۔

میں نے محمدؐ کے لیے اس کے بھائی علیؑ کو منتخب کیا ہے۔

میں نے علیؑ کو محمدؐ کا بھائی۔ وصی۔ اور وزیر بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ پیغام محمدؐ پہنچانے پر مامور کیا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی مخلوق پر خلیفہ بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی کتاب کا مفسر بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنے احکام چلانے والا بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو گمراہی سے نکالنے والا ہادی بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو اپنا وہ دروازہ قرار دیا ہے۔ جس سے گزر کر مجھ تک آیا جا سکتا ہے۔

میں نے علیؑ کو اپنا وہ راستہ بنایا ہے جو اس پر چلے میں کبھی اس سے روگردانی نہ کروں گا۔

میں نے علیؑ کو اپنی تمام روئے زمین کی مخلوق پر حجت قرار دیا ہے۔

میں کسی بھی عامل کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہ کروں گا جب تک ولایت علیؑ نہ ہوگی

علیؑ ہی میری مخلوق میں میرا دست کشادہ ہے۔

علیؑ ہی میری وہ نعمت ہے کہ جسے میں چاہتا ہوں اسے ولایت علیؑ سے نواز دیتا ہوں۔

اپنی مخلوق میں سے جس پر میرا غضب ہوتا ہے اسے میں ولایت علیؑ کی معرفت سے بے بہرہ کر دیتا ہوں۔

میں اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میری مخلوق میں سے جو بھی علیؑ کا موالی ہوگا اس کو جہنم سے نکال کر داخل جنت کروں گا اور جو بھی بغض علیؑ رکھتا ہوگا اسے جنت سے نکال کر جہنم میں بھیج دوں گا۔

امالی ہی میں مسلم ابن قیس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اوصاف انبیاءؑ اور حضرت علیؑ۔

علیؑ میں جناب لوطؑ کی نرم مزاجی

جناب یحییٰؑ کا حسن اخلاق

جناب ایوبؑ کا زہد

جناب ابراہیمؑ کی سخاوت

جناب سلیمانؑ کا دبدبہ اور

جناب داؤدؑ کی عظمت ہے۔

نام علیؑ جنت کے ہر دروازے پر مکتوب ہے۔

اللہ نے مجھے بشارت علیؑ سے نوازا تھا۔

علیؑ اللہ کے ہاں محمود ہے۔

ملائکہ کے ہاں مزکی و پاکیزہ ہے۔
میری خلوت وجلوت کا ہمنشین ہے۔
علیؑ میرا چراغ ہے۔ علیؑ میرا مونس ہے۔
علیؑ میرا رفیق سفر ہے۔
علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔
جس نے علیؑ سے تولی کیا اس نے مجھ سے تولی کیا۔
محبت علیؑ نعمت ہے اور اطاعت علیؑ فضیلت ہے۔
ملائکہ قرب علیؑ کے خواہش مند رہتے ہیں۔
جن علیؑ کے گرد طواف کرتے ہیں۔
میرے بعد روئے ارض پر ہر طبقے والے کی نسبت علیؑ عزت۔ فخر اور راہنمائی کے اعتبار سے افضل اور برتر ہوگا۔
علیؑ نہ جلد باز ہے اور نہ کاہل وغافل۔
میرے بعد روئے ارض پر علیؑ سے افضل کوئی مولود نہیں ہوگا
جس گھر میں علیؑ ہوگا وہاں برکتوں کا نزول ہوگا۔
اللہ نے علیؑ پر حکمت وعلم بارش کی طرح نازل فرمائے ہیں۔
ملائکہ علیؑ کے ہمنشین ہوتے ہیں
علیؑ زینت محض ہے۔
علیؑ زیب لشکر ہے۔
علیؑ کی بدولت روئے ارض پر شادابی ہے۔
علیؑ کی وجہ سے فوج کا وقار رہتا ہے۔
علیؑ کعبہ کی مانند ہے جس کی زیارت کو لوگ آتے ہیں لیکن وہ کسی کی زیارت کو نہیں جاتا۔
علیؑ ماہ دو ہفتہ ہے جو تاریکی ضلالت کو منور کرتا ہے۔
علیؑ دوپہر کا آفتاب جواں ہے جس کی روشنی سے کرہ ارض منور ہے۔
علیؑ کی تعریف قرآن میں ہے۔
آیات قرآن علیؑ کی قصیدہ خواں ہیں۔
علیؑ زندگی میں کریم اور موت میں شہید ہے۔
امالی صدوق ہی میں عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آکر بتایا

ہے کہ ارشاد قدرت ہے۔

علیؑ میری محبت کو قائم کرنے والا ہے۔

علیؑ کے موالی کو کبھی عذاب نہ کروں گا۔

علیؑ کے دشمن کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔

آپ نے پھر فرمایا:

قیامت کے دن جبریل میرے پاس لواءالحمد لائے گا جس میں ستر ٹکڑے ہوں گے ہر ٹکڑا سورج سے بڑا ہوگا۔

میں جبریل سے لے کر لواءالحمد علیؑ کے سپرد کردونگا ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا جب لواءالحمد اتنا بڑا ہوگا تو علیؑ اسے اٹھائے گا کیسے؟

آنحضورؐ نے ناراض ہو کر فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس دن علیؑ کی طاقت کیا ہوگی۔

اس دن علیؑ میں جبریل کی طاقت۔

یوسفؑ کا جمال

رضوان جنت کا حلم اور

جناب داؤد کا لحن ہوگا۔

جمیل سکینہ پاکستان حیدرآباد سندھ

علیؑ پہلا وہ شخص ہوگا جو آب سبیل سے سیراب ہوگا علیؑ اور شیعیان علیؑ کے مراتب اتنے ہوں گے جن پر اولین و آخرین کے صالح افراد رشک کریں گے۔

امالی ہی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ

اگر تمام لوگ محبت علیؑ پر جمع ہو جاتے تو میں آتش جہنم پیدا ہی نہ کرتا۔

امالی صدوق میں سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ میں جناب عبداللہ ابن عباس کے پاس آیا اور اس سے حضرت علیؑ اور ان میں لوگوں کے اختلاف کے سلسلہ میں پوچھا۔

جناب ابن عباس نے فرمایا:

اے ابن جبیر تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ جو بعد از رسولؐ افضل کائنات ہے۔

اے ابن جبیر تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ جس کی ایک رات میں تین ہزار فضائل تھے۔

اے ابن جبیر تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں سوال کرتا ہے جو وصی رسولؐ تھا۔ جو وزیر نبیؐ تھا۔ جو خلیفہ رسولؐ تھا حوض کوثر کا ساقی ہوگا۔ جو لواءالحمد کا حامل ہوگا۔ جو شفاعت کا مالک ہوگا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں ابن عباس کی جان ہے۔ اگر روئے ارض کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں۔ کرۂ ارض کے تمام درخت

قلم بن جائیں کرہ ارض اور تمام آسمان کاغذ بن جائیں تمام جن وانس کاتب ہو جائیں اور تخلیق ارض و سماء کے روز اول سے قیامت تک لکھتے جائیں تو جو فضائل اللہ نے علیؑ کو دیئے ہیں ان میں سے عشر عشیر بھی نہ لکھ پائیں گے۔

اسی سلسلہ سند سے ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

خداوند عالم بغض علیؑ کی بدولت ہی مخلوق کو معذب کرے گا۔ وہ علماء جو فضائل علیؑ اور عزت علیؑ لوگوں سے چھپائیں گے۔ یقین رکھو اگر ارض پر انبیاء و مرسلین کے بعد شیعیان علیؑ سے افضل چلنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ شیعیان علیؑ جو فضائل علیؑ نشر کرتے ہیں۔ ان پر رحمت خدا کا سایہ رہتا ہے ملائکہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں فضائل علیؑ چھپانے والوں کے لیے ویل ہے۔ حیرت ہے وہ لوگ آتش جہنم پر کیسے صبر کر رہے ہیں۔

امالی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آسمان دنیا کے ملائکہ جب روئے ارض پر نظر کرتے ہیں اور انہیں کسی مقام پر ایک دو یا تین ایسے افراد نظر آ جاتے ہیں۔ جو فضائل آل محمدؐ بیان کر رہے ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ ذرا ان کی طرف بھی دیکھو۔ جو اپنی عددی قلت اور دشمن کی کثرت کے باوجود فضائل علیؑ اور آل علیؑ بیان کر رہے ہیں۔

دوسرے ملائکہ انہیں جواب دیتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

یہ اللہ کی عنایت ہے۔ جسے چاہے عطا کرے وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

امالی ہی میں ام المومنین ام سلمہ سے منقول ہے کہ میں آنحضورؐ سے سنا۔ فرما رہے تھے کہ۔

جب فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کا تذکرہ کریں۔ تو ملائکہ آسمان سے اتر کر اس محفل میں شریک ہو جاتے ہیں جہاں کہیں بھی چند افراد جمع ہو کر فضائل علیؑ و آل علیؑ ختم ہو جاتا ہے تو ملائکہ آسمان پر جاتے ہیں۔ دوسرے ملائکہ ان سے کہتے ہیں کہ تم سے ایسی خوشبو مہک رہی ہے جس کی مثل ہم نے جنت میں نہیں دیکھی۔

وہ جواب دیتے ہیں کہ زمین پر فلاں جگہ ذکر فضائل علیؑ اور آل علیؑ ہو رہا تھا۔ ہم اس میں شامل ہوئے ہیں یہ خوشبو وہیں سے ہے۔ وہ ملائکہ انہیں کہتے ہیں۔ بہت پیاری خوشبو ہے ہمیں بھی وہاں لے چلو تاکہ ہم بھی اس شرف سے مشرف ہو لیں تو وہ ملائکہ انہیں جواب دیتے ہیں کہ اب تو وہ مجلس و محفل بھی ختم ہو چکی ہے وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔

امالی ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے ایک شاگرد میسرہ سے سوال کیا۔

میسرہ تیرا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو ہر عمل صالح کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں وہ مقام نہیں دیتے جو اللہ نے دیا ہے؟

میسرہ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی موجودگی میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔

پھر فرمایا: تیرا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو دیگر افراد کی طرح ارتکاب گناہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا مقام پہچانتے ہیں۔

اور جو مقام ہمیں اللہ نے دیا ہے اس پر کسی اور کو تسلیم نہیں کرتے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

وہ جنت میں جائیں گے۔

اور اس کی دلیل قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم و ندخلکم مدخلا کریما۔	اگر تم ان گناہان کبیرہ سے دور رہو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے دیگر گناہوں کو معاف کر کے تمہیں جنت میں مقام کریم دیں گے۔

آیت میں گناہان کبیرہ سے مراد ہمارے اعداء سے تولی ہے۔ اور مدخل کریم سے مراد ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

بحار میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مسجد میں آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک عرب جو دراز قد تھا۔ پرانی عبا اس نے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ اور بغل میں ترکش دبا رکھا تھا۔ داخل مسجد ہوا۔ آنحضورؐ پر سلام کیا اور عرض کیا۔

اے محمدؐ! آپ کے دل میں علیؑ کا کیا مقام ہے؟

یہ سن کر آپ کے آنسو بہنے لگے۔ کافی دیر تک روتے رہے۔ پھر منبر پر گئے اور فرمایا:

اے عرب مجھے اس ذات کی قسم ہے! جس نے دانہ میں شگاف ڈالا۔ اور جس نے کرہ ارض کو پانی پر بچھایا۔ تو نے مجھ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا ہے۔ جو ہر کالے اور گورے کا سردار ہے۔

جو سب سے پہلا روزہ دار ہے۔

جس نے سب سے پہلے زکوٰۃ دی ہے۔

جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔

جس نے دو بیعتوں کا شرف حاصل کیا ہے۔

جس نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

جس نے دو علم اٹھائے ہیں۔

جس نے بدر و حنین فتح کیا ہے۔
جس نے پلک جھپکنے کے وقت تک کیلئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔
اس کے بعد وہ عرب ہماری نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہوگیا۔ آنحضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا
اے ابو جہنہ کیا جانتا ہے کہ یہ عرب کون تھا؟
میں نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔
آپ نے فرمایا:
یہ جبریل تھا۔ جو تم سے ولایت علیؑ کا عہد لینے آیا تھا۔ اور تمہیں بتانے آیا تھا کہ علیؑ کون ہے؟
بحار میں شیخ طوسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو ایک انگوٹھی دی اور فرمایا کہ جاکر اس پر محمدؐ ابن عبداللہ کندہ کرالاؤ۔
حضرت علیؑ نقاش کے پاس گئے۔ اور اسے انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اس پر محمدؐ ابن عبداللہ کندہ کر دو۔ آپ واپس تشریف لائے۔ کچھ دیر بعد نقاش کے پاس گئے۔ اور انگوٹھی مانگی۔ اس نے انگوٹھی پیش کی اور معذرت کے ساتھ عرض کیا۔ کہ قبلہ میں نے کندہ تو کر دیا ہے۔ لیکن غلطی ہوگئی ابن عبداللہ کی جگہ رسولؐ اللہ کندہ ہوگیا ہے۔
آپ نے فرمایا:
میں آنحضورؐ کے پاس لے جاتا ہوں۔ اگر انہوں نے قبول فرما لیا تو خیر ورنہ تجھے اسی اجرت میں محمدؐ ابن عبداللہ کندہ کرنا ہوگا۔
نقاش نے عرض کیا۔ قبلہ ٹھیک ہے۔ جیسا حکم ہوگا۔ ویسا کر دوں گا۔
آپ وہ انگوٹھی لائے اور نقاش کی معذرت عرض کر دی۔
آپ نے فرمایا:
کوئی بات نہیں۔ میں محمدؐ ابن عبداللہ بھی ہوں اور محمدؐ رسول اللہ بھی ہوں۔ آپ نے وہ انگوٹھی پہن لی۔ دوسری صبح کو جب اٹھے اور انگوٹھی کو دیکھا تو اس پر محمدؐ رسول اللہ کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ علیؑ ولی اللہ۔
آپ حیران ہوئے۔ اتنے میں جبریل آیا آپ نے جبریل کو واقعہ سنایا۔
جبریل نے مسکرا کے عرض کیا۔ جو آپ چاہتے تھے وہ آپ نے لکھوایا اور جو ہم چاہتے تھے ہم نے لکھ لیا اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔
بحار ہی میں عبداللہ ابن سنان کے ذریعہ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ جب میں شب معراج معراج پر گیا۔ تو مقام قاب قوسین پر اللہ نے مجھ سے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ نے فرمایا۔

اے محمدؐ علیؑ اول ہے ۔علیؑ آخر ہے۔ علیؑ ظاہر ہے۔ علیؑ باطن ہے۔اور علیؑ ماکان ومایکون کا عالم ہے

میں نے عرض کیا۔ بارالہا یہ صفات تو تیری ذات کے نہیں ہیں ؟

اللہ نے فرمایا :

ہاں میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں مالک ہوں قدوس ہوں ۔سلام ہوں ۔مومن ہوں مہیمن ہوں عزیز ہوں ۔جبار ہوں ۔متکبر ہوں ۔ لوگوں کے شرک سے منزہ ہوں ۔

میں لاشریک معبود ہوں ۔میں خالق ہوں ۔میں باری ہوں میں مصور ہوں ۔میرے اسمائے حسنیٰ ہیں آسمان و زمین کی ہر شیئی میری تسبیح کرتی ہے ۔میں عزیز وحکیم ہوں ۔

اے محمدؐ ! میں لاشریک معبود ہوں ۔میں اول ہوں مجھ سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ میں آخر ہوں میرے بعد کچھ نہیں ہوگا۔میں ظاہر ہوں میرے اوپر کچھ نہیں ۔میں باطن ہوں میرے تحت کچھ نہیں ۔میں لاشریک معبود ہوں اور بکل شیئی علیم ہوں ۔

اے محمدؐ ! علیؑ اول ہے ۔اس نے تمام مخلوق سے قبل میرے ساتھ میثاق کیا ہے ۔

اے محمدؐ ! علیؑ آخر ہے تمام آئمہؑ کے بعد میں علیؑ کی روح قبض کروں گا۔

اے محمدؐ ! علیؑ ظاہر ہے جو کچھ میں نے تجھ پر وحی کی ہے وہ سب علیؑ کو بھی بتا دیا ہے ۔لہٰذا تو بھی علیؑ سے کچھ نہ چھپا۔

اے محمدؐ ! علیؑ باطن ہے ۔میں نے اپنے ہر راز سے علیؑ کو آگاہ کر دیا ہے ۔

اے محمدؐ ! علیؑ بکل شیئی علیم ہے حلال وحرام کا جو علم بھی میں نے دیگر انبیاءؑ کو دیا تھا۔علیؑ اس سب کا عالم ہے ۔

بحار میں اصبغ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے مجھے بتایا کہ میں ایک دن انتہائی غمگین اور پریشان تھا۔ آنحضورؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ یا علیؑ آج مجھے پریشان نظر آرہے ہو؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ امت مسلمہ کے بعض افراد کے حالات نے پریشان کر رکھا ہے ۔

آپ نے فرمایا :

آؤ میں تمہیں ایک ایسی بات سناؤں جو جبرئیل مجھے ابھی سنا کر گیا ہے ۔وہ بات سن کر تم خوش ہو جاؤ گے ۔

میں نے عرض کیا فرمایئے قبلہ ۔

آنحضورؐ نے فرمایا :

یا علیؑ جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام انبیاءؑ اور اوصیائے انبیاءؑ کے منبر نصب ہو جائیں گے ۔ہر نبی و وصی اپنے اپنے منبر پر تشریف فرما ہو جائے گا تو

خازن جنت ایک مقام بلند پر کھڑا ہو کر اعلان کرے گا ۔

اے اہل محشر! میری بات سنو اور گواہ رہو۔ اللہ نے جس دن سے جنت کو پیدا کیا ہے۔ اس دن سے اللہ نے کلید ہائے جنت کا مجھے امین بنایا ہے اور میں آج تک اس امانت کا امین رہا ہوں۔ آج میں نے جنت کی چابیاں اللہ کے سپرد کی ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ خاتم الانبیاءؐ کے حوالہ کر دو، جب میں آنحضورؐ کے پاس لے کر گیا تو انہوں نے فرمایا کہ علیؑ کو دیدو۔ لو دیکھ لو میں جنت کی چابیاں علیؑ کے حوالہ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد داروغہ جہنم آئے گا اور اور وہ اسی طرح کہہ کر جہنم کی چابیاں تیرے حوالہ کر دے گا

بحار میں عبدالملک ابن سلیمان سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ایک سفر میں ایک قبرستان سے گزرتے ہوئے ایک کھلی ہوئی قبر کو دیکھا اچانک میری نگاہ ایک چمڑے کے ٹکڑے پر پڑ گئی۔ میں نے جھک کر وہ ٹکڑا اٹھایا تو اس میں سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ لے کر میں ایک سریانی عالم کے پاس آیا جو عربی سے بھی واقف تھا۔ اسے وہ تحریر دکھائی تو حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ تعجب ہے یہ تو حضرت موسیٰؑ کے صحابہ میں سے کسی صحابی کی تحریر ہے۔

میں نے پوچھا۔ لکھا ہوا کیا ہے؟

اس نے بتایا کہ اس میں وہ واقعہ لکھا ہوا ہے۔ جس میں حضرت موسیٰؑ جناب خضرؑ کے پاس پڑھنے کو گئے تھے۔

میں نے کہا۔ مجھے ویسے ہی ترجمہ کر کے سنا دیجئے جیسے لکھا ہوا ہے۔

اس نے وہ ترجمہ سنایا۔ جو یوں تھا۔

جب حضرت موسیٰؑ جناب خضرؑ کے ساتھ کچھ عرصہ رہ کر واپس آئے تو جناب ہارونؑ نے پوچھا۔

جناب خضرؑ سے کیا سیکھ کر آئے ہو؟

جناب موسیٰؑ نے فرمایا:

ایسا علم تھا جس سے جہالت نقصان دہ نہیں ہے۔ البتہ ایک اور حیرت انگیز واقعہ ہوا ہے۔

جناب ہارونؑ نے پوچھا وہ کون سا؟

جناب موسیٰؑ نے فرمایا:

جب میں اور جناب خضرؑ واپس آرہے تھے۔ ہم دریا کے کنارے پر پہنچے تو ایک پرندہ کو دیکھا جس نے چونچ میں پانی لیا اور اس سے ایک قطرہ مشرق کی طرف ایک مغرب کی طرف۔ ایک شمال کی طرف ایک جنوب کی طرف ایک آسمان کی طرف اور ایک واپس دریا میں پھینک دیا۔

میں نے جناب خضرؑ سے پوچھا۔ پرندے کے اس عمل کا کیا مطلب ہے؟

جناب خضرؑ نے کہا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہو رہا۔

اتنے میں ایک ملک بصورت چرواہا ہمارے سامنے آیا۔ اور ہم سے پوچھا۔ کیا بات ہے آپ دونوں بڑے حیران دکھائی دیتے ہیں؟

ہم نے کہا:

ہم اس پرندے کے اس عمل سے حیران ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے؟

اس چرواہے نے کہا۔ یہ تو اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پرندہ آپ کو بتا رہا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا جو خاتم الانبیاءؐ ہوگا۔ اس کی رسالت کا دائرہ کار مشرق ومغرب شمال وجنوب غرض پورے کرہ ارض پہ ہوگا۔ اس کا ایک وصی ہوگا تم دونوں انبیاءؑ کا علم اس وصی کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے اس آب دریا کے مقابلہ میں میری چونچ میں آنے والا پانی کا قطرہ۔

بحار میں عمار یاسر سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ ایک جنگ میں جا رہا تھا۔ اتفاقاً ہم وادی النمل سے گزرے میں نے چیونٹیوں کی کثرت کو دیکھ کر عرض کیا۔

قبلہ وہ ذات کتنی بابرکت ہے جو ان کی تعداد بھی جانتی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

نہیں عمار اسی طرح نہ کر۔ بلکہ یوں کہہ۔ پاک وبابرکت ہے۔ وہ ذات جس نے ان چیونٹیوں کو پیدا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو ان کی تعداد کو جانتی ہو؟

آپ نے فرمایا:

کیا تو نے قرآن میں کل شیئ احصنٰہ فی امام مبین۔ نہیں پڑھا؟

میں نے عرض کیا۔ حضور پڑھا تو ہے۔

آپ نے فرمایا:

پھر کیا ان چیونٹیوں کی تعداد کل شیئ سے باہر ہے؟

میں نے عرض کیا۔ نہیں تو

آپ نے فرمایا:

پھر ان کی تعداد کا عالم تو موجود ہے اور وہ امام مبین ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا آپ ان کی تعداد جانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

نہ صرف ان کی تعداد جانتا ہوں۔ بلکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں سے نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں۔ اب تک کتنی چیونٹیاں پیدا ہو کر مر چکی ہیں۔ اور کتنی چیونٹیاں قیامت تک اس وادی میں پیدا ہونگی۔

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے سرکار رجب علی برسی کی مشارق الانوار سے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات میں نے عرض کیا قبلہ کچھ تفسیر قرآن تو فرما دیجئے۔

آپ نے بسم اللہ کی باء کی تفسیر شروع کی رات ختم ہو گئی۔ لیکن آپ باء سے سین کی طرف نہ گئے۔ آخر میں فرمایا اے ابن عباس اگر میں چاہوں تو صرف بائے بسم اللہ کی تفسیر اتنی کروں کہ اونٹ کا بھار بن جائے۔

علامہ مجلسیؒ نے کتاب سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ۔

ابان نے بتایا ہے کہ ایک دن مسجد کوفہ میں ہم حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی ۔ میری وفات سے قبل جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

سلونی عن کتاب اللہ فواللہ ما نزلت ایۃ الا وقد اقرأنیھا رسول اللہ وعلمنی تاویلھا۔ کتاب خدا سے جو چاہو پوچھ لو۔ بخدا! قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے۔ جو آنحضورؐ نے مجھے نہ بتائی ہو۔ اور اس کی تفسیر و تاویل سے آگاہ نہ کیا ہو۔

ابن کوا نے کہا:

یا علیؑ ایسی آیات بھی تو ہوں گی جو آپ کی غیبت میں نازل ہوئی ہوں گی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ایسی آیات ہیں۔ لیکن جب بھی میں آتا تھا۔ آنحضورؐ سے پوچھتا تھا۔ آپ میری غیبت میں نازل ہونے والی آیت مع تفسیر و تاویل کے مجھے تعلیم فرما دیتے تھے۔

ابان کہتا ہے کہ سلیم نے جناب ابن عباس کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کوئی ایسی عظیم بات ہمیں سنائیں جو آپ نے حضرت علیؑ سے سنی ہو۔

ابن عباس نے بتایا کہ حضرت علیؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ ایک دن میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک کتاب دی۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ کتاب کیسی ہے؟

آپ نے فرمایا:

یا علیؑ اس میں تا قیامت میری امت کے خوش نصیب افراد اور بد بخت افراد کی فہرست ہے جبریل نے مجھے لا کر دی ہے تا کہ میں اسے تیرے حوالہ کر دوں۔

بصائر میں اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ لوگوں میں عطیات تقسیم کر رہے تھے کہ ایک عورت نے آگے بڑھ کر کہا۔ یا علیؑ! آپ نے ہر قبیلے کو تو دیا ہے لیکن بنی مراد کو آپ نے کچھ بھی نہیں دیا۔ اس کا مقصد صرف اعتراض کرنا تھا اور حضرت علیؑ کی عدالت پر شک کرنا تھا۔

حضرت علیؑ نے اسے دیکھے بغیر فرمایا:

اسکتی یا من لا تحیض کما تحیض النساء۔ — خاموش رہ اے وہ عورت جسے دیگر عورتوں کی طرح ماہواری نہیں آتی۔

یہ سنتے ہی وہ عورت یوں پیچھے دوڑی جیسے اسے بچھو نے ڈس لیا ہو۔ عمرو ابن حریث کہتا ہے کہ میں نے جب اس عورت کو یوں بھاگتے دیکھا تو میں بھی اس کے پیچھے ہو گیا عورت اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچی اور میں بھی پہنچ گیا۔ میں نے اسے کہا۔ تو کیوں بھاگ کر آگئی ہے۔ بات کیا تھی۔

اس نے کہا۔ بخدا! علیؑ نے جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن یہ وہ بات ہے جسے ایک میرا خالق اللہ جانتا ہے۔ ایک مجھے جنم دینے والی ماں جانتی ہے اور تیسری میں خود جانتی ہوں۔ میں گواہی دیتی ہوں علیؑ علم الٰہی کا وارث اور مخزن ہے۔

یہ سن کر میں واپس آیا۔ حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنا کر عرض کیا۔ قبلہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

آپ نے فرمایا:

اے ابن حریث! نبی عالمین نے مجھے ایک ہزار باب علم تعلیم کیا تھا۔ اللہ نے میرے لیے ایک ایک باب علم سے دس دس ہزار باب علم کا انکشاف کیا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے پیدا ہو چکے ہیں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے تا قیامت پیدا ہوں گے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قیامت تک کتنے فرقے بنیں گے اور ہر فرقہ کا بانی کون ہو گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنی عورتیں مرد ہیں اور کتنے مرد عورتیں ہیں۔

کشف الغمہ میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

مجھے جبریل نے ایک سبز ریشم کا ٹکڑا لا کر دیا جس میں لکھا تھا۔

میں نے ولایت علیؑ اپنی تمام مخلوق پر فرض کر دی ہے۔ اے محمدؐ! میری مخلوق کو اس سے آگاہ کر دے۔

کشف الغمہ ہی میں جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

من مات علی حب آل محمد مات شہیدا — جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا شہید مرا۔

من مات علی حب آل محمد مات مغفورا — جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا مغفور مرا۔

من مات علی حب آل محمد مات تائبا۔ — جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا تائب مرا۔

من مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس۔ — جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا جنت میں یوں سجا کر لے جایا جائے گا۔ جس طرح دلہن

من مات علی حب آل محمد فتح لہ باب فی القبر الی الجنة۔ — جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا۔

من مات علی حب اٰل محمد جعل اللہ قبرہ مزار للملائکۃ الرحمۃ۔

جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا اس کی قبر ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ ہوگی۔

من مات علی حب اٰل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ۔

جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ اہل سنۃ والجماعت ہو کر مرا

من مات علی بغض اٰل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ ایس من روح اللہ

جو بغض آل محمدؐ پہ مرا قیامت کے دن اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ یہ وہ شخص ہے جو رحمت خدا سے مایوس ہے۔

من مات علی بغض اٰل محمد مات کافرا

جو بغض آل محمدؐ پر مرا وہ کافر مرا

من مات علی بغض اٰل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ۔

جو بغض آل محمدؐ پر مرا وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔

امالی طوسی میں عمران اودی سے مروی ہے کہ ایک دن اس کے سامنے حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا تو اس نے کہا کچھ لوگ حضرت علیؑ کی توہین کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ میں نے متعدد اصحاب رسولؐ سے سنا ہے جن میں حذیفہ یمان اور کعب ابن عجرہ بھی ہیں کہ

علیؑ کو اللہ نے ان فضائل سے نوازا ہے جن سے کسی فرد بشر کو نوازا نہیں گیا۔

علیؑ زوج بتولؑ ہے۔ علیؑ کے سوا اولین وآخرین میں کون ہے جس نے داماد رسولؐ ہونے کا شرف حاصل کیا ہو

علیؑ جوانانِ جنت کے سرداروں کا باپ ہے اولین وآخرین میں سے کون ہے جسے جوانانِ جنت کے سرداروں کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہو۔

علیؑ اہل رسولؐ اور ازواجِ رسولؐ میں وصی رسولؐ ہے۔

علیؑ وہ ہے کہ جس کا مسجد میں کھلنے والا دروازہ بند نہیں کیا گیا جبکہ تمام صحابہ کے دروازے بند ہو گئے۔

علیؑ درِ خیبر اکھیڑنے والا ہے۔

علیؑ یوم خیبر صاحب علم ہے۔

علیؑ وہ ہے جسے غدیر خم کے مقام پر سرور انبیاءؐ نے من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ کہہ کر متعارف کرایا۔

علیؑ صاحب تطہیر ہے۔

علیؑ صاحب طیر ہے جب آنحضورؐ نے دعا مانگی تھی کہ بار الہا! اپنی مخلوق میں سے اپنے محبوب ترین فرد کو میرے پاس بھیج جو میرے ساتھ بیٹھ کر اس پرندہ کا گوشت کھالے علیؑ کے سوا کوئی آنحضورؐ کے پاس نہ آیا اور نہ کسی نے علیؑ کے سوا وہ گوشت کھایا۔

علیؑ سورہ برائت کا مبلغ ہے جب کہ آنحضورؐ نے ابوبکر کو بھیجا تھا۔ لیکن حکم خدا سے ابوبکر کو واپس کیا اور علیؑ کو بھیجا

علیؑ علم محمدؐ کا ظرف ہے۔

علیؑ وہ ہے جس کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ انا مدینة العلم وعلی بابھا۔

علیؑ مشکل کشائے رسول ہے۔

علیؑ اول المومنین ہے۔ علیؑ اول الصدیقین ہے۔ علیؑ اول التابعین ہے۔ علیؑ پہلا غازی ہے۔

علیؑ کے ساتھ کسی اور کو قیاس کرنا اللہ اور رسولؐ پہ سب سے بڑا اتہام ہے۔

بحار میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضورؐ کے ساتھ آرہا تھا۔ ہم بقیع غرقد میں آئے وہاں بیری کا ایک خشک درخت کھڑا ہوا تھا۔ آنحضورؐ اس کے نیچے بیٹھ گئے۔ جونہی آپ بیٹھے بیری کے درخت کے پتے اُگ آئے اور آپ پر سایہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا:

انس جا کر علیؑ کو بلا لا۔

میں جلدی جلدی آیا۔ دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ باہر آئے۔ میں نے عرض کیا آنحضورؐ نے آپ کو یاد کیا ہے

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ خیریت تو ہے؟

میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ مجھے جو حکم ملا تھا۔ تعمیل کر دی ہے۔ حضرت علیؑ دوڑنے لگے۔ جب تک آنحضورؐ کے سامنے نہ آگئے اس وقت تک دوڑتے رہے۔ جب آنحضورؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلام کے بعد عرض کیا۔ لبیک یا رسولؐ اللہ۔

آپ نے فرمایا:

یہاں بیٹھ جاؤ۔ حضرت علیؑ بیٹھ گئے۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اور مسکراتے بھی جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ سونے سے بنا ہوا ایک جام جس پہ ہیرے اور جواہرات جڑے تھے ان کے درمیان آگیا۔ چوکور جام تھا۔ اس کے ایک کونے پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دوسرے کونے پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب ولی اللہ۔

تیسرے کونے پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ابن ابیطالب۔

چوتھے کونے پر لکھا ہوا تھا۔ نجی المعتقدون لدین اللہ والموالون لاھل بیت رسول اللہ۔

اس جام میں تازہ کھجوریں اور تازہ انگور تھے۔ آنحضورؐ خود بھی تناول فرماتے رہے اور علیؑ کو بھی کھلاتے رہے

جب دونوں سیر ہو گئے تو جام از خود سوئے آسمان بلند ہو گیا۔

آپ نے مجھے فرمایا: انس یہ بیری کا درخت اکیلا رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے تشریف فرما ہونے سے پہلے بھی دیکھا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

انس اس بیری کے درخت کے سایہ میں تین سو تیرہ نبی اور تین سو تیرہ وصی بیٹھے ہیں۔ انبیاءؑ میں سے کوئی نبی مجھ سے افضل نہیں تھا اور اوصیاءؑ میں سے کوئی وصی علیؑ سے افضل نہ تھا۔ انس جو شخص آدمؑ کا علم۔۔ ابراہیمؑ کا وقار۔۔ سلیمانؑ کا فیصلہ۔ یحیٰؑ کا زہد۔ ایوبؑ کا صبر اور اسماعیلؑ کی صداقت دیکھنا چاہے وہ چہرہ علیؑ کی زیارت کرے تمام انبیاءؑ کے کمالات اسے نظر آجائیں گے۔

انس! اللہ نے ہر نبی کو صرف ایک وزیر کی خصوصیت سے نوازا ہے۔ لیکن اللہ نے مجھے چار خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں سے دو ارضی ہیں اور دو سماوی۔ علیؑ اور حمزہ ارضی ہیں اور جبریل و میکائیل سماوی ہیں۔

بحار میں فضل ابن شاذان سے مروی ہے کہ ایک دن آپ بصرہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ کہ دوران خطبہ فرمایا:

ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی — لوگو جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ قبل اس کے کہ میں
سلونی عن طرق السماوات فانی — تمہارے درمیان نہ رہوں مجھ سے آسمانوں کے راستوں کے
اعرف بھا۔ — متعلق پوچھو میں ان کا بہت بڑا شناسا ہوں۔

سامعین کے درمیان سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی۔

اے امیر المومنینؑ بتایئے اس وقت جبریل کہاں ہے؟

آپ نے ایک مرتبہ مشرق ایک مرتبہ مغرب۔ ایک مرتبہ شمال ایک مرتبہ جنوب۔ ایک مرتبہ سوئے زمین اور ایک مرتبہ سوئے عرش دیکھ کر فرمایا: جو پوچھ رہا ہے۔ یہی جبریل ہے۔

لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے وہی سائل پرندہ کی صورت میں پھڑپھڑا کر اڑ گیا لوگ سمجھ گئے کہ واقعاً پوچھنے والا ہی جبریل تھا۔ پوری مسجد سے نعرے گونجنے لگے۔ نشھد انك خلیفة رسول اللہ حقا۔

مناقب میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے کہ پہلی رکعت کے رکوع میں آپ نے اتنی زیادہ دیر کر دی کہ ہم سمجھے شاید وحی ہو رہی ہے۔ جب نماز ختم ہوئی تو آپ محراب میں صفوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور پوچھا علیؑ کہاں ہے؟

جب ہم نے دیکھا تو علیؑ آخری صف میں تھے۔ ہم نے انہیں آگے آنے کا اشارہ کیا۔ جب حضرت علیؑ آپ کے سامنے آئے تو آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ جماعت میں شامل ہو گئے تھے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ شامل ہو گیا تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ آج دیر کیوں ہوئی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ نمازِ عصر کی تعقیبات میں ذرا تاخیر ہوئی۔ میں نے یہی سوچا کہ تجدید وضو کر لوں۔ میں نے حسنؑ کو پانی لانے کے لیے آواز دی۔ لیکن حسنؑ نہ تھا۔ اتنے میں کسی نے آواز دی۔ یا علیؑ آپ کے دائیں طرف پانی ہے۔ میں نے دائیں طرف دیکھا تو ایک جام میں پانی تھا۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اور مکھن سے زیادہ ملائم تھا۔ میں نے وضو کیا۔ اور کچھ پیا۔ جب وضو سے فارغ ہوا تو میرے کندھے پر ایک رومال گرا میں نے اس سے پانی کے وہ قطرات خشک کیے وضو سے فراغت کے بعد سر پہ پانی ڈالنے سے رہ گئے تھے اس کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ پانی لانے والا جبریل تھا۔ اور رومال دینے والا میکائیل تھا۔ تجھے پانی دینے کے بعد جبریل نے آکر میرے گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور جب بھی میں رکوع سے اٹھنے کا ارادہ کرتا تھا۔ جبریل کہتا تھا۔ ذرا سا اور صبر فرمالیں۔ تاکہ علیؑ بھی شامل جماعت ہو جائے۔

امالی صدوق عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کے گرد مسجد میں بیٹھے تھے کہ ہم نے آنحضورؐ کو دیکھا انہوں نے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ اشارہ کے بعد ہم نے ایک بادل کو زمین کی طرف آتے دیکھا آپ نے فرمایا ذرا نیچے آجا۔ بادل اور نیچے آیا۔ پھر فرمایا۔ اور نیچے آجا۔ بادل پھر نیچے آیا۔ حتیٰ کہ ہمارے سر دن پر آگیا۔ آنحضورؐ اٹھے۔ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے۔ بادل سے آپ نے ایک جام اٹھایا جو تازہ کھجوروں سے پُر تھا۔ آپ نے اس جام سے کھجوریں کھائیں بادل سے آواز آئی۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو دیا۔ حضرت علیؑ نے بھی اس جام سے کھجوریں کھائیں۔ پھر بادل سے آواز تسبیح آئی۔ صحابہ میں سے ایک؟ جلد باز صحابی ذرا بے حوصلہ ہو گیا اور عرض کی۔

قبلہ آپ خود بھی کھا رہے ہیں۔ اور علیؑ کو بھی دے رہے ہیں۔ ہم بھی تو آپ کے جانثار ہیں۔ کم از کم ایک ایک دانہ ہمیں بھی تو دیا ہوتا۔

اس وقت سے بادل سے آواز آئی۔

لا الٰہ الا اللہ خالق الظلمات والنور	خالق ظلمت و نور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اعلموا معاشر الناس انی مصدیۃ	لوگو! یقین رکھو میں ذاتِ صادق کی طرف سے اس
الصادق الی نبیہ الناطق ولا یا کل	کے نبی ناطق کے لیے ہدیہ ہوں۔ اور مجھ سے نبی
منی الا نبی او وصی نبی۔	یا وصی نبی کے علاوہ کوئی بھی کچھ نہیں کھا سکتا۔

غایۃ المرام میں جناب قنبر سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ دریائے فرات پر غسل کرنے کے لیے گئے آپ نے غسل کی خاطر قمیص کو اتار کر کنارِ دریا پہ رکھا اور داخلِ دریا ہو گئے۔ پانی کا ایک ریلا آیا۔ جس سے حضرت علیؑ

کا قمیص دریا میں بہہ گیا۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے دیکھا تو قمیص نہ تھا۔ مجھ سے پوچھا میں نے عرض کیا قبلہ وہ تو دریا میں بہہ گیا ہے۔ آپ پریشان تھے کہ ہاتف نے آواز دی۔

یا علیؑ اپنے دائیں طرف دیکھ۔

حضرت علیؑ نے دائیں طرف دیکھا تو ایک رومال رکھا تھا۔ آپ نے وہ رومال اٹھایا۔ اس میں ایک قمیص لپیٹا ہوا تھا۔ آپ نے وہ قمیص زیب تن کیا قمیص کی جیب سے ایک رقعہ برآمد ہوا جس پر لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مقدمۃ من اللہ العزیز الحکیم الی علی ابن ابیطالب ھذا قیمص ھارون ادر تناکہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ عزیز وحکیم کی طرف سے علیؑ ابن ابوطالبؑ کو ہدیہ ہے۔ یہ ہارون کا قمیص تھا۔ اب ہم نے تجھے اس کا وارث بنا دیا ہے۔

خرائج میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضورؐ کے ساتھ بیرون مدینہ جا رہا تھا۔ ایک سواری تھی جس پر آپ سوار تھے۔ آپ نے فرمایا یا علیؑ! میرے پیچھے سوار ہو جا۔

میں نے عرض کیا قبلہ یہ سوئے ادب ہے۔ اگر حکم نہ ہو تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوا خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔ یا علیؑ تو میرا بھائی ہے چچا زاد ہے۔ میرا داماد ہے۔ میرے بیٹوں کا باپ ہے۔ سوار ہو جا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ حکم نہ دیں۔ آپ کی نوازش ہے میں آپ کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ پیدل چلنے کو عزت سمجھتا ہوں۔ اگر دوسری سواری ہوتی تو میں بھی سوار ہو جاتا۔ ہم ایک میدان میں آئے وہاں پانی موجود تھا۔ آپ اترے وضو کیا۔ میں نے بھی وضو کیا۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی میں نے بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ جب میں سجدہ شکر میں تھا تو آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ سجدہ سے سر اٹھا اور دیکھ۔

جب میں نے سجدہ سے سر اٹھا کر دیکھا تو میرے قریب ایک گھوڑا آراستہ کھڑا تھا۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ اللہ کی طرف سے یہ ہدیہ تیرے لیے بھیجا گیا ہے۔

جناب عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ شب بدر آنحضورؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص پانی لے آئے تمام صحابہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ ایک طرف دشمن کا خطرہ تھا اور دوسری طرف رات انتہائی تاریک تھی۔ حضرت علیؑ نے مشکیزہ لیا اور چاہ قلیب کی طرف روانہ ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد واپس آئے۔ آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ بہت دیر کر دی ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ! تین مرتبہ سخت آندھی کے ایسے جھونکے آئے کہ مجھے بیٹھ جانا پڑا۔ اور ہر جھونکا سے میں نے اپنے نام سلام بھی سنا۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔

یا علیؑ۔ پہلی مرتبہ جبرئیل ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ تیرے قریب سے گزرا۔ دوسری مرتبہ میکائیل ایک ہزار ملائکہ

کو سے گزرا اور تیسری مرتبہ اسرافیل ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ گزرا۔ اور انہی تینوں نے تجھے سلام بھی کیا ہے۔

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے روایت کی ہے کہ ایک دن نماز عصر کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علیؑ آج میں تمہارا مہمان ہوں

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ! اپنے گھر میں بھی کوئی مہمان ہوتا ہے آپ جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔

حضرت علیؑ تعقیبات نماز عصر سے فارغ ہو کر گھر آئے تو سورج غروب ہو رہا تھا آپؑ نے دختر رسولؐ کو بتایا کہ آج رحمت عالمین ہمارے ہاں مہمان ہوں گے

بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آج ہمارے گھر بھی کچھ نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

زہراؑ بھلا اس میں ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔ اگر اس نے آج رات کا رزق مقدر کیا ہے۔ تو مل جائے گا اگر نہیں کیا تو پھر ہمارا کیا چارہ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت علیؑ نماز کی خاطر مسجد میں آ گئے اور جناب زہراؑ نے مصلائے عبادت بچھا کر فریضہ شروع کر دیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور حضرت علیؑ کے گھر آ گئے۔ آپ نے حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ کے چہرے دیکھ کر جان لیا کہ جن کے گھر میں کھانے کو آیا ہوں وہ شاید پہلے سے بھوکے ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کے بچھائے ہوئے فرش پر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھا۔

جبریلؑ نازل ہوا اور عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اللہ سلام کے بعد پوچھتا ہے آج بتاؤ کیا کھاؤ گے؟

آنحضورؐ نے اپنے اہلبیتؑ سے پوچھا۔ اللہ کی طرف سے جبریل پوچھ رہا ہے کہ کیا کھاؤ گے؟

تمام اہلبیتؑ آنحضورؐ کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔ کئی لمحات گزر گئے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بالآخر شہزادہ کربلا نے عرض کیا۔ نانا۔ بابا۔ اماں جان اور بھائی حسنؑ اگر آپ سب اجازت دیں تو آپ کی طرف سے میں بتا دوں۔

سب نے فرمایا۔ حسینؑ تمہیں اختیار ہے جو تم کہہ دو گے ہمیں منظور ہو گا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! جبریلؑ سے فرما دو کہ آج کل کھجور کا موسم نہیں ہے اس لیے دل چاہتا ہے کہ کھجوریں کھائیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ بیٹے اللہ کو تمہارا ارادہ پہلے سے معلوم تھا۔ زہراؑ جاؤ اندر سے کھجوروں کا طبق لے کر آؤ۔ جناب زہراؑ اندر گئیں۔ شیشے کا ایک طشت اٹھا کر لائیں جس پر ریشمی رومال پڑا ہوا تھا۔ اور طشت کھجوروں سے پر تھا۔ آنحضورؐ نے ایک دانہ اٹھا کر پہلے امام حسینؑ کے منہ میں رکھا اور فرمایا۔ حسینؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔

دوسرا دانہ اٹھا کر حضرت علیؑ کے منہ میں رکھا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ مبارک ہو۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ

گئے۔ چوتھا دانہ جناب زہراؑ کے منہ میں رکھا اور فرمایا۔ زہراؑ کھانا مبارک ہو۔

اس کے بعد سب مل کر کھانے لگے جب سیر ہو گئے تو طشت سوئے آسمان اٹھ گیا۔

جناب زہراؑ نے عرض کیا قبلہ! آج آپ نے نیا کام کیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

ہاں بیٹی جب میں نے حسینؑ کے منہ میں دانہ رکھا تو جبریل نے کہا۔ حسینؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔ میں نے بھی جبریل کی اقتداء میں کہا۔ اسی طرح حسنؑ اور تیرے منہ میں دانہ رکھنے پر جبریل نے کہا۔ لیکن جب میں نے علیؑ کے منہ میں دانہ رکھا تو میں نے آواز قدرت سنی۔ اللہ فرما رہا تھا۔ یا علیؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔ ذات احدیت کی آواز سن کر میں اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

پھر آنحضورؐ نے بتایا کہ آواز قدرت آئی۔ محمدؐ اگر تو قیامت تک علیؑ کے منہ میں دانہ رکھتا رہا تو میں یا علیؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔ کہتا رہتا۔

امالی شیخ طوسی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن مسجد نبوی میں آنحضورؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیگر بھی بہت سے صحابہ تھے۔ جبریل نازل ہوا اس کے ہاتھ میں شیشے کا ایک جام تھا جو مشک و عنبر سے پر تھا۔ آنحضورؐ کی گود میں حسنینؑ اور پہلو میں حضرت علیؑ بیٹھے تھے۔

جبریل نے سلام عرض کیا اور کہا۔ ذات احدیت نے یہ تحفہ دیا ہے کہ اسے خود بھی کھاؤ اور علیؑ و حسنینؑ کو بھی دو۔ آنحضورؐ نے وہ جام ہاتھ میں لیا جونہی آپ کے ہاتھ میں آیا، جام سے آواز آئی۔

لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو دیا۔ جب حضرت علیؑ نے ہاتھ میں لیا۔ تو جام سے آواز آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ھم راکعون حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو دیا۔ جب امام حسنؑ کے ہاتھ میں آیا تو جام سے آواز آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عم یتساءلون عن النبا العظیم الذی ھم فیہ مختلفون۔

امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو دیا۔ جب امام حسینؑ کے ہاتھ میں آیا تو جام سے آواز آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور۔

امام حسینؑ نے پھر آنحضورؐ کو دیا۔ جب آنحضورؐ نے دوسری مرتبہ لیا تو جام سے آواز آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ نور السماوات والارض۔

اس کے بعد جام ہماری نظروں سے یوں غائب ہوا کہ ہمیں نہیں معلوم وہ زمین میں غائب ہو گیا۔ یا آسمان میں اڑ گیا۔

کشف الیقین ۔ سعد السعود ۔ میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے۔

تفسیر فرات اور الخرائج والجرائح میں انس ابن مالک سے مروی ہے۔

نوٹ :۔

یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہے۔ یہ حدیث بساط کے نام سے معروف ہے۔ ایک مرتبہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور انس حضرت علیؑ کے ساتھ تھے دوسری مرتبہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عبدالرحمٰن ابن عوف اور سلمان فارسیؒ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے انس کی روایت میں ابوبکرؓ اور دیگر ساتھیوں کی خواہش پر آنحضورؐ نے ان کو بھیجا۔ اور جابر کی روایت میں ابوبکرؓ اور ان کے دیگر ساتھیوں کو اپنی خواہش پر بھیجا۔ انس نے واقعہ انتہائی اختصار کے ساتھ بتایا ہے۔ جب کہ جابرؓ انتہائی تفصیل سے سنایا ہے۔ جناب جابر کے واقعہ میں انس کا نام بھی واقعہ میں آ جاتا ہے۔ ہم جناب جابر کی روایت پیش کر رہے ہیں۔ دونوں واقعات واقعہ غدیر خم کے بعد ہوئے ہیں۔ (مترجم)

جابر سے منقول ہے کہ ایک دن میں اور سلمان آنحضورؐ کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے۔ آنحضورؐ نے سلمان سے فرمایا۔ جا علیؑ کو بلا لا۔ سلمان گیا اور حضرت علیؑ کو بلا کے لے آیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ سے کافی دیر تک کھڑے ہو کر سرگوشی کی۔ پھر سلمان سے فرمایا۔ اب جا کر ابوبکرؓ عمرؓ اور عبدالرحمٰن ابن عوف کو بلا لا۔ سلمان ان تینوں کو بلا کے لایا۔ پھر فرمایا۔ اب اپنی ماں ام سلمہ سے چادر لے آ۔ سلمان چادر لے آیا۔ آنحضورؐ نے حکم دیا اسے فرش مسجد پر بچھا دے سلمان نے چادر بچھا دی۔ آنحضورؐ نے ایک گوشہ پر ابوبکرؓ کو دوسرے پر عمرؓ کو تیسرے پر عبدالرحمٰن ابن عوف کو بٹھایا۔ سلمان کو ایک طرف علیحدہ لے گئے۔ اس سے کچھ فرمایا۔ پھر واپس آ کر اسے حکم دیا کہ تو اس چوتھے کونے پر بیٹھ جا پھر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ تو درمیان میں بیٹھ جا۔ جب حضرت علیؑ بیٹھ گئے تو حضرت علیؑ سے فرمایا۔ جو کچھ میں نے تجھے کہا ہے اب اس پر عمل کر۔ حضرت علیؑ نے زیر لب کوئی درود پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بساط ہوا میں بلند ہو گئی۔ اس کے بعد پھر میں نے سلمان سے پوچھا۔ سلمان نے بتایا کہ چند لمحات کے بعد حضرت علیؑ نے پھر زیر لب کچھ پڑھا۔ بساط ایک پہاڑ پر اتر گئی۔ بہت بلند پہاڑ تھا۔ سامنے ایک غار کا دہانہ تھا۔ حضرت علیؑ نے پھر کچھ پڑھا تو وہ غار روشن ہو گئی۔ ہم اندر گئے۔ وہاں دیکھا تو کچھ افراد سو رہے تھے۔

میں نے پہلے ابوبکرؓ سے کہا کہ آنحضورؐ نے مجھے تنہائی میں جو کچھ فرمایا تھا وہ یہی تھا۔ کہ جب ہم وہاں پہنچ جائیں تو میں باری باری آپ سب لوگوں سے کہوں کہ ان سونے والوں کو سلام کرو۔ لہٰذا پہلے آپ انہیں سلام کریں۔

ابوبکرؓ نے سلام کیا کوئی جواب نہ ملا۔

پھر میں نے عمرؓ سے کہا۔ اب آپ سلام کریں۔ عمرؓ نے سلام کیا۔ کوئی جواب نہ ملا۔

پھر عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا۔ اس نے سلام کیا کوئی جواب نہ ملا۔

آخر میں حضرت علیؑ سے کہا۔ حضرت علیؑ نے سلام کیا تو وہ سب اٹھ بیٹھے انہیں اٹھا ہوا دیکھ کر یہ سب ساتھی ڈر کے غار سے باہر نکل گئے۔ میں باہر جاکر انہیں اندر بلا لایا۔

ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا۔ یہ کیسی غار ہے اور یہ کون ہیں؟

میں نے انہیں بتایا۔ کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ اور یہی اصحاب کہف ہیں جن کا ذکر ہمارے قرآن میں ہے آؤ سنو تو سہی حضرت علیؑ سے باتیں ہو رہی ہیں۔ جب ہم اندر آئے تو اس وقت اصحاب کہف کہہ رہے تھے۔

قل لمحمد لقد شهدنا لك بالنبوة	آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کر دینا کہ ہم حکم خدا کے مطابق
التی امرنا الله قبل بعثتك باعوام	جو آپ کی بعثت سے کئی سو سال پہلے ہمیں ملا تھا آپ
كثيرة ولك يا علی بالوصية ـ	کی نبوت اور تیری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں۔

تین مرتبہ اصحاب کہف نے یہی کہا۔ یہ سن کر سب ساتھی حضرت علیؑ کے ہاتھ چومنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ہمیں کیوں بھیجا ہے۔ یا علیؑ ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کر لیں۔ سب نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر سب بساط پہ بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ کے حکم سے بساط اڑنے لگی۔ ہم نماز ظہر پڑھ کے مدینہ سے چلے تھے۔ جب واپس آئے تو نماز عصر کی جماعت کھڑی ہو رہی تھی۔ ہم جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب نماز ختم ہوئی۔ تو آنحضورؐ نے صف کی طرف رخ کیا اور ہمیں دیکھ کر فرمایا:

تم آ گئے ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آ گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

تم سناؤ گے یا میں سب کچھ سنا دوں۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ہی سنایئے۔

آپ نے تمام واقعہ اس طرح سنایا جیسا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ پھر فرمایا:

كيف رأيتم يا ابابكر قال نشهد	اے ابوبکرؓ اب کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا۔
يا رسول الله كما شهد اهل	اے رسولؐ خدا ہم وہی شہادت دیتے ہیں جو اصحاب
الكهف و نومن كما امنوا ـ	کہف نے دی ہے اور ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں۔
	جیسا کہ ان کا ہے۔

آنحضورؐ نے تکبیر کہہ کر فرمایا:

لا تقولوا سكرت ابصارنا بل	یوں نہ کہنا کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا دیا گیا تھا یا ہم جادو

نحن قوم مسحورون۔ — زدہ لوگ تھے۔

نہ قیامت کے دن یوں کہنا۔

انّا کنا عن هذا غافلین واللہ ان فعلتم لتهتدون وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ وان لم تفعلوا تختلفوا ومن وفی اللہ وفی اللہ له۔

ہم تو اس سے غافل تھے بخدا اگر تم نے اس پر عمل کیا تو ہدایت یافتہ رہو گے۔ رسول کا کام واضح طور پر سب کچھ بتا دینا اور دکھا دینا ہے اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو بٹ جاؤ گے۔ جو اللہ سے وفا کرے گا اللہ بھی اسی سے وفا کرے گا۔

ومن یکتمها سمعه فعلی عقبیه ینقلب فلن یضر اللہ شیئا فبعد الحجة والمعرفة والبینة خلف والذی بعثنی بالحق لقد امرت ان امرکم ببیعته وطاعته فبایعوه واطیعوه بعدی۔

جس نے وہ کچھ چھپایا جو ہاں سے سن کے آیا ہے۔ وہ اپنے پچھلے قدموں پر پھر جائے گا۔ لیکن اللہ کو رائی بھر بھی نقصان نہ دے سکو گے کیا ناقابل تردید دلیل معرفت اور اس واضح شہادت کے بعد بھی مخالفت ہو گی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں حکم دوں کہ علیؑ کی بیعت کرو اور اطاعت کرو میرے بعد اس کی اطاعت کرنا۔

☆

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

یا ایها الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

اے ایمان والو! اللہ کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کیجئے۔

ان سب لوگوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ قد بایعناه اشهد علی واصحاب الکهف۔

یا رسول اللہ ہم نے علیؑ کی بیعت کی ہے کہ خود علیؑ اور اصحاب کہف اس کے شاہد ہیں۔

آپ نے فرمایا:

من تمسک بولایة علی ابن ابی طالب لقینی یوم القیامة وانا عنه راض۔

جس نے بھی ولایت علیؑ سے تمسک کیا اور قیامت میں مجھ سے ملاقات کی تو میں اس سے راضی ہوں گا۔

سلمان کہتا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اس دن ذات احدیت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الم یعلموا ان اللہ یعلم سرهم — کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے

ونجوٰھم ان اللہ علام الغیوب ۔ — اللہ علام الغیوب ہے۔

یہ آیت سن کر ان کے چہرے زرد ہو گئے ۔ اس دن ذات احدیت کی طرف سے پھر یہ آیت نازل ہوئی ۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور واللہ یقضی بالحق ۔ — اللہ آنکھوں کے اشاروں اور دل میں پوشیدہ باتوں سب سے واقف ہے۔ اللہ حق کے حق میں فیصلہ کرے گا۔

انس کی روایت میں یہ ہے کہ جب ہم نے سلام کیا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اور علیؑ کے سلام کا جواب انہوں نے دیا تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ ہمیں جواب نہیں دیتے اور حضرت علیؑ کو جواب دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے ۔ اصحاب کہف نے جواب دیا کہ۔ اس دنیا سے جانے کے بعد ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ ہم نبی یا خلیفۂ نبی کو جواب دے سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ مقام احتجاج پر مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ نے انس سے اس حدیث بساط کی شہادت طلب کی تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ انس اگر واقعاً بڑھاپے کی وجہ سے تو بھول گیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن اگر تو میرا دہ حق چھپا رہا ہے جسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ۔ اللہ تجھے آنکھوں سے نابینا کرے اور تیرے چہرے کو اس طرح مبروص کرے کہ تو برص کو چھپا نہ سکے۔ انس اس وقت نابینا ہو گیا۔ اور اس کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان برص کا داغ بھی ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد انس نے قسم کھائی کہ فضائل علیؑ میں سے کوئی ایسی فضیلت جو اسے معلوم ہو گی۔ کسی مقام پر نہ چھپائے گا۔

تفسیر فرات میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے بعد ایک مرتبہ تین دن مسلسل حضرت علیؑ مجھے نظر نہ آئے ۔ میں ام المومنین ام سلمہؓ کے دروازہ پہ آیا۔ دق الباب کیا۔ کنیز باہر آئی ۔ میں نے کہا کہ مجھے ام المومنین سے کچھ پوچھنا ہے۔

جناب ام سلمہؓ دروازہ پر تشریف لائیں۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی کئی دن ہو گئے ہیں حضرت علیؑ نظر نہیں آ رہے ؟

بی بی نے فرمایا :

وہ برہات کی طرف گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا :

بی بی یہ برہات کون سا علاقہ ہے ؟

بی بی نے فرمایا :

جابر میں تو سمجھتی تھی کہ تو کافی صاحب معرفت ہو گا۔ جا مسجد نبوی میں علیؑ تجھے مل جائے گا۔

میں حیران و پریشان مسجد نبوی میں آیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ مسجد میں کوئی نہ تھا۔ البتہ مسجد میں ایک نور چمک رہا تھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی سجدہ کر رہا ہو۔ لیکن وہ حضرت علیؑ نہ تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ مجھے جناب ام سلمہ سے یہ توقع نہ تھی۔ انہوں نے مجھے یوں ہی ٹال دیا ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا۔ کہ نور کا بادل مسجد میں آیا۔ اس سے حضرت علیؑ برآمد ہوئے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی جس سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔

میں نے قدمبوس ہو کر عرض کیا۔ قبلہ تیسرا دن ہے۔ میں آپ کی زیارت کے شوق میں آپ کو تلاش کر رہا ہوں لیکن آپ نظر نہیں آرہے۔ کہاں گئے تھے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جابر یہ تو تجھے معلوم ہے کہ جس طرح آنحضورؐ جن و انس کے نبی تھے اسی طرح میں ان کی طرف سے جن و انس کا خلیفہ نبی ہوں۔ قوم جن میں کچھ افراد بگڑ گئے تھے۔ اور کافر ہو گئے تھے۔ میں انہیں راہ راست پر لانے کی خاطر گیا تھا۔ سجدہ ریز شخص اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ یا علیؑ فتح مبارک ہو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اہل سماء کو میرے سلام دے دینا۔

وہ شخص میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کون تھا؟

آپ نے فرمایا:

یہ ایک ملک ہے جسے اللہ نے مؤکل کر رکھا ہے یہ مجھے زمین و آسمان کی اطلاعات پہنچاتا رہتا ہے۔

شیخ صدوق نے امالی میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک سریہ میں حضرت علیؑ بحکم رسولؐ خدا مدینہ میں رہ گئے۔ جب ہم واپس آئے اور آنحضورؐ نے مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کیا تو حضرت علیؑ کے دو حصے رکھے۔

تمام مہاجرین و انصار نے احتجاج کیا۔ کہ قبلہ اس جنگ میں علیؑ تو نہ تھا لیکن آپ اس کا حصہ رکھ رہے ہیں؟

آپ نے تمام فوجیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے فلاں فلاں حلیہ کے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ جس نے کفار کے میمنہ پر حملہ کیا تھا؟

سب نے عرض کیا قبلہ دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا:

حملہ کے بعد جو کچھ اس نے مجھ سے کہا تھا وہ بھی تم نے سنا تھا؟

چند صحابہ جو اس وقت آپ کے قریب تھے۔ انہوں نے عرض کیا قبلہ! ہم نے سُنا تھا۔

آپ نے فرمایا ذرا ان تمام کو وہ بات تم ہی بتا دو جو اس نے کہی تھی۔

انہوں نے بتایا کہ جب وہ حملہ سے فارغ ہوا تو اس نے آکر عرض کیا تھا۔ محمدؐ میرا حصّہ غنیمت میں ہو گیا۔ میں اپنا حصّہ علیؑ کے نام کرتا ہوں۔

آپ نے پھر تمام صحابہ سے پوچھا۔ کیا تم نے میسرہ پر حملہ کرنے والے اس حلیہ کے شخص کو دیکھا تھا؟

سب نے کہا۔ قبلہ دیکھا تھا۔ بڑی بے جگری سے حملہ کر رہا تھا لیکن ہم کوشش کے باوجود اسے پہچان نہ سکے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ حملہ کے بعد جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہ بھی تم نے سُنا تھا؟

وہی چند صحابہ عرض کرنے لگے قبلہ ہم نے سنا تھا۔

انہوں نے بتایا کہ جب حملہ سے فارغ ہو کر وہ آیا تھا۔ تو اس نے کہا تھا۔ محمدؐ میرا بھی غنیمت میں حصہ ہو گیا لیکن میں اپنا حصہ علیؑ کے نام کرتا ہوں۔

آنحضورؐ نے تمام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان دونوں کو تم نہیں جانتے۔ لیکن میں نے اسی وقت انہیں پہچان لیا تھا۔ میمنہ پر حملہ کرنے والا جبرئیل اور میسرہ پر حملہ کرنے والا میکائیل تھا۔ یہ انہی کا حصّہ ہے جو میں علیؑ کو دے رہا ہوں۔

علل الشرائع میں سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس چند لوگوں کے قریب سے گزرا یہ لوگ حضرت علیؑ کا شکوہ کر رہے تھے۔ وہ ابلیس اسی جگہ رک گیا

ان لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا۔ یہ کون ہے جو ہماری باتیں سن رہا ہے؟

ابلیس نے کہا۔ میں ابو مرہ ہوں۔

ان لوگوں نے کہا۔ کیا تو ہماری باتیں سن رہا ہے؟

ابلیس نے کہا۔ ہاں سن رہا ہوں۔ تم اپنے مولا کا شکوہ کر رہے ہو۔

انہوں نے کہا۔

ہم نے تجھے کبھی نہیں دیکھا۔ تجھے کیسے معلوم ہے کہ علیؑ ہمارا مولا ہے۔

ابلیس نے کہا۔

کیا تمہارے رسول نے نہیں کہا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولاہے۔ اے اللہ! علیؑ کے موالی سے محبت رکھ علیؑ کی مدد کرنے والے کی نصرت فرما۔ اور علیؑ کی رسوائی چاہنے والے کو رسوا کر۔

ان لوگوں نے کہا:

تو گویا تو علیؑ کے موالیوں اور شیعوں سے ہے؟

ابلیس نے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نہ میں علیؑ کا شیعہ ہوں اور نہ موالی ہوں۔ البتہ جو دشمنان علیؑ ہیں میں ان کے مال اور ان کی اولاد میں حصہ دار ہوتا ہوں۔ اور علیؑ سے مجھے محبت ہے۔

ان لوگوں نے کہا۔ کیا تو بھی علیؑ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے؟

ابلیس نے کہا۔ اے گروہ ناکثین ومارقین وقاسطین۔ مجھے تو صرف ایک بات معلوم ہے۔ جب میں نے قوم جن میں رہ کر بارہ ہزار برس اللہ کی عبادت کی۔ اور اللہ نے قوم جن کو ختم کر دیا تو میں نے اللہ سے اپنی تنہائی کا شکوہ کیا۔ اللہ نے مجھے اجازت دی اور میں آسمان اول پر ملائکہ کے ساتھ عبادت کرنے لگا۔ میں نے آسمان اول پر بھی بارہ ہزار برس عبادت خدا کی ایک دن ہم مصروف عبادت تھے کہ ہمارے قریب سے ایک ایسا نور گزرا جس کے رعب سے تمام ملائکہ اور میں بے ساختہ سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا۔ بارالہا! یہ کسی نبی مرسل کا نور تھا۔ یا ملک مقرب کا؟

ذات احدیت کی طرف سے ہمیں جواب ملا کہ یہ نور نہ کسی نبی مرسل کا ہے اور نہ ملک مقرب کا۔ یہ فقط طینت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا نور ہے۔

کافی میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بہت بڑا اژدہا داخل مسجد ہو گیا۔ کچھ لوگ تو ڈر کر بھاگ گئے اور کچھ لوگ مارنے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نہ ڈرو اور نہ اسے مارو۔

وہ اژدہا آپ کے قریب آیا۔ اور سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور اسے فرمایا۔ ذرا صبر کر مجھے خطبہ مکمل کر لینے دے۔

جب آپ نے خطبہ مکمل کر لیا۔ تو فرمایا۔ ہاں بتا تو کون ہے؟ اور کس لیے ہے آیا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں قوم جن کے سردار کا بیٹا عمرو ابن عثمان ہوں۔ میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ میں آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں کہ اس کی جگہ آپ کسے مقرر فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اے عمرو! میں تجھے تقوائے الہیہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اپنی طرف سے تجھے تیری قوم پر حکمران نامزد کرتا ہوں جا اور اپنے باپ کا منصب سنبھال لے۔

وہ اژدہا واپس چلا گیا۔

بصائر الدرجات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک بڑا

طویل اور انتہائی بوڑھا شخص داخل مسجد ہوا۔
آنحضورؐ نے پوچھا۔ تو کون ہے۔
اس نے عرض کیا۔ میں ہام ابن ہیم ابن لاقیس ابن ابلیس ہوں۔
آنحضورؐ نے فرمایا:
گویا تیرے اور ابلیس کے مابین صرف دو پشتوں کا فاصلہ ہے؟
اس نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ۔
آپ نے فرمایا:
تیری کتنی عمر ہے؟
اس نے عرض کیا۔ قبلہ جب قابیل نے ہابیل کو شہید کیا اس وقت میں صرف اتنا سا بچہ تھا کہ باتیں کر لیتا تھا لوگوں کو راہ حق سے معمولی سا بھٹکا لیتا تھا۔ پانی کے بھرے ہوئے مٹکے الٹا دیتا تھا۔ اور قطع رحمی کرا سکتا تھا۔
آنحضورؐ نے فرمایا:
بڑا برا کردار تھا۔
ہام نے عرض کیا۔ قبلہ میں توبہ کر چکا ہوں۔
آپ نے فرمایا:
کس نبی کے سامنے توبہ کی تھی؟
اس نے عرض کیا۔ قبلہ جناب نوحؑ کے سامنے توبہ کی تھی۔ جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی اور اور آپ کی قوم غرق ہوئی تھی۔ میں نے اسی وقت توبہ کی تھی اور حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ پھر جب جناب ابراہیم کو نمرود نے آگ میں ڈالا میں اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تھا۔ جب جناب یوسفؑ سے بھائیوں نے حسد کیا اور اسے کنوئیں میں ڈالا اس وقت حضرت یوسفؑ کے ساتھ تھا اور میں نے انہیں اٹھا کر آرام سے کنوئیں کی تہ میں پہنچایا تھا۔ میں زندان میں بھی حضرت یوسفؑ کا مونس رہا ہوں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے مجھے تورات کا ایک سفر بھی حفظ کرایا۔ اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو میرے سلام پہنچا دینا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے پاس آیا۔ انہیں حضرت موسیٰؑ کے سلام پہنچائے۔ حضرت عیسیٰؑ نے مجھے انجیل کا کچھ حصہ یاد کرایا اور فرمایا کہ خاتم الانبیاء کو میرے سلام پہنچا دینا۔ اب آپ کو سلام پہنچانے آیا ہوں۔
آپ نے فرمایا:
عیسیٰؑ پر اور تجھ پر میرا سلام ہو۔
آنحضورؐ نے فرمایا: اب کس لئے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ سلام بھی پہنچانا تھے۔ اور یہ عرض بھی کرنا تھی کہ مجھے قرآن کی کچھ سورتیں یاد کرا دیں۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ اسے کچھ سورتیں یاد کرادے۔

ہام نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کون ہے؟

آپ جس کے سپرد مجھے فرما رہے ہیں۔ مجھے اللہ کی طرف سے صرف نبی یا وصی نبی سے بولنے کی اجازت ہے

آپ نے فرمایا:

سابقہ انبیاءؑ کے وصی کون تھے؟

ہام نے عرض کیا۔ قبلہ آدمؑ کا وصی شیث تھا۔ نوحؑ کا وصی سامؑ بن نوحؑ تھا۔ ہودؑ کا وصی ہودؑ کا چچازاد یوحناؑ تھا۔ ابراہیمؑ کا وصی اسحاقؑ تھا۔ موسیٰؑ کا وصی یوشعؑ تھا۔ اور عیسیٰؑ کا وصی شمعونؑ جو جناب مریمؑ کا چچازاد تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یہ میرا وصی ہے۔ جسے توراۃ میں ایلیا لکھا گیا ہے۔

ہام نے عرض کیا۔ قبلہ کوئی اور نام بھی ہے؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

ہاں انجیل میں حیدر ہے۔

ہام نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے مجھے مطمئن کر دیا ہے۔

کشف الیقین میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضورؐ کے ساتھ بیرون مدینہ وادی میں بیٹھے تھے کہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا غبار اچانک نمودار ہو گیا۔ وہ غبار اتنا بڑھا کہ ہمارے لیے ادھر ادھر دیکھنا ناممکن ہو گیا۔ پھر وہ غبار آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگا۔ ہم ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگے البتہ آنحضورؐ نہایت اطمینان سے تشریف فرما رہے۔ وہ غبار آنحضورؐ کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس غبار سے آواز آئی۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔ اے نبیؐ خدا! میں اپنی قوم کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ہم آپ سے پناہ مانگنے آئے ہیں آپ ہمیں پناہ دیں۔ اور میرے ساتھ کوئی ایسا فرد بھیجیں جو وہاں جا کر ہمارے اور ہماری قوم کے باغیوں کے مابین کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کرے۔ ہم پہلے تو آسمان کی خبریں چوری چھپے سن لیتے تھے۔ لیکن جب سے آپ کی ولادت ہوئی ہے ہمارے لیے آسمانوں کے دروازے بند ہو گئے ہیں جب آپ نے اعلان نبوت کیا ہے ہم نے آپ کی نبوت کا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ لیکن ہم سے کچھ افراد نے آپ کا کلمہ نہیں پڑھا۔ وہ تعداد میں ہم سے زیادہ ہیں۔ اب ہماری مخالفت عداوت کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے ہمارا پانی روک دیا ہے۔ اور جگہ جگہ ہمارے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا تو کون ہے؟

ح ہوں۔

دولھا۔ سامنے آ۔

منے آیا۔ ہم نے جوں ہی اس کی شکل دیکھی ہمارا تو ڈر کے مارے برا حال ہوگیا۔ اس کے تمام جسم پر لمبے لمبے بال ہے۔ بڑا لمبا سر تھا۔ بڑی ڈراونی لمبی آنکھیں تھیں جو اوپر نیچے تھیں۔ اس کے منہ میں درندوں جیسے دانت تھے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ تو خود تو بتا رہا ہے کہ ہمارے باغیوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم ان کے مقابلہ میں کمزور ہیں۔ پھر میں جسے بھیجوں کیا ضمانت ہے کہ تو اسے صحیح وسالم واپس لا سکے گا؟

اس نے عرض کیا قبلہ! جہاں تک کسی الٰہی گرفت کا تعلق ہے تو اس کی میں ضمانت نہیں دے سکتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں خود اس آفت کی نذر ہو جاؤں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھیجا ہوا اس آفت کی نذر ہو جائے۔ لیکن جہاں تک ہماری برادری کا تعلق ہے۔ تو میں ہر وہ عہد کرنے کو تیار ہوں جس پر آپ مطمئن ہوں۔ میں انشاء اللہ صحیح وسالم آپ تک پہنچا دوں گا۔

آنحضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا:

ابوبکرؓ جاؤ عرفطہ بھائی کے ساتھ اس کی قوم کو میرا پیغام دے اور ان کے مابین کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کر۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ جانا کہاں ہے؟

عرفطہ نے کہا۔ بیرون مدینہ وادی تک تو زمین کے اوپر جائیں گے اس کے بعد ہمیں زیر زمین جانا ہوگا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ زیر زمین کیسے جائیں گے؟

عرفطہ نے کہا۔ یہ میرا کام ہے میں آپ کو لے جاؤں گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ میں جس قوم کی زبان نہ سمجھتا ہوں اور نہ وہ میری زبان سمجھتے ہیں میں کیسے انہیں تبلیغ کروں گا۔ آپ کسی اور کو بھیجیں۔

آپ نے عمرؓ سے فرمایا: عمرؓ نے بھی وہی عذر پیش کیا۔

پھر آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم جاؤ۔

حضرت علیؑ نے قبول کیا۔ اور عرفطہ کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوں ہوگئے۔ آپ نے تلوار اٹھائی اور عرفطہ سے فرمایا چل۔

آنحضورؐ نے مجھے اور سلمان کو بھی کچھ فاصلہ تک ساتھ جانے کو کہا۔

ہم بھی ان کے ساتھ چلتے گئے۔ جب ہم وادی کے کنارے تک آئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ تمہاری کوشش قبول فرمائے اب تم یہاں سے واپس پلٹ جاؤ۔ ہم وہیں رک گئے۔ حضرت علیؑ اور عرفطہ وادی کے درمیان

بیں آئے ہیں ایسے معلوم ہوا جیسے زمین شگاف ہو گئی ہو۔ دونوں اس شگاف میں چلے گئے۔ پھر زمین اوپر سے ہموار ہو گئی۔ ہمیں انتہائی افسوس ہوا کہ حضرت علیؑ کہاں جا کے پھنس گئے ہیں۔

صبح کو آنحضورؐ مسجد نبوی میں آئے نماز پڑھائی اور بیرون مدینہ آ کر ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے۔ تمام صحابہ آپ کے گرد تھے۔ دن کافی چڑھ گیا۔ لیکن حضرت علیؑ نہ لوٹے۔ صحابہ آپس میں اسی بات پر تبصرہ کرتے رہے۔ منافقین بار بار کہتے ہیں اب علی گیا۔ اب واپس نہیں آتا۔ کچھ کہتے تھے۔ چلو اچھا ہوا۔ اس سے تو جان چھوٹی ہے۔ بھلا ہو عرفطہ کا۔ ہر جگہ آنحضورؐ علیؑ پر فخر کرتے تھے۔

حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا آپ مسجد میں آئے نماز پڑھائی اور پھر واپس جا کر اسی جگہ بیٹھ گئے۔ دوست و دشمن کا موضوع کلام حضرت علیؑ ہی تھا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ پھر مسجد میں تشریف لائے اور نماز عصر پڑھا کر واپس اسی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ منافقین کی شماتت اب بڑھ گئی! آنحضورؐ بھی ان کے تبصرے سن کر پریشان ہو گئے جب سورج غروب کے قریب ہوا یکایک جہاں ہم بیٹھے تھے وہی زمین پھٹی اور حضرت علیؑ باہر آئے آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔

آنحضورؐ اٹھے۔ علیؑ کو گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور پوچھا۔

یا علیؑ بہت انتظار کرایا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے سنا تو تھا کہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ میں نے ان کے سامنے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک چن لو اور امن سے رہو۔

۱۔ میں نے کہا۔ اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

۲۔ میں نے کہا۔ جزیہ قبول کر لو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

۳۔ میں نے کہا عرفطہ سے صلح کر لو۔ پانی وغیرہ سے کچھ حصہ اسے بھی دے دو۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اب میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے تلوار کو بے نیام کیا۔ اور جنگ کرنے لگا۔ بالآخر ان کا اسی ہزار فرد قتل ہوا تو کہیں جا کر انہوں نے شکست تسلیم کی۔ ابھی ابھی ان سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب نے عرفطہ کو اپنا سردار تسلیم کر لیا ہے۔ عرفطہ نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ ہماری طرف سے آپ کو اور علیؑ کو جزائے خیر دے۔

خرائج میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب آنحضورؐ غزوہ بنی مصطلق پر جا رہے تھے تو راستہ میں ایک ویران وادی میں رات آ گئی۔ آپ نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ جبریل نے آ کر عرض کیا کہ قبلہ اس وادی میں قوم جن آباد ہے۔ اور ان میں سے جو غیر مسلم ہیں وہ تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور آج رات ان کا خیال ہے کہ دھوکے سے آپ کے ساتھیوں کو ڈرائیں بھی اور قتل بھی کریں۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو قریب بلا کر فرمایا۔ علیؑ جاؤ اور اس وادی میں جو جن رہتے ہیں۔ انہیں دعوت توحید دو اگر قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ یہ میری تلوار لے جاؤ۔ جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں اس وقت تک اسے نیام میں نہ ڈالنا آپ نے سو صحابہ کو بھی حکم دیا کہ تم بھی علیؑ کے ساتھ جاؤ اور جیسا یہ کہیں ان کی اطاعت کرنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔ وہ غریب ناچار آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب وادی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے ان سو صحابہ سے فرمایا تم یہیں رک جاؤ اور اس وقت تک آگے بڑھنا اور نہ پیچھے ہٹنا جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں تنہا حضرت علیؑ کچھ زیر لب پڑھتے ہوئے وادی میں آگے بڑھے جونہی حضرت علیؑ آگے بڑھے ہم نے دیکھا کہ آندھی کے طوفان اٹھنے لگے۔ اتنے زور کی آندھی تھی کہ ہماری آنکھوں اور کانوں میں مٹی اڑ اڑ کر پڑنے لگی اس وادی میں جتنے کنکر تھے۔ اولوں کی طرح ہم پر برسنے لگے۔ قریب تھا کہ ہمارے قدم اکھڑ جائیں کہ حضرت علیؑ نے نعرہ تکبیر بلند کر کے فرمایا:

اے اصحاب محمدؐ! میں برادر نبی علیؑ تم سے کہہ رہا ہوں اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اس کے ساتھ ایک طرف ہمارے قدم جم گئے۔ اور دوسری طرف ہم نے وادی میں دیکھا کہ بے شمار بلند قدافراد ہیں جن کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے ہیں اور ہر طرف سے حضرت علیؑ پر حملے کر رہے ہیں۔ اور حضرت علیؑ اپنی تلوار دائیں بائیں گھما گھما کر انہیں تہ تیغ کر رہے ہیں اور آپ باواز بلند تلاوت قرآن بھی کر رہے تھے۔ دھواں اور غبار اتنا تھا۔ کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آواز علیؑ کے سہارے ہم اپنی جگہ کھڑے رہے۔ پھر یکایک سیاہ دھواں اتنا اٹھا کہ ہم لرز کر رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دھوئیں کا بادل چھٹا ہم نے دیکھا تو حضرت علیؑ انتہائی اطمینان سے ہماری طرف آ رہے تھے۔ جب آپ ہمارے پاس پہنچ گئے تو ہم نے حیرت سے پوچھا یا علیؑ آپ کہاں تھے۔

آپ نے فرمایا:

جب دشمن نے ہمیں دیکھا تو پہلے تو انہوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب میں نے تلاوت قرآن شروع کی تو وہ کمزور پڑ گئے۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ کمزور پڑ رہے ہیں تو میں نے تلوار کو بے نیام کیا اور ان میں گھس گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب وہ مغلوب ہو رہے ہیں تو وہ دھواں بن کر بھاگ گئے۔ اگر وہ اسی صورت میں رہتے اور نہ بھاگتے تو آج میں کسی ایک کو بھی اس وادی میں نہ چھوڑتا۔ اب چلو ان میں سے جو بڑے سرکش تھے وہ آنحضورؐ کے پاس پہنچ چکے ہوں گے اور کلمہ اسلام قبول کر لیا ہو گا۔ حمد خدا ہے۔ جس نے مومنین کو ان کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔

جب ہم واپس آئے تو آنحضورؐ نے مل کر فرمایا۔ یا علیؑ باغیوں کے سردار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے وعدہ کر لیا ہے کہ آئندہ اس وادی میں کسی مسلمان کو اذیت نہیں پہنچائیں گے۔

بحار میں جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نماز ظہر سے فارغ ہوئے اور

وہیں محراب مسجد میں صفوں کی طرف رُخ کر کے دیوار مسجد کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ ان اصحاب میں جناب سلمان۔ ابوذر۔ مقداد اور حذیفہ بھی موجود تھے۔ یکایک شہر میں شور و غل ہوا۔

آنحضورؐ نے حذیفہ سے فرمایا۔ ذرا باہر جا کر دیکھو کیا ہے؟

حذیفہ نے جا کر دیکھا تو مدینہ کی ایک گلی میں چالیس آدمی جو اپنی سواریوں پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خطی نیزے تھے۔ نیزوں کی انیاں سرخ عقیق سے تھیں۔ ہر ایک نے زرق برق لباس کے علاوہ اپنے اپنے سر پر ایک عمدہ ہیرے اور جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہن رکھا تھا۔ ان کے آگے آگے ایک نوجوان بے ریش لڑکا سا تھا۔ اتنا حسین تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ اور وہ سب کے سب باواز بلند کہہ رہے تھے۔

الحذار الحذار البدار	بچو بچو۔ جلدی کرو جلدی کرو۔
الی محمد المختار المبعوث فی الارض۔	روئے زمین پر مبعوث محمد مختار کی طرف راہ دو۔

حذیفہ نے آکر آنحضورؐ کو مطلع کیا۔

آپ نے فرمایا۔ حذیفہ۔

انطلق الی حجرة کاشف الکروب و	مشکل کشا۔ علام الغیوب کے بندۂ خاص
عبد علام الغیوب واللیث الھصور	شیر بیشۂ شجاعت۔ شکر کرنے والی مجسم زبان
واللسان الشکور والھزبر الغیور و	حملہ کرنے والے شیر نر۔ بیباک سپاہی
البطل الجسور والعالم الصبور الذی	صابر عالم جس کا نام توراۃ انجیل اور زبور میں ہے۔
اسمہ فی التوراة والانجیل والزبور	یعنی علی ابن ابی طالب کے دروازہ پر جا اور اسے بلا کے
انطلق الی علی ابن ابیطالب وائتنی بہ	لے آ۔

حذیفہ گیا۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ مجھے راستہ میں آتے ہوئے ملے اور مسکرا کے فرمایا۔

حذیفہ جن لوگوں کی خاطر تو آرہا ہے میں انہیں جانتا ہوں کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کب پیدا ہوئے ہیں؟ اور کیوں آئے ہیں؟

حذیفہ نے عرض کیا۔ اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔

حضرت علیؑ مسجد میں آ گئے۔ وہ لوگ آپ سے پہلے پہنچ چکے تھے۔ جب انہوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو سب تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے۔ ان میں سے اس لڑکے نے عرض کیا۔

ایکم الراھب اذا انسدی اللیل و	تم میں سے تاریکی شب میں عابد شب زندہ دار کون
انظلام ایکم مکسر الاصنام۔ ایکم ساتر	ہے؟ آپ میں سے بت شکن کون ہے؟ آپ میں

عورت النسوان. ایکم الشاکر لآلاء	سے عورتوں کی ناموس کا رکھوالا کون ہے؟ آپ میں
المنان ایکم الضراب یوم الضرب	سے نعمات خدا کا شاکر کون ہے؟ آپ میں سے
والطعان ایکم مکسر رؤس الفرسان	میدان جنگ میں تلوار کا دھنی اور نیزہ باز کون ہے؟؟
ایکم معدن الایمان ایکم وحید	شہسواروں کی گردنیں مروڑنے والا کون ہے؟ ایمان کی
الذی ینصربه دینه	کان کون ہے؟ وہ کون ہے۔ جس کے ذریعہ تمہارا
علی سائر الادیان ایکم علی	دین ہر دین پر غالب آئے گا؟ علیؑ ابن ابی طالبؑ کون
ابیطالب۔	ہے؟

نبی کریمؐ نے فرمایا:

یا علیؑ یہ تو آپ کا پوچھ رہے ہیں۔ لہٰذا آپ ہی جواب دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے بچے میرے قریب آ، میں تیری مشکل کشائی کروں گا۔ میں تیری ہر بیماری دور کردوں گا۔ اپنی ضرورت بیان کر میں تیری حاجت روائی کروں گا تاکہ امت مسلمہ کو معلوم ہو جائے۔

انی سفینة النجاة وعصی موسی	کہ میں کشتی نجات ہوں۔ میں عصائے موسیٰؑ ہوں۔
والکلمة الکبری والنباء العظیم	میں اللہ کا کلمہ اکبر ہوں۔ میں نبائے عظیم ہوں اور میں
والصراط المستقیم۔	صراط مستقیم ہوں۔

اس لڑکے نے کہا۔ میرے ساتھ میرا بڑا بھائی ہے۔ اسے شکار کا شوق تھا۔ ایک دن شکار کو گیا اسے دس گائیں نظر آئیں۔ اس نے ایک گائے کا نشانہ لیا۔ اور اسے گرادیا اسی وقت سے وہ مفلوج ہو گیا ہے اب نہ تو وہ بول سکتا ہے اور نہ ہل سکتا ہے۔

ہمیں کسی نے بتایا ہے کہ آپ کا سردار اس کی بیماری کو دور کرسکتا ہے۔ اگر ہمیں شفا مل جائے تو ہم آپ کا دین قبول کرلیں گے۔ ہم قوم عادؑ کے وارث ہیں ہمارے پاس دولت اور افراد کی کمی نہیں۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے جوان تیرا بھائی جس کا نام عجاج ابن حلاحل ابن عضب۔ ابن سعد ابن قلیع ابن عملاق ابن صعب عادی کہاں ہے؟

جب لڑکے نے یہ نسب سنا تو کہا وہ باہر کجاوہ میں ہے۔ وہ تنہا نہیں آسکتا ہم میں سے چند افراد جاکر ہی اسے لاسکیں گے۔ اگر اس کی بیماری دور ہوجائے۔ ہم بتوں کی پرستش سے توبہ کرلیں گے۔ آپ کے چچازاد جو صاحب رداء و تلوار ہے اور جس پر بادل کا سایہ رہتا ہے کا دین قبول کرلیں گے۔

کچھ لوگ ایک بوڑھی سی ناقہ کو لائے جس پر کجاوہ رکھا تھا۔ اسے در مسجد پر بیٹھایا۔ حضرت علیؑ اس کے قریب گئے اور فرمایا۔ گھبرا مت تیری مصیبت ختم ہو چکی ہے۔

اس نے انتہائی لاغری سے آنکھیں کھولیں اور تشکر آمیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور رو دیا حضرت علیؑ نے باواز بلند فرمایا۔ لوگو! جس نے علیؑ کا اعجاز دیکھنا ہو آج رات بقیع میں آجائے۔ حذیفہ کہتا ہے کہ وقت مقررہ پر لوگ بقیع میں جمع ہو گئے۔ حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں ذوالفقار تھی۔ لوگوں سے فرمایا میرے پیچھے آؤ آج تمہیں عجائبات قدرت دکھاؤں۔

ہم نے دیکھا تو بقیع میں ہمارے سامنے دو جگہ پر آگ جل رہی تھی۔ ایک چھوٹی تھی اور دوسری بڑی۔ آپ نے چھوٹی آگ کو اٹھا کر بڑی میں پھینک دیا۔ ہم نے دیکھا کہ دونوں آگوں کے ملنے سے شعلوں کی ایسی وحشتناک آواز آئی کہ ہم سب دہشت زدہ ہو گئے۔ پھر حضرت علیؑ خود آگ میں کود گئے۔ ہم دور سے دیکھ رہے تھے۔ آگ کے شعلے لپک رہے تھے ہم اس انتظار میں تھے کہ آپ آگ سے کیا کرتے ہیں۔ یہی سلسلہ صبح تک رہا۔ پھر آگ بجھ گئی اور حضرت علیؑ اس سے باہر نکل آئے۔ جب کہ ہم اس وقت مایوس ہو کر واپس لوٹنے والے تھے۔ اور ہمارا خیال تھا کہ حضرت علیؑ آگ کی نذر ہو گئے ہیں۔

جب آپ ہمارے قریب آئے اور ہم نے غور سے دیکھا تو آپ کے ہاتھ میں ایک سر تھا۔ اس سر میں گیارہ انگلیاں تھیں اور پیشانی پر درمیان میں ایک آنکھ تھی۔ حضرت علیؑ نے اس کے سر کے بالوں سے پکڑ رکھا تھا۔ بال اس طرح نظر آرہے تھے جیسے ریچھ کے ہوں۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ مبارک ہو! اللہ نے آپ کی مدد فرمائی ہے۔

آپ وہ سر اس مریض کے محمل کے پاس لائے اور فرمایا۔ قم باذن اللہ۔ اب تجھے کوئی بیماری نہیں۔ یہ سن کر وہ جوان اٹھا اس کا پورا جسم صحیح و سالم تھا۔ حضرت علیؑ کے قدموں میں گرا۔ پاؤں کا بوسہ لیا اور کہنے لگا

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ وانك علی ولی اللہ۔ اس کے بعد وہ سب لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ سب لوگ حیران تھے۔ حضرت علیؑ نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

لوگو یہ عمرو ابن اخیل ابن لاقیس ابن ابلیس کا سر ہے۔ جس کے ساتھ اس وقت بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ یہی وہ مردود ہے جس نے اس بیچارے کو مفلوج کر دیا تھا۔ اب میں نے اسی سے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا ہے جس میں میری تلوار اور میری قوت قلبی کا دخل ہے۔ میرے پاس وہی اسم ہے جو اسم عصائے موسیٰؑ پر لکھا ہوا تھا اور جس سے آپ جو کام لینا چاہتے تھے وہ دیتا تھا یہ سب اس اسم کی برکت تھی۔ موسیٰؑ کے عصا پر لکھا ہوا تھا وہ محتاج عصا تھا لیکن ابن ابی طالب کے دل پر لکھا ہوا ہے میں کسی عصا کا محتاج نہیں ہوں۔

عیون اخبار الرضا میں ابوصلت مروی ہے کہ ایک دن امام رضاؑ مامون کے پاس بیٹھے تھے مامون نے عرض کیا۔

رضاؑ میں نے بہت فکر کی ہے لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ آپ کا دادا علیؑ قسیم جنت ونار کیسے ہے؟ آخر وہ کیسے تقسیم کرے گا؟

امام رضاؑ نے فرمایا:

اے مامون! آپ نے اپنے آباءواجداد سے یہ حدیث روایت کی ہے؟ کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

یا علی حبك ایمان وبغضك کفر یا علیؑ تیری محبت ایمان اور تیرا بغض کفر ہے۔

مامون نے کہا۔ یہ حدیث تو متواترات سے ہے۔ میں نے نہ صرف روایت کی ہے۔ بلکہ متعدد سلسلہ ہائے سند سے سنی بھی ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: اس حدیث کے بعد بھی آپ سوچتے ہیں کہ حضرت علیؑ کیسے قسیم جنت ونار ہیں۔ یہ سب کام تو دنیا میں ہو گیا۔ آخرت میں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ محب علیؑ جنت میں اور دشمن علیؑ جہنم میں جب چلا گیا تو کیا اب بھی آپ کو شک ہے کہ علیؑ کیسے قسیم جنت ونار ہیں؟

مامون نے کہا۔ واقعاً آپ وارث علم خاتم الانبیاءؐ ہیں۔ کتنی معمولی بات تھی اور میں کتنا پریشان رہا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ جب امام رضاؑ واپس آپنے دولت کدہ پر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ نے بڑا جواب دیا۔

آپ نے فرمایا:

ابوصلت چونکہ اس کا ذہن الٹ ہے اس لیے اسے اسی کے ذہن کے مطابق سمجھانا تھا۔ ورنہ تجھے معلوم ہے کہ یہ سب کچھ قیامت میں ہوگا۔ حضرت علیؑ پل صراط پر کھڑے ہوں گے۔ یہ پل صراط جہنم پر ہوگا۔ پل کے پار جنت ہو گی۔ اس پر گذرنے والے کے متعلق آتش جہنم سے فرمائیں گے۔

یہ تیرا ہے اسے اپنے پاس رکھ لے۔ اور یہ میرا ہے اسے پار جانے دے۔

علل الشرائع میں مفضل ابن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کے خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ حضرت علیؑ قسیم جنت ونار ہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں

چونکہ محبت علیؑ ایمان اور بغض علیؑ کفر ہے۔ اور جنت اہل ایمان کے لیے اور جہنم اہل کفر کے لیے پیدا کی گئی ہے اس لیے علیؑ قسیم جنت ونار ہے۔ جنت میں وہی داخل ہوں گے۔ جو محب علیؑ ہوں گے اور جہنم میں وہی جائیں گے۔ جو دشمنان علیؑ ہوں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ تو اس کا معنی یہ ہوا کہ جتنے بھی انبیاءؑ ہیں وہ سب کے سب محبان علیؑ تھے۔ اور جتنے دشمنان انبیاءؑ ہیں وہ سب کے سب دشمنان علیؑ تھے؟

آپ نے فرمایا:
یقیناً ایسا ہی تھا۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں سمجھنا چاہتا ہوں۔
آپ نے فرمایا:
جنگ خیبر میں نبی کونینؐ نے یہ فرمایا تھا کہ۔ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو محب خدا و رسولؐ اور محبوب خدا و رسولؐ ہوگا؟
میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے فرمایا تھا۔
امام صادقؑ نے فرمایا:
نبی عالمین نے وہ علم حضرت علیؑ کو دیا تھا۔ اور آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق خیبر حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہوا تھا؟
میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ
امام صادقؑ نے فرمایا:
تو نے بغیر شیعہ محدثین سے حدیث طیر سنی ہے کہ جب آنحضورؐ کو ایک بھنا ہوا پرندہ ہدیۃً دیا گیا اور آپ نے یہ دعا مانگی۔ اللھم آتنی باحب خلقک الیک واتی لیا کل معی من ھذا الطیر۔ اے اللہ! آج اپنی مخلوق میں سے ایسا آدمی بھیج جو میرا بھی محبوب ہو اور تیرا بھی محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ بیٹھ کر اس پرندہ کا گوشت کھالے اور میں نے عرض کیا۔ قبلہ! متعدد افراد سے متعدد سلسلہ ہائے اسناد سے سنی ہے۔
امام صادقؑ نے فرمایا:
اب خود ہی بتا۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ گذشتہ انبیاءؑ ان کے اوصیاء اور ان کے ماننے والے ایسے شخص سے محبت نہ کریں۔ جس سے اللہ اور خاتم الانبیاءؐ محبت کرتے ہوں؟
میں نے عرض کیا۔ حضور! ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یقیناً محبوب خاتم الانبیاءؐ اور محبوب ذات کبریا تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کا محبوب ہوگا۔
امام صادقؑ نے فرمایا:
کیا یہ ممکن ہے کہ جو امم گذشتہ میں ایسے افراد جو ان انبیاءؑ۔ ان کے اوصیاء اور ان کے ماننے والوں کے دشمن تھے محبوب خاتم الانبیاءؐ اور محبوب خدا کے محب ہوں؟
میں نے عرض کیا۔ قبلہ نہیں ہوسکتا یقیناً محبوب خاتم النبیینؐ اور محبوب رب العالمینؐ انبیاءؑ اور اوصیائے سابقہ کے دشمنوں کی نظر میں مبغوض ہی ہوگا۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

مفضل تو نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام انبیاءؑ اور اوصیاء محبان علیؑ تھے۔ اور ان کے تمام دشمن دشمنان علیؑ تھے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرے دل میں ایک عرصہ سے بہت بڑی گرہ پڑی تھی جو آپ نے کھول دی ہے۔ اب دل چاہتا ہے کچھ اور بھی بیان فرما دیجئے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

اور بھی جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بات تو سمجھ آ گئی ہے کہ محب علیؑ داخل جنت ہو گا۔ اور دشمن علیؑ داخل جہنم ہو گا۔ لیکن ایک بات سمجھنے والی ہے اور وہ یہ کہ۔ جنت یا جہنم میں داخل حضرت علیؑ کرے گا یا رضوان جنت داخل جنت کرے گا اور مالک جہنم داخل جہنم کرے گا؟

امام صادقؑ نے فرمایا:

مفضل تو نے یہ حدیث اہلبیتؑ کے علاوہ دیگر محدثین سے بھی سنی ہے کہ نبی الانبیاءؐ نے فرمایا ہے۔

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ مٹی اور پانی میں تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آئمہ اہلبیتؑ کے تمام مخالف محدثین بھی اس حدیث کو متواترات سے سمجھتے ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ نے میری روح کو ارواح انبیاءؑ کے لیے تخلیق آدمؑ سے دو ہزار برس قبل مبعوث فرمایا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ نبی اکرمؐ نے بتایا ہے کہ میں نے اپنی اس بعثت میں تمام ارواح انبیاءؑ کو توحید باری۔ اطاعت خالق اور اپنی اتباع کی دعوت دی تھی۔ ساتھ ہی تابعین سے جنت کا وعدہ بھی کیا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے سنا ہے۔

آپ نے فرمایا:

تو نے یہ بھی سنا ہے کہ آگ نے آنحضورؐ کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اب خود ہی بتا کیا نبی اکرمؐ نے جو وعدہ کیا ہے آپ اسے پورا کرنے کے پابند ہیں یا نہیں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! یقیناً پابند ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کیا علیؑ ابن ابی طالبؑ خلیفۂ رسولؐ اور امام امت نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ یقیناً برحق خلیفۂ رسولؐ اور امام امت ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کیا رضوان جنت اور مالک جہنم ان ملائکہ سے نہیں ہیں جو شیعیان علیؑ کے لیے استغفار کرتے ہیں اور محبت علیؑ کی وجہ سے خود ناجی ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً ایسا ہے۔

آپ نے فرمایا:

تو اب معاملہ واضح نہیں ہو گیا۔ کہ رضوان اور مالک جنت و جہنم اللہ کی طرف سے نگران ہیں۔ اور علیؑ نبی عالمینؐ کی طرف سے حسب وعدہ نبوی قسیم جنت و نار ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

- علل الشرائع میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

انا قسیم من اللہ بین الجنۃ والنار۔ میں اللہ کی طرف سے جنت و جہنم کا تقسیم کنندہ ہوں۔

انا الفاروق الاکبر وانا صاحب العصا۔ میں فاروق اکبر اور صاحب عصا ہوں۔

علل۔ امالی۔ اور اخبار عیون الرضا میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے مجھے ذات احدیت نے فرمایا ہے۔

ولایۃ علی ابن ابیطالب حصنی ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ میرا قلعہ ہے۔

فمن دخل حصنی امن من عذابی۔ جو میرے قلعہ میں آگیا میرے عذاب سے بچ گیا

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

حب علی یخمد النیران۔ محبت علیؑ آتش جہنم کو بجھا دے گی۔

معاذ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

حب علی یاکل الذنوب کما تاکل النار الحطب۔ محبت علیؑ گناہوں کو اس طرح کھاتی ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو کھاتی ہے۔

عمر ابن خطابؓ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

حب علی براءۃ من النار۔ محبت علیؑ آتش جہنم سے نجات کا پروانہ ہے۔

ام المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ خاتم النبیینؐ نے فرمایا ہے

شیعۃ علی ھم الفائزون یوم القیامۃ قیامت کے دن شیعیان علیؑ ہی کامران ہوں گے۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

عنوان صحیفہ:

المومن حب علی ابن ابیطالب۔ مومن کے نامہ اعمال کا عنوان محبت علیؑ ہوگا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے بتایا ہے کہ جب میں شب معراج ساتویں آسمان پر گیا تو میں نے پایۂ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ ونصرتہ باخیہ علی ابن ابی طالب۔ میں نے محمدؐ کی تائید و نصرت اس کے بھائی علیؑ سے کی ہے۔

معاویہ ابن جدہ نے سرور انبیاءؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

من مات وفی قلبہ بغض علی ابن ابیطالب فیمیت یھودیا او نصرانیا۔ جو شخص اپنے دل میں بغض علیؑ ابی طالبؑ لے کر مرے اس کی مرضی ہے خواہ وہ یہودی مرے یا نصرانی ہو کر مرے

حضرت علیؑ نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ نے تمام صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا معاشر المھاجرین والانصار احبوا علیا بحبی واکرموہ مکرامتی واللہ ماقلت لکم ھذہ من قبلی ولکن اللہ امرنی بذلک۔ اے گروہ مہاجرین وانصار! علیؑ سے ویسے محبت رکھو جیسے مجھ سے رکھتے ہو۔ علیؑ کا ویسے احترام کرو جیسے میرا کرتے ہو۔ بخدا! یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا اللہ نے مجھے ایسا کہنے کا حکم دیا ہے۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے۔ القیا فی جھنم کل کفار عنید۔ تم دونوں ہر دشمن کافر کو جہنم میں ڈالو۔ کی تفسیر میں فرمایا:

یقول اللہ یوم القیامۃ لی ولعلی ادخلا الجنۃ من احبکما وادخلا النار من ابغضکما۔ اللہ مجھے اور علیؑ کو قیامت کے دن فرمائے گا اپنے محب کو جنت میں اور اپنے دشمن کو جہنم میں ڈالتے جاؤ۔

انس ابن مالک نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ نصب الصراط علی جھنم لم یجز من کان معہ جواز قیامت کے دن جہنم پر پل صراط لگائی جائے گی اور اس سے صرف وہی گزر سکے گا جس کے پاس

فیہ ولایۃ علیؑ ۔ ولایت علیؑ کا پروانہ ہوگا۔

بحار میں اعمش سے مروی ہے کہ مجھے حضورؐ نے بتایا ہے، کہ ایک مرتبہ ایک شخص کا عمامہ اس کے سر سے گر گیا۔ میں نے دیکھا اس کا سر خنزیر کی مانند تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا ہوا ہے ؟

اس نے بتایا کہ میں تیس برس موذن رہا ہوں۔ میں روزانہ اذان واقامت کے مابین حضرت علیؑ پر ایک سو مرتبہ اور ہر شب جمعہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔ ایک شب جمعہ میں نے عالم خواب میں ایک میدان دیکھا۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک طرف سے میں نے دیکھا۔ کہ نبی کریمؐ حضرت علیؑ اور جناب حسنینؑ چاروں آرہے ہیں حسنینؑ کے ہاتھ میں جام ہیں۔ حضرت علیؑ جام بھر کے دیتے ہیں اور نبی کونینؐ اشارہ سے فرماتے ہیں کہ فلاں کو پلاؤ۔ میں چونکہ بہت پیاسا تھا اس لیے میں قریب گیا اور حسنینؑ سے کہا۔ مجھے بھی پانی پلاؤ۔ ان دونوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ پھر میں حضرت علیؑ کے قریب گیا۔ اور کہا اے ابوالحسنؑ مجھے بھی ایک گھونٹ پانی دے دو۔ انہوں نے نہ تو بات کی اور نہ ہی پانی دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر رسول کونینؐ کی خدمت عرض کیا۔ حضورؐ! مجھے بھی پانی پلادیں آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا:

کیا تو وہی نہیں ہے جو روزانہ علیؑ پر پانچ صد مرتبہ اور شب جمعہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کرتا ہے ؟

میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ میں خاموش ہو گیا۔

رسول کونینؐ نے میرے منہ پر تھوکا اور فرمایا۔ اخسا یا خنزیر۔ اے خنزیر دفع ہو جا۔

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ مجھے اپنے چہرہ میں تبدیلی سی محسوس ہوئی۔ جب آئینہ دیکھا تو میرا سر اسی طرح تھا جس طرح اب دیکھ رہے ہو۔

بحار ہی میں محمد ابن عباد سے مروی ہے کہ میرے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ جو حضرت علیؑ پر لعنت کیا کرتا تھا۔ ایک رات عالم خواب میں نبی اکرمؐ کو ایک حوض کے کنارے دیکھا۔ جناب حسنینؑ پانی دے رہے تھے۔ میں قریب گیا اور پانی مانگا۔ دونوں نے مجھے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ میں رسول ثقلینؐ کی خدمت آیا اور پانی مانگا۔ آپ نے جناب حسنینؑ کو منع فرمایا کہ اسے پانی نہ دینا۔ اس کے پڑوس میں ایک ناصبی علیؑ پر لعنت کرتا ہے اور یہ اسے منع نہیں کرتا۔

پھر آپ نے مجھے ایک چھری دی اور فرمایا۔ جا اس خارجی کو قتل کر دے۔

میں چھری لے کر آیا۔ اسے قتل کیا۔ واپس جا کر آپ کو بتایا۔ آپ نے جناب حسنینؑ سے فرمایا۔ اب اسے پانی پلا دو۔ انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے پی لیا۔ پھر گھر میں کچھ شور ہوا۔ میں بیدار ہو گیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ہمارے پڑوسی کو کسی نے اپنے بستر پر ذبح کر دیا ہے۔

میں اپنے خواب پر حیران ہوا۔ کسی کو بتایا نہیں خاموش رہا۔

تفتیش کے سلسلہ میں تمام اہل محلہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں بھی انہی میں تھا۔ جب ہم والی کے پیش ہوئے تو میں نے کہا اسے میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ان تمام لوگوں کو چھوڑ دیں یہ سب بے گناہ ہیں۔ جب دوسرے تمام لوگ چلے گئے۔ اور والی نے مجھ سے واقعہ پوچھا۔ تو میں نے اسے اپنے خواب کا تمام واقعہ بتا دیا۔ والی نے مجھے کہا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ جا تو آزاد ہے۔

سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعہ غدیر آنحضرتؐ کے حجۃ الوداع کے بعد ہوا تھا ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ سب کی موجودگی میں آنحضرتؐ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا تھا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ واقعہ غدیر جب معروف و مشہور ہوا تو حارث ابن نعمان فہری کو بھی اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ اپنی ناقہ پر سوار ہوا۔ مدینہ میں آیا۔ مسجد نبوی کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھایا۔ آنحضورؐ کے منبر کے سامنے آیا اور کہا۔

آپ نے ہمیں ایک خدا کو ماننے کا حکم دیا ہم نے اپنے متعدد خدا چھوڑ کر آپ کی بات مان لی۔

آپ نے کہا پانچ نمازیں پڑھو ہم نے پانچ نمازیں پڑھیں۔

آپ نے کہا۔ حج کرو۔ ہم نے حج کیا۔

آپ نے کہا۔ زکواۃ دو ہم نے زکواۃ دی۔

آپ نے کہا۔ خمس دو ہم نے خمس دیا۔

آپ نے کہا۔ جہاد کرو ہم نے جہاد کیا۔

اس پر آپ نے اکتفا نہ کیا اور ہماری گردنوں پر اپنے بھائی کو بھی سوار کر دیا اور کہہ دیا۔ جس کا میں آقا ہوں اس کا علی آقا ہے۔ یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہے یا اللہ کی طرف سے کہا

آنحضورؐ کی آنکھیں انگارہ کی طرح سرخ ہو گئیں اور فرمایا۔

واللہ الذی لا الہ الا ھو فانہ منہ لیس منی۔	جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی قسم! یہ بھی اسی کی طرف سے ہے میری طرف سے نہیں۔

حارث اٹھا اور کہنے لگا۔

اللھم ان کان محمد حقا مایقول فانزل علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔	اے اللہ! جو کچھ محمدؐ نے کہا ہے اگر سچ ہے تو ہم پر پتھر نازل کر یا ہمیں عذاب الیم دے۔

ابھی تک حارث اپنی ناقہ تک نہیں پہنچا تھا۔ کہ آسمان سے پتھر آیا جو اس کے سر پہ لگا اور نیچے سے نکل گیا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

سئل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع۔	ایک سائل نے کفار کے لیے عذاب مانگا جس کو کوئی بھی رد کرنے والا نہ تھا۔

شیخ صدوق نے امالی میں اصبغ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر فرمایا:

انا سید الوصیین و وصی سید النبیین۔ — میں سید الوصیین اور سید النبیینؐ کا وصی ہوں۔

انا امام المسلمین و قائد المتقین۔ — میں امت مسلمہ کا امام اور متقین کا قائد ہوں۔

انا ولی المومنین و زوج سیدة نساء العالمین۔ — میں مومنین کا ولی اور سیدہؑ نساء عالمین کا شوہر ہوں۔

انا المتختم بالیمین و المعفر للجبین۔ — میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے والا اور رخسارہ مٹی پر رکھنے والا ہوں۔

انا الذی هاجرت الهجرتین — میں وہ ہوں جس نے دو ہجرتیں کی ہیں۔

انا الذی بایعت البیعتین۔ — میں وہ ہوں جس نے دو مرتبہ بیعت کی ہے۔

انا صاحب بدر وحنین۔ — بدر وحنین کا فاتح میں ہوں۔

انا الضارب بالسیفین والطاعن بالرمحین۔ — میں دو تلواروں اور دو نیزوں سے جنگ کرنے والا ہوں

انا وارث علم الاولین۔ — میں علوم اولین کا وارث ہوں۔

انا حجة الله علی العالمین۔ — میں عالمین پر اللہ کی حجت ہوں۔

اهل موالاتی مرحومون واهل عداوتی ملعونون — میرے موالی مرحوم اور میرے دشمن ملعون ہوں گے۔

لقد کان حبیبی رسول الله کثیراً مایقول۔ — میرا حبیب رسولؐ خدا کو اکثر ارشادات فرمایا کرتا تھا۔

یا علی حبك تقوی و ایمان و بغضك کفر و نفاق۔ — یا علیؑ! تیری محبت ہی تقویٰ اور ایمان ہے اور تیرا بغض ہی کفر و نفاق ہے۔

انا بیت الحکمة وانت مفتاحه۔ — میں حکمت کا گھر اور تو اس کی کلید ہے۔

کذب من زعم انه یحبنی و یبغضك — وہ جھوٹا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ سے بغض رکھ کے مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

❖

انا خلیفة الله و انا صراط الله۔ — میں خلیفہ خدا اور صراط خدا ہوں۔

انا باب الله و انا خازن علم الله۔ — میں در خدا اور میں علم الٰہی کا خزانہ ہوں۔

انا المؤتمن علی سر الله و انا امام البریة — میں اسرار خدا کا امین اور نوع انسان کا امام ہوں۔

ایها الناس اسمعوا قولی و اعقلوا عنی — لوگو! میری بات سن لو اور مجھ سے سمجھ لو۔

فان الفراق قریب انا وصی خیر الخلقة — فراق کا وقت قریب آچکا ہے میں خیر خلائق کا وصی ہوں

انا ابو العترة الطاهرة والائمة الهادیة — میں عترت طاہرہ اور ائمہ نجبا کا باپ ہوں۔

انا اخو رسول الله و وزیره و صاحبه — میں رسولؐ خدا کا بھائی اس کا وزیر اور اس کا ساتھی ہوں

انا امیر المومنین و قائد الغر المحجلین
میں امیر المومنین اور سفید جبین افراد کا قائد ہوں۔

حربی حرب اللہ و سلمی سلم اللہ۔
مجھ سے جنگ اللہ سے جنگ ہے اور مجھ سے صلح اللہ سے صلح ہے۔

❊

اطاعتی طاعۃ اللہ و ولایتی ولایۃ اللہ
میری اطاعت اطاعت خدا اور میری ولایت ولایت الہیہ ہے۔

و شیعتی اولیاء اللہ و انصاری انصار اللہ
میرے شیعہ اولیائے خدا اور میرے ناصر انصار خدا ہیں

والذی خلقنی لقد علم المستحفظون من اصحاب محمد ان الناکثین والقاسطین والمارقین ملعونون علی لسان النبی الامی
جس ذات نے مجھے پیدا کیا ہے اس کی قسم! اصحاب نبیؐ سے حفظ کرنے والے آج بھی جانتے ہیں کہ میری بیعت کر کے توڑنے والے۔ میرے خلاف بغاوت کرنے والے اور میرے خلاف خروج کرنے والے نبیؐ امی کی زبان سے ملعون ہیں۔

لقد اعطانی اللہ تبارک و تعالیٰ لم یعط احداً قبلی ما خلا النبی۔
اللہ نے مجھے ایسی نوازشات سے نوازا ہے کہ مجھ سے پہلے سرور کائنات کے سوا ان سے کسی کو مشرف نہیں فرمایا۔

❊

۱۔ ولقد فتحت لی السبل۔
میرے سامنے علم و دنیا کی تمام راہیں کھول دی گئی ہیں۔

۲۔ و علمت الاسباب۔
مجھے تا قیامت ہونے والے تمام اسباب کا علم دیا گیا ہے

۳۔ اجری لی السحاب۔
بادل میرے لیے مسخر کیے گئے ہیں۔

۴۔ علمت المنایا والبلایا و فصل الخطاب
مجھے موت و مصائب اور فصل خطاب کا علم دیا گیا ہے

۷۔ لقد نظرت فی الملکوت باذن ربی ما غاب عن ما کان قبلی و ما یاتی بعدی۔
اذن خدا سے میں نے عالم ملکوت کا مشاہدہ کیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکا تھا۔ اور جو میرے بعد ہونے والا ہے۔ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہا۔

❊

۸۔ و بولایتی اکمل اللہ لھذہ الامۃ دینھم۔
میری ولایت سے اللہ نے اس امت کا دین مکمل کیا ہے۔ یعنی۔

۹۔ واتم علیھم النعم و رضی لھم اسلامھم
نعمت کو پورا کیا ہے اور دین پر راضی ہوا ہے۔

انا الھادی انا المھتدی۔
میں ہدایت دینے والا ہوں۔ میں ہدایت یافتہ ہوں۔

انا ابو الیتامی والمساکین۔
میں یتیموں اور مسکینوں کا باپ ہوں۔

انا ملجاء کل ضعیف و مامن کل
میں ہر ضعیف کی جائے پناہ اور ہر خوف زدہ کے لیے

خائف۔	امن ہوں۔
انا حبل اللہ المتین وانا عروۃ الوثقیٰ۔	میں اللہ کی مضبوط رسی ہوں اور میں عروۃ الوثقیٰ ہوں۔
انا کلمۃ التقوٰی وعین اللہ۔	میں کلمہ تقویٰ اور عین اللہ ہوں۔
انا لسان اللہ الصادق ویداللہ۔	میں اللہ کی حق گو زبان اور یداللہ ہوں۔
انا باب حطۃ۔	میں در مغفرت ہوں۔
من عرفنی وعرف ربہ۔	جس نے مجھے اور میرے حق کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچان لیا۔
*	
لا ینکر حق الا راد علی اللہ وعلی رسولہ۔	میرے حق کا منکر اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرنے والا ہو گا۔
انا قسیم الجنۃ والنار لا یدخلھما احد الا بتقسیمی۔	میں جنت وجہنم کا تقسیم کنندہ ہوں جو بھی کسی جگہ جائے گا میری تقسیم میں جائے گا۔
انا الفاروق الاکبر۔ وباب الایمان	فاروق اکبر میں ہوں اور میں ہی باب الایمان ہو۔
لا یتقدم منی احد الا احمد۔	محمدؐ کے سوا کوئی شخص مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔
انا صاحب الکرامات۔	میں صاحب کرامات ہوں۔
فاسئلونی عما یکون الی یوم القیامۃ وعما کان علی عھد کل نبی۔	قیامت تک جو چاہو مجھ سے پوچھ لو اور جو کچھ سابقہ انبیاءؑ کے عہد میں ہو چکا ہے وہ بھی پوچھ لو۔
انا الصدیق الاول والفاروق الاعظم	میں صدیق اول اور فاروق اعظم ہوں۔
انا الاول انا الآخر انا الباطن انا الظاہر انا امین اللہ انا حی انا امیت انا حی لا اموت۔	میں اول ہوں میں آخر ہوں۔ میں باطن ہوں میں ظاہر ہوں میں امین خدا ہوں۔ میں زندہ کرتا ہوں میں مارتا ہوں۔ وہ زندہ ہوں جو کبھی نہ مروں گا۔
انا اول من امن برسول اللہ۔	میں اول ہوں کیونکہ سب سے پہلے میں نے اعلان اسلام کیا ہے۔
*	
انا الآخر من لانی اوعنہ فی لحدہ	میں آخر ہوں کیونکہ سب سے آخر میں لحد نبیؐ میں میں ولی تھا؟
انا الظاھر ظاھر الاسلام۔	میں ظاہر ہوں کیونکہ میں نے اسلام کو کبھی چھپایا نہیں۔
انا باطن عین فی العلم۔	میں باطن ہوں کیونکہ میں سرچشمہ علم وحکمت ہوں۔
انا احی سنۃ رسول اللہ۔	میں زندہ کرنے والا ہوں کیونکہ میں نے نبیؐ کی مردہ سنت

کو زندہ کیا ہے۔

انا امیت البدعات۔ — میں مارنے والا ہوں کیونکہ میں بدعات کو مارنے والا ہوں

انا حی لا اموت لانی شھید۔ — میں وہ زندہ ہوں جو کبھی نہ مرے گا۔ کیونکہ میں شہید ہوں اور شہید مردہ نہیں ہوتے۔

غایۃ المرام میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے منبر کوفہ پر حضرت علیؑ کو دیکھا۔ انہوں نے۔ ذرہ رسولؐ زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ عمامہ نبویؐ سر پہ سجایا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ذوالفقار تھی اور فرما رہے تھے۔

ایھا الناس علمنی رسول اللہ زقاً زقا سلونی قبل ان تفقدونی ان بین جوانحی لعلماً جما واللہ لو ثنیت لو سادۃ وجلست علیھا لافتیت اھل التوراۃ بتوراتھم واھل الانجیل بانجیلھم حتی ینطق التوراۃ والانجیل فیقول صدق علی۔

اے لوگو! نبی کریمؐ نے مجھے اسی طرح علم دیا ہے۔ جس طرح پرندہ بچے کے منہ میں دانہ دیتا ہے۔ میری شہادت سے قبل جو چاہو پوچھ لو۔ میری ان پسلیوں کے مابین علم کا سمندر موجزن ہے۔ بخدا اگر مسند بچھا کر دی جائے۔ اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو اہل توراۃ کو توراۃ کے مطابق اور اہل انجیل کو انجیل کے مطابق اس طرح فتویٰ دوں گا کہ توراۃ و انجیل پکار کر کہیں گی۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ سچ کہہ رہا ہے۔

بصائر الدرجات میں زید ابن علیؑ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔

میں کسی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا تھا۔ جب تک نبی کو نینؐ سے اس دن نازل ہونے والے احکام کا علم حاصل نہ کر لیتا تھا۔

میں ہر حلال و حرام۔ ہر واجب و مستحب اور ہر مکروہ کا عالم ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ کون سی آیت کہاں اتری ہے کب اتری ہے۔ کس کے حق میں اتری ہے اور کس کے خلاف اتری ہے۔

میں نے معتزلہ کے علماء کو جب بات بتائی تو انہوں نے کہا۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت ہر رات تازہ بتازہ علوم نبوت کے عالم بن جاتے ہوں جب کہ نبی کونینؐ اور علیؑ بعض اوقات ایک دوسرے سے غائب بھی رہتے تھے۔ اور یہ غیبت کئی کئی دنوں تک بھی چلی جاتی تھی؟

میں نے انہیں بتایا۔ کہ ایسی بات نہیں ہے آپ نے حضرت علیؑ کی پوری بات نہیں سنی اس اعتراض کا جواب بھی خود انہی نے دیا ہے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ۔ ایسی صورت میں جب میری سرور انبیاءؐ سے ملاقات ہوتی تھی تو وہ مجھے زمانہ غیبت کے تمام احکام از خود فرما دیا کرتے تھے۔ اور تمام وہ آیات قرآن بھی مجھے بتا دیتے تھے۔ جو اس زمانہ میں نازل ہوتی

تھیں۔

● بصائر الدرجات ہی میں اصبغ ابن بنانہ سے مروی ہے کہ ایک دن منبر کوفہ پر حضرت علیؑ نے دوران خطبہ فرمایا۔
جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ قیامت تک کے حالات سے میں واقف ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ کون سی زمین کب آباد ہوگی۔ اور کب غیر آباد ہوگی۔ آباد کرنے والا کون ہوگا۔ اور اجاڑنے والے کون ہوں گے۔ میں ان کے آبا واجداد سے بھی واقف ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قیامت تک کتنے فرقے جنم لیں گے۔ کتنے گروہ بنیں گے۔ ہر فرقہ میں کتنے افراد ہوں گے۔ بانی فرقہ کون ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر چھوٹے بڑے اور ہر گورے کالے کو میں جانتا ہوں۔ اور ان تمام حالات سے میں نے اپنے اہلبیتؑ کے ہر فرد کو مطلع کر بھی دیا ہے۔
علل الشرائع میں شیخ صدوق نے امیر مدینہ محمد ابن حرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں؟
امام صادقؑ نے فرمایا:
اگر تو کہے تو میں تجھے تیرا مسئلہ بھی بتا دوں اور اس کا جواب بھی بتا دوں۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو لوگوں کے دل میں پوشیدہ باتوں کا پتہ کیسے چل جاتا ہے؟
امام صادقؑ نے فرمایا:
اللہ نے ہمیں امام امت بنا کر بھیجا ہے۔ اور جو امام امت اللہ کی طرف سے بن کر آتا ہے۔ وہ ان تمام مسائل کا عالم ہوتا ہے جو امت کے ضروریات سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل سے امام کو واسطہ پڑتا ہے۔ اگر امام مسائل امت سے ناواقف ہو تو امام اور امت میں کیا فرق رہ جائے گا۔
میں نے عرض کیا قبلہ پھر آپ ہی بتائیے کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں اور جو پوچھنا چاہتا ہوں اس کا جواب بھی فرما دیجئے۔
امام صادقؑ نے فرمایا:
تو پوچھنا یہ چاہتا ہے کہ۔
حضرت علیؑ جب اتنے طاقتور تھے کہ انہوں نے یوم خیبر اس دروازہ کو ایک انگلی سے اکھیڑ لیا تھا۔ جسے چالیس مرد بمشکل بند کر سکتے تھے۔ اور پھر اکھیڑ کر اسے سر کے اوپر سے تنکے کی طرح اچھال دیا تھا۔
جب آنحضورؐ گدھے گھوڑے۔ خچر۔ اور اونٹ وغیرہ پر سوار ہو جاتے تھے۔ تو
کون سی وجہ تھی کہ بت شکنی کے دن حضرت علیؑ سرور انبیاءؐ کا بوجھ نہ اٹھا سکے؟
میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ واقعاً یہی بات پوچھنا چاہتا تھا۔ اب جواب فرمائیں۔
امام صادقؑ نے فرمایا:

کیا تو نے یہ سنا ہوا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ النبوۃ اصل والامامۃ فرعھا ۔ نبوت تنا ہے اور امامت اس کی فرع ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے سنا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

کیا تو نے یہ بھی سنا ہوا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ النبوۃ مصباح والامامۃ ضوءھا نبوت چراغ ہے اور امامت اس کی روشنی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی سنا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

اپنے سوال کا جواب تو نے خود نہیں دے دیا۔ جب نبوت اصل ہے اور امامت اس کی فرع ہے۔ تو کیا کبھی فرع نے اصل کا بوجھ اٹھایا ہے۔ کیا کبھی کوئی شاخ خواہ جتنی بھی مضبوط ہو اصل کا بوجھ اٹھا سکتی ہے؟

میں نے عرض کیا۔ کوئی شاخ اپنی اصل کو نہیں اٹھا سکتی۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

جب علیؑ فرع ہے اور محمدؐ اصل ہے تو بھلا علیؑ شاخ ہونے کی حیثیت سے کیسے اپنی اصل کا بوجھ اٹھا سکتا۔ یا علیؑ روشنی ہونے کی وجہ سے کیسے چراغ کو اٹھا لیتا۔ کیا یہ خلاف عقل نہیں ہے؟ اگر بت شکنی کے دن یا کسی اور مقام پر حضرت علیؑ آنحضورؐ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیتے تو کہنے والوں کو یہ موقعہ نہ مل جاتا کہ دونوں برابر ہیں۔ اور یہ سب باتیں صرف زیب داستان کے لیے ہیں؛۔

میں اٹھا اور امام صادقؑ کے سر کا بوسہ دے کر عرض کیا۔ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ ہی اپنے مقام رسالت کا عالم ہے۔

علل الشرائع میں عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن سرور انبیاءؐ نے برسر منبر فرمایا:

معاشر الناس من اصدق من اللہ قیلا و احسن من اللہ حدیثا	اے لوگو! کون ہے جو قول میں اللہ سے زیادہ سچا ہو اور بات میں اللہ سے زیادہ حسین ہو؟
معاشر الناس ان الرب امرنی ان اقیم علیا علما و اماما و خلیفۃ و وصیا.	اے لوگو! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ کو علامت حق و باطل، امام خلیفہ اور اپنا وصی بناؤں۔
و ان اتخذہ اخا و وزیرا معاشر الناس	میں علیؑ کو اپنا بھائی اور اپنا وزیر بناؤں۔ لوگو!
ان علیا باب الھدیٰ بعدی والداعی الی ربی و ھو صالح المومنین و من احسن	میرے بعد علیؑ ہی باب الہدیٰ ہے۔ اور علیؑ اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔ علیؑ ہی صالح المومنین ہے۔ اس

قولا ممن دعی الی اللہ وعمل صالحاً	شخص سے زیادہ سچا کون ہے؟ جو اللہ کی طرف دعوت
وانني من المسلمين معاشر الناس	دے اور عمل صالح کرے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔
ان علیا منی وولدہ ولدی وھو	اے لوگو! علیؑ مجھ سے ہے اولاد علیؑ میری اولاد ہے۔
زوج حبیبتی امرہ امری ونھیہ	علیؑ میری اکلوتی پیاری بیٹی کا شوہر ہے۔ حکم علیؑ میرا حکم
نھی معاشر الناس علیکم بطاعتہ	اور نہی علیؑ میری نہی ہے
واجتناب معصیۃ فان طاعتہ	لوگو! تمہارے اوپر اطاعت علیؑ فرض ہے حکم علیؑ کی
طاعتی ومعصیۃ معصیتی معاشر الناس	نافرمانی سے بچو اطاعت علیؑ میری اطاعت اور نافرمانی
	علیؑ میری نافرمانی ہے۔

☆

ان علیا صدیق ھذہ الامۃ وفاروقھا	لوگو! علیؑ اس امت کا صدیق بھی ہے اور فاروق بھی۔
ومحدثھا انہ ھارونھا ویوشعھا	علیؑ اس امت کا محدث بھی ہے۔ علیؑ میری امت کا ہارونؑ
واصفھا وشمعونھا انہ باب	بھی ہے۔ علیؑ میری امت کا شمعون بھی ہے۔ علیؑ میری امت
حطتھا وسفینۃ نجاتھا انہ طالوتھا	کا در مغفرت بھی ہے۔ علیؑ سفینہ نجات بھی ہے۔ علیؑ
وذوقرنیھا معاشر الناس انہ	میری امت کا طالوت اور ذوالقرنین ہے۔ لوگو! علیؑ
محنۃ الورٰی والحجۃ العظمٰی والآیۃ	کائنات کا سہارا۔ اللہ کی عظیم حجت۔ آیت کبریٰ۔ امام
الکبرٰی وامام اھل الدنیا والعروۃ	زمانہ اور عروۃ الوثقٰی ہے۔ لوگو! علیؑ حق کے ساتھ ہے
الوثقٰی معاشر الناس ان علیا مع	اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ حق علیؑ کی زبان پر ہے۔
الحق والحق معہ وعلی لسانہ معاشر	لوگو! علیؑ قسیم جہنم ہے۔ محب علیؑ داخل جہنم نہیں ہوگا اور
الناس ان علیا قسیم النار لا یدخل	دشمن علیؑ جہنم سے نجات نہ پائے گا۔ علیؑ قسیم جنت ہے
النار ولی لہ ولا ینجو منھا عدولہ	دشمن علیؑ جنت میں داخل نہ ہوگا اور محب علیؑ جنت
وانہ قسیم الجنۃ لا یدخلھا عدولہ	سے باہر نہ رہے گا۔ لوگو! میں نے تمہیں نصیحت کر دی
ولا یخرج منھا ولی لہ معاشر الناس ونصحت	ہے۔ میں نے اپنے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔
لکم بلغتکم رسالۃ ربی ولکن لا تحبون النصیحۃ	لیکن میں جانتا ہوں تم نصیحت کو پسند نہیں کرتے۔

علل الشرائع میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی عرب آنحضورؐ کے پاس آیا۔ اس نے دق الباب کیا۔ آپ دروازہ پر آئے تو آپ نے نئی عبا اوڑھ رکھی تھی۔

عرب نے عرض کیا۔ قبلہ آج تو آپ بالکل نوجوان لگ رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں میں خود بھی جوان ہوں۔ جوان باپ کا بیٹا ہوں اور جوان بھائی کا بھائی ہوں۔

عرب نے عرض کیا۔ قبلہ جہاں تک آپ کے جوان ہونے کا تعلق ہے۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن آپ جوان باپ کے بیٹے اور جوان بھائی کے بھائی کیسے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اللہ جناب ابراہیمؑ کے متعلق قرآن میں فرماتا ہے فتی یذکرھم۔ رعیت نمرود نے نمرود سے کہا کہ ایک نوجوان ہمارے ان بتوں کی برائی کرتا پھرتا ہے۔ اللہ نے جناب ابراہیم کو نوجوان فرمایا ہے۔ اور میں ابراہیم کا بیٹا ہوں۔ لہذا میں ابن الفتیٰ ہوں۔

اور میدان احد میں علیؑ کی تلوار زنی دیکھ کر ایک ہاتف غیبی نے کہا تھا۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ جبریل نے علیؑ کو جوان کہا ہے اور میں علیؑ کا بھائی ہوں تو میں اخوالفتی بھی ہوں۔

- تفسیر فرات میں منقول ہے کہ ایک دن آنحضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؑ دور سے آتے ہوئے نظر آئے آنحضورؐ نے علیؑ کو آتا ہوا دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

ھذا علی قد اتاکم تقی القلب ونقی الکفین۔	دیکھو علیؑ تمہارے پاس آرہا ہے جو دل کا بھی پاک ہے اور اس کے ہاتھ بھی پاک ہیں۔
ھذا علی ابن ابی طالب لا یقول الاصوابا تزول الجبال ولا یزدل عن دینہ۔	یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کبھی غلط بات نہیں کہے گا۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن علیؑ کبھی اپنے دین سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے گا۔

جب حضرت علیؑ پہنچ گئے۔ تو سرکار رسالتؐ نے علیؑ کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا:

یا علی انا مدینۃ الحکمۃ وانت بابھا	اے علیؑ! میں حکمت کا شہر اور تو اس کا دروازہ ہے۔
فمن اتی المدینۃ من الباب وصل	جو شہر میں دروازہ سے آئے گا منزل پر پہنچ جائے گا
یا علی انت بابی الذی اوتی منہ وانا باب اللہ فمن اتانی من سواک لم یصل ومن اتی اللہ سوای لم یصل۔	اے علیؑ! تو میرا وہ دروازہ جس سے عبور کر کے مجھ تک آئے گا منزل پر پہنچے گا اور جو میرے بغیر اللہ تک جائے گا منزل تک نہ پہنچے گا

صحابہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔ اپنی طرف سے ہی کہہ رہا ہے۔ اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا۔ ابھی صحابہ انہی تبصروں میں تھے کہ جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوا۔

لیس البر ان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی اتوا البیوت من ابوابھا۔	گھر میں پچھلی طرف سے داخل ہونا نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ متقی بنو اور گھر میں دروازہ سے آؤ۔

شیخ صدوق نے امالی میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی کونینؐ نے حضرت علیؑ سے

فرمایا:

یا علیؑ انت صاحب حوضی وصاحب لوائی۔	اے علیؑ تو میرے حوض کا مالک اور لواء الحمد کا حامل ہے
یا علیؑ انت منجز وعدی وزوج حبیبۃ قلبی۔	اے علیؑ! تو میرے وعدے نبھانے والا اور میری پیاری بیٹی کا شوہر ہے۔
یا علیؑ انت وارث علمی ومستودع مواریث الانبیاء۔	اے علیؑ! تو میرے علم کا وارث ہے اور تمام انبیاء کی میراث کا امین ہے۔
یا علیؑ انت امین اللہ فی ارضہ وانت حجۃ اللہ علی بریتہ۔	اے علیؑ! تو ارض خدا میں امین خدا اور تو مخلوق خدا میں حجت خدا ہے۔
یا علی انت رکن الایمان ومصباح الدجیٰ	اے علیؑ! تو رکن ایمان اور چراغ ظلمت ہے۔
یا علی انت منار الھدیٰ ونور الفریق	اے علیؑ! تو ہدایت کا مینار اور اہل دنیا کے لیے چراغ راہ ہے۔
یا علی من تبعک نجی ومن تخلف عنک ھلک۔	اے علیؑ! جس نے تیری اتباع کی نجات پائے گا جس نے تجھے چھوڑا ہلاک ہوگا۔
یا علی انت الطریق الواضح والصراط المستقیم	اے علیؑ! تو واضح راستہ اور صراط مستقیم ہے۔
یا علی انت قائد الغر المحجلین وانت یعسوب الدین	اے علیؑ! تو سفید جبینوں کا قاعد اور تو یعسوب الدین ہے۔
یا علی انت مولیٰ من انا مولاہ وانا مولیٰ کل مومن ومومنۃ۔	اے علیؑ! جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا تو مولیٰ ہے اور میں ہر مومن ومومنہ کا مولیٰ ہوں۔
یا علی لا یحبک الا طاھر الولادہ ولا یبغضک الا خبیث الولادہ۔	اے علیؑ! ہر حلال زادہ تجھ سے محبت اور ہر حرام زدہ تجھ سے دشمنی رکھے گا۔
یا علی لما عرج بی الی السماء قط و لا وکلمنی ربی الا قال لی اقرء علیا منی السلام وعرفہ انہ امام اولیائی ونور اھل طاعتی۔	اے علیؑ! میں جب بھی معراج پہ گیا ہوں اور جب بھی اللہ نے مجھ سے کلام فرمایا ہے۔ اس نے مجھے فرمایا ہے۔ علیؑ کو میرے سلام کہہ دینا اور اسے بتا دینا کہ تو میرے اولیا کا امام اور میرے اہل اطاعت کی روشنی ہے۔

شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ فضائل علیؑ بیان کرنا ناممکنات سے ہے۔ حد یہ ہے کہ جب ہم جملہ اسلامی مذاہب کے بانیوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہر مذہب کا بانی بالواسطہ حضرت علیؑ کا شاگرد ہی نظر آتا ہے۔

ا۔ معتزلہ کا بانی واصل ابن عطا ہے۔ واصل ابو ہاشم کا شاگرد ہے۔ اور ابو ہاشم محمد حنیفہ ابن علیؑ کا پوتا ہے۔ محمدؒ نے تمام علوم اپنے باپ حضرت علیؑ سے لئے۔ عبداللہ ابن محمد حنیفہ نے اپنے باپ سے پڑھا ہے اور ابو ہاشم اپنے باپ عبداللہ ابن محمد حنیفہ کا شاگرد ہے۔

ب۔ امامیہ فرقہ تو سرے سے منسوب ہی حضرت علیؑ کی طرف ہے۔

ج۔ ابو حنیفہ امام جعفر صادقؑ کا شاگرد ہے۔ اور جعفر صادقؑ کا سلسلہ تلمذ اپنے آباء کے ذریعہ حضرت علیؑ سے مربوط ہے۔

د۔ امام شافعیؒ۔ ابو حنیفہؒ کے شاگرد محمد ابن حسنؒ کا شاگرد ہے۔

ر۔ امام حنبلؒ امام شافعیؒ کا شاگرد ہے۔ امام شافعی محمد کا شاگرد ہے۔ محمد ابو حنیفہؒ کا شاگرد ہے۔ اور ابو حنیفہؒ امام صادقؑ کا شاگرد ہے امام صادقؑ امام باقرؑ کا شاگرد ہے۔ امام باقرؑ امام سجادؑ کا شاگرد ہے۔ امام سجادؑ امام حسینؑ کا شاگرد ہے اور امام حسینؑ حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔

و۔ امام مالک ربیعہ کا شاگرد ہے۔ ربیعہ عکرمہ کا شاگرد ہے۔ عکرمہ عبداللہ ابن عباس کا شاگرد ہے۔ اور عبداللہ ابن عباس حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔

صحابہ میں سے عبداللہ ابن عباس اور عمرؓ ابن خطاب کی فقہ میں بہت تعریف کی جاتی ہے اور یہ دونوں بھی حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔ جہاں تک عبداللہ ابن عباس کا تعلق ہے تو وہ اوضح الواضحات ہے۔ جہاں تک عمرؓ ابن خطاب کا تعلق ہے۔ تو تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ تمام فقہی مسائل میں عمرؓ حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بڑے معروف اقوال ہیں۔ کبھی عمرؓ نے کہا ہے۔

لو لا علی لهلك عمر۔ — اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے۔ کبھی کہا ہے۔

لا بقيت بمعضلة ليس لها ابو الحسن۔ — میں کسی ایسے مشکل مسئلہ کے وقت زندہ ہی نہ رہوں جب ابو الحسنؑ نہ ہو۔ کبھی کہا ہے۔

لا يفتين احد فی المسجد وعلی حاضر — علیؑ کی موجودگی کے وقت مسجد میں کوئی بھی فتویٰ نہ دے۔

تفسیر میں عبداللہ ابن عباس معروف مفسر ہے۔ اور عبداللہ ابن عباس حضرت علیؑ کا شاگرد ہے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ جناب عبداللہ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آپ کا علم کتنا ہے۔ تو ابن عباس نے کہا۔ جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے۔

نحو کے بانی حضرت علیؑ ہیں ابو الاسود اس سلسلہ کا پہلا شاگرد ہے۔ آپ ہی نے ابو الاسود کو اصول نحو بتائے علم تصوف کے ہر سلسلہ کی انتہا حضرت علیؑ ہے۔

شجاعت حضرت علیؑ:-

یوں تو حضرت علیؑ کے تمام اوصاف ایسے ہیں کہ ایک ایک وصف ایک ایک ضخیم کتاب کی تالیف کا سبب بن سکتا ہے لیکن ان اوصاف میں شہرہ آفاق اوصاف چند ایک ہیں جن کا ذیل میں ہم صرف اشارۃً مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان اوصاف میں شجاعت حضرت علیؑ کا وہ وصف ہے کہ

آپ نے اپنی بے پناہ شجاعت سے ماضی کے شجاعوں کا نام مٹا دیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے ضرب المثل بن گئے۔

شجاعت علیؑ میں چند خصوصیات نمایاں تھیں۔

ا۔ آپ کبھی میدان جنگ سے بھاگے نہیں۔

ب۔ آپ نے کبھی کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہیں کیا۔

ج۔ آپ نے کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔

د۔ آپ نے کبھی دعوت جنگ دینے والے کو زندہ واپس نہیں جانے دیا۔

ر۔ آپ نے کبھی مقابل پر دوسرا وار نہیں کیا۔ ہمیشہ پہلے ہی وار میں مقابل کو پچھاڑ دیا۔

و۔ آپ کے مقابلہ میں جم کر لڑنے والے کی لوگ تعریف کیا کرتے تھے۔

ز۔ آپ کے ہاتھوں مر جانے والے کے ورثا اپنے مقتول پر فخر کرتے تھے کہ علیؑ کے ہاتھوں مارا ہے۔

جب جنگ صفین میں آپ نے معاویہ کو دعوت جنگ دی اور فرمایا کہ لوگوں کو نہ مرواؤ آؤ اور میں مقابلہ کر لیتے ہیں۔ جو مارا جائے گا۔ کرہ ارض پر امن ہو جائے گا اور زندہ رہ جانے والا بلا شرکت غیرے اسلامی حکومت کا سربراہ ہو گا

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا: علیؑ نے بات انصاف کی کی ہے۔ آپ کو اس کے مقابلہ میں جانا چاہیئے۔

حضرت معاویہ نے گھور کر عمرو عاص کی طرف دیکھا اور کہا۔ جب سے تو میرے ساتھ شریک کار ہوا ہے تو نے آج تک مجھے دھوکا نہیں دیا۔ پھر آج کیوں مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ کہیں میرے مرنے کے بعد حکومت شام کے لیے تیری رال تو نہیں ٹپک رہی۔

کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ابو الحسنؑ کے مقابلہ میں جا کر میں زندگی گنوا بیٹھوں۔

عمرو ابن عبدود کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تھی تو اس نے بھی یہی کہا تھا۔

لو کان قاتل عمرو غیر قاتله	اگر علیؑ کے علاوہ عمرو کا قاتل کوئی دوسرا شخص ہوتا۔
لبکیته ابداً مادمت فی الدهر	تو جب تک میں زمانہ میں زندہ رہتی عمرو کی موت پر

	رونق رہتی۔
لکن قاتله من لا نظير له	لیکن عمرو کا قاتل وہ شخص ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ قاتل
وكان يدعى ابوه بيضة	عمرو کا باپ بھی اپنے وقت میں شہر پناہ کے لقب سے
البلد	معروف تھا۔

ایک دن معاویہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا عبداللہ ابن زبیر معاویہ کے پلنگ کے نیچے قدموں کے پاس بیٹھا تھا۔

عبداللہ نے کہا۔ معاویہ اگر آج میں چاہتا تو تمہارا پیٹ چاک کر سکتا تھا۔

حضرت معاویہ نے کہا اے ابن زبیر ہمارے مدینہ سے چلے آنے کے بعد اتنے بہادر ہو گئے ہو؟

عبداللہ نے کہا۔ اب تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں بہادر ہوں میں جنگ جمل میں علیؑ جیسے بہادر کے مقابلہ ڈٹا رہا ہوں۔

حضرت معاویہ نے ہنس کر کہا۔ اگر علیؑ کے مقابلہ میں جاتا تو آج یہاں باتیں نہ بنا رہا ہوتا۔ علیؑ تو تم دونوں باپ بیٹے کو دایاں ہاتھ خالی رکھ کر صرف بائیں ہاتھ سے بیک وقت مسل سکتا تھا۔ لوگوں کو جنگ جمل میں مرداتا رہا ہے تو کب مقابلہ میں گیا تھا۔ تو تو قتل علیؑ کے بعد مدینہ میں خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

آج بھی مشرق و مغرب میں مسلم و غیر مسلم ہر شخص میدان مقابلہ میں نام علیؑ ہی لیتا ہے۔ (شارالجہادی)

زورِ علیؑ:

حضرت علیؑ کی طاقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

و۔ جب کبھی کسی سے بلا تلوار مقابلہ ہوا تو ہمیشہ علیؑ ہی فاتح رہا۔

ب۔ در خیبر جسے چالیس آدمی بند کرتے تھے۔ تنہا علیؑ نے اکھیڑا تھا۔ پھر صحابہ کی ایک پوری جماعت نے اسے الٹنا چاہا تو ان سے الٹا تک نہ گیا۔ اور علیؑ ایک انگلی سے الٹ کر اپنے ایک ہاتھ پہ رکھ کر خندق میں اترے دروازہ کو پل بنا کر تمام صحابہ کو خندق کے پار گزارا۔

ج۔ ہبل جیسا عظیم بت جو کعبہ کی چھت پہ کوہ گراں لگتا تھا۔ حضرت علیؑ نے اس طرح نیچے پھینکا جس طرح تنکا کو پھینکا جاتا ہے۔

د۔ اپنے ایام اقتدار میں ایک جنگ سے واپسی پر ایک ایسے پتھر کو اکھیڑا جسے اکھیڑنے سے پورا لشکر عاجز آچکا تھا۔

سخاوت حضرت علیؑ :

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ خود روزے رکھا کرتے اور اپنا کھانا مانگنے والوں کو دے دیتے حضرت علیؑ کے حق میں سورۃ دھر کی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یطعمون الطعام علی حبہ الخ

حضرت علیؑ تھے کہ ان کے پاس ایک مرتبہ چار درہم آ گئے تو انہوں نے ایک درہم دن میں خیرات دی ایک رات کے وقت خیرات کیا۔ ایک پوشیدہ صدقہ دیا اور چوتھا لوگوں کے دیکھتے ہوئے صدقہ دیا۔ اور اللہ نے یہ تمغہ دیا۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ۔

حضرت علیؑ ہی تھے جنہوں نے یہودیوں کے باغ میں اجرت پر اتنا پانی کھینچا کہ ہاتھوں پر گٹے پڑ گئے۔ اور اپنی یومیہ اجرت صدقہ میں دے دی۔

حضرت علیؑ ہی تھے۔ جو اپنے شکم پر پتھر باندھ رکھتے تھے۔

حضرت علیؑ کی سخاوت کی انتہا یہ ہے کہ آج تک کسی سائل نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت علیؑ نے مجھے۔ لا۔ کہا ہو

حضرت علیؑ ہی تھے جس کے وہ بدترین دشمن جو ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں علیؑ کا کوئی عیب مل جائے وہ حضرت علیؑ کے دیگر اوصاف کے علاوہ آپ کے جود کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

جب محقن ابن ابو محقن حضرت علیؑ سے ملاقات کے بعد معاویہؓ کے پاس آیا۔ اور معاویہؓ نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے؟

اس خبیث نے کہا۔ ابخل الناس کی طرف سے آ رہا ہوں۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میں نہیں سمجھا ذرا صراحت سے بتا؟

اس نے کہا۔ علیؑ کی طرف سے آ رہا ہوں۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے تو علیؑ کو ابخل الناس کیسے کہہ رہا ہے حالانکہ اگر علیؑ کے پاس ایک ڈھیر سونے کا ہو اور ایک ڈھیر بھوسے کا ہو تو وہ بھوسے کے ڈھیر سے پہلے سونے کا ڈھیر راہ خدا میں دے گا۔ یہ علیؑ ہی تو ہے۔ جو بیت المال میں رات کے وقت جھاڑو دے کر نماز پڑھتا ہے۔ یہ علیؑ ہی تو ہے جس نے۔ دولت کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ اے سفید! اے زرد میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے۔

واقعاً معاویہؓ نے سچ کہا ہے۔ حضرت علیؑ کی وہ ذات تھی جس نے وراثت میں ایک درہم بھی نہیں چھوڑا

حلم حضرت علیؑ :

حلم کا یہ عالم تھا کہ جنگ جمل میں مروان جب آپ کے قبضہ میں آیا تو اسے چھوڑ دیا حالانکہ مروان سے بڑھ کر اس وقت آپ کا کوئی دشمن نہ تھا۔

عبداللہ ابن زبیر کھلے عام حضرت علیؑ کو سب کرتا تھا۔ جنگ جمل میں ہاتھ آنے کے باوجود درگزر کیا کیونکہ شکست کے بعد ابن زبیر گرفتار ہو کے آیا تھا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا۔ یہاں سے چلا جا اور میری نظروں سے دور ہو جا۔

سعید ابن عاص جنگ جمل میں آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ لیکن آپ نے چشم پوشی کی۔

ام المومنین عائشہؓ کا معاملہ کس سے پوشیدہ ہے۔ جنگ جمل فتح کرنے کے بعد جو احترام آپ نے کیا وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ بنی عبدالقیس کی بیس مستورات کو مردانہ لباس پہنا کر ام المومنین کے ساتھ مدینہ تک بھیجا۔ راستہ میں ایک مقام پر ام المومنین نے حضرت علیؑ کی بدسلوکی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر کون سی بدسلوکی ہو سکتی ہے کہ میں حرم رسولؐ تھی اور میری نگرانی کے لیے اپنی فوج کے مردوں کو میرے ساتھ بھیج دیا۔

یہ عورتیں خاموش رہیں۔ جب بی بی مدینہ پہنچ گئیں۔ تو ان عورتوں نے ہتھیار اتارے مردانہ لباس اتار کے بی بی کے سامنے آ کر سلام کیا اور کہا۔

اے حرم رسولؐ! آپ نے ان لوگوں کا شکوہ تو نہ کیا۔ جو اپنی ماؤں کو گھروں میں بٹھا کر امت کی ماں کو میدانؐ میں لے آئے تھے۔

اس وقت آپ کو اپنے حجاب کا خیال نہ رہا۔ اور جب حضرت علیؑ نے آپ کی نگرانی کی خاطر کچھ سپاہی بھیجے تو آپ حضرت علیؑ پر راستہ میں برس رہی تھیں۔ ملاحظہ فرما لیں ہم ہی بیس سپاہی تھے ہم آپ کی طرح عورتیں ہیں۔ بنی عبدالقیس سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم نے حکم امیر المومنینؑ سے مردانہ لباس پہن کر اور ہتھیار لگا کر بصرہ سے مدینہ تک آپ کی نگرانی کی ہے۔ اگر علیؑ کے ان سپاہیوں سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جب پہلے بصرہ میں وارد ہوئے تو اہل بصرہ نے چھتوں پر چڑھ کر آپ کو سب کیا آپ کے بچوں کو سب کیا۔ حتیٰ کہ لعنت بھی کی۔ لیکن جب آپ نے بصرہ کو فتح کر لیا۔ تو آپ نے اپنی فوج میں اعلان عام کیا۔

و۔ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

ب ۔ کسی زخمی پر تشدد نہ کیا جائے ۔

ج ۔ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے ۔

د ۔ جو ہتھیار پھینک دے وہ بری ہے ۔

ر ۔ جو ہمارے لشکر میں آجائے وہ بری ہے ۔

نہ آپ نے بصرہ میں لوٹ مار کی ۔ نہ اہل بصرہ کے بچوں کو گرفتار کیا نہ ان کے گھروں کو لوٹا ۔ حالانکہ فاتح ہونے کے بعد جو چاہتے کر سکتے تھے ۔ لیکن آپ نے وہی کردار ادا کیا جو فتح مکہ میں نبی اکرمؐ نے ادا کیا تھا ۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جنگ صفین میں جب معاویہؓ نے دریائے فرات پر قبضہ کیا ۔ تو اس نے اعلان عام کر دیا کہ خبردار لشکر علیؑ میں پانی نہ جائے ۔ تاکہ تلوار کی بجائے پیاس ہی سے لشکر علیؑ مر جائے ۔ جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تو آپ نے پانی کی خاطر جنگ لڑی ۔ بڑی قتل و غارت کے بعد فرات پر قبضہ ہوا ۔ لشکر معاویہ صحرا میں بٹ گیا ۔ فوج حضرت علیؑ کا دریا پر قبضہ ہو گیا ۔

آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا ۔ قبلہ اب ہم بھی معاویہؓ اور اس کی فوج کو پانی نہیں دیں گے ۔

آپ نے فرمایا :

پھر ان میں اور ہم میں کیا فرق رہ جائے گا ۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ ان کا کام تھا ۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پانی سے انہیں قتل نہیں کریں گے ۔ ہمارے لیے تلوار کافی ہے ۔ دریا کا کچھ حصہ خالی چھوڑ دو تاکہ وہ لوگ پانی لے سکیں ۔

جہاد حضرت علیؑ :

یہ وہ عنوان ہے جس کے لیے مصنفین نے علیحدہ کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں ۔ شائقین ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں ۔ مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ ۔

عالم اسلام میں کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں حضرت علیؑ کی شرکت نہ ہو ۔ کوئی ایسی جنگ نہیں جو صحابہ نے حضرت علیؑ کے بغیر فتح کی ہو ۔ اور کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں فتح کا سہرا حضرت علیؑ کے سر نہ ہو ۔

فصاحت حضرت علیؑ :

فصاحت اور بلاغت میں حضرت علیؑ امام الفصحاء اور سید البلغاء ہیں ۔ آپ کا کلام مخلوق سے اوپر اور کلام خالق کے نیچے ہے ۔ لوگوں نے فصاحت و بلاغت کے سبق حضرت علیؑ سے سیکھے ہیں ۔

خود میں نے نہج البلاغہ سے ستر خطبہ یاد کیا ہے ۔ جو میری زندگی کا سرمایہ اور میری خطابت کی روح ہے

ابن بناتہ کا کہنا ہے کہ میں نے کلام علیؑ سے صرف ایک سو موعظہ یاد کیا ہے اور اسی سے میری شہرت ہے۔ جب محقن ابن ابی محقن نے معاویہ سے کہا۔ کہ میں لوگوں میں عاجز ترشخص کی طرف سے آرہا ہوں۔ تو معاویہ نے کہا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہو قریش میں آج تک علیؑ جیسا فصیح ماں نے نہیں جنا تو کیسے کہتا ہے کہ علیؑ عاجز تر ہے۔

کلام علیؑ کے شرف اور فضل کے لیے یہ کیا کم ہے کہ آج میں کلام علیؑ کی شرح لکھنے بیٹھا ہوں۔

فصاحت حضرت علیؑ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کلام امیر کا عشر عشیر تک صحابہ میں سے کسی بھی صحابی سے منقول نہیں۔ اس سلسلہ میں اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو حافظ کی کتاب البیان والتبیین ملاحظہ فرمایئے۔

اخلاق حضرت علیؑ :

حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ کا حسن اخلاق ضرب المثل تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے دشمنوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

عمرو ابن عاص نے اہل شام سے کہا تھا۔ علیؑ نرم خو اور خوش مزاج ہے عمرو نے یہ لفظ عمرؓ سے لیا تھا عمرؓ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اس نے شوریٰ کمیٹی بنائی تھی۔

اصبغ ابن بناتہ کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ ہمارے درمیان ایسے رہتے تھے جیسے ہم میں سے ایک ہوں مگر بایں ہمہ ہر وقت آپ سے مرعوب رہتے تھے۔

معاویہؓ نے قیس ابن ساعدہ سے ایک مرتبہ حضرت علیؑ پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

اللہ ابوالحسنؑ پر رحم فرمائے۔ بہت کھلی طبیعت کا مالک تھا ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔

قیس سمجھ گیا کہ معاویہؓ طنز کر رہے ہیں قیس نے جواب دیا ہاں اتنا مزاح کرتے تھے جتنا نبیؐ کو نین مزاح فرما لیا کرتے تھے۔

لیکن معاویہؓ بخدا! اس مزاح کے باوجود بھی علیؑ میں اتنا رعب تھا جتنا ببر شیر میں ہوتا ہے۔ اور یہ رعب تقویٰ کا تھا۔ اصحاب علیؑ علیؑ سے مرعوب رہتے تھے۔ لیکن تقویٰ کی وجہ سے۔ وہ اس طرح علیؑ سے مرعوب نہیں ہوتے تھے جس طرح اہل شام تجھ سے مرعوب رہتے ہیں۔ انہیں دہشت گردی کا ڈر ہوتا ہے۔

اور یہ اخلاق علیؑ آج تک وراثتاً محبان علیؑ میں چلا آرہا ہے۔ معاویہؓ میں وراثتاً چلی آرہی ہے۔ جس شخص میں بھی معمولی سی سوجھ بوجھ ہو وہ آج بھی محبان علیؑ اور محبان معاویہ میں یہ فرق واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔

زہد حضرت علیؑ:

زہد حضرت علیؑ کا یہ عالم تھا کہ آپ سید الزہاد۔ قطب الاقطاب اور بدل الابدال تھے۔

حضرت علیؑ نے کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا تھا۔

حضرت علیؑ نے کبھی نرم کپڑا نہیں پہنا تھا۔

عبداللہ ابن ابی رافع کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ کھانے کا وقت ہوا۔ آپ خود اٹھے اور اپنے بستر سے ایک تھیلی اٹھائی جس پہ مہر لگی ہوئی تھی۔ آپ نے مہر کو توڑا۔ اس سے ایک خشک روٹی کے چند ٹکڑے نکالے اور بیٹھ کر کھانے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اس میں اور قیمتی شئی تو نہیں تھی پھر آپ نے اسے مہر کیوں کر رکھا تھا؟

آپ نے فرمایا:

مجھے ڈر رہتا ہے کہ کہیں حسنینؑ اسے گھی یا زیتون سے تر نہ کر دیں۔

آپ کے لباس میں چمڑے اور کبھی کھجور کے پتوں سے پیوند لگے ہوتے تھے۔ نعلین تو ہمیشہ کھجور کے پتوں سے بنے ہوتے تھے۔ گوشت کبھی کھاتے اور وہ بھی نہ کھانے کے برابر۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اپنے شکم کو حیوانوں کی قبریں نہ بناؤ۔ پورے عالم اسلام سے دولت آپ کے پاس آتی تھی۔ جتنا بھی آتا تھا آپ اسی وقت تقسیم فرما دیتے اور فرماتے دنیا سے یہ میرا انتخاب ہے۔ اور دولت کی ریل پیل معاویہ کا انتخاب ہے۔ ہر مجرم کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

عبادت حضرت علیؑ:

نبی اکرمؐ کے بعد روئے ارض پہ علیؑ جیسا عابد نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ علیؑ ہی سے لوگوں نے وظائف پڑھنا اور نماز تہجد سیکھا ہے۔ لیلۃ الہریر جب تیر کبھی سر کے اوپر سے کبھی دائیں کان کو چھو کر اور کبھی بائیں کان کو چھو کر گزر رہے تھے نہ حضرت علیؑ کی توجہ میں فرق آیا اور نہ وظیفہ چھوٹا۔

اگر کوئی منصف قاری صحیفہ علویہ اٹھا کر دیکھے تو اسے معلوم ہو گا کہ یہ دعائیں کس دل سے نکلی ہیں۔ اور کس زبان پر جاری ہوئی ہیں۔

علی ابن حسینؑ جو اپنے وقت کے عابدوں سے تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کی عبادت آپ کے جد امجد کی عبادت کے مقابلہ میں کیسی ہے؟

جناب علیؑ ابن حسینؑ نے جواب دیا۔ میری عبادت کو میرے جد امجد کی عبادت سے وہی نسبت ہے۔ جو

میرے دادا کی عبادت کو سرورِ انبیاؐ کی عبادت سے نسبت تھی۔

تلاوت قرآن حضرت علیؑ:

اس باب میں ہمارا مقصود صرف اسی وصف کا بیان ہے۔ تمام مورخین اور مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ عہد رسالت میں قرآن حفظ کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی بھی حافظ قرآن نہ تھا آنحضورؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے قرآن جمع کیا۔

اہلحدیث اس طرح قائل نہیں ہیں جس طرح شیعہ کہتے ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک حضرت علیؑ کا بیعت ابوبکرؓ سے تخلف کسی مخالفت کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ اس کی وجہ جمع قرآن تھی۔ اگر قرآن حیات رسولؐ میں جمع ہو چکا ہوتا تو حضرت علیؑ کو جمع قرآن کی ضرورت نہ تھی۔ اگر آپ کتب قرأت کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام قراء کا آخری مرجع حضرت علیؑ ہی ہے۔

مثلاً۔ ابو عمرو ابن علا اور عاصم ابن ابی نجود وغیرہ ان تمام نے ابو عبدالرحمٰن سلمی سے قرآن لیا ہے۔ اور ابو عبدالرحمان حضرت علیؑ کا شاگرد تھا۔ دیگر علوم کی طرح قرأت قرآنی کا علم بھی حضرت علیؑ سے شروع ہوتا ہے۔

دانشمندی حضرت علیؑ:

حضرت علیؑ تدبیر اور دانشمندی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

یہ حضرت علیؑ ہی تھے۔ جنہوں نے عمرؓ کو جب وہ رومیوں اور عبرانیوں کے مقابلہ میں بذات خود شریک جنگ ہونا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت علیؑ سے مشورہ کیا تو آپ نے انہیں یہ مشورہ دیا۔ کہ تم خود نہ جاؤ۔ اگر خدانخواستہ وہاں کچھ ہو گیا تو مسلمان کس کی طرف رجوع کریں گے۔ اگر تم مدینہ میں رہے اور کچھ ہو گیا تو مسلمانوں کے پاس ایک جائے پناہ ہوگی۔

حضرت علیؑ ہی تھے جنہوں نے عثمانؓ کو وہ مشورے دیئے کہ اگر عثمانؓ ان پر عمل کرتے تو جو حالات سامنے آئے ہرگز ایسے حالات نہ ہوتے۔ حالانکہ آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ علیؑ میں سیاست نہ تھی کیونکہ وہ صرف شریعت کا پابند تھا۔ یہ درست ہے علیؑ پابند شریعت رہ کر اپنی جو تاریخ بنا گیا۔ دوسرے سیاست کر کے وہ تاریخ نہ بنا سکے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ اگر تقویٰ نہ ہوتا تو میں عالم عرب کا معروف سیاستمدار ہوتا۔

نظم و نسق حضرت علیؑ:

جس طرح رحم اور لطف میں حضرت علیؑ اپنی مثال آپ تھے اسی طرح نظم و نسق کے معاملہ میں بھی۔ بے نظیر تھے

اس سلسلہ میں نہ تو آپ نے کبھی قرابت کا لحاظ کیا اور نہ خوشامد کا۔

عبداللہ ابن عباس کو اپنی طرف سے گورنر بنایا تو اس کا اسی طرح محاسبہ کیا جس طرح دوسروں سے کیا۔

جس طرح مدینہ کے معمولی فقراء سے سلوک کیا وہی سلوک اپنے سگے بھائی عقیل سے کیا۔

مصقلہ ابن ہبیرہ کا رشوت سے بنا ہوا مکان گرا دیا۔

چوروں کے ہاتھ کاٹے۔ زانیوں کو رجم کیا۔ قاتلوں کو تختہ دار پہ لٹکایا۔

مخالفین کی سرکوبی کی خاطر جمل صفین اور نہروان کی جنگیں کیں۔

دنیا کا کوئی مدبر اتنے تھوڑے وقت میں اتنے کام نہ کر سکا جتنے حضرت علیؑ نے کیے ہیں۔

میں اس شخص کے بارے میں کیا لکھ سکتا ہوں۔ جسے کافر تک دوست سمجھتے تھے حالانکہ وہ ان کے مذہب کو قبول نہ کرتے تھے۔ فلاسفر آج تک ان کے گن گاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے تمام نظریات کے قائل نہیں ہیں

رومی اور زنجی حکمرانوں نے نو علیؑ کی فرضی تصویریں بھی اپنے گھروں میں لگا رکھی تھیں جن میں حضرت علیؑ کو تلوار بکف دشمن سے نبرد آزما دکھایا گیا ہے۔

ترک اور دیلم کے بادشاہوں نے فتح و نصرت کی علامت کے بطور اپنی تلواروں کے دستوں پر حضرت علیؑ کی تصویر بنا رکھی تھی۔

عضدالدولہ کی تلوار پر حضرت علیؑ کی تصویر کندہ تھی۔

عضدالدولہ کے باپ بویہ کی تلوار پہ حضرت علیؑ کی تصویر منقش تھی۔

الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کی تلواروں پر حضرت علیؑ کی تصویر کندہ تھی۔

میں اس شخص کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں۔ کہ ہر حسین اپنے کو حسین تر بنانے کی خاطر اسی سے منسوب کرتا ہے

میں اس شخص کے متعلق کیا عرض کروں۔ جس کے متعلق جبریل نے جنگ احد میں یہ قصیدہ خوانی کی ہو۔

میں اس شخص کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کا باپ سید البطحا شیخ قریش اور رئیس مکہ ابوطالب ہو۔

عفیف کندی کے واقعہ میں ہے کہ۔ جب اس نے نبی اکرمؐ اس کے ساتھ ایک لڑکے اور ایک عورت کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس نے جناب عباس سے پوچھا۔

یہ کیا ہے؟

جناب عباس نے فرمایا:

آگے میرا بھتیجا عبداللہ کا یتیم ہے۔ اس کے ساتھ لڑکا ابوطالب کا بیٹا ہے۔ اور عورت اس کی اپنی بیوی خدیجہ ہے۔ محمدؐ کا خیال ہے کہ وہ روئے زمین کا نبی ہے۔ اور اس سلسلہ میں ابھی تک سوائے اس ایک لڑکے اور ایک عورت کے اس کا دین کسی نے قبول نہیں کیا؟

عفیف نے پوچھا۔ تم بنی ہاشم کا خیال ہے ؟

جناب عباس نے کہا۔ ہم اپنے رئیس قوم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اگر اس نے اسے نبی تسلیم کرلیا۔ تو پھر ہم بھی کرلیں گے۔

ویسے آج تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابو طالبؑ نہ صرف اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی حمایت کر رہا ہے اسی نے بچپنے سے اسے بڑا کیا ہے۔ جب سے اس نے دعوائے نبوت کیا ہے اور اس کی مخالفت بڑھی ہے ابو طالب ہی ہے جو ہر لحاظ سے اس کی حمایت کرتا چلا آرہا ہے۔

میں نے روایات میں دیکھا ہے کہ جب ابو طالب کی وفات ہوئی تو ذات احدیت نے آنحضورؐ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اب مکہ میں تیرا کوئی معاون و حامی نہیں رہا۔ یہاں سے ہجرت کر جا۔

میں اس شخص کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ جن کا بھائی طیار اور ذوالجناحین کے لقب سے ملقب ہو۔ اس شخص کی کیا تعریف کی جاسکتی ہے۔ جس کی زوجہ مصطفیٰ کی پیاری بیٹی اور سیدۃ النساء العالمین ہو۔ جس کے بیٹے فرزندان رسول اور جوانان جنت کے سردار ہوں۔

جس کے آباء نبی اور رمائیں امہات نبی ہوں۔ جو آنحضورؐ سے صرف ایک صلب میں جدا ہوا ہو۔ آدمؑ سے لے کر عبدالمطلبؑ تک جو رسولؐ کے ساتھ رہا ہو۔ پھر اپنی دنیاوی عمر کے لمحہ اول سے لے کر آنحضورؐ کی زندگی کے آخری لمحہ تک آنحضورؐ کے ساتھ رہا ہوں۔

(یہ ہے ابن ابی الحدید معتزلی کا بیان جو اس نے نہج البلاغہ کی شرح میں بطور مقدمہ لکھا ہے)

(فرقوں کے تجزیہ سے لے کر اتنے تک یہ گیارہ صفحات ابن ابی الحدید ہی کے نقل کیے گئے ہیں)

★

معجزاتِ حضرت علیؑ

ا۔ یونانی حکیم:

تفسیر امام عسکریؑ میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک یونانی حکیم آیا جو اپنے خیال میں معالج بھی تھا اور فلاسفر بھی۔ حضرت امیرؑ کے پاس آکر اس نے کہا۔

یا علیؑ! میں آیا تو آپ کے ساتھی کا علاج کرنے تھا کیونکہ میں نے یونان میں سنا تھا کہ وہ دماغی مریض ہیں اب وہ تو ہے نہیں اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کا علاج کر دوں۔ میں دیکھ رہا ہوں آپ جیسے نوجوان کا چہرہ بھی بے حد زرد ہے جو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور آپ کی دونوں پنڈلیاں پتلی اور کمزور ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ اتنی کمزور ہیں کہ آپ کے جسم کا بوجھ بھی بمشکل اٹھاتی ہوں گی۔

وجہ واضح ہے کہ آپ ان پنڈلیوں سے اتنا کام لیتے ہیں جو نہیں لینا چاہیے۔ میں نے سنا ہے آپ تمام رات اپنی پشت پر کچھ لاد کر گھروں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ پھر اپنے موہوم رب کی عبادت کرتے ہیں اور دن میں یہودیوں کے باغوں میں مزدوری کرتے ہیں۔ آپ اپنے جسم پر ترس فرمائیں۔

چہرہ کی زردی کی دوا تو یہ ہے۔ اس نے ایک شیشی نکالی اور آپ کو دکھائی۔ یہ دوا آپ کو کوئی تکلیف نہیں دے گی۔ چالیس دن کے اندر اندر آپ کے جسم کو پر گوشت کر کے چہرہ کی رنگت کو سرخ بنا دے گی۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا:

یہ تو تو نے اپنی دوا کا فائدہ بتایا ہے۔ کیا تیری اس دوا میں کوئی نقصان بھی ہے؟

حکیم نے کہا۔ نقصان بھی ہے۔

آپ نے فرمایا: وہ بھی تو بتا دے۔

حکیم نے ایک اور شیشی نکال کر آپ کو دکھائی اور کہا۔ اگر اس دوا کے ساتھ اس شیشی سے ایک رتی بھی کھائی جائے

تو ایک انسان کی موت کے لیے کافی ہے۔ اگر انسان کے چہرہ پر زردی نہ ہو تو بھی اس دوا کے کھاتے ہی چہرہ زرد ہو جائے گا اور اسی دن وہ ملک عدم کی راہ لے گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہی جو نقصان دہ دوا ہے ذرا مجھے دکھا۔

حکیم نے وہ شیشی آپ کو تھما دی۔

آپ نے پوچھا۔ بھلا اس کا وزن کتنا ہے؟

حکیم نے کہا۔ اس دوا کا ایک مثقال تو بہت بڑی زہر بن جاتا ہے۔ اس کی ایک رتی ایک انسان کے لیے کافی ہوتی ہے۔ آپ نے اس شیشی کو کھولا اور تمام شیشی منہ میں ڈال لی۔

حکیم لرزنے اور کانپنے لگا۔ دل میں کہنے لگا۔ اب میں ابن ابی طالبؑ کے قتل میں دھر لیا جاؤں گا، نہ بھاگ سکتا ہوں اور نہ بیٹھ سکتا ہوں۔ میں لاکھ عذر کروں گا کوئی میری بات ہی نہ سنے گا۔ حالانکہ حضرت اپنے قاتل خود ہی ہیں میرا اس میں ذرہ بھر بھی قصور نہیں۔

حضرت علیؑ اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ تجھے کوئی بھی میرے قتل کے الزام میں گرفتار نہیں کرے گا۔ اطمینان سے بیٹھا رہ اور اپنی دوا کے اثرات دیکھ۔ کم از کم یہ تو تجھے یقین ہو گیا ہے کہ تیری اس دوا نے مجھے کوئی نقصان نہیں دیا۔ اب ذرا ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر۔

حکیم نے آنکھیں بند کیں۔

آپ نے فرمایا:

اب کھول دے۔

حکیم نے آنکھیں کھولیں۔ تو حیرت سے کانپ گیا اور کہنے لگا یا علیؑ آپ واقعاً وہی ہیں جو ایک لمحہ پہلے میرے سامنے بیٹھے تھے۔

حضرت نے فرمایا:

تجھے اس میں شک ہے؟

حکیم نے کہا جب میں اپنی دوا اور آپ کی باتوں کو دیکھتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ وہی ہیں لیکن جب آپ کی شکل و شباہت اور رنگ و روپ کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ آپ وہ نہیں ہیں۔ آخر وہ زرد چہرہ کہاں گیا اور سرخ رنگ کہاں سے آیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا یہ تیری دوا کا کمال نہیں ہو سکتا؟

حکیم نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ میری دوا کا کام آپ کو ختم کرنا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے جو دوسرا مرض تشخیص کیا ہے وہ ہے میری ٹانگوں کی کمزوری۔ اب ذرا ان کی طاقت دیکھ۔ اور پھر اپنی تشخیص پر نظر ثانی کرنا۔ آپ ستون کے قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے ایک ہاتھ سے ستون کو پکڑا اور اسے اوپر اٹھا لیا۔ چونکہ چھت ستون پر ہی تھی اس لیے ستون کے ساتھ چھت بھی اوپر کو اٹھ گئی۔ پھر آپ بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اب سارے اہل مدینہ سے کہدے کہ وہ اس چھت پر چڑھ جائیں اور تو میرے پاس کھڑا ہو کر میری کمزور ٹانگوں کا معائنہ کرتا رہ۔

یہ دیکھتے ہی حکیم بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اس پر پانی چھڑکو۔ جب اسے ہوش آیا تو دیکھا ابھی تک ستون حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہے اور ایسے معلوم ہو رہا ہے۔ جیسے آپ کے ہاتھ میں کوئی تنکا ہو۔ جسم کے کسی بھی حصہ پر وزن اٹھانے کا کوئی اثر نہ تھا۔

آپ نے ستون کو اپنی جگہ رکھا اور فرمایا۔ اے حکیم صاحب دیکھ لیا اب ان کمزور ٹانگوں کی معمولی سی طاقت کو؟

حکیم نے پوچھا۔ یا علیؑ! محمدؐ بھی آپ جیسے تھے؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا:

ارے حکیم صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ محمدؐ مجھ جیسا نہیں تھا بلکہ میں محمدؐ جیسا ہوں۔ میرا علم علم محمدؐ کا ایک قطرہ ہے۔ میری عقل عقل محمدؐ کا جزء ہے اور میری طاقت قوت محمدیہ کا عشر ہے۔ ایک مرتبہ ایک عرب کا حاذق اور ماہر طبیب ثقفی آنحضورؐ کے پاس آیا تھا۔ اور عرض کیا تھا۔

اگر آپ کو کوئی نفسیاتی مرض ہے تو میں اس کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ کیا تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے پاس وہ کون سی طاقت ہے جس کی بنا پر مجھے تیرے علاج کی ضرورت نہیں البتہ تو مجھ سے دماغی علاج کرانے کا ضرور تمند ہے؟

ثقفی نے کہا تھا۔ میں ضرور ایسی چیز دیکھنا چاہوں گا۔

آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ پھر تو خود ہی بتا کہ تو کیسے مطمئن ہو گا؟

ثقفی نے عرض کیا تھا۔ قبلہ یہ ہمارے سامنے کھجور کا ایک درخت ہے آپ اسے حکم دیں کہ وہ اپنی جڑوں سمیت چل کر آپ کے پاس آجائے۔

آپ نے اشارہ کیا۔ کھجور کا درخت اپنی جڑوں سمیت چل کر آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

آپ نے پوچھا۔ بس یا کچھ اور؟

ثقفی نے کہا۔ نہیں قبلہ اسے حکم دیں کہ یہ واپس جا کر اپنی جگہ پر پہلے کی طرح کھڑا ہو جائے۔

آپ نے پھر اشارہ کیا۔ درخت واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

یونانی طبیب نے کہا۔ یا علیؑ! یہ تو آپ ایک واقعہ سنا رہے ہیں جو گزر چکا ہے میں نے اسے نہیں دیکھا میں تو جب جانوں جب اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور میں اس سے کم بھی کم پر آپ سے راضی ہو جاؤں گا۔ میں آپ سے ذرا دور چلا جاتا ہوں میں فیصلہ کر لوں گا کہ میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ آپ اگر مجھے اسی طرح جبراً اپنے پاس بلا لیتے ہیں تو میں مان جاؤں گا۔

آپ نے فرمایا:

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو جو کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔ صرف اور صرف اپنے لیے دیکھنا چاہتا ہے۔ پھر یہ ایسی بات ہے کہ دوسرے سننے والے ہرگز تیری بات تسلیم نہ کریں گے۔ تو کسی ایسی بات کا مطالبہ کر جو دوسرے بھی دیکھیں اور اگر تیری بات نہ مانی جائے تو کم از کم تیرے پاس دو چار گواہ تو ہوں۔

یونانی نے عرض کیا۔ آپ نے صحیح فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو جس بات کا بھی مطالبہ کرے گا میں اپنی طرف سے ایک بات بھی نہ کروں گا جو کچھ تو چاہتا ہے۔ تو خود کرے گا یا جس پر تیرا اعتماد ہو گا وہی کرے گا۔ میں تیرے سامنے خاموش بیٹھا رہوں گا۔

یونانی نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے بالکل انصاف کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اب پوری کائنات تیرے سامنے ہے۔ میں تجھے اللہ کی قدرت قاہرہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اللہ کتنا عظیم ہے اور اس نے اپنی عظمت کے مینار مقرر کیے ہیں وہ مظہر قدرت و عظمت خالق ہے۔ کائنات عالم میں سے جو تو چاہتا ہے اس کا مطالبہ کر۔

یونانی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کھجور کا درخت ہمارے سامنے ہے۔ آپ اس کھجور کے تمام اجزاء کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں۔ تنا علیحدہ ہو جائے۔ شاخیں علیحدہ ہو جائیں۔ پتے علیحدہ ہو جائیں۔ پھر آپ انہیں آپس میں اسی طرح جوڑیں جس طرح اب موجود ہے۔

آپ نے فرمایا:

میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میری طرف سے تو ہی وکیل ہے۔ تو جو چاہتا ہے جا اس کھجور کے پاس جا اور اس سے کہہ دے وصی رسول اللہ یامر اجزاءك ان تتفرق وصی رسول تجھے حکم دے رہا ہے کہ تو بکھر کر نابود ہو جا۔

یونانی کھجور کے پاس گیا اور اس نے یہی الفاظ دہرائے۔ یونانی کے دیکھتے دیکھتے کھجور کے اجزا بکھرنا

شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ جگہ جہاں کھجور تھی اسی طرح خالی ہو گئی۔ جیسے یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ یونانی کانپ گیا اور کہا۔

اے وصی محمدؐ! آپ نے میرا پہلا مطالبہ پورا کر دیا۔ اب دوسرا بھی پورا کر دیں۔ اسی جگہ وہی کھجور ہونا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا:

میں نے تجھے کہہ دیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہوں گا تو جو چاہتا ہے خود ہی کہیگا۔ لے اب کہہ۔

یا اجزاء النخلہ وصی محمد یا مرك ان تجتمعی کما کنت وان تعودی۔ اے کھجور کے پراگندہ اجزاء! وصی محمدؐ تمہیں حکم دیتا ہے کہ پہلے کی طرح جمع ہو کر پہلے کی طرح درخت بن جاؤ۔

یونانی نے پھر یہ الفاظ دہرائے اب یونانی دیکھ رہا ہے اور اس کے سامنے بکھرے اجزاء جمع ہو رہے ہیں چند لمحے ہی گزرے تھے کہ کھجور کا درخت یونانی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

یونانی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! میرے ابتدائی دونوں مطالبات تو پورے ہو گئے ہیں۔ اب ایک مطالبہ اور بھی ہے وہ بھی پورا کر دیجئے۔

یونانی نے کہا۔ آج کل کھجور کا موسم نہیں ہے۔ آپ ہمیں اسی کھجور سے کھجوریں کھلادیں۔

آپ نے فرمایا:

میری طرف سے تو ہی وکیل ہے جو چاہتا ہے اسے میری طرف سے حکم دے۔

یونانی نے کہا۔ وصی محمد یا مرك ان تثمری۔ وصی محمدؐ حکم دیتا ہے کہ پھل دے۔

یونانی کے دیکھتے دیکھتے خوشے نکلے۔ پھل لگا۔ پھل پکنے لگا۔ پھل پک گیا۔

یونانی نے عرض کیا۔ یا علیؑ! درخت اونچا ہے۔ میرا قد چھوٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ میں نیچے کھڑے کھجور کھاؤں۔

آپ نے فرمایا:

تو پھر کہہ دے کھجور سے۔

یونانی نے کہا۔ وصی محمد یا مرك ان تنزلی۔ وصی محمدؐ کا حکم ہے کہ نیچے کو ہو جا۔

یونانی نے دیکھا کہ خوشے نیچے لٹکنا شروع ہو گئے۔ اور یونانی کے بالکل سامنے آ گئے۔ یونانی نے کھانے کا ارادہ کیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کھانے سے پہلے ایک بات سن لے۔ اگر تو نے اس کا پھل کھا لیا۔ اور پھر توحید خدا رسالت محمدؐ اور میری ولایت کا کلمہ نہ پڑھا تو تجھے اللہ کی طرف سے سزا فوراً ملے گی۔ یہ سوچ لے اب کھاتا ہے تو کھا لے

یونانی نے عرض کیا۔ یا علیؑ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی اگر میں نہ مانوں تو پھر مجھ سے بڑھ کر کوئی احمق معاند اور

شخص بھی ہو سکتا ہے۔ میں تو پہلے ہی ایمان لا چکا ہوں جب میں نے اپنی دوا کا اثر دیکھا۔ یہ سب تو صرف اطمینان قلب اور اہل مدینہ کو دکھانے کی خاطر کر رہا تھا۔

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و انك من خاصة اولياء الله وصادق فی جميع اقاويله فامرنی بما شاء اطعك۔

میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے۔ محمدؐ اس کا رسول ہے۔ آپ خاصان خدا سے ہیں جو کچھ کہتے ہیں سچ ہے آپ جو حکم دیں میں اطاعت کروں گا۔

۲۔ منافقین اور حضرت علیؑ:

تفسیر امام عسکریؑ میں مروی ہے کہ عبداللہ ابن ابی جب رسول اکرمؐ کو زہر خورانی میں ناکام ہوا تو اس نے جدابن قیس سے کہا۔

علیؑ محمدؐ کی طرح ماہر جادوگر نہیں ہے۔ ہمیں جتنا نقصان پہنچ رہا ہے وہ علیؑ کی وجہ سے پہنچ رہا ہے۔ اگر علیؑ محمدؐ سے جدا کر دیا جائے تو محمدؐ کا مذور ٹوٹ جائے گا۔ چونکہ محمدؐ کو زہر کھلا کر میں بدنام ہو چکا ہوں اس لیے اب تو علیؑ کو کھانے پر بلالے اور اسے ختم کر دے۔

ابوالشرور اور ابوالدواہی ان دونوں کو جد ابن قیس نے یہ کام سونپا کہ میں حضرت علیؑ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے باغ میں مدعو کرتا ہوں۔ تم کچھ آدمی لے کر باغ کی دیوار جو بیس ہاتھ لمبی پندرہ ہاتھ اونچی اور دو ہاتھ موٹی ہے۔ اس کی بنیاد کو کھوکھلا کرا دو۔ میں دسترخوان اسی دیوار کے سایہ میں لگواؤں گا۔ جب یہ لوگ کھانے پر بیٹھیں تو باہر کچھ آدمیوں کو کھڑا کر دینا جو دیوار کو سہارا لینے کے انداز میں آہستہ آہستہ دھکا دیں۔ دیوار گر جائے گی اور یہ سب لوگ دیوار کے نیچے دب جائیں گے۔

اس منصوبہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد حضرت علیؑ کو دعوت دی گئی۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت کھانے پر تشریف لے آئے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے دیوار کی بوسیدگی اور بنیاد کا کھوکھلا پن دیکھا تو عرض کرنے لگے یا علیؑ! کہیں کوئی فریب نہ ہو؟

آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ کیا فریب ہوگا۔ ان لوگوں نے اپنے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ چلو بیٹھو اور کھانا کھاؤ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے دیوار کو سہارا دے کر گرنے سے روکا اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

ساتھیوں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ دیوار کو روکیں گے یا کھانا کھائیں گے؟

آپ نے فرمایا:

یقین کرو۔ جتنا وزن مجھے دائیں ہاتھ سے لقمہ اٹھانے کا محسوس ہوتا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی بائیں ہاتھ سے دیوار کو سہارا دینے میں محسوس نہیں ہو رہا۔

جدابن قیس کھانا بھی پیش کر رہا تھا اور معذرت بھی کر رہا تھا کہ قبلہ دیوار پرانی ہو گئی ہے۔ اسے درست کروانا تھا۔ وقت نہیں مل رہا۔ ہمیں ہر وقت فکر رہتی ہے کہ کہیں گر ہی نہ جائے۔

جب آپ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے بنیاد کا کھوکھلا پن دور کر کے دیوار کو اسی بائیں ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور واپس آ گئے۔

آپ کے جانے کے بعد ابوالشہ ورتے جدابن قیس سے کہا۔ ہمارا خیال غلط ہی نکلا ہے علیؑ تو محمدؐ سے بھی زیادہ ماہر جادوگر نظر آتا ہے۔ آپ جب نبی اکرمؐ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا:

یا علیؑ آج تو موسیٰؑ اور خضرؑ کی طرح گرتی ہوئی دیواروں کو سیدھا کرتے رہے ہو۔

۳۔ منافقین اور ولایت حضرت علیؑ:

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مروی ہے کہ جب نبی کونینؐ نے خم غدیر پر ولایت علیؑ کا اعلان کیا اور واپس مدینہ میں آ گئے۔ تو منافقین نے کہا۔ کہ محمدؐ نے اب اپنی حکومت مضبوط کر لی ہے۔ زندگی تک خود حکومت کر رہا ہے اور اپنے بعد علیؑ کو سب کچھ سونپ رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ محمدؐ نے علیؑ کو تمام امت مسلمہ کے خون۔ ان کے مال اور ان کی ناموس کا مالک بنا دیا ہے۔ چلو محمدؐ خود تو نبی ہے اس نے کچھ ایسے خلاف عادات واقعات بھی دکھائے ہیں۔ لیکن علیؑ کون سا نبی ہے۔

معتدل قسم کے صحابہ نے کافی کوشش کی کہ منافقین اپنی ان باتوں سے باز آ جائیں۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ بالآخر معاملہ سرور کونینؐ تک پہنچا۔ آپ نے بھی انہیں بتایا کہ علیؑ میں کوئی ایسا نقص بتا دو۔ جو نہیں معلوم ہو۔ لیکن وہ بضد رہے کہ ہم علیؑ کو گوارا نہیں کر سکتے۔ عالم عرب میں وہ کون سا گھر ہے جس میں سے مقتول علیؑ کا جنازہ نہ اٹھا ہو۔

مومن صحابہ نے کہا کہ کیا علیؑ سے کوئی معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟

منافقین نے کہا۔ بلا معجزہ دیکھے ہم کیسے علیؑ کو مان سکتے ہیں۔

مومن صحابہ نے کہا۔ کیا وہ اعجاز علیؑ کافی نہیں۔ جب شب تاریک میں علیؑ جا رہے تھے۔ اور اس کی پیشانی سے نور چمک رہا تھا۔ جس کی وجہ سے علیؑ کو چراغ کی ضرورت نہ رہی تھی ہم اور تم سب حیران ہو کر دیکھ رہے تھے؟ کیا وہ اعجاز علیؑ کافی نہیں جب ایک مرتبہ علیؑ جا رہا تھا۔ اور سامنے سے دیواریں از خود ہٹ جاتی تھیں اور علیؑ کے گزر جانے کے بعد واپس اپنی جگہ آ جاتی تھیں؟

ج - غدیر خم کا وہ منظر تمہیں یاد نہیں جب آنحضورؐ نے علیؑ کو بلند کیا اور فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور ملائکہ میدان غدیر میں موجود تمام افراد سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔

ھذا ولی اللہ فاتبعوہ والاحل یحم عذاب اللہ ۔ یہ ولی خدا ہے اس کی اطاعت کرو ورنہ عذاب الٰہی میں معذب ہو گے۔

د - کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب علیؑ جا رہا تھا۔ اسے جلدی تھی اور راستہ میں پہاڑ تھے پہاڑ خود ایک طرف ہٹ کر علیؑ کو راستہ دے رہے تھے اور علیؑ کے گزر جانے کے بعد پھر اپنی جگہ آجاتے تھے۔

یہ سب کچھ سرور انبیاءؐ کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ آپ نے منافقین سے فرمایا۔ اگر یہ باتیں کافی نہیں ہیں تو میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔ میرے اللہ ان کو مزید آیات دکھا، تیرے لیے کچھ بھی بعید اور مشکل نہیں ہے۔

جب منافقین اپنے گھروں میں آئے تو ان کے گھر کے دروازے ان کے سامنے بند ہو گئے اور دروازہ سے آواز آنے لگی۔ جب تک تم ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے تمہارے لیے یہاں سے گزرنا حرام ہے۔

ان لوگوں نے اقرار کیا۔ تو دروازوں نے راستہ دیا۔

جب یہ لوگ اپنے مکان کے اندر آکر لباس اتارنے لگے تو لباس نے کہا۔ میں اس وقت تک نہیں اتروں گا۔ جب تک تم ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا تب لباس اترے۔

جب شب خوابی کا لباس پہننے لگے تو اس لباس نے انکار کر دیا اور کہا جب تک ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے مجھے نہ پہن سکو گے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا تو لباس پہنا۔

جب کھانے پر بیٹھے تو کھانے نے کہا۔ جب تک ولایت علیؑ کا اقرار نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمہارے حلق سے آگے نہ جاؤں گا۔ ان لوگوں نے اقرار ولایت کیا تو کھانا حلق سے اترا

دوسرے دن یہ سب لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یا علیؑ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دیجئے ہم آپ کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

یہ میں نے تو نہیں کیا۔ یہ نبی اکرمؐ نے اللہ سے دعا کی ہے۔ آپ لوگ انہی سے شکایت کریں۔

یہ لوگ سرور انبیاءؐ کے پاس آئے۔ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا۔ اگر چاہو تو جب تک تمہاری زندگی ہے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے۔

انہوں نے کہا۔ حضور! ہم قدم قدم پر شرمندہ ہوتے رہیں گے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیں ہم سے یہ مصیبت دور ہو جائے ہم نے ولایت علیؑ کا اقرار کر لیا ہے۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا:
یاد رکھنا۔ اپنا یہ اقرار کہیں بھول نہ جانا۔

۴۔ جناب عباس اور حضرت علیؑ:

بحار میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ سرور انبیاءؐ کی وفات کے بعد جناب عباس حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا۔

یا علیؑ! مجھے میراث محمدؐ سے اپنا حصّہ دے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

چچا جان! آپ کو معلوم ہے کہ جو زمین تھی اس پر ارباب اقتدار نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک آپ کی یہ سواری ہے۔ ایک ذرہ ہے۔ ایک عمامہ ہے اور ایک تلوار ہے۔ میں آپ کو اس بات سے کہیں الگ سمجھتا ہوں۔ کہ آپ ایسی چیز کا مطالبہ کریں۔ جو آپ کا حق نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ہوتے ہوئے کوئی بھی متوفی کا وارث نہیں ہوتا۔

عباس نے کہا۔ میں محمدؐ کا چچا ہوں اور میں لے کے رہوں گا۔

حضرت علیؑ اُٹھے آپ کے ساتھ آپ کے سوالی بھی تھے۔ آپ مسجد نبوی میں آئے اور آپ نے حکم دیا۔ کہ ذرہ۔ عمامہ۔ تلوار اور سواری رسول لائی جائے۔ جب سب کچھ آ گیا۔ تو

آپ نے فرمایا:

چچا جان! میں آپ کو بتا دوں۔ یہ چیزیں جو اس وقت آپ کے سامنے موجود ہیں۔ تبرکات انبیاءؑ سے ہیں اور یہ نبی یا وصی نبی کے پاس رہتی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو اپنے جسم پر لگا کر اور سواری پر سوار ہو کر چلے گئے تو یہ آپ کا مال ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو پھر آپ کو اور کسی دوسرے کو آج کے بعد کبھی ان چیزوں کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

عباس نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔

حضرت علیؑ نے ذرہ رسولؐ عباس کو پہنائی۔ عمامہ رسولؐ عباس کے سر پر رکھا۔ اور تلوار عباس کی کمر میں لٹکا کر فرمایا بسم اللہ اٹھیے اور در مسجد پہ آپ کی سواری موجود ہے اس پہ سوار ہو کر تشریف لے جایئے۔

عباس نے ہر چند کوشش کی لیکن اٹھ تک نہ سکے۔ تمام اہل مسجد یہ دیکھ کر انگشت بدندان ہو گئے۔

پھر آپ نے تلوار اتار لی اور کہا۔ چلیئے اب اٹھ جایئے۔

عباس نہ اٹھ سکے۔

آپ نے سر سے عمامہ اتار کر ایک طرف رکھا اور فرمایا۔ اب ذرہ بے کو اٹھیے۔

عباسؓ نہ اٹھ سکے۔

آپ نے پھر ذرہ بھی اتار لی اور فرمایا۔ اب اٹھیے۔ اب عباس اٹھ گئے۔ اور بیرون مسجد جانے لگے۔ عباس کا خیال تھا کہ اب سواری کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے۔

لیکن بنی عدی میں سے ایک شخص آپ کے ساتھ تھا اس نے کہا۔ ممکن ہے ذرہ تلوار اور عمامہ میں کچھ ہو سواری تو دروازہ پر تھی۔ اس سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ سواری رسولؐ تو لے جائیں۔

عباس اس کے کہنے میں آ گئے۔ جب آپ سواری کے قریب پہنچے تو اس نے دولتیاں جھاڑ کر ایک وحشتناک آواز نکالی کہ عباس غش کر کے گر گئے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو کہنے لگے۔ علیؑ بس میں کچھ نہیں لیتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا!

نہیں چچا اب چند منٹ آپ یہیں رکیں آپ کی غلط فہمی میں دور کر دوں۔ آپ نے ذرہ رسولؐ پہنی عمامہ سر پر رکھا۔ تلوار کمر سے لٹکائی اور سواری پر سوار ہوئے۔ پھر آپ نے وہ تمام اشیاء حسنؑ کو دے کر سواری پر سوار کیا۔ پھر امام حسینؑ کو دے کر سوار کیا اور فرمایا۔ چچا میں نے عرض کیا تھا کہ یہ مخصوص تبرکات انبیاء ہیں۔ جنہیں صرف نبی یا اوصیائے نبیؐ ہی پہن سکتے ہیں اور آپ نہ نبی ہیں نہ وصی نبی۔

۵۔ معاویہؓ اور حضرت علیؑ:

بحار میں مناقب اور مسند حنبل سے مروی ہے کہ۔ معاویہؓ نے جنگ صفین میں جب دریائے فرات پر قبضہ کیا۔ اور حکم دیا کہ لشکر علیؑ کو پانی نہ لینے دیا جائے۔ تو۔

حضرت علیؑ نے مالک اشتر سے فرمایا۔ جا معاویہ کے سالار لشکر سے کہدے۔ ہمیں پانی بھر لینے دو۔ وہ ہٹ گئے حضرت علیؑ کے سپاہیوں نے پانی بھر لیا۔

جب معاویہؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے سالار لشکر کو بلایا اور پوچھا جب میں نے تجھے منع کیا تھا۔ کہ لشکر علیؑ کو پانی نہ لینے دینا پھر تو نے کس کے حکم سے انہیں پانی لینے کی اجازت دی ہے؟

سالار نے کہا: میرے پاس تو عمرو عاص گیا تھا اور اس نے کہا کہ لشکر علیؑ کو پانی لینے دے اگر عمرو نہ جاتا تو میں بھلا کیسے دریا چھوڑتا۔

معاویہؓ نے عمرو عاص کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کیا ٹھیک ہے مجھے تو مشورہ دیتا ہے کہ پانی بند کر دو۔ اور خود جا کر سفارش کرتا ہے؟

عمرو عاص نے کہا مجھے کیا معلوم ہے نہ میں گیا ہوں۔ نہ اپنے خیمہ سے باہر نکلا ہوں۔ نہ میں کسی سے ملا ہوں

نہ میں نے کسی سے کچھ کہا ہے۔

اب معاویہؓ نے حجل ابن عتاب کو پانچ ہزار کا شکر دے کر دریائے فرات پر مامور کیا۔ دوسرے دن صبح حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو فرمایا۔ جا اور حجل ابن عتاب سے کہہ ہمیں پانی لینے دے۔

مالک اشتر نے جا کر کہا۔ حجل دریا سے ہٹ گیا۔ لشکر حضرت علیؑ نے پانی بھر لیا۔

اب جو معاویہؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے حجل کو بلا کر پوچھا۔ آج کیا ہوا؟ تجھے کس نے اجازت دی تھی کہ لشکر علیؑ کو پانی بھرنے دے۔

حجل نے کہا۔ حضور! اور کون کہتا۔ آپ کا بیٹا یزید خود گیا اور اس نے کہا۔ کہ لشکر علیؑ کو پانی بھر لینے دو۔

معاویہ نے یزید کو بلایا اس سے پوچھا۔ یزید نے کہا۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ میں حضرت علیؑ کی سفارش کرتا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ نے حجل سے کہا۔ اب جب تک کوئی میری یہ مہر لے کر نہ آئے اس وقت تک دریا سے نہ ہٹنا خواہ میں خود ہی آجاؤں۔

حجل بہت اچھا کہہ کر چلا گیا۔

تیسرے دن حضرت علیؑ نے مالک اشتر سے فرمایا۔ جا حجل سے کہہ ہمیں پانی لینے دے۔ حجل ایک طرف ہٹ گیا حضرت علیؑ کے لشکر نے پانی بھر لیا۔

حضرت معاویہؓ نے حجل کو بلا کر پوچھا اب کیا ہوا تھا۔؟ حجل نے کہا۔ ہونا کیا تھا۔ آپ خود ہی تو کہہ گئے تھے اور کہا تھا کہ انہیں پانی بھر لینے دو۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میری مہر کہاں ہے؟

حجل نے وہ مہر دکھائی۔

حضرت معاویہؓ نے کہا میں اب سمجھا یہ علیؑ کا وہی جادو ہے جو پہلے ہوا کرتا تھا۔

۶۔ قرض نبیؐ اور حضرت علیؑ:

بحار ہی میں مروی ہے ابو صمصام عبسی سردار انبیاءؐ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ چند سوالات ہیں اگر ان کا جواب درست مل گیا تو کلمہ پڑھ لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ بتا۔

ابو صمصام نے کہا۔ (۱) بارش کب آئے گی (۲) میری ناقہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ۔

۳۔ کل کیا ہوگا۔ (۴) میں کب اور کہاں مروں گا؟

آپ نے مسکرا کر جواب میں فرمایا۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔الخ

ابوصمصام نے عرض کیا۔ ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں۔

آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ ابوصمصام نے بیعت کی۔ اور عرض کیا۔ اگر میں اپنے تمام قبیلے کو دائرہ اسلام میں لے آؤں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟

آپ نے فرمایا۔

اے علیؑ تحریر کر دے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں محمدؐ ابن عبداللہ بقائمی ہوش و حواس اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اسی ناقائیں جن کا رنگ سرخ۔ آنکھیں سفید اور ڈھیلے سیاہ ہوں گے۔ ان پر یمن اور حجاز کے عمدہ مصنوعات لدی ہوں گی ابوصمصام کو دوں گا۔

ابوصمصام نے تحریر جیب میں رکھی اور واپس چلا گیا۔ اپنی تمام قوم کو تبلیغ اسلام کی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ واپس مدینہ آیا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ سرور انبیاءؐ شہید ہو چکے ہیں۔

ابوصمصام نے پوچھا آپ کا خلیفہ کون ہے؟

لوگوں نے ابوبکرؓ کی نشاندہی کی۔

ابوصمصام ابوبکرؓ کے پاس آیا اور سارے بتایا کہ محمدؐ میرا مقروض تھا میں قرضہ وصول کرنے آیا ہوں۔ وہ دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ ان کے خلیفہ ہیں۔ میرا قرضہ ادا کر دیجئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کتنا قرض ہے؟

ابوصمصام نے تفصیل بتائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ تو خلاف عقل بات کر رہا ہے۔ محمدؐ کا ترکہ ہی کیا تھا۔ ایک فدک تھا۔ جو ہم نے بیت المال کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور ایک سواری کا خچر تھا۔ ایک زرہ تھی۔ ایک تلوار تھی اور ایک عمامہ تھا۔ یہ سب کچھ علیؑ کے پاس ہے

ابوصمصام مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔

جناب سلمان فارسیؓ نے اپنی زبان میں کہا۔ کہ کردی و نکردی و حق امیر ربا بردی۔ پھر ابوصمصام سے کہا آپ مایوس نہ ہوں۔ میرے ساتھ آئیں آپ کا قرض ادا ہو جائے گا۔

ابوصمصام جناب سلمان کے ساتھ چلا آیا۔ جناب سلمان نے در حضرت علیؑ پر پہنچ کر دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا سلمان ابوصمصام کو لے کر اندر آجا۔

ابوصمصام نے کہا۔ یہ کون ہے جسے اندر سے پتہ چل گیا ہے کہ۔ ایک تو ہے اور ایک میں ہوں۔ پھر میرا نام اسے کس نے بتا دیا ہے۔

جناب سلمان نے فرمایا۔ یہ وصی رسولؐ اور امام امت برادر رسولؐ ہے۔

جب آپ کے سامنے آئے تو ابوصمصام نے اپنا مطالبہ دہرایا۔

آپ نے جناب سلمان سے فرمایا:

جاؤ مدینہ میں منادی کر دو۔ جس شخص نے قرض رسولؐ کی ادائیگی دیکھنا ہو کل بیرون مدینہ آجائے۔ دوسرے دن آپ نے امام حسنؑ کو فرمایا۔ بیٹے جا اور اپنے نانا کا قرض ادا کر دے۔

امام حسنؑ ابوصمصام اور جناب سلمان کو ساتھ لے کر بیرون مدینہ آئے۔ اہل مدینہ کا مجمع پہلے سے لگ چکا تھا۔ آپ ایک ٹیلہ پر آکر کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور عصائے رسولؐ ٹیلہ پہ مارا۔ ٹیلہ میں شگاف پڑ گیا ایک پتھر نمودار ہوا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ امام حسنؑ نے دوسری بار عصا اسی پتھر پر مارا۔ اس پتھر میں شگاف پڑا اور اس سے ایک مہار برآمد ہوئی۔ آپ نے ابوصمصام سے فرمایا۔ آ اپنا قرض لے لے ابوصمصام نے آگے بڑھ کر مہار کو ہاتھ میں لیا اور پیچھے ہٹتا گیا۔ اس پتھر سے ناقائیں برآمد ہوتی گئیں۔ اسی ناقہ برآمد ہوتے کے بعد پتھر کا شگاف از خود بھر گیا اور ٹیلہ بھی پہلے کی طرح باہم مل گیا۔

ابوصمصام حضرت علیؑ کے پاس آیا شکریہ ادا کیا۔

آپ نے فرمایا:

ابوصمصام ناقہ صالح کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل اللہ نے ان ناقاؤں کو پیدا فرمایا تھا۔ اور سرور انبیاءؐ نے مجھے بتا دیا تھا۔ اب تو نے اپنا قرض وصول کر لیا ہے۔ رسول کونینؐ کی وہ تحریر جو تیرے پاس ہے مجھے دیدو۔

۷۔ شیعہ علیؑ اور سزا:

بحار میں عمار یاسر سے مروی ہے کہ ایک دن کوفہ میں حضرت علیؑ دکۃ القضاء پر تشریف فرما تھے۔ کہ صفوان اکحل جو شیعیان علیؑ سے تھا۔ اٹھا اور عرض کی۔

یا علیؑ! میں آپ کا شیعہ سے ہوں اور بے حد گناہگار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے میرے گناہوں سے پاک فرما دیں۔ مجھے دنیا میں میرے گناہوں کی سزا دے دیں۔ تاکہ آخرت میں میں سزا سے بچ جاؤں۔

آپ نے فرمایا:

تو نے سچ کہا ہے۔ کون سے گناہ ہیں؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ امام حق ہیں۔ مجھے شرمندہ نہ فرمائیں۔ گناہان کبیرہ کی جتنی سزا ہو سکتی ہے۔ آپ مجھے دے دیں۔ ایک تو پہلے گناہ کر چکا ہوں۔ اب پھر اپنے گناہوں کو دوبارہ دہراؤں مجھے شرم آئے گی۔

آپ نے فرمایا:

تلوار سے سزا پائے گا یا آگ سے؟

صفوان نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ ویسے میرا دل تو کہتا ہے کہ میرے گناہوں کا تقاضا ہے کہ مجھے آگ سے جلا دیا جائے۔

آپ نے مجھے فرمایا:

عمار سرکنڈوں کے ایک ہزار گٹھے کا انتظام کر اور کوفہ میں اعلان عام کر دے کہ جس کسی نے علیؑ کا فیصلہ دیکھنا ہو کل بیرون کوفہ آ جائے۔

پھر آپ صفوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس وقت گھر جا۔ جو وصیت کرنا ہے کرے۔ اور اہل خانہ سے الوداع کر لے۔ عمار سرکنڈوں کا انتظام کرنے چلا گیا اور صفوان اپنے گھر گیا۔ اپنی جائیداد تقسیم کی۔ اولاد کو وصیت کی اور مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔

دوسری صبح کو بیرون کوفہ بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ تماشہ دیکھنے کی خاطر جمع ہو گئے تھے۔

آپ نے مجھے فرمایا:

عمار اعلان کر دے کہ اگر صفوان میرے مخلص شیعوں سے ہو تو اسے آگ نہ جلائے گی۔ اور اگر منافقین سے ہو تو راکھ بن جائے گا۔

پھر آپ نے صفوان سے فرمایا۔ جا سرکنڈوں کے بیچ میں بیٹھ کر اسی خلوص دل سے آگ لگا جس خلوص دل سے تو نے توبہ کی ہے اور مجھے پاک کرنے کو کہا ہے۔

صفوان نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور سرکنڈوں پر جا بیٹھ گیا۔ آگ جلائی۔

تمام سرکنڈے جل کر راکھ ہو گئے۔ لیکن صفوان کے نہ تو سفید کپڑوں پر ایک چنگاری کا داغ لگا اور نہ ہی دھوئیں کا نشان آیا پھر حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعہ ہمارے ہی ہیں اور میں بقول نبی صادقؐ جنت و جہنم کا قسیم ہوں۔

۸۔ قرضہ نبیؐ اور حضرت علیؑ:

بحار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جب سرور انبیاءؐ شہید ہو گئے اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ تو ابوبکرؓ نے ایک مشروط اعلان عام کیا۔

جس کسی کا سرور انبیاءؐ پر قرضہ ہو وہ دو گواہ لے آئے اور آنحضورؐ کا قرضہ وصول کرے۔

ایک اعلان حضرت علیؑ نے بھی کیا۔ لیکن حضرت علیؑ نے غیر مشروط اعلان کیا۔ یعنی اعلان علیؑ میں گواہوں وغیرہ جیسی کوئی شرط نہ تھی۔ مطلق اعلان تھا کہ۔

آنحضورؐ جس کسی کے مقروض ہوں وہ آکر مجھ سے قرض وصول کرے۔

ایک دیہاتی عرب آیا۔ اس نے منڈا سہ باندھا ہوا تھا گلے میں تلوار حمائل تھی اور ہاتھ میں ترچھا نیزہ تھا۔ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے ابوبکر سے مطالبہ کیا کہ آنحضورؐ میرے مقروض تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کتنا قرض تھا؟

اس نے کہا۔ ایک سو سرخ ناقہ جن پر سونا اور چاندی لدا ہوا اور غلام بھی ساتھ ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ گواہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ اللہ کے سوا میرا کوئی گواہ نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ گواہوں کے بغیر میں کیسے اتنا بڑا قرض چکا سکتا ہوں۔ اگر گواہ ہوتے تو بھی تیرا مطالبہ ناممکن تھا۔ کسی نے اسے بتایا کہ علیؑ نے بھی قرض نبی چکانے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اور اس کے اعلان میں کسی گواہ وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جا علیؑ سے مانگ وہاں سے کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔

وہ عرب حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ آپ نے جونہی اسے دیکھا۔ فرمایا۔

میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو اپنے والد کے وعدہ کو نبھانے آیا ہے جو وعدہ اس سے نبی عالمینؐ نے کیا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ اب مجھے امید ہو چلی ہے کہ میرا مطالبہ پورا ہو جائے گا پہلے یہ تو فرمادیں کہ میرے والد سے نبی کونینؐ نے کیا وعدہ کیا تھا؟

آپ نے فرمایا:

تیرا باپ دالی کونینؐ کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں جو کہتا ہوں وہ انکار نہیں کرتے۔ اگر میں انہیں دعوت اسلام دوں تو وہ مان جائیں گے۔ لیکن مجھے کیا انعام ملے گا؟

آنحضورؐ نے پوچھا تھا۔ تو دنیا میں انعام لینا چاہتا ہے۔ یا آخرت میں؟

تیرے باپ نے کہا تھا۔ قبلہ میں دنیا میں مفلوک الحال ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ میرے لیے دنیا اور آخرت ہر دو جگہ انعام مقرر فرمادیں۔ اللہ تو بڑا کریم ہے اور آپ سے بھی بخل کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

آنحضورؐ نے مسکرا کر فرمایا تھا۔ ٹھیک ہے آخرت میں تو جنتی ہوگا۔ اور دنیا میں تجھے ایک سو سرخ ناقہ جو سونے اور چاندی سے لدی ہوگی۔ انعام دوں گا۔

تیرے والد نے پوچھا تھا۔ قبلہ! اگر میں انعام لینے سے پہلے دنیا چھوڑ جاؤں۔ تو میری اولاد کو ملے گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ ہاں تیری اولاد کو ملے گا۔

تیرے باپ نے پوچھا تھا۔ اگر میرے یا میری اولاد کے آنے سے پہلے آپ دنیا چھوڑ جائیں تو وعدہ کون پورا کرے گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

میں آج ہی تجھے بتا دوں۔ آج کے بعد نہ تو مجھے دیکھے گا اور نہ میں تجھے دیکھوں گا۔ تیرا بیٹا قرض وصول کرنے آئے گا۔ اور میرا وصی وخلیفہ وہ قرض ادا کرے گا۔

تو اس باپ کا بیٹا ہے اور میں اس نبیؐ کا وصی وخلیفہ ہوں۔

اس نے قدم بوس ہو کر عرض کیا۔ قبلہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ اب وعدہ پورا ہونا چاہیئے۔

آپ نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ امام حسنؑ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے وادی عقیق میں چلے جاؤ۔ اہل وادی کو میرے سلام دینا اور یہ رقعہ وسط وادی میں رکھ دینا۔ جو کچھ مل جائے اس عرب کے حوالہ کر دینا۔ عباس کہتا ہے کہ میں امام حسنؑ کے ساتھ گیا۔ جب آپ وادی عقیق میں پہنچے تو امام حسنؑ نے باواز بلند فرمایا۔

اے متقی اور نیک باسیو! میں وصی رسولؐ کا فرزند حسنؑ ہوں۔ میں فرزند رسولؐ ہوں۔ وصی رسولؐ کا فرستادہ ہوں۔

یہ کہہ کر وہ رقعہ وادی میں رکھ دیا۔ میں نے وادی سے آواز سنی۔

اے سبط رسولؐ۔ اے فرزند بتولؑ اور جگر گوشہ سید الاوصیاءؑ ہم حاضر ہیں۔ آپ کا پیغام ہم نے سن لیا ہے۔ ذرا سی دیر انتظار کریں۔ ہم تعمیل حکم کرتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ کہاں سے آواز آئی اور کہاں سے ناقائیں نکلنا شروع ہوئیں۔ میں نے یہی دیکھا کہ ایک غلام زمین سے نکلا اس کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی اس کے پیچھے چھ ناقائیں تھیں جو لدی ہوئی تھیں۔ پھر تو ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ غلام نکلنے لگے۔ اور ہر غلام کے ہاتھ میں مہار ہوتی تھی۔ اس کے پیچھے چھ ناقاؤں کی قطار ہوتی تھی آخری قطار میں چار ناقائیں تھیں۔ جب پوری سو ناقہ ہو گئیں تو امام حسنؑ نے اس عرب سے فرمایا۔ لے اپنے غلام اور ناقائیں سنبھال لے۔ میرے نانا کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔



معجزانہ فیصلے

۱۔ دس بھائیوں کی ایک بہن!

راوندی نے خرائج میں روایت کی ہے کہ ایک عرب قبیلہ میں دس بھائیوں کی ایک بہن تھی۔ انہوں نے بہن سے کہا ہم جو کچھ کما کر لائیں گے تیرے ہاتھ پر رکھ دیں گے۔ بشرطیکہ تو شادی و اری کا خیال نہیں کرے گی۔ اس نے قبول کر لیا۔ اور بلا شادی کئے زندگی گزارنا شروع کر دی۔

ایک مرتبہ جب وہ ایام ماہواری سے فارغ ہوئی اور اپنے گھر کے قریب قبیلہ کے تالاب میں غسل کرنے گئی تو اسے پتہ تک نہ چلا اور جونک اس کی رحم میں داخل ہو گئی۔

کچھ دنوں بعد اس کا پیٹ پھول گیا۔ بھائیوں نے سمجھا کہ ہماری بہن نے خیانت کی ہے۔ کچھ نے تو کہا کہ اسے چپکے سے قتل کر دیتے ہیں اور کچھ بھائیوں نے کہا۔ ہمیں اسے حضرت علیؑ کے سپرد کر دینا چاہیئے تاکہ اس کو اپنے جرم کی سزا مل جائے گی اور اس جیسی دوسری بدکار بہنوں کو عبرت حاصل ہو گی۔ اسی مشورہ پر سب رضامند ہو گئے۔ اور اسے حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔

انہوں نے حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا۔ حضرت علیؑ نے جونکوں کے بچوں سے ایک بھرا ہوا طشت منگوایا اور اس لڑکی کو اس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب پیٹ کے اندر جونک نے بچوں کی بو سونگھی تو وہ اس کی رحم سے باہر آ گئی۔

یہ دیکھ کر وہ سب بھائی کہنے لگے۔

یا علی انت ربنا العلی انک تعلم الغیب۔ اے علیؑ تو ہی ہمارا عالم الغیب رب ہے۔

حضرت علیؑ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا۔ خبردار ایسی بکواس پھر کبھی نہ کرنا۔ مجھے میرے آقا نے پہ بتا دیا تھا۔ کہ یہ واقعہ فلاں سال کے فلاں ماہ میں فلاں دن اور فلاں وقت پیش آئے گا۔

۲۔ نامعلوم قاتل :

بحار میں جناب میثم تمار سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں اپنے تمام صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ کہ ایک انتہائی دراز قامت شخص داخل مسجد ہوا۔ اس نے سفید ریشم کی قبا پہن رکھی تھی۔ زرد عمامہ سر پہ باندھ رکھا تھا۔ دو تلواریں کمر سے لٹکا رکھی تھیں۔ بلا سلام و دعا آ کے بیٹھ گیا۔

تمام لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ سر جھکائے بیٹھے رہے آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جب لوگ آرام سے بیٹھ گئے۔ تو اس نے تلوار زبان کو میان سے نکالا اور کہنے لگا۔

تم میں سے فصاحت کا درشہوار۔ بلاغت کا عمامہ باندھنے والا کون ہے؟

تم میں سے مولود حرم۔ عالی شیم اور معروف بالکرم کون ہے؟

تم میں سے دشمن کے دانت کھٹے کر دینے والا اور مرد میدان کون ہے؟

تم میں سے ابو طالب کی شاخ۔ خطا کرنے والے تشانہ باز اور ہر فریادی کا فریاد رس کون ہے؟

تم میں سے وہ نائب نبیؐ جس نے ہر آڑے وقت میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نصرت نبیؐ کی وہ کون ہے؟

حضرت علیؑ نے سر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ اے ابو سعد مالک ابن فضل ابن ربیع ابن مدرکہ ابن نجید ابن صلت ابن حارث ابن وغران ابن اشعث ابن ابی سمیع رومی بتا کیا بات ہے؟

مالک نے کہا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ نبی کونینؐ کے بعد ان کے خلیفہ اور حلال مشکلات ہیں۔ میں ساٹھ ہزار افراد کا نمائندہ ہوں۔ جنہیں لوگ عقیمہ کہتے ہیں۔ میری قوم نے مجھے ایک مردہ دیا ہے جو کافی عرصہ سے مرا ہوا ہے۔ اگر آپ نے اسے زندہ کر دیا۔ تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ نجیب الاصل۔ اللہ کی طرف سے مخلوق خدا پر حجت اور محمدؐ مصطفیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ اور اگر آپ نے اسے زندہ نہ کیا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ آپ بھی دوسروں کی طرح فراڈ ہیں اور صرف اقتدار کی خاطر لبادہ نیابت نبوت اوڑھ رکھا ہے۔

آپ نے مجھے فرمایا :

میثم اٹھ اونٹ پر بیٹھ جا اور کوفہ کے ہر گلی کوچہ میں اعلان عام کر دے کہ جس نے خلیفہ رسولؐ اور زوج بتولؑ کے اس علم وقوت کا مشاہدہ کرنا ہو جو اللہ نے اسے دی ہے وہ کل نجف آ جائے۔ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پورے کوفہ میں منادی کر دی۔ دوسرے دن لوگ جوق در جوق نجف کی طرف دوڑنے لگے۔

آپ نے مجھے فرمایا :

میثم اس عرب اور اس کے ساتھیوں کو بھی نجف لے آ۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کچھ دیر بعد حضرت علیؑ بھی پہنچ گئے۔ اور وہ ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر فرمایا :

لوگو! جو کچھ ہمارے کمالات دیکھ رہے ہو لوگوں کو بتاتے رہنا اور ان کی روایت کرتے رہنا۔

پھر آپ نے مالک سے فرمایا:

آپ جا چند مسلمان بھی اپنے ساتھ لے جا اور میت اٹھا کر میرے پاس لے آ۔ وہ انہوں نے ایک تابوت برآمد کیا۔ جس میں سبز ریشم کے بستر پہ ایک نوخیز نوجوان ذبح شدہ تھا۔ جس کے رخسارے ابھی تک بالوں سے خالی تھے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ اسے قتل ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟

مالک نے جواب دیا۔ آج اکتالیسواں دن ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اب بتا بات کیا ہے؟

مالک نے کہا۔ یا علیؑ! اگر بات ہمیں معلوم ہوتی تو آپ کے پاس کیوں آتے۔ ہمیں یہی کچھ معلوم ہے کہ رات کو تندرست سویا۔ اور صبح کو اپنے بستر پر ذبح کیا ہوا پایا گیا۔ ہمارے قبیلہ کی خواہش ہے کہ آپ اسے زندہ کریں تاکہ یہ بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو ابل رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا اس نے پہلے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی؟۔

مالک نے کہا۔ ہاں کی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کچھ عرصہ بعد اس نے چچا کی بیٹی کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی؟

مالک نے کہا۔ کر لی تھی۔

آپ نے فرمایا: اسے انتقام کے جذبہ سے مغلوب ہو کر اپنے چچا نے قتل کیا ہے۔

مالک نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جب تک یہ زندہ ہو کر خود نہیں بتائے گا اس وقت تک میری قوم کوئی بات ماننے پر تیار نہیں۔ آپ نے حمد خدا بیان کی۔ نبی اکرمؐ پر درود بھیجا۔ اور فرمایا۔ اے اہل کوفہ! تمہیں معلوم ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک گائے سے حضرت موسیٰؑ نے مردہ کو زندہ کیا تھا؟

تمام اہل کوفہ نے کہا۔ ہمیں معلوم ہے۔

آپ نے فرمایا:

میری عزت بارگاہ خالق میں بنی اسرائیل کی گائے سے کہیں زیادہ ہے۔ گائے کا گوشت مردہ کو مارا گیا تھا۔ اور وہ زندہ ہوئی تھی۔ اب میں قدم کی ٹھوکر سے اسے تمہارے سامنے زندہ کرتا ہوں۔

پھر آپ نے اس مردہ کو قدم کی ٹھوکر ماری اور فرمایا: اے مدرک ابن حنظلہ ابن غسان ابن بحیر ابن فہر ابن سلامہ ابن طیب ابن اشعث اذن خدا سے اٹھ۔ اللہ تجھے علیؑ کے ہاتھوں زندگی دے رہا ہے۔

وہ لڑکا لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھا۔

آپ نے پوچھا۔ تجھے کس نے قتل کیا تھا؟

لڑکے نے جواب دیا میرے چچا حارث ابن غسان نے۔

آپ نے فرمایا: اٹھ اور واپس گھر جا۔ مالک نے عرض کیا۔

قبلہ! ایک مرتبہ تو آپ نے زندہ کر دیا ہے۔ اگر پھر انہوں نے قتل کر ڈالا تو مجھے زندگی کہاں سے ملے گی۔ آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں۔ اب میں کہیں نہیں جاتا۔ آپ کی جوتیاں سیدھی کرتا رہوں گا۔

آپ نے مالک سے کہا۔ جا اپنی قوم کو بتا کہ قاتل فلاں تھا۔

مالک نے کہا۔ میرے آقا! اب میں آپ کے قدم نہیں چھوڑوں گا۔ مرتے دم تک آپ کے ساتھ ہوں۔ اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس کے سامنے حق واضح ہو جائے۔ اور وہ پھر حق کو چھوڑ کر دوسری جگہ بھٹکتا پھرے وہ دونوں آپ کے ساتھ رہے اور جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔

۴۔ بیٹا یا شوہر:

کشف الغمہ میں ہے کہ کوفہ میں ایک شخص حضرت علیؑ کے ساتھ بالعموم شریک جنگ رہا کرتا تھا۔ اس نے کوفہ میں ایک عورت سے شادی کی۔ جو سن میں اس سے بڑی تھی۔ شادی کے بعد ایک رات حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے گرد بیٹھنے والوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ۔ فلاں محلہ میں، فلاں گلی میں۔ فلاں دروازہ کھٹکھٹا وہاں ایک عورت اور ایک مرد آپس میں کئی دن سے جھگڑ رہے ہیں انہیں بلا کے لے آ۔

وہ شخص چلا گیا۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ جب وہ دونوں آ گئے تو آپ نے مرد سے پوچھا کیا بات ہے تم دونوں آپس میں جھگڑا ختم ہی نہیں کرتے۔

مرد نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے اس عورت سے شادی کی ہے۔ جب مجھے خلوت نصیب ہوئی تو مجھے اس سے ایسی نفرت آئی کہ میں اسے بغیر ہاتھ لگائے اٹھ گیا۔ اس وقت سے آج تک ہمارا تنازعہ چل رہا ہے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسی وقت اسے اپنے گھر سے نکال دیتا۔

حضرت علیؑ نے اپنے گرد والوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو دوسروں کی رسوائی کا باعث بنتی ہیں اس لیے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

جب سب چلے گئے تو حضرت علیؑ نے عورت سے فرمایا۔ یہ مسجد خانہ خدا ہے۔ میں جو کچھ پوچھتا جاؤں بالکل سچ سچ بتاتی جانا۔

عورت نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کے سامنے خانہ خدا میں میں کیسے جھوٹ بول سکوں گی۔

آپ نے پوچھا۔ کیا تو اس جوان کو پہچانتی ہے؟

عورت نے کہا۔ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو فلانہ بنت فلاں ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا: تیرا ایک چچازاد تھا جس کا نام فلاں تھا تم دونوں کو ایک دوسرے سے محبت تھی؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تیرے باپ نے تجھے اپنے چچازاد کے ملنے سے منع کیا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تیرا باپ اپنا پہلا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ اسی لیے منتقل ہوا تھا۔ کہ تو اس سے نہ ملے؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: ایک رات تو رفع حاجت کے لیے باہر نکلی تھی اور تیرے چچازاد نے بزور تجھ سے مباشرت کی تھی؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: تجھے حمل ہو گیا تھا اور تو نے باپ کو اطلاع نہیں دی تھی اور ماں کو اس حقیقت سے مطلع کر دیا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا:

جب وضع حمل کا وقت قریب ہوا تھا۔ تو تیری ماں۔ تجھے گھر سے باہر لے گئی تھی۔ وہاں تو نے ایک لڑکا جنا تھا اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے اوپر سے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر پھینک دیا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں

آپ نے فرمایا: اسی وقت ایک کتے نے تیرے بیٹے پر حملہ کیا تھا۔ اور تو نے ایک ڈھیلا کتے کو مارا تھا جو اس بچے کے سر پر لگا تھا؟

عورت نے کہا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا: پھر تم دونوں ماں بیٹی اس کو اٹھا کر کٹ کے ڈھیر پر آتیں تھیں۔ اور تم نے اس کے سر پہ پٹی باندھ کر پھر اسے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ دیا تھا اور خود واپس گھر آگئی تھیں؟

عورت خاموش ہوگئی۔

آپ نے فرمایا:

دیکھ اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو تصدیق کر دے ورنہ کہدے کہ غلط ہے۔

عورت نے کہا۔ یا علیؑ حیرت ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جو میرے۔ میری ماں۔ اور خدا کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں آپ کو کیسے معلوم ہوگیا؟

آپ نے فرمایا: جو چیز اللہ کے علم میں ہوتی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بتا دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا: اس سے آگے تجھے کچھ معلوم نہیں اب میں بتاؤں۔ صبح کو فلاں بن فلاں نے اسے اٹھالیا اس وقت تک وہ بچہ زندہ تھا۔ اس بچے نے اسی قبیلہ میں پرورش پائی۔ جب بڑا ہوگیا تو ان کے ساتھ کوفہ آیا۔ اس نے تیری خواستگاری کی یہ وہی تیرا بیٹا ہے۔

آپ نے مرد سے فرمایا۔ سر سے کپڑا ہٹا۔ جب اس نے کپڑا ہٹایا تو آپ نے فرمایا۔ ذرا توجہ سے یاد کر جو ڈھیلا تو نے کتے کو مارا تھا۔ بچہ کے سر پر اسی جگہ لگا تھا۔ اور یہ آج تک داغ موجود ہے۔ جا یہ تیرا بیٹا ہے۔ تمہارا کوئی نکاح نہیں ہے۔ اللہ نے تم دونوں کو ارتکاب حرام سے محفوظ رکھا ہے۔

۴۔ بچہ کی میراث:

مدینہ میں ایک بچے نے عمرؓ سے اپنے باپ کے مال کا مطالبہ کیا۔ اور اس نے بتایا کہ میں مدینہ میں ہوں اور میرا باپ کوفہ میں فوت ہوا ہے۔ عمرؓ نے بچے کو جھڑکا اور کہا۔ تیرا دماغ خراب ہے۔ کوفہ میں مرنے والا تیرا باپ کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ وہ اتنا بوڑھا تھا۔ کہ قابل اولاد بھی نہ تھا۔

بچہ روتا ہوا واپس آرہا تھا۔ راستہ میں حضرت علیؑ مل گئے۔ آپ نے وجہ پوچھی تو اس بچے نے وہی بات حضرت علیؑ کو بتائی۔

حضرت نے فرمایا: اسے مسجد میں لاؤ میں اس کا وہ فیصلہ کروں گا کہ دیکھنے والے حیران رہ جائیں گے۔

آپ نے پوچھا۔ کہ بچے کے والد کی قبر کہاں ہے؟

بتایا گیا۔ مدینہ میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

چلو بچے کے باپ کی قبر پہ۔

جب قبر پر آئے تو آپ نے فرمایا۔ قبر کھولو اور اس کی پسلی کی ایک ہڈی نکال کر مجھے دو۔

قبر کو کھول کر پسلی کی ہڈی لائی گئی۔ حضرت علیؑ نے بچے کو سونگھنے کے لیے دی۔ بچے نے جوں ہی ہڈی کو سونگھا اس کی ناک سے خون کا فوارہ ابل پڑا

آپ نے فرمایا:

یہی میت اس کا واقعی باپ ہے۔ اس کا ترکہ اسے دے دو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہڈی سونگھنے سے خون آ جائے اور ہم ترکہ اس کے حوالہ کر دیں۔

آپ نے فرمایا:

اچھا اب یہی ہڈی دوسروں کو سونگھاؤ کسی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ پھر بچے کو سونگھاؤ جوں ہی بچے نے ناک پر رکھی فوراً خون کا فوارہ ابل پڑا۔

آپ نے فرمایا: اگر یہ صرف اس بچے کا باپ نہ ہوتا تو پھر دوسروں کو ہڈی سونگھ کر خون کیوں نہیں آتا۔

چنانچہ عمرؓ نے اس کا تمام ترکہ اس بچے کے حوالے کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں۔

۵۔ بے گناہ قاتل:

مناقب میں ابوالقاسم کوفی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ کے پاس ایک حبشی غلام لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے غلام سے پوچھا۔

کیا تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا۔ بالکل قتل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ تو نے کیوں قتل کیا ہے؟

غلام نے کہا۔ اس نے اپنے مالکانہ حقوق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے دبوچ کر خلاف فطرت بدفعلی کی تھی۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔

حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ فوراً مسجد میں تشریف لائے۔ اور عمرؓ سے فرمایا۔ تین دن تک اسے کوئی سزا مت دو اسے جیل میں ڈال دو۔ اس کے دعویٰ کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ جب وہ خود اقرار کر رہا ہے۔ تو پھر تصدیق کاہے کی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اس کے مولیٰ پہ الزام کی تصدیق ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا میت سے کیسے الزام کی تصدیق ہوگی۔ جب کہ وہ دفن ہو چکا ہے؟

حضرت علیؑ نے آقا کے وارثوں سے پوچھا۔ تم نے مقتول کو کب دفن کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ ابھی اس کے دفن سے فارغ ہو کر قاتل کو دربار میں لائے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر اس کا الزام درست ثابت ہوا تو پھر بھی کیا تم اسے مقتول کے عوض قتل کرو گے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر الزام درست ثابت ہو جائے تو کیا یہ قاتل نہیں ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا اسلام کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی عفت کا تحفظ کرے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ گویا اگر الزام ثابت ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ لیکن اب میت سے الزام کیسے ثابت ہوگا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تین دن تک نہ غلام کہیں جائے اور نہ آپ۔ اسے تین دن جیل میں رکھیں۔ تیسرے دن خود بخود یا الزام ثابت ہوگا یا اس کا دعویٰ غلط ہوگا۔ اگر الزام ثابت ہو گیا تو غلام بری ہوگا اور اگر دعویٰ غلط ہوا تو اسے قتل کر دینا۔

تیسرے دن حضرت علیؑ مسجد میں آئے عمرؓ کو ہاتھ سے پکڑا اور مقتول کی قبر پر آ کر ورثا سے پوچھا۔

کیا مقتول کی قبر یہی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ذرا قبر کھودو!

وارثوں نے قبر کھودی۔ جب لحد تک پہنچ گئے۔ حضرت علیؑ کو بتایا۔

آپ نے فرمایا:

میت قبر سے باہر نکالو!

انہوں نے قبر میں دیکھا تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ پھر ایک آدمی قبر میں اتر گیا۔ قبر خالی تھی۔ حضرت علیؑ کو بتایا کہ قبر میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے باواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور فرمایا۔ ما کذبت ولا کذبت میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے نہ کبھی جھٹلایا گیا ہوں میں نے اپنے آقا و مولا نبی حرمین سے سنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے۔ میری امت میں سے جو بھی قوم لوط کا

عمل کرے گا۔ اور اسی حالت میں مرجائے گا اسے قوم لوط جیسے عذاب سے میری امت ہونے کی بدولت مرنے کے تین دن بعد تک مہلت ہوگی۔ مرنے کے تیسرے دن بعد وہ اپنی قبر میں نہیں رہے گا ملائکہ اسے وہاں سے اٹھا کر قوم لوط کے پاس پہنچا دیں گے۔

۶۔ غاصب کا انجام:

فضائل شاذان ابن جبریل میں عمار یاسر سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ بیرون مسجد ایک شور وغل بپا ہوا۔

آپؑ نے فرمایا:

عمار! میری ذوالفقار مجھے دے اور پھر باہر جا کر ظالم مرد کو میری طرف سے کہدے اگر تو اپنے جبر سے باز نہ آیا اور عورت پر تشدد سے نہ رکا تو پھر میں اپنی ذوالفقار سے تجھے رد کروں گا۔

جناب عمار کا بیان ہے کہ میں باہر گیا تو دیکھا کہ ایک مرد نے ایک اونٹ کی مہار میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔ اور کہہ رہا ہے اونٹ میرا ہے۔ اور دوسری طرف عورت نے بھی مہار کو پکڑا ہوا ہے اور کہتی ہے کہ اونٹ میرا ہے۔ لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ کوئی کچھ بھی نہ کہہ رہا تھا سب تماشائی بنے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس مرد سے کہا۔ تجھے امیرالمومنینؑ فرما رہے ہیں کہ۔ عورت سے اونٹ نہ چھین یہ اونٹ عورت ہی کا ہے۔ جبر سے باز آجا اور اونٹ عورت کے حوالہ کردے۔

اس تیرہ بخت نے مجھے کہا۔ جا جا۔ دیکھا ہوا ہے تیرے امیرالمومنین کو۔ اسے کہہ اپنا کام کرے۔ اور بصرہ میں مقتول مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے سرخ ہاتھ دھوئے۔ میرے معاملہ میں پھڈا نہ ڈالے میرا اونٹ اس جھوٹی کے حوالہ کرنے سے اسے کیا ملے گا۔

میں آپ کو اطلاع دینے کی خاطر واپس پلٹا۔ دیکھا تو حضرت علیؑ کے چہرے سے غصہ ٹپک رہا تھا آپ نے اس مرد سے فرمایا۔ اونٹ کی مہار چھوڑ دے اور عورت کو دے دے۔ یہ اسی کا ہے۔

اس نے کہا۔ آپ کو کیا معلوم ہے؟ یہ اونٹ میرا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

او ملعون یہ اونٹ عورت کا ہے تو جھوٹ بک رہا ہے۔

اس بدبخت نے کہا۔ کیا عورت کے پاس کوئی گواہ ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عورت کے پاس وہ گواہ ہے جسے روئے ارض کا کوئی انسان جھٹلا نہیں سکتا۔

اس سیاہ رو نے کہا۔ اگر کوئی ایسا گواہ گواہی دے دے گا تو میں اونٹ عورت کے حوالہ کردوں گا

حضرت علیؑ اونٹ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ تکلم ایها الجمل لمن انت ۔ اونٹ تو ہی بتا تیرا مالک کون ہے؟

اونٹ نے فصیح عربی میں جواب دیا۔

السلام علیك یا امیر المومنینؑ انا لهذه المرأة منذ تسعة عشرة سنة۔

آقا میرا سلام ہو! میں انیس برس سے اس عورت کی ملکیت ہوں۔

آپ نے اس کے ہاتھ سے مہار لے کر عورت کے حوالہ کی۔ اور ایک ضرب سے اس شقی ازلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

۷۔ لولا علیؑ لهلك عمرؓ

(اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گئے تھے)

کتاب الروضہ میں منقول ہے کہ بیت المقدس سے ایک مسلمان مدینہ میں آیا۔ مزار رسولؐ کی زیارت کی اور مسجد نبویؐ میں ڈیرہ ڈال دیا۔ شب و روز عبادت میں صرف کرتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا رات میں مصروف عبادت رہتا۔ بالکل نوجوان حسین اور خوش رو تھا۔ عمرؓ کا دور حکومت تھا۔ اہل مدینہ میں اس کی عبادت ضرب المثل بن گئی تھی۔ وہ شخص مقدسی کے نام سے معروف ہو گیا

حضرت عمرؓ اس شخص سے اس قدر متاثر ہوئے کہ شدید طبیعت کے باوجود اس کے پاس آکر بیٹھتے اور اپنی خدمات پیش کرتے اور اسے کہتے تھے۔ کہ اپنی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتا۔

مقدسی صرف ایک ہی جواب دیتا تھا کہ

خالق کے ہوتے ہوئے مخلوق سے کیسے مانگوں۔ آپ بھی تو میری طرح محتاج ہیں۔

جب حج کا موسم آیا۔ اور لوگ حج پر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ تو مقدسی بھی حج پر تیار ہو گیا۔ جس دن قافلہ حج کوچ کرنے لگا۔ عمرؓ مقدسی کے پاس الوداع کو آئے۔

مقدسی نے عمرؓ سے کہا۔ اے ابو حفص! میں حج کو جا رہا ہوں۔ میرے پاس ایک چیز ہے اگر آپ میرے حج سے واپسی تک اپنے پاس امانت رکھنے کی زحمت گوارا فرمالیں تو مہربانی ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ امانت میرے سپرد کر دے واپسی پر سنبھال لینا۔

مقدسی نے ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ دی جو لوہے کے قفل سے مقفل تھی۔ عمرؓ نے اپنے پاس رکھ لی۔

مقدسی حج پر چلا گیا۔

حضرت عمرؓ قافلہ حج کو بیرون مدینہ تک الوداع کہنے گئے۔ اس تمام راستے میں وہ مقدسی کے ساتھ چلتا رہا۔ الوداع کرتے ہوئے۔ عمرؓ نے امیر کارواں کو مقدسی کے بارے میں وصیت کی اور اسے کہا کہ راستے میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونا چاہیئے۔ اس قافلہ حج میں ایک انصاری عورت بھی تھی۔ اسے رفتہ رفتہ اس مقدسی کے شباب اور حسن و جمال نے لبھانا شروع کر دیا۔ ابتداء میں تو اس نے اپنی دلچسپی کو اس حد تک محدود رکھا کہ مقدسی جس جگہ قیام کرتا تھا یہ اس کے قریب جگہ بنا لیتی تھی۔ بالآخر جب مقدسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو اس نے خود پیش قدمی کی اور اس سے کہا۔

مجھے تو آپ کے اس جوان رعنا اور نرم و نازک جسم پر یہ اونی لباس اچھا نہیں لگتا۔ یقیناً یہ چبھتا ہوگا اور آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

مقدسی نے جواب دیا۔ اری بھلے مانس! اس جسم پر ترس کا کیا فائدہ جو کیڑوں اور مٹی کی غذا ہے۔

انصاریہ نے کہا:

آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے۔ جب اس پر دھوپ پڑتی ہے اور حرارت سے چہرہ کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ تو مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔

مقدسی نے کہا: ہوش کے ناخن لے۔ ایسی باتیں نہ کر۔ مجھے اپنے رب کریم کے حضور سے باز رکھنے کی کوشش نہ کر۔ اب عورت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے کہا۔ عابد صاحب! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ اگر آپ نے میری مرضی کے مطابق کر دیا تو ٹھیک ورنہ اپنا کام نکالنے تک میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔

مقدسی نے کہا:

آپ کام بتائیں اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔

عورت نے کہا۔ میں بھلا ایسا کام آپ کو کیوں کہوں گی جو آپ کے بس میں نہ ہوگا۔

مقدسی نے کہا:

آپ زیادہ پریشان نہ کریں کام بتائیں۔

عورت نے مسکرا کے کہا۔ میری صرف ایک خواہش ہے کہ آپ رات کا کچھ حصہ میرے ساتھ میرے مالک کی حیثیت سے گزاریں۔ مقدسی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ اللہ کا خوف دلایا سختی سے جھڑک دیا۔ اور کہا دیکھ میں اس قماش کا آدمی نہیں ہوں۔ تو بھی خانہ خدا کی زیارت کو جا رہی ہے۔ اپنے ذہن کو ان شیطانی خیالات سے پاک کر دے۔

عورت نے کہا۔ مجھ پر تیری ایسی کوئی بات اثر نہ کرے گی۔ میں عورت ہوں۔ اور کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی عورت کا انتقام بہت برا ہوتا ہے۔ آپ سوچ لیں۔

مقدس نے کہا:

تو یہاں سے چلی جا۔ تیرے دل میں جو آئے کر۔ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع وابستہ نہ رکھ۔ چند دن گزرنے کے بعد ایک رات مقدس حسب معمول رات گئے تک عبادت کرنے کے بعد اپنی جگہ سو گیا۔ یہ بدنیت عورت اٹھی اپنی تھیلی جس میں پانچ سو دینار تھے اٹھائی۔ مقدس کے پاس جو اپنا سامان تھا اس کے تھیلے میں رکھ کر واپس اپنی جگہ جا کر سو گئی۔ صبح کو جب اٹھی اور سامان سنبھالا تو تھیلی نہ تھی۔ اس نے رونا پیٹنا شروع کر کے ایک اودھم مچا دیا۔ قافلہ والوں نے پوچھا۔ بات کیا ہے؟

اس نے کہا: میں عورت ذات ہوں، سفر میں لٹ گئی ہوں۔ کسی نے میری تھیلی پر ہاتھ صاف کر دیا ہے۔ میرا تو زاد راہ اسی میں تھا۔ اور تو میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔

پورے قافلہ میں حیرت کی لہر دوڑ گئی۔ سالار قافلہ نے تمام قافلہ کے سامان کی تلاشی کا حکم دیا۔ ایک ایک کی ایک ایک چیز کی تلاشی لے گئی۔ لیکن تھیلی برآمد نہ ہوئی۔

سالار قافلہ نے کہا۔ اس پورے قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے۔ تیری تھیلی کسی کے پاس سے برآمد نہیں ہوئی۔ البتہ مقدس پر چونکہ اس قسم کا شبہ کرنا بھی میں گناہ سمجھتا ہوں اس لیے اس کی تلاشی نہیں لی گئی۔

عورت نے کہا:

یہ درست ہے کہ وہ مقدس ہے لیکن جہاں تمام مہاجرین و انصار کی تلاشی لے لی گئی ہے تو اس کی تلاشی لینے میں کیا حرج ہے۔ ممکن ہے اس کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو۔ آخر یہ باہر ہی سے مدینہ میں آیا ہے۔ کون جانتا ہے کہ اس کے سابقہ اعمال کیا تھے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے بھی عورت کی تائید کی۔

سالار قافلہ مقدس کے پاس آیا۔ مقدس نماز صبح کے بعد سو رہا تھا۔ سالار قافلہ نے اسے جگایا۔ اور قافلہ میں چوری کا تذکرہ کرنے کے بعد اس سے تلاشی کی اجازت مانگی۔

مقدس بیچارا تو بے فکر تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ مجھے نیکی کی سزا ملنے والی ہے اس نے سالار قافلہ سے کہا۔ جب تمام کی تلاشی لی جا چکی ہے تو مجھے ان سے الگ رکھنا خلاف انصاف ہے آپ نے جس طرح دوسروں کی تلاشی لی ہے۔ میری بھی لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سالار قافلہ نے سامان کو الٹنا پلٹنا شروع کیا۔ جونہی تھیلے کو الٹا تو اس سے اس عورت کی تھیلی باہر آ گئی۔ وہ بھی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ اپنی تھیلی کو دیکھ کر جھپٹی اور کہنے لگی۔ یہی میری تھیلی ہے۔ دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ اس کی نمازوں پر نہ جاؤ۔ اندر سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے۔

اب کیا تھا۔ پورے قافلہ نے اس بیچارے کو لاتوں اور مکوں پر رکھ لیا۔ جب مار مار کر تھک گئے تو لے

زنجیر پہنا دیئے۔ کہ حج سے واپسی کے بعد مدینہ لے جائیں گے۔ اور عمرؓ کو بتائیں گے کہ جس کی آپ نے وصیت کی تھی اس کا کرتوت یہ ہے۔

مقدسی معاملہ کی تہ تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ جو کچھ بھی اسے کہا گیا یا کیا گیا اس نے کسی سے ایک لفظ تک نہ کہا۔ طعنہ زنی کے نشتر اور مار سب کچھ خاموشی سے سہتا گیا۔

جب مکہ پہنچے تو اس نے سالار قافلہ سے دست بستہ گزارش کی کہ آپ بھی حج کے لیے آئے ہیں اور میں بھی اسی نیت سے آیا ہوں۔ آپ جو ضمانت لینا چاہیں لے لیں۔ اور مجھے حج کے لیے آزاد کر دیں۔ میں اپنی مرضی سے حج کرنا چاہتا ہوں۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد جس دن جس جگہ آپ کہیں میں پیش ہو جاؤں گا آپ مجھ سے جو سلوک بھی کریں گے۔ رضائے خدا کے بطور برداشت کر لوں گا۔ جس طرح پہلے آپ لوگوں سے شکوہ نہیں کیا پھر بھی نہیں کروں گا۔

قافلہ والے دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ کہتے تھے کہ جان چھڑانا چاہتا ہے پھر کب ہاتھ لگے گا۔ اور کچھ کہتے تھے کہ نہیں خدا معلوم اس نے چوری کیوں کر لی ہے ایسا نہیں لگتا جو کہہ رہا ہے۔ وعدہ پورا کرے گا۔ بالآخر اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اسے حج کے لیے آزاد کر دیا جائے اگر آ گیا تو عمرؓ کے پاس لے جائیں گے۔ اگر نہ آیا تو عمرؓ کو جا کر بتا دیں گے۔ آخر ایک انجان شخص کی خاطر عمرؓ ہم تمام جاننے والوں کی بات مسترد نہیں کریں گے۔ اس فیصلہ کے بعد ان لوگوں نے مقدسی کو چھوڑ دیا اور اسے کہہ دیا کہ حج سے فراغت کے بعد تو فلاں دن فلاں جگہ ہمارے پاس آ جانا۔

مقدسی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو گیا۔ حج سے فراغت کے بعد ان کی بتائی گئی جگہ پر واپس آ گیا۔ تمام قافلہ والے اس کی اس دیانت سے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب اسے پا بہ زنجیر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر اسے بھاگنا ہوتا تو بھاگ گیا ہوتا۔ جب آ ہی گیا ہے تو اسے ساتھ لے چلو لیکن پابند سلاسل نہ کرو۔ چنانچہ قافلہ کے ساتھ واپس مدینہ کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

عورت کے پاس زاد راہ ختم ہو گیا تھا۔ واپسی میں دوران سفر وہ قافلہ سے بچھڑ کر ایک جگہ زاد راہ کی خاطر ایک بستی میں گئی۔ بستی سے باہر ایک گڈریا ملا۔ عورت نے اس سے کچھ مانگا۔

گڈریے نے کہا۔ میرے پاس تو دینے کو سب کچھ ہے۔ میں دے دوں گا۔ لیکن بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟

عورت نے کہا:

تجھے اللہ کی طرف سے جزا ملے گی۔ میں مسافرہ ہوں۔ قافلہ والوں میں سے بھی کسی کے پاس اپنی ضرورت سے زائد نہ تھا ورنہ میں ادھر کا رخ نہ کرتی۔

گڈریے نے کہا۔ اللہ تو ثواب قیامت میں دے گا۔ مجھے اس وقت کچھ چاہیے۔

عورت نے کہا: اگر اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو ہوتا تو یہاں کیوں آتی؟

گڈریے نے کہا:

میں ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کر رہا جو تیرے پاس نہیں۔ مجھے تو وہی کچھ چاہیئے جو تیرے پاس ہے اور مجھے کچھ دینے سے اس میں کمی بھی نہیں آئے گی۔ تو میرا مطالبہ مان لے میں تیری ضرورت پوری کر دیتا ہوں۔

عورت نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے گڈریے کی حامی بھر لی۔ وہیں ٹیلے کی اوٹ میں عورت نے گڈریے کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اور گڈریے نے عورت کو زادِ راہ دے دیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر عورت پھر قافلہ میں واپس آگئی۔ ابھی تک قافلہ سستا رہا تھا۔ کوچ نہیں ہوا تھا۔ سفر میں دو یا تین دن گزرنے کے بعد ایک دن عورت رفع حاجت کی خاطر خلوت میں گئی۔ فارغ ہو کر واپس آ رہی تھی کہ ایک ضعیف العمر شخص ملا اس نے عورت کا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔ کیا تو حاملہ ہے؟

عورت نے کہا:

نہیں میں تو حاملہ نہیں ہوں۔

بوڑھے نے کہا۔ مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ دو دن پہلے تو نے جس گڈریے سے زادِ راہ مانگا ہے۔ تو اس سے حاملہ ہو چکی ہے۔

عورت یہ سن کر رونے لگی۔

بوڑھے نے کہا۔ پگلی کہیں کی روتی کیوں ہے؟ جس کو گڈریے کا واقعہ معلوم ہے اسے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے تیرے قافلہ میں جو مقدسی ہے اور تو اس سے ایک فریب پہلے کر چکی ہے۔ یہ حمل بھی اسی کے سر تھوپ دے اور ابھی ابھی جا کر سالار قافلہ کو بتا دے کہ مقدسی نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ سے زبردستی کی ہے۔

یہ سن کر عورت خوش ہو گئی۔ جیسے ہی قافلہ کے قریب آئی تو واویلا شروع کر دیا۔

قافلہ والوں نے پوچھا۔ پھر کیا ہوا؟

عورت نے رو رو کر کہا:

اس مقدسی ظالم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اس نے زبردستی مجھے گرا کر بالجبر زنا کیا۔ میں شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکی اور نہ کسی کو بتا سکی کہ مجھ سے زبردستی ہوئی ہے۔ لیکن اب معاملہ چونکہ میرے بس میں نہیں رہا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس کی زبردستی کا نتیجہ بہر صورت ظاہر ہو کر رہے گا۔ میں زبان کھولنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

یہ سنتے ہی قافلہ والے ایک مرتبہ پھر مقدسی بیچارے پر ابل پڑے اور لاتوں، گھونسوں اور مکوں سے اس کا برا حال کر دیا۔ لیکن مقدسی نے کسی کو کچھ نہ کہا۔ اور نہ اپنی صفائی میں زبان کھولی۔ جتنی گالیاں پڑتی رہیں۔ جتنی مار پڑتی رہی اور جس قدر طعن و تشنیع ہوتی رہی سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا۔

مدینہ قریب تھا۔ اہل مدینہ کو قافلہ کی واپسی کی اطلاع مل چکی تھی حضرت عمرؓ اور دیگر اہل مدینہ بیرون مدینہ قافلہ کے استقبال

کو آئے ہوئے تھے۔ جب قافلہ قریب پہنچا۔ تو ہر ایک دوسرے سے بغلگیر ہونے لگا۔

حضرت عمرؓ کی نگاہیں مقدسی کو تلاش کر رہی تھیں کہ سالار قافلہ نے عمرؓ کو چوری اور زنا بالجبر کی دونوں داستانیں سنا دیں حضرت عمرؓ نے دیکھا مقدسی پابند سلاسل سب کچھ خاموشی سے سن رہا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اے ظالم! یہ تو نے کیا کیا۔ تیرا ظاہر تو بڑا اچھا تھا۔ لیکن تیرا باطن اتنا برا۔ بخدا میں تجھے وہ سزا دوں گا کہ تیرے جیسے بدباطن پھر کبھی لباس زہد پہن کر کسی کو فریب نہ دے سکیں گے۔

مقدسی نے زبان تک نہ ہلائی خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اور سنتا رہا۔ دوسری طرف لوگوں کی بھیڑ میں لحظہ بلحظہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور لوگ انتظار کرنے لگے کہ اب دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے کہ۔

اتنے میں آفتاب امامت کا نور چمکا۔ حضرت علیؑ تشریف لے آئے۔ عمرؓ نے تمام واقعہ حضرت علیؑ کو کہہ سنایا۔

آپ نے مقدسی کو دیکھا سر جھکائے پابند سلاسل خاموش بیٹھا زمین کو تک رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمرؓ! جلدبازی سے کام نہ لے۔ میں علیؑ گواہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے نہ زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔

عمرؓ نے یہ بات سنتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت علیؑ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

یا علیؑ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بھلا کوئی عورت اپنے کو داغدار کرتی ہے؟

حضرت علیؑ نے عورت کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا شرافت سے اپنی پوری داستان ان لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔

عورت نے کہا:

یا علیؑ! پورے قافلہ نے میری تھیلی اس کے مال سے برآمد کی ہے۔ یہ قافلہ چوری کا گواہ ہے۔ جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو اس کا میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور نہ ہی گواہوں کے سامنے زنا کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کی قرائت بڑی حسین اور دلکش تھی۔ قافلہ والے جانتے ہیں کہ میں اس کی قرائت سننے کی خاطر اس سے قریب تر رہتی تھی۔ ایک رات جب قافلہ والے سو گئے۔ میں اس کے قریب ہی پڑی اس کی قرائت سن رہی تھی۔ جب میں سماع میں منہمک ہو گئی۔ تو اس نے اچانک اتنی جلدی سے مجھے دبوچ لیا کہ میں ہل تک نہ سکی اور رسوائی کے خوف سے فریاد تک نہ کر سکی۔ جب مجھے حمل کا یقین ہو گیا تو میرے پاس اظہار کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے دونوں باتوں میں جھوٹ بکا ہے۔

پھر حضرت علیؑ عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے ابوحفص اس نوجوان نے حج پر جانے ہوئے آپ کو امانت دی تھی؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ بالکل میرے پاس اس کی امانت ہے۔

حضرت نے فرمایا:

آپ ایسا کریں وہ ہاتھی دانت کی ڈبیہ جس پر لوہے کا قفل پڑا ہے۔ اس جوان کی امانت اسی دربار میں منگوا کر اپنے پاس رکھیں۔ پھر میں آپ کو اصل واقعہ سے آگاہ کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے وہ ڈبیہ منگوائی۔ اپنے پاس رکھ لی۔

حضرت علیؑ نے عورت کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ اور فرمایا۔ اب میں جو کچھ پوچھتا جاؤں سیدھی سیدھی بات بتائی جانا ورنہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس بھرے مجمع میں تیرے سابقہ کرتوت مع گواہوں کے کھول کر رکھ دوں گا۔

عورت کا جسم پسینہ سے شرابور ہوگیا۔ اور تھر تھر کانپنے لگی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تو نے فلاں مقام پر اس جوان کے قریب جا کر اسے دعوت گناہ دی تھی؟ حضرت علیؑ نے عورت کے وہ جملے دہرائے جو اس نے اس مقدسی جوان کے جسم کی نرمی۔ اور چہرے کی بشاشت کے متعلق کہے تھے۔ حضرت علیؑ نے مقدسی کے دونوں جواب بھی دہرائے۔

عورت نے کانپتے ہوئے عرض کیا۔ قبلہ میں نے دعوت گناہ دی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اس نوجوان کے انکار پر تو نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں عورتوں جیسا مکر کروں گی۔ اور تو ذلیل ہو جائے گا؟

عورت نے عرض کیا:

میں نے کہا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ایک رات جب مقدسی نوجوان شب بیداری سے تھک کر سو رہا تھا تو تو نے اپنی تھیلی اپنے ہاتھ سے اس کے سامان میں جا چھپائی تھی؟

عورت نے عرض کیا۔ میں نے ہی یہ کام کیا تھا۔

حضرت علیؑ نے سالار قافلہ سے فرمایا۔ جب تو نے تمام قافلہ کی تلاشی لی تھی اور اس عورت کو بتایا تھا کہ مقدسی کے سوا تمام قافلہ کا سامان دیکھا جا چکا ہے۔ تیری تھیلی برآمد نہیں ہوئی۔ تو اس نے تجھے مقدسی کی تلاشی پر آمادہ کیا تھا؟

سالار قافلہ نے کہا: بالکل اس نے یہی الفاظ کہے تھے۔ جو آپ نے فرمائے ہیں۔

حضرت علیؑ نے عورت سے کہا:

واپسی پر جب تیرے پاس زادِ راہ ختم ہو گیا تھا۔ تو تو فلاں مقام پر قافلہ سے جدا ہو کر زادِ راہ کی تلاش میں فلاں بستی کی طرف گئی تھی؟

عورت نے عرض کیا۔ یا علیؑ گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بستی سے فاصلہ پر باہر تجھے فلاں رنگ و شکل کا گڈریا ملا تھا؟

عورت نے کہا۔ ملا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے اس سے زادِ راہ کا سوال کیا تھا؟

عورت نے کہا۔ میں نے اس سے زادِ راہ مانگا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جواب میں اس نے بھی تجھ سے کچھ مانگا تھا؟

عورت نے کہا۔ اس نے بھی مانگا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کافی تکرار کے بعد تو اس کا مطالبہ پورا کرنے پر رضامند ہو گئی تھی؟

عورت نے کہا۔ میں رضامند ہو گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے گڈریے کا مطالبہ پورا کیا۔ اور گڈریے نے تیری ضرورت پوری کر دی۔ تجھے خیال نہ رہا۔ لیکن تجھے حمل ہو گیا دو دن بعد فلاں مقام پر تو رفع حاجت کے لیے فلاں جگہ گئی تھی؟

عورت نے کہا۔ گئی تھی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

واپسی پر تجھے شیطان ملا تھا؟

عورت نے کہا۔ نہیں یا علیؑ! میں نے شیطان کو کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

رفع حاجت سے واپسی پر تجھے اس حلیے کا ایک بوڑھا آدمی ملا تھا۔ جس کی بھنوئیں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں۔ کمر جھکی ہوئی تھی۔ رنگ کالا تھا۔ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں موٹے دانوں کی لکڑی کی تسبیح تھی اور دوسرے ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا تھا؟

عورت نے کہا۔ ایسا شخص ملا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛
وہی شیطان تھا۔ اور اس نے تجھے بتایا تھا کہ تجھے گڈریے سے حمل ہو گیا۔؟
عورت نے عرض کیا۔ مجھے اسی نے بتایا تھا۔
حضرت علیؑ نے فرمایا؛
یہ بات سن کر تو رونے لگ گئی تھی اور اس نے تجھے ان الفاظ سے تسلی دے کر تجھے بتایا تھا کہ مقدسی کا نام لے کر قافلہ والوں کو بتا دے۔ پھر تو نے قافلہ میں واپسی کے بعد واویلا کر کے قافلہ والوں کو بتایا۔
عورت نے کہا۔ بالکل یا علیؑ ایسے ہی جیسے آپ نے فرمایا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ قافلہ کے ساتھ تھے اور میرے قدم قدم پر آپ میرے سایہ کی طرح تھے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا؛
اے ابو حفص! اس جوان نے شوق عبادت میں انتہا پسندی سے کام لے کر اپنے آپ کو عورت کے ناقابل بنا رکھا ہے۔ اور اس نے آپ کو جو امانت دی تھی۔ اور جو اس وقت آپ کے پاس ہے اس میں اس کی انتہا پسندی کا نتیجہ ہے۔ اس جوان نے اپنا آلہ تناسل کاٹ کر اسی ڈبیہ میں رکھا ہوا ہے۔ جو سبز ریشم کے کپڑے میں لپٹا ہے۔ پہلے آپ ڈبیہ کو کھول کر اس میں میری بات کی تصدیق کر لیں۔ بعد میں جن لوگوں کو میری بات میں شک رہ جائے وہ اس نوجوان کا بھی ملاحظہ کر لیں۔
حضرت عمرؓ نے کہا۔
یا علیؑ! اب اس خبیثہ سے کیا سلوک کیا جائے؟۔ آپ نے فرمایا۔ قبرستان یہود میں گڑھا کھود کر اسے سینہ تک دبا کر رجم کیا جائے۔ اس عورت کو سنگسار کیا گیا۔ وہ مقدسی نوجوان تا وفات مسجد نبوی میں مصروف عبادت رہا۔
یہ معجزہ دیکھنے کے بعد عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ کہا: (لولا علیؑ لھلک عمر)

۸۔ کنواری حاملہ:

بحار میں عمار یاسر اور زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ سترہ صفر سوموار کا دن تھا۔ ہم مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔
آپ نے فرمایا؛
عمار میری ذوالفقار مجھے لا کر دو۔
عمار ذوالفقار لے آیا۔ آپ نے اسے بے نیام کر کے اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ اور فرمایا۔
عمار! آج ایک ایسا فیصلہ کروں گا کہ مومن کے ایمان میں اور منافق کے نفاق میں اضافہ ہو جائے گا۔

عمار! ذرا در مسجد پر جا کر دیکھ۔ کیسا شور و غل ہے۔

عمار کہتا ہے کہ میں جب باہر گیا تو دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک نوجوان لڑکی سوار ہے ہزار تلوار باز اس کے گرد ہیں ہر ایک نے تلوار نیام سے نکال رکھی ہے۔ وہ سب اس لڑکی کے افراد قبیلہ تھے۔ ان میں سے کچھ لڑکی کے حق میں تھے۔ اور کچھ مخالف تھے۔

لڑکی رو رو کر عرض کر رہی تھی۔ اے فریادیوں کے فریاد رس۔ ۔ ۔ اے خواہشمندوں کی آخری منزل۔ ۔ ۔ اے محتاجوں کے خزانہ۔ ۔ ۔ اے مستحکم قوت کے مالک۔ ۔ ۔ اے یتیم کو رزق دینے والے۔ ۔ ۔ اے زمانہ قدیم سے دوست دشمن کے رازق۔ ۔ ۔ اے ہر کہنہ ہڈی میں جان ڈالنے والے۔ ۔ ۔ اے وہ جو ہر قدیم سے قدیم اور سابق ہے۔ ۔ ۔ اے بے سہارا اور بیچارہ کے چارہ گر۔ ۔ ۔ اے ہر مظلوم کے دادرس۔ ۔ ۔ میں تیرے ولی کے در پہ آئی ہوں۔ میں تیرے نبیؐ کے خلیفہ برحق کی چوکھٹ پہ آئی ہوں۔ مجھے سرخرو فرما اور میری مصیبت دور فرما۔

عمار نے ان سے کہا۔ تمہیں امیر المومنینؑ بلا رہے ہیں۔

لڑکی اونٹ سے نیچے اتری۔ تمام دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل مسجد ہو گئے۔ وہ لڑکی حضرت علیؑ کے سامنے آئی۔ دست بستہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اور عرض کیا۔

میرے آقا۔ ۔ اے امام المتقین! میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ ۔ ۔ آپ کا در رحمت سمجھ کے حاضر ہوئی ہوں۔ میری مصیبت دور فرمایئے۔ ۔ ۔ آپ مجھے مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ۔ ۔ آپ تمام ماکان کے اور تا قیامت مایکون کے عالم ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمار! جا کوفہ کے ہر گلی اور کوچہ میں منادی کرا دے کہ جس کسی نے برادر رسولؐ کے وہ کمالات دیکھنا ہوں جن سے اللہ نے انہیں نوازا ہے تو فوراً مسجد میں آ جائے۔

اور شامیو! جو پوچھنا ہو علیؑ سے پوچھ لو۔ یہ اعلان سن کر اس عورت کے ساتھ آنے والوں میں سے ایک بوڑھا شخص اٹھا جس نے یمنی چادر اوڑھ رکھی تھی اور عرض کی۔

اے امیر المومنینؑ! یہ میری لڑکی ہے۔ میں شیوخ عرب سے ایک ہوں۔ تمام عرب کے شیوخ میرے اثر و رسوخ کی بدولت اس لڑکی کے خواستگار تھے۔ لیکن اس نے میری ناک کاٹ کر رکھ دی ہے۔ اس نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ میں پورے عرب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔

آپ نے پوچھا۔ آخر بات کیا ہے؟

اس نے عرض کیا اے قبلہ کیا بات ہے۔ آپ سے کیا چھپاؤں یہ کنواری ہے اور حاملہ ہو گئی ہے۔ شاید آپ

نے میرا نام کبھی سنا ہوگا۔ میں قیس ابن عفر لیس ہوں۔ میری آگ کبھی نہیں بجھی اور میرے پڑوسی کی طرف کسی نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اب سمجھ نہیں آتی کہ ڈوب مروں یا زندہ رہوں۔

آپ برحق خلیفہ سید الانبیاءؐ ہیں۔ ہر امام اپنی امت کے ظاہر و باطن سے باخبر ہوتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی عظیم سانحہ نہیں دیکھا۔ اب آپ ہی مشکل کشا ہیں۔

حضرت علیؑ لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ بی بی تو بھی کچھ کہنا چاہے گی۔ تیرا باپ کیا کہہ رہا ہے؟

لڑکی نے عرض کیا۔ قبلہ! میں نے بھی عرض کیا ہے۔ اور میرے باپ نے بھی عرض کیا ہے کہ آپ امام امت ہیں اور آپ ما کان وما یکون کے عالم ہیں۔ اگر آپ میرا ہی بیان لینا چاہتے ہیں۔ تو

جہاں تک میرے والد کا یہ کہنا ہے کہ میں کنواری ہوں۔ بالکل سچ ہے۔ میں کنواری ہی ہوں لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں حاملہ ہوں۔ تو میں اسے تسلیم نہیں کرتی۔ میرے مولا! مجھے آپ کی امامت کی قسم ہے۔ میں اپنے بلوغ کے لمحہ اول سے لے کر آج تک کسی خیانت کی مرتکب نہیں ہوئی۔

حضرت علیؑ نے تین مرتبہ اللہ اکبر فرمایا۔ تلوار بدست منبر پر جلوہ فگن ہوئے۔ اور فرمایا۔ اب حق آگیا ہے اور باطل رفو چکر ہوگیا ہے۔ باطل ہمیشہ سے کافور ہونے والا رہا ہے۔

عمار جلدی سے کوفہ کی دائی کو بلاؤ۔

کوفہ کی دائی پیش ہوئی۔ اور سلام عرض کیا۔

آپ نے فرمایا!

اس لڑکی کو خلوت میں لے جا اور معائینہ کر کے بتا کہ واقعاً اسے حمل ہے یا نہیں؟

دائی لڑکی کو خلوت میں لے گئی۔ آدھ گھنٹہ کے بعد لڑکی کو واپس لائی اور عرض کیا۔ قبلہ میرے تجربہ اور علم کے مطابق حمل ہے اور اس کی رحم میں بچہ پرورش پا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کنواری اور پاکیزہ بھی ہے۔

آپ لڑکی کے باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے ابو الغضب تو شام کے فلاں علاقہ کی فلاں بستی کا باسی ہے؟

اور اس کا نام اسعار ہے؟

لڑکی کے باپ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے درست فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا:

کیا تمہارے علاقہ میں برف باری ہوتی ہے اور برف پورا سال رہتی ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ برف باری ہوتی ہے۔ اور پورا سال برف رہتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

بے مجھے اسی وقت برف کا ایک ٹکڑا چاہیئے۔

اس نے عرض کیا۔ اس وقت اور یہاں کوفہ میں ہم کیسے برف لا سکتے ہیں۔ وہ تو یہاں تک پہنچتے پہنچتے پگھل کر پانی ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا!

کوفہ سے تمہاری بستی کا فاصلہ کتنا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ دوسو پچاس فرسخ کا فاصلہ ہے۔

آپ نے فرمایا!

لوگو! اللہ نے اپنے ولی اور نائب نبیؐ کو جو علم اور قدرت دی ہے اسے دیکھو۔

عمار کا بیان ہے کہ یہ فرمانے کے بعد آپ نے منبر کوفہ سے سوئے شام ہاتھ بڑھایا۔ جب واپس لائے تو اس میں برف کا ایک ٹکڑا تھا۔ جس سے پانی ٹپک رہا تھا۔

یہ کرشمہ دیکھ کر مسجد میں موجود لوگوں نے تکبیر اور درود بر محمدؐ و آل محمدؐ کے بعد زندہ باد یا علیؑ زندہ باد کے نعرے لگانا شروع کئے۔

آپ نے فرمایا!

خاموش رہو۔ اگر میں چاہوں تو برف کا پورا پہاڑ کوفہ لے آؤں۔

پھر آپ نے دائی سے فرمایا لے یہ برف۔ اس لڑکی کو بیرون مسجد لے جا۔ ایک طشت میں یہ ٹکڑا رکھ۔ لڑکی کو اس پر بٹھا۔ پھر قدرت خدا کا کرشمہ دیکھ۔ اس کی رحم سے ساڑھے سات سو درہم وزن کی جونک برآمد ہو گی بے شک اس کا وزن کر لینا اور پھر مسجد میں لے آنا۔

عورت لڑکی کو بیرون مسجد لے گئی۔ حکم حضرت علیؑ کے مطابق لڑکی کو برف کے ٹکڑا پر بٹھایا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کی رحم سے جونک طشت میں ٹپک پڑی۔ دائی نے اٹھایا۔ وزن کیا۔ ساڑھے سات سو درہم وزن بنا اٹھا کر حضرت علیؑ کے پاس لائی۔ تمام لوگوں نے اسے دیکھا۔ لڑکی اور لڑکی کا باپ حضرت علیؑ کے قدموں پر گر کر بوسہ دینے لگے۔ اور عرض کرتے تھے۔

یا علیؑ تو نے ہماری عزت بچالی ہے۔ ہم لٹ گئے تھے تو نے ہمارا تحفظ کیا ہے۔

آپ نے لڑکی کے باپ سے فرمایا۔

اے ابو الغضب! میں علی شہادت دیتا ہوں کہ تیری لڑکی پاکدامن ہے اس نے کوئی زنا نہیں کیا۔

ابو الغضب نے عرض کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں جو کچھ رحم میں ہوتا ہے۔ آپ اس کے عالم ہیں۔ آپ دین کے ستون ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جب لڑکی دس برس کی تھی۔ آپ کی بستی کے فلاں طرف تالاب میں گئی وہاں نہاتے کی خاطر تالاب میں داخل ہوئی اور یہ جونک اس کی رحم میں داخل ہوگئی جس کا اسے پتہ نہ چلا اور یہ اس کی رحم میں پرورش پا کر بڑی ہوگئی۔

کوفہ والوں نے پکار کر عرض کیا۔ یا علیؑ! آپ کو معلوم ہے۔ پانچ برس سے ہم نے بارش کا منہ نہیں دیکھا آج آپ کا دریائے رحمت عروج پر ہے اللہ سے بارش کی دعا فرمایئے۔

آپ منبر پر کھڑے ہوئے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ بادل گھر گئے۔ گھٹا چھا گئی۔ اور ابھی تک اہل کوفہ اپنے اپنے گھروں میں نہ پہنچے تھے کہ موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ جل تھل ہوگیا۔ کوفہ کی گلیوں میں نالوں کی طرح پانی بہنے لگا۔ پھر سب جمع ہو کر در امیرالمومنینؑ پر آئے اور عرض کی۔ یا علیؑ! ہمارے لیے کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ بارش برس گئی تو ہمیں سر چھپانے کی جگہ تک نہ ملے گی۔

آپ نے سوئے آسمان اشارہ کیا۔ بادل پھٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

۹۔ چور کی سزا:

روضہ میں اصبغ ابن بنانہ سے مروی ہے کہ فیصلوں کا دن تھا۔ حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے۔ مقدمات کے فیصلے ہو رہے تھے۔ کہ کچھ لوگ آئے ان کے آگے ایک سیاہ فام غلام تھا جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ اس نے چوری کی ہے۔

آپ نے غلام سے پوچھا۔

کیا تو نے چوری کی ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ چوری کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

عقل کے ناخن لے اگر تو نے دوسری مرتبہ چوری کا اقرار کر لیا تو میں ہاتھ کاٹ لوں گا۔ کیا چوری کی ہے؟

غلام نے عرض کیا۔ قبلہ چوری کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

اب ہاتھ کاٹنا واجب ہوگیا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

غلام کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ غلام نے اپنے کٹے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کٹی ہوئی جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ غلام بازار میں جا رہا تھا۔

ابن الکواء دشمنانِ حضرت علیؑ میں معروف تھا۔ غلام کو راستہ میں ملا۔ اور پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

غلام نے جواب دیا۔ میرا ہاتھ سید الاوصیاء اور سفید جبینوں کے سردار نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ خلیفہ رسولؐ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ امام ہدیٰ۔ زوجِ فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفیٰؐ نے کاٹا ہے میرا ہاتھ حسن مجتبیٰؑ کے باپ علی مرتضیٰ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ قسیم جنت ونار علیؑ نے کاٹا ہے۔ میرا ہاتھ اس نے کاٹا ہے۔ جس کے سامنے آج تک کوئی بہادر ٹھہر نہیں سکا۔ جس نے بحالت رکوع زکوٰۃ دی۔ جو ابن عم رسولؐ ہے۔ جو ہدایت کا راہنما اور صدیق اکبر ہے۔ میرا ہاتھ مکی۔ ربیش۔ المجاج۔ آل خم سے امین۔ آل یاسین کا سردار آل طٰہٰ کا زیب ہے۔ میرا ہاتھ اس نے کاٹا ہے جس نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے جو خاتم الاوصیاء اور شیر بیشہ ہیجا ہے۔ جبریل جس کی تائید کرتا ہے۔ میکائیل جس کی نصرت کرتا ہے۔

ابن الکواء نے کہا۔ اے حبشی! اللہ تجھے عقل دے۔ اب چپ بھی ہو گا۔ یا بولتا جائے گا۔ تو اس شخص کی تعریف کر رہا ہے۔ جس نے تجھے دائیں ہاتھ سے محروم کر دیا ہے؟

غلام نے کہا:

چپ رہ۔ میں اس شخص کی تعریف کیسے نہ کروں جس کی محبت میری رگ رگ۔ نس نس۔ اور خون کے قطرہ قطرہ میں موجود ہے۔ اگر میں اس سزا کا مستحق نہ ہوتا تو وہ کیوں میرا ہاتھ کاٹتے۔

اصبغ کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو غلام اور ابن الکواء کی تمام گفتگو سے آگاہ کیا

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا:

بیٹے جلدی جا کر اپنے غلام چچا کو لے کر آؤ۔

امام حسنؑ گئے تو غلام مقام کندہ پر بیٹھ کر لوگوں کو اپنا کٹا ہوا ہاتھ بھی دکھا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ دیکھو میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ امام حق سے اپنے گناہ کی سزا بھگت لی ہے۔ اب قیامت میں تو مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

آپ کو میرے بابا جان نے یاد فرمایا ہے۔

فوراً امام حسنؑ کے پیچھے چلا آیا۔ حضرت علیؑ کے سامنے آیا۔ سلام کیا۔

آپ نے فرمایا:

بندہ خدا! میں نے تجھے سزا دی ہے اور تو تعریف کرتا ہے؟

غلام نے عرض کیا:

تعریف اس لیے کرتا ہوں کہ آپ کی محبت میرے گوشت و پوست میں بسی ہوئی ہے۔ تعریف اس لیے کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے دنیا میں میرے جرم کی سزا دے کر عذاب آخرت سے بچا لیا ہے۔ آپ میری نگاہ میں قابل

تعریف ہیں۔

آپ نے فرمایا:

ہاتھ مجھے دے۔

غلام نے کٹا ہوا ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔

آپ نے ہاتھ اٹھایا اور کٹی ہوئی جگہ کے ساتھ جوڑ کر اوپر اپنی عبا ڈال دی۔ دست شفقت پھیرا ہاتھ جڑ گیا غلام آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ اے امام برحق میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ آج تو آپ نے یکے بعد دیگرے دو احسان فرما دیئے ہیں۔

حضرت علیؑ کی دُعائیں

۱۔ بعداز موت زندگی :

بحار میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ خوارج کی تلاش میں کوفہ سے باہر نکلے اور مقام سابا طانک جا پہنچے۔ وہاں ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

قبلہ میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں۔ میرا ایک انتہائی پیارا بھائی تھا عمرؓ نے اسے جنگ قادسیہ میں سعد ابن ابی وقاص کی سربراہی میں بھیجا تھا۔ وہ مدائن میں مارا گیا تھا میری خواہش ہے کہ آپ اسے زندہ کردیں۔

آپ نے فرمایا:

اس کی قبر کہاں ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ہم کوفہ میں رہتے ہیں اور اس کی قبر مدائن میں ہے۔

آپ نے فرمایا:

آنکھیں بند کر

میں نے آنکھیں بند کیں۔ پھر فرمایا۔ اب کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو مدائن کے قبرستان میں میرے بھائی کی قبر پر کھڑے تھے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا یہی تیرے بھائی کی قبر ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہی ہے۔

آپ نے تلوار کی نوک قبر پہ رکھی اور فرمایا۔ قم باذن اللہ

قبر میں شگاف ہوا اور اس کا بھائی نکل کر باہر آگیا۔

جب بھائی نے اس سے بات کی۔ تو اس نے ایسا جواب دیا جسے وہ نہ سمجھ سکا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ بندہ خدا! تو تو عرب تھا تیری زبان کیوں غیر عربی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں آپ کا دشمن تھا۔ اور آپ کے جتنے بھی دشمن مرتے ہیں ان کی زبان عربی نہیں رہتی۔

یہ سن کر اس کے بھائی نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آپ کا دشمن تھا۔ مجھے ایسے کسی بھائی کی ضرورت نہیں جو آپ کا دشمن ہو۔ آپ اسے واپس اپنی جگہ بھیج دیں۔

آپ نے فرمایا:

ارجع۔ واپس ہٹ جا

وہ قبر میں چلا گیا اور قبر پہلے کی طرح بند ہو گئی۔

۲۔ نوشیروان سے گفتگو:

بحار میں عمار ساباطی سے مروی ہے کہ حضرت میدان میں تشریف لائے۔ ایوان کسریٰ میں داخل ہوئے اور مجھے ایک جگہ کی نشاندہی کر کے فرمانے لگے۔ عمار! اس جگہ کسریٰ کے اہل و عیال رہا کرتے تھے۔ اس جگہ ان کے نوکر رہتے تھے۔ یہاں وہ کھانا کھاتے تھے۔ یہاں کسریٰ سوتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو تو ایسے معلوم ہے جیسے آپ ان کے گھر ایک فرد ہوں؟

آپ نے فرمایا:

عمار! یہ اللہ کا عنایت کردہ علم ہے۔ جو ہر وصی نبی اور امام امت کو ہوتا ہے۔ لوگ تو اسے علم غیب کہتے ہیں وہ بھی سچے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے لیے وہ علم غیب ہی ہوتا ہے لیکن آئمہؑ کے لیے جب کوئی چیز غیب ہی نہیں ہوتی تو پھر ان کا علم بھی علم غیب نہیں ہوتا۔

اسی دوران ایک پرانی سی کھوپڑی نظر آ گئی۔ حضرت علیؑ نے اسے دیکھا اور آہ سرد بھر کے فرمایا۔

آؤ آج تمہیں نوشیروان کی باتیں سناؤں۔ پھر ایک سپاہی کو حکم دیا کہ یہ کھوپڑی میرے خیمہ میں لے آ سپاہی نے کھوپڑی اٹھائی۔ آنحضورؑ نے بیرون خیمہ ڈیرہ لگایا۔ اور حکم دیا کہ۔

اس کھوپڑی کو ایک طشت میں رکھ دو۔ اور طشت کو پانی سے بھر دو۔

جب آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ تو آپ نے کھوپڑی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

کیا تو بتا سکتا ہے کہ میں کون ہوں۔ اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح عربی میں جواب دیا۔ آپ امیر المومنینؑ۔ امام المتقین اور سید الوصیین ہیں۔ اور میں اللہ کے عبد اور کنیز کا بیٹا نوشیروان ہوں۔

آپ نے پوچھا۔ بتا اب کیا حال ہے؟

کھوپڑی نے عرض کیا۔ قبلہ میں ایک خدا ترس۔ عادل اور مہربان حکمران تھا۔ میں نے کبھی کسی پر نہ ظلم دیکھا تھا اور نہ خود کیا تھا۔ میں ایک مجوسی تھا۔ میرے ہی زمانہ میں سرکارِ رسالتؐ نے اپنے نور انور سے اس دنیا کو منور کیا تھا۔ اور ان کی آمد کی علامات میں سے ایک علامت میرے ہی گھر میں ظاہر ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ میرے محل کے چودہ کنگرے گر گئے تھے لیکن بدقسمتی شامل تھی اور میں مشرف باسلام نہ ہو سکا۔

مگر با ایں ہمہ قدرت نے میری رحمدلی کے پیش نظر مجھے آتش جہنم کی بجائے ایسی جگہ عنایت فرما رکھی ہے جو نہ جنت سے دور ہے اور نہ جہنم کے قریب ہے۔

آج کف افسوس ملتا ہوں کہ اے اہلبیت محمدؐ کے سردار اور اے امام امت! کاش میں بھی امت مسلمہ میں ہوتا اور آپ کا جوڑے بردار ہوتا۔

یہ سن کر سب صحابہ رونے لگے۔ اور آپس میں اس طرح گفتگو کرنے لگے۔

کچھ صحابہ نے کہا۔ علیؑ رب ہے۔

کچھ نے کہا۔ رب نہیں نبی ہے اور کچھ نے کہا خدا ہے۔

کچھ نے کہا۔ نہ رب ہے۔ نہ نبی ہے۔ بندہ خدا ہے اور خلیفہ رسولؐ ہے۔

یہ نزاع انتہا پڑھا کہ حضرت علیؑ کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ دیکھو نہ غلط کہو اور نہ غلط سوچو۔ میں نہ خدا ہوں اور نہ نبی خدا ہوں میں اللہ کا ایک بندہ اور محمد مصطفیٰؐ کا ایک غلام ہوں۔ تم سب اپنے اپنے غلط عقیدہ سے توبہ کرو۔

جو لوگ رب کہنے والے تھے ان میں سے کچھ نے تو توبہ کر لی لیکن کچھ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ حضرت علیؑ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ جو کچھ لوگ پہلے ہی وہاں سے چلے گئے تھے جب انہیں پتہ چلا کہ حضرت علیؑ نے ہمارے ساتھیوں کو آگ میں جلا ڈالا ہے تو وہ کہنے لگے۔ اب تو ہمیں اور بھی یقین ہو گیا ہے کہ علیؑ ہی رب ہے اگر رب نہ ہوتا تو آگ کا عذاب کیوں دیتا۔

عیون المعجزات میں اس روایت کا اختتامیہ یوں ہے کہ۔ جن لوگوں کو حضرت علیؑ نے جلا دیا تھا انہیں اعجاز امامت سے زندہ کیا اور ان کو اپنے گرد سے بھگا دیا۔

۳۔ سام ابن نوحؑ:

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے ایک گروہ سرور انبیاءؐ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔

ہم حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہمارے نبی حضرت نوحؑ کا وصی جناب سام تھا۔ اور آپ کا وصی کون ہے۔ وصی کا اعلان کر دیا تھا۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔ میرا وصی یہ میرا بھائی علیؑ ہے۔
انہوں نے عرض کیا۔ اگر علیؑ آپ کا وصی ہے اور ہم اس سے خواہش کریں کہ ہمیں سام بن نوح کی زیارت کرادے تو کیا ہماری خواہش پوری کردیگا؟
آپ نے فرمایا:
صرف یہی نہیں جو خواہش بھی کروگے پوری کردے گا۔
انہوں نے عرض کی۔ یا علیؑ آپ ہمیں جناب سام کی زیارت کرادیں۔
حضرت علیؑ نے فرمایا۔
یہیں زیارت کروگے یا اپنے گھر؟
انہوں نے عرض کیا۔ اب تو یہاں آہی چکے ہیں یہیں ہوجائے تو بہتر ہے۔
آپ نے فرمایا۔ اٹھو میرے ساتھ مسجد کے اندر چلو۔
وہ اٹھے حضرت علیؑ کے ساتھ مسجد کے اندر آئے۔ آپ نے محراب مسجد میں کھڑے ہوکر فرش پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ زمین میں شگاف ہوگیا۔ ایک انتہائی حسین وجمیل سفید ریش شخص سامنے آیا۔ اور عرض کی۔
اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله واشهد انك على وصى رسول الله۔
میں سام ابن نوح ہوں۔
ان لوگوں نے اپنے صحیفے نکالے اور ان میں جناب سام کی علامات تلاش کرنے لگے۔ جب انہیں یقین ہوگیا کہ آپ ہی سام ہیں۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ ہماری مزید تسلی کے لیے آپ ہمارے صحائف میں سے ایک سورت سنا دیں۔ جناب سام نے ایک سورت سنائی۔ پھر حضرت علیؑ کو سلام کیا۔ اور اپنے تابوت میں سو گئے زمین دوبارہ بھر گئی۔ ان تمام لوگوں نے کلمہ پڑھ کر دین اسلام قبول کرلیا۔

۴۔ اُم فروہ انصاریہ:

خرائج میں قطب راوندی جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ۔ مدینہ میں ام فروہ انصاریہ نامی ایک عورت تھی جو محبان علیؑ میں سے تھی وفات رسولؐ کے بعد یہ خوش نصیب لوگوں کو حضرت علیؑ کی بیعت پر آمادہ کرتی تھی اور بیعت ابوبکرؓ پر ملامت کرتی تھی۔ ابوبکر کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ام فروہ کو دربار میں بلایا اور پوچھا۔
مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو مسلمانوں کی مخالفت کررہی ہے؟
جناب ام فروہ نے کہا۔ مسلمانوں کی مخالفت کو میں ایمان کی کمزوری سمجھتی ہوں اور میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ میری امامت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

ام فروہ نے کہا۔ آپ کو اپنی قوم نے منتخب کیا ہے۔ جب تک آپ ان کے کام آتے رہیں گے وہ آپ کو برسر اقتدار رکھیں گے اور جب آپ نے ان کی مخالفت کی یا انہوں نے آپ کو مفید نہ سمجھا تو وہ آپ کو ایک طرف کر دیں گے۔

لہٰذا آپ صرف اپنی قوم کے امیر ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو امام ہوتا ہے وہ نائب نبی ہوتا ہے اور جس طرح نبی مشرق و مغرب میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر ہوتا ہے۔ اسی طرح امام بھی علم امامت سے ان تمام حالات سے مطلع ہوتا ہے۔ امام جب سورج کی دھوپ یا چاند کی روشنی میں کھڑا ہو تو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔

امام وہ نہیں ہوتا جو بت پرست ہو یا کفر کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہو۔ اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کیسے امام ہیں؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ میں ان آئمہ سے نہیں ہوں جنھیں اللہ اپنی نبی عالیٰ کے ذریعہ ان کی امامت کا اعلان کرتا اور قرآن میں ان کا تذکرہ ہوتا۔

حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو گئے۔

ام فروہ نے پھر کہا۔ اگر آپ واقعاً امام امت ہیں تو آپ ایسا کریں مجھے ایک بات بتا دیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کیا پوچھنا ہے پوچھئے

ام فروہ نے کہا۔ اللہ نے اپنی کتب میں تمام آسمانوں کے نام بتائے ہیں۔ آپ مجھے سات آسمانوں کے نام ہی بتا دیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ آسمانوں کے نام تو ان کے خالق کو معلوم ہیں۔

ام فروہ نے کہا۔ میں نے تو پہلے عرض کر دیا ہے کہ امام علم الٰہی کا مخزن ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے نبیؐ کو علم دیتا ہے اور نبیؐ اپنے وصی کو علم سے نوازتا ہے۔ میں نے دعوائے امامت نہیں کیا۔ البتہ اللہ کے مقرر کردہ اور رسولؐ کو نین کے اعلان کردہ امام سے کبھی کبھی چند مسائل پوچھ لیتی ہوں۔ بنابریں میں کہہ سکتی ہوں کہ اگر عورتوں کو تعلیم دینے کی اجازت ہوتی تو آپ کو تمام آسمانوں کے نام بتا دیتی۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اے دشمن خدا! ابھی اسی جگہ تمام آسمانوں کے نام بتا ورنہ تجھے قتل کرا دوں گا۔

ام فروہ نے کہا۔ مجھے قتل سے نہ ڈرا۔ اگر میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی ویسے میں آپ کو نام بتاتی ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ بتا سات آسمانوں کے کیا نام ہیں۔

ام فروہ نے کہا۔ آسمان اول کا نام ایلال ہے۔

آسمان دوم کا نام ربعون ہے۔

آسمان سوم کا نام سحقوم ہے۔

آسمان چہارم کا نام زیلول ہے۔

آسمان پنجم کا نام ماین ہے۔

آسمان ششم کا نام ماجیر ہے۔ اور

آسمان ہفتم کا نام ایوث ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اب بتا علیؑ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

ام فروہ نے کہا۔ میں علیؑ کے متعلق خیال رکھنے والی کون ہوتی ہوں۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ علیؑ امام آئمہؑ اور وصی اوصیاء ہے۔ علیؑ وہ ہے جس کے نور سے ارض و سما منور ہیں۔ بقول نبیؐ معرفت علیؑ کے بغیر معرفت توحید بے معنی ہے۔ البتہ آپ بدل گئے ہیں۔ اور آپ نے سنت نبویہ کو بدل ڈالا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا۔ کہ یہ عورت مرتد ہو گئی ہے اسے قتل کر دیا جائے۔

ام فروہ کو حکم ابوبکرؓ سے قتل کر دیا گیا۔

حضرت علیؑ ان دنوں وادی قریٰ میں اپنی زرعی اراضی پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب واپس تشریف لائے اور آپ کو اطلاع ملی کہ ام فروہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ قبرستان میں آئے ام فروہ کی قبر پر کھڑے ہو گئے دیکھا تو قبر پر چار پرندے سفید رنگ بیٹھے تھے۔ ہر پرندہ کے منہ میں انار کا ایک دانہ تھا اور وہ قبر میں داخل ہو رہے تھے۔

جب پرندوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو انہوں نے پر پھڑپھڑائے اور قوں قوں کرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے پرندوں کی زبان میں کچھ فرمایا پھر فرمایا سافعل انشاء اللہ انشاء اللہ میں ضرور ایسا کروں گا۔

پھر آپ نے دست دعا سوئے آسمان بلند کئے اور عرض کیا۔

یا محی النفوس بعد الموت ویا منشی	اے مرنے کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والے
العظام الدارسات احی لنا ام فروہ	پرانی ہڈیوں کو از سر نو جوڑنے والے ام فروہ ہمیں زندہ
واجعلها عبرة لمن عصاك۔	کر دے تاکہ تیرے نافرمانوں کے لیے باعث عبرت ہو۔

ہاتف غیبی نے آواز دی۔ یا علیؑ آپ واپس چلیں ام فروہ آپ کے پیچھے آرہی ہے ام فروہ کی قبر شگافتہ ہوئی سبز ریشم کے لباس میں ام فروہ اپنی قبر سے السلام علیک یا امیر المومنینؑ کہتی ہوئی باہر نکلی۔ اور عرض کرنے لگی۔ قبلہ لوگوں کا خیال تو تھا کہ آپ کا نور امامت بجھا دیں۔ لیکن اللہ آپ کے نور امامت کو مزید منور فرمائے گا۔

جب ابوبکرؓ و عمرؓ کو پتہ چلا کہ جس ام فروہ کو تم لوگوں نے قبرستان بھیجا تھا علیؑ اسے قبرستان سے واپس لے آیا ہے حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے۔ جناب سلمان فارسیؓ وہیں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔

بخدا! اگر علیؑ چاہے تو ام فروہ کیا ہے اولین و آخرین کے تمام مردے زندہ ہو جائیں تو اللہ علیؑ کی دعا مسترد نہیں فرمائے گا۔

حضرت علیؑ نے ام فروہ کو اس کے شوہر کے سپرد فرمایا۔ ام فروہ سے زندہ ہونے کے بعد دو بچے پیدا ہوئے اور شہادت حضرت علیؑ کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہ کر فوت ہوئی۔

۵۔ وادی برہوت:

بحار میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک نوخیز یہودی ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا۔

السلام علیک یا ابابکر۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواب سلام دیا اور پوچھا کیا بات ہے؟

لڑکے نے کہا۔ میرا والد فوت ہو گیا ہے۔ بڑا مالدار تھا۔ مرنے سے قبل اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس نے اپنا تمام مال کہیں دفن کر رکھا تھا۔ وہ بتا نہ سکا۔ اگر آپ مجھے وہ مال بتا دیں یا مجھے میرے والد سے پوچھ کر فرما دیں۔ تو میں نے عہد کیا ہے کہ اس مال کو تین حصوں میں تقسیم کروں گا۔

ایک حصہ آپ کا ذاتی ملکیت ہوگا۔

اور دوسرا حصہ اپنے لیے رکھوں گا۔ اور تیسرا حصہ بیت المال میں جمع کرا دوں گا

حضرت ابوبکرؓ نے جھڑک کر کہا۔ دفع ہو جا یہاں سے علم غیب کون جانتا ہے؟

وہ لڑکا عمرؓ کے پاس آیا۔ اسے تمام واقعہ سنایا۔ عمرؓ نے بھی اسے جھڑکا اور کہا۔ علم غیب کی خبریں ہم نہیں جانتے لڑکا حضرت علیؑ کے پاس آیا اس وقت حضرت علیؑ اتفاقاً مسجد میں بیٹھے تھے لڑکے نے آکر کہا۔

السلام علیک یا امیر المومنینؑ۔ پھر اپنی تمام بپتا سنائی

حضرت عمرؓ نے کہا۔ او چھوکرے کل تو نے ابوبکرؓ کو نہ تو امیر المومنین کہا۔ اور نہ خلیفہ رسول کہہ کر سلام کیا آج علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کر رہا ہے۔

لڑکے نے کہا۔ یہودی ہوتا اور بات ہے۔ لیکن میں نے جناب رسولؐ ہیں ہر مسلمان سے یہی سنا ہے کہ علیؑ امیر المومنین ہے۔ میں نے یہ بھی مسلمانوں ہی سے سنا ہے کہ ہمارے نبیؐ نے علیؑ کو امیر المومنین کا لقب دیا ہے۔ جہاں تک خلیفہ رسولؐ ہونے کا تعلق ہے۔ تو وہ بھی مسلمانوں نے ہمیں بتایا تھا کہ رسولؐ نے اپنی طرف سے علیؑ کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ میں تو ایک یہودی ہوں۔ جو کچھ مسلمانوں سے سنا ہے اسی کے مطابق عمل

کیا ہے۔ علاوہ ازیں میں نے اپنے آباءواجداد کی کتب میں جو کچھ دیکھا ہے وہ بھی یہی ہے کہ محمدؐ کا خلیفہ اس کا بھائی علیؑ ہوگا۔ اور وہی امیرالمومنینؑ ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ان باتوں کو چھوڑ۔ یہ بتا جو کہہ رہا ہے اسے پورا کرے گا؟

لڑکے نے عرض کیا۔ قبلہ میں اپنے اللہ ملائکہ اور تمام موجود افراد کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو وعدہ کیا ہے۔ اسے نبھاؤں گا۔

حضرت علیؑ نے ایک سفید چمڑے کا ٹکڑا منگوایا۔ اور اس پر کچھ لکھ کر لڑکے کو دیکر فرمایا۔ کیا تو خود بھی اچھی طرح لکھ سکتا ہے؟

لڑکے نے کہا۔ بالکل لکھ سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

ایسا کر لکھنے کا سامان ساتھ لے لے یہ میرا رقعہ ہے۔ یمن میں ایک وادی برہوت ہے وہاں چلا جا غروب آفتاب کے وقت جانا۔ میرا یہ رقعہ وادی کے درمیان رکھ دینا۔ سیاہ رنگ کے کوّے آئیں گے۔ جب کوّے آجائیں تو اپنے باپ کا نام لے کر آواز دینا۔

میں وصی محمد مصطفیؐ علی ابن ابی طالب کا قاصد ہوں۔ اور اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تیرا باپ تجھے جواب دیگا۔ اس سے تمام خزانوں کے متعلق پوچھ کر اچھی طرح لکھ لینا۔ پھر خیبر میں آکر اپنا تمام مال نکال لینا۔

وہ لڑکا چلا گیا۔ وادی برہوت پہنچا۔ حضرت علیؑ کی ہدایات پر عمل کیا باپ کا نام لے کر آواز دی۔ ایک طرف سے جواب ملا۔ ارے بیٹے۔ تو ادھر کہاں آگیا ہے۔ یہ تو جہنمیوں کی وادی ہے۔

لڑکے نے کہا۔ آپ فوت ہو گئے۔ مجھے یہ تک نہ بتایا کہ مال کہاں رکھا ہے۔ میں ایک ایک پائی کو ترس گیا ہوں اس نے مال بتایا اور کہا جا کر فوراً دین محمدؐ اور خلافت علیؑ قبول کرے۔

لڑکا خیبر میں آیا۔ مال نکالا۔ تمام سونے اور چاندی کو اونٹوں پر لدوا کر مدینہ آیا۔ سب مال حضرت علیؑ کے قدموں میں آکر رکھ دیا اور عرض کیا۔ قبلہ یہ مال ہے اور یہ میں ہوں۔ پہلے مجھے اسلام میں داخل کیجئے پھر مال تقسیم کیجئے۔

۶۔ بددعا:

تاریخ بلاذری اور حلیۃ الاولیاء میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کوفہ میں دوران احتجاج حضرت علیؑ نے انس ابن مالک۔ براء ابن عازب۔ اشعث ابن قیس اور خالد ابن یزید سے مقام خم غدیر میں نبی کونینؐ کے اس جملہ کی گواہی مانگی کہ۔ کیا آنحضورؐ نے میرا بازو پکڑ کر یہ فرمایا تھا۔ کہ؟

ان چاروں نے بڑھاپے کا عذر کر کے معذرت کر لی۔ اور کہا بہت دن گزر گئے ہیں ہمیں کچھ یاد نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے انس اگر تو نے میرے حق میں شہادت دینے سے جھوٹ بولا ہے اور شہادت کو چھپایا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تیری پیشانی کو اللہ اس طرح برص زدہ کرے کہ تیرا وہ داغ عمامہ میں نہ چھپ سکے۔ جابر کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے انس کی پیشانی پر برص کا داغ دیکھا جو عمامہ سے چھپ نہیں سکتا تھا۔

اے اشعث اگر تو نے جھوٹ بولا ہے اور فقط میرے حق میں شہادت کو چھپانے کی خاطر بڑھاپے کا بہانہ تراشا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے دنیا میں نابینا کر دے۔

جابر کہتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اشعث کو اندھا دیکھا۔ اور یہ بھی سنا وہ کہا کرتا تھا۔ علیؑ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے صرف اندھا کرنے کی بددعا ہی کی تھی۔ دعا مانگ کر کسی اور مذموم عیب میں مبتلا نہیں کیا۔

اے خالد اگر تو نے میرے حق کو چھپانے کی خاطر شہادت سے گریز کیا ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو جاہلیت کی موت مرے۔ جابر کہتا ہے کہ جب خالد اپنے انجام کو پہنچا تو اسے اہل خانہ نے اپنے گھر ہی میں دفن کیا۔ جب بنی کندہ کو موت خالد کی اطلاع ملی تو وہ اونٹ اور گھوڑے لے کر خالد کے مکان پر آئے اور رسم جاہلیت کے مطابق انہیں پے کر کے خالد کی قبر پر ڈال گئے۔

اے براء اگر تو نے میرے حق کو چھپانے کی خاطر سن رسیدگی کا جھوٹا بہانہ گھڑا ہے تو اللہ تجھے اسی جگہ دفن کرے جس جگہ سے نفرت کر کے تو اسے چھوڑ آیا تھا۔ جابر کہتا ہے کہ براء معاویہ کی طرف سے سالار لشکر بن کر یمن جنگ میں گیا۔ اسی جنگ میں مارا گیا اور وہیں دفن ہوا۔





حیوانات کی گویائی

۱۔ بھیڑیئے کی باتیں:

کشف الیقین میں سعد اسدی سے مروی ہے کہ پندرہ شعبان کی ایک رات میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا آپ بیرون کوفہ اسی جگہ آئے جہاں ہر رات ان کا معمول تھا۔ آپ خچر پر سوار تھے خچر سے اترے۔ خچر نے ایک جھرجھری لی اور کان کھڑے کر لیے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ خچر کو کچھ نظر آیا ہے جس کی وجہ سے اس کا مزاج بدل گیا ہے۔

حضرت علیؑ نے ادھر ادھر دیکھا۔ تلوار کو بے نیام کیا اور فرمایا۔ وہ دیکھ دور سے بھیڑیا آرہا ہے۔ آپ آگے بڑھے اور بھیڑیئے سے فرمایا۔ قف مکانک۔ اپنی جگہ رک جا۔ بھیڑیا رک گیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

اے بھیڑیئے تو یہاں کس لیے آیا ہے۔ یہ کہہ کر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بارالہا اسے قوت گویائی دے۔ بھیڑیئے نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنینؑ آپ کے حق کی قسم ہے سات دن سے بھوکا ہوں۔ آج بھوک نے بہت تنگ کیا آپ کو دور سے دیکھا دل میں خیال کیا جاتا تو ہوں اگر ان میں میرا رزق مقدر ہوا تو مل جائے گا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ بارالہا بھیڑیا بھوکا ہے اسے رزق عنایت فرما۔

سعد کہتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ بھیڑیئے کا رزق کہاں سے آیا۔ میں نے دیکھا تو بھیڑیا اونٹ جیسی کسی چیز کو کھا رہا تھا۔ جب فارغ ہو چکا تو کہنے لگا۔ اے امیرالمومنینؑ! بخدا ہم درندے آپ کے اور آپ کی عترت کے موالی کا گوشت نہیں کھاتے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ تو رہتا کہاں ہے؟

بھیڑیئے نے عرض کیا۔ قبلہ میں اور میرا خاندان شام اور مصر کے کتوں پر مسلط ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہاں کوفہ کس لیے آیا ہے ؟

بھیڑیئے نے عرض کیا۔ قبلہ تقدیر میں آپ کی زیارت تھی۔ آیا تو تھا حجاز میں وہاں کچھ نہ ملا۔ تلاش رزق میں ادھر بھٹک گیا۔ یہ تو ایسا صحرا تھا جس میں کھانا تو اپنے مقام پر رہا پینے کا پانی بھی میسر نہیں آتا۔ یونہی چلتے چلتے کوفہ پہنچ گیا۔ یہ کہہ کر بھیڑیا پیچھے ہٹا اور عرض کی۔ قبلہ اب میں واپس جا رہا ہوں۔ قادسیہ جاؤں گا سنان ابن وائل آپ کا سخت ترین دشمن ہے جنگ صفین سے بچ کر آیا ہے۔ آج وہی میرا شکار ہے۔ یہ کہہ کر واپس مڑ گیا۔

میں حیرت سے کبھی شبیر کی گفتگو کو دیکھتا تھا اور کبھی حضرت علیؑ کی طرف دیکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کس بات پہ حیران ہے بخدا جو علم مجھے جدالحسنینؑ سے ملا ہے اگر اس میں سے ایک قطرہ بھی لوگوں کو دکھاؤں تو لوگ پھر مشرک ہو جائیں گے۔ اب تو جا اور قادسیہ میں وہ کچھ دیکھ لے جو ابھی بھیڑیا تیرے سامنے کہہ رہا تھا۔

میں گھوڑے پر سوار ہوا اور قادسیہ کی راہ لی۔ ابھی تک موذن نے اذان نہیں کہی تھی کہ میں قادسیہ پہنچ گیا۔ لوگ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ

سنان ابن وائل کو بھیڑیئے نے شکار کر لیا ہے۔

جس طرف لوگ جا رہے تھے میں بھی اسی طرف آیا دیکھا تو سر سالم رکھا ہوا تھا۔ جسم کے دیگر اعضا میں سے انگلیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ہم وہیں کھڑے تھے کہ ایک مرتبہ پھر بھیڑیا ظاہر ہوا لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ڈر سے بھاگ گئے، بھیڑیئے نے سنان کے سر کو بالوں سے پکڑا اور کوفہ کی راہ لی۔

میں نے وہاں جمع لوگوں کو بھیڑیئے کا وہ سارا واقعہ سنایا جو رات دیکھا تھا۔ اور انہیں بتایا کہ بھیڑیا حضرت علیؑ کو بتا کے آیا تھا کہ آج رات کا میرا شکار سنان ابن وائل ہے۔ حضرت علیؑ نے مجھے میرے اطمینان کی خاطر قادسیہ بھیجا ہے۔

تمام لوگ میرے قدموں کی خاک کو تبرکاً اٹھانے لگے۔ میں واپس کوفہ آیا حضرت علیؑ مسجد میں تھے میں نے یہاں بھی لوگوں کو بیرون کوفہ بھیڑیئے سے حضرت علیؑ کی گفتگو اور قادسیہ میں ہونے والا واقعہ سنایا۔ تمام لوگ حضرت علیؑ کے قدم چومنے لگے۔ حضرت علیؑ منبر کوفہ پر آئے اور فرمایا:

لوگو یقین رکھو۔ ہمارا محب کبھی داخل جہنم نہیں ہوگا اور ہمارا دشمن کبھی داخل جنت نہیں ہوگا۔

میں قاسم جنت و نار ہوں۔ جنت میرے دائیں اور جہنم بائیں ہوگی۔ میں جہنم سے کہوں گا یہ میرا ہے اسے چھوڑ دے یہ تیرا ہے اسے لے لے۔ میرا محب پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔

۲۔ مونچھوں والی مچھلی :

بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دریائے فرات میں طغیانی آ گئی۔ کوفہ کے ڈوب جانے

کا خطرہ پیدا ہو گیا اہل کوفہ جمع ہو کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی ۔قبلہ ہم غرق ہو گئے ہم نے آج تک دریائے فرات میں اتنا پانی نہیں دیکھا ۔حضرت علیؑ تشریف لائے تمام لوگ آپ کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے آپ مسجد بنی ثقیف کے پاس گزرے وہاں چند اوباش قسم کے خارجی نوجوان کھڑے ہوئے تھے انہوں نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر کچھ فقرے کسے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

حضرت علیؑ نے انہیں دیکھ لیا۔ اور فرمایا اے کمینے اجداد کی اولاد۔ اے قوم ثمود کے بچ جانے والے بدنصیبو پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا: ہے کوئی جو مجھ سے یہ غلام خریدے۔

یہ سن کر ان کے بڑے بوڑھے ہاتھ جوڑنے لگے اور عرض کرنے لگے۔ قبلہ نوجوان چھوکرے ہیں۔ لفنگے ہیں۔ ناسمجھ ہیں آپ ان کی بات کی پرواہ نہ فرمائیں معاف فرما دیں۔ ہم میں سے کوئی بھی ان کی کسی بات سے خوش نہیں ہوتا

آپ نے فرمایا؛

معاف تو کردوں گا مگر چند شرائط پر۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں آپ کی ہر شرط قبول ہے۔ آپ فرمائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

یہ ڈیرہ جو تم نے اوباش خانہ بنا رکھا ہے اسے گرا دو۔

ہر ایک نے اپنے مکان سے باہر گلی کو تنگ کر کے جو اضافہ کر رکھا ہے اسے ختم کردو۔

گلیوں میں رکھے ہوئے پرنالے بدل دو۔

راستوں میں جتنے گڑھے بنا رکھے ہیں انہیں مٹا دو۔

اور یہ سب کچھ میری واپسی تک ہو جانا چاہئے ہیں دیکھ کر گھر بعد میں جاؤں گا۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی میرے آنے تک موجود ہوئی تو پھر تم خود ذمہ دار ہو گے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی واپسی تک ان چیزوں میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اور آپ مطمئن ہو کر گھر جائیں گے انشاء اللہ۔ آپ آگے بڑھ گئے۔ دریائے فرات پر پہنچے۔ دریائے فرات میں طغیانی کا زور تھا۔

آپ نے عبرانی زبان میں کوئی جملہ کہا۔ دریا کناروں سے دو فٹ نیچے چلا گیا۔

آپ نے اہل کوفہ سے پوچھا کیا کافی ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ خطرہ تو نہیں ٹلا۔ کسی وقت بھی سطح بلند ہو سکتی ہے۔

آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے اسے پانی پر مارا۔ ایسے معلوم ہوا جیسے دریا بالکل خشک ہو گیا ہو۔ نہ میں مچھلیاں نظر آنے لگیں۔

تمام مچھلیوں نے السلام علیک یا امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا۔ تم نے مجھے کیسے پہچانا ہے؟

تمام مچھلیوں نے عرض کیا۔ قبلہ! ابتدائے تخلیق اللہ نے ہم پر آپ کی ولایت پیش کی تھی اور مونچھوں والی مچھلی اور مارماہی کے علاوہ ہم تمام نے آپ کی ولایت کو قبول کر لیا تھا۔

۳۔ تیتر کی غذا:

بحار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دوران حج حضرت علیؑ صفا اور مروہ کے مابین سعی کر رہے تھے کہ ایک تیتر زمین پر چلتا ہوا آپ کے سامنے آکر رک گیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے تیتر! میرا سلام ہو۔

تیتر نے فصیح عربی میں عرض کیا۔ اے امیرالمومنینؑ! میرا بھی سلام ہو۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ اے تیتر! یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟

تیتر نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو اتنے برسوں سے یہاں اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے میں مصروف ہوں۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ یہ ویرانہ ہے یہاں نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کو۔ تو کھا اور پی کر زندہ رہ رہا ہے؟

تیتر نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کے اس رشتہ کی قسم! جو آپ کو نبیؐ کونینؐ سے ہے۔ جب بھوک محسوس کرتا ہوں تو آپ کے موالیوں کے لیے دعا مانگ لیتا ہوں۔ سیر ہو جاتا ہوں۔ اور جب پیاس محسوس ہوتی ہے تو آپ کے دشمنوں پر تبرا کر لیتا ہوں سیراب ہو جاتا ہوں۔

۴۔ بے مہار اونٹ!

خرائج میں ابن عباس سے مروی ہے کہ عمرؓ کے زمانہ میں نواح آذربائیجان کے ایک شخص کے اونٹ بگڑ گئے اس بیچارے کا ذریعہ معاش بھی انہی سے تھا۔

اس نے حضرت علیؑ سے شکوہ کیا۔

آپ نے فرمایا:

جا اللہ سے استغاثہ کر۔ وہ چلا گیا۔ لیکن جونہی وہ اونٹوں کے قریب جاتا وہ اس پر حملہ آور ہو جاتے جب کچھ نہ بنا تو واپس آیا۔ اور عمرؓ سے شکایت کی۔

حضرت عمرؓ نے اسے ایک رقعہ لکھ کر دیا جس میں لکھا تھا۔ اے سرکش جنو! تمہیں عمرؓ کہہ رہے ہیں کہ اس آدمی کے اونٹ قابو میں رکھو۔

ابن عباس کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو بتایا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ بخدا کام ہی آئے گا۔

کچھ دنوں بعد وہ واپس آیا تو اس کی پیشانی پر بہت بڑا گھاؤ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ عمر کے رقعہ کی علامت ہے۔ پھر اس نے تفصیل بتائی کہ جب میں رقعہ لے کر گیا اور وہاں رقعہ جاکر رکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئے۔ ایک اونٹ نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں جان کے خوف سے بھاگا ٹھوکر لگی اور پتھر پر جا لگا پیشانی پھٹ گئی ہے۔ مرنے سے تو بچ گیا ہوں ویسے زندگی بھی اچھی نہیں لگ رہی۔

میں نے کہا جا اب عمر کو بتا تو سہی۔ اس نے جاکر عمر کو بتایا۔

حضرت عمر نے کہا میں انسانوں کا حکمران ہوں یا حیوانوں کا؟

اس نے کہا۔ حضور! جس کی مسند پر آپ بیٹھے ہیں وہ تو انسانوں کی طرح حیوانوں کے بھی نبی تھے۔ کسی حیوان نے ان کے سامنے سر نہیں اٹھایا تھا۔

حضرت عمر نے اس کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکال دیا۔

وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور عرض کی قبلہ۔ ہم کہیں بھی بھاگ کر جائیں آخر ہمیں آنا تو آپ ہی کی چوکھٹ پر پڑتا ہے۔ آپ ہی مجھ پر ترس فرمائیں۔ پہلے تو معاش کی تنگی تھی۔ اب جان کے بھی لالے پڑ گئے ہیں۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا:

یہ دعا یاد کرلے اور جا کر پہلے یہ دعا مجموعی طور پہ پڑھ لینا۔ اونٹ آرام کر جائیں گے۔ پھر ایک ایک اونٹ کے قریب جاکر یہ دعا پڑھ کے اس پر پھونک مارتے جانا وہ پھر کبھی کوئی شرارت نہیں کریں گے۔

اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک نبی الرحمۃ و اھل بیتہ الذین اخترتھم علی العالمین اللھم صعوبتھا و اکفنی لین شرھا فانک الکافی المعافی والغالب القاھر۔

وہ شخص یہ دعا یاد کر کے چلا گیا۔ پھر وہ اگلے سال آیا۔ تو اس کے ساتھ کافی دولت تھی۔ حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا۔ قبلہ یہ قبول فرمالیں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں گیا تو وہ آپ کو مال دے رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ اب اونٹوں کی اطاعت کا واقعہ تو سنائے گا یا میں سناؤں؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ہی سنائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا!

تو فلاں وقت فلاں طرف سے گیا تھا۔ جب اونٹوں نے تجھے دیکھا تو پہلے تو بپھرے۔ لیکن جب تو نے دعا پڑھی تو سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ تو آہستہ آہستہ ان کے قریب ہوتا گیا۔ اونٹ آرام سے کھڑے رہے۔ تیرا خوف دور ہو گیا۔ پھر تو نے ایک ایک اونٹ پر وہ دعا دم کی۔

اس نے عرض کیا قبلہ! بالکل اسی طرح تھا جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا:

جس کسی کے بھی معاشی حالات ناگفتہ بہ ہو جائیں۔ یا اولاد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو یا کسی دشمن کی طرف سے پریشانی ہو وہ اللہ سے اس دعا کے ذریعہ اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔

۵۔ چوتھا خلیفہ:

بحار میں ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص رفع حاجت کے لیے باہر نکلا وہ بیرون کوفہ گیا۔ رفع حاجت سے فارغ ہو کر واپس آ رہا تھا کہ ایک طرف سے ایک اژدہا آتا دکھائی دیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اژدہا کا رخ میری طرف ہے۔

یہ دیکھ کر اس نے دوڑ لگائی اور حضرت علیؑ کے پاس آ گیا۔ ہانپتا کانپتا ہوا آ کے آپ کے سامنے گرا اور عرض کرنے لگا قبلہ اژدہا میرے پیچھے ہے۔ تمام لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ جب کسی کو کچھ نظر نہ آیا تو اسے تسلی دی۔ حضرت علیؑ اُٹھے باہر گئے اور دیکھا تو اژدہا ابھی تک بل میں داخل نہیں ہوا تھا۔ حضرت علیؑ کو دیکھتے ہی وہ بل میں داخل ہونے لگا۔ حضرت علیؑ بل پر پہنچے اژدہا بل میں گھس چکا تھا۔ آپ نے بل میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا۔

اگر موسیٰؑ کی طرح کا معجزہ ہے تو باہر نکل آ۔ وہ اژدہا باہر نکلا۔ عربی فصیح میں السلام علیک یا امیرالمومنین کہہ کر اپنا سر حضرت علیؑ کے قدم پر رکھ دیا۔

آپ نے پوچھا: میرے ساتھیوں کو کیوں تکلیف دے رہا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ آپ کا ساتھی تو نہیں ہے۔ یہ تو آپ کو چوتھا خلیفہ سمجھتا ہے

حضرت علیؑ نے مسکرا کے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کیا اژدہا سچ کہہ رہا ہے؟

اس نے ندامت سے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز اژدہا کو معلوم ہو اور آپ کو نہ ہو آج کے بعد ایسا نہ ہو گا اب میرا دماغ کافی حد تک صحیح ہو گیا ہے۔

۶۔ پرندے اور منافق:

بحار میں براء ابن عازب سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ چند پرندے ایک قطار میں اوپر سے گزرے اور انہوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ پرندے مجھے اور تم کو سلام کہہ رہے ہیں چند منافق بیٹھے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو آنکھوں سے

اشارے کئے۔

حضرت علیؑ نے قنبر سے فرمایا۔ ان پرندوں کو آواز دو۔ تمہیں امیرالمومنینؑ، برادرِ رسولؐ اور خلیفۂ نبیؐ بلا رہا ہے۔

قنبر نے آواز دی تو سب کے سب پرندے پلٹ کر اترنے لگے اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کچھ اس طرح بولو کہ یہ لوگ بھی سمجھ جائیں۔

تمام پرندوں نے عربی فصیح میں کہا السلام علیک یا امیرالمومنین وخلیفۃ رسول رب العالمین۔

۷۔ جویریہ اور شیر:

بحار میں جابر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جویریہ ابن مسہر کسی سفر کے لیے تیار ہوا تو حضرت علیؑ نے اسے فرمایا۔ تو جس راستہ سے جا رہا ہے۔ اس پر ایک شیر رہتا ہے اور اگر اسے اور کوئی شکار نہ ملے تو وہ انسان کا شکار بھی کر لیتا ہے۔

جویریہ نے عرض کیا قبلہ! پھر میں کیا کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر اتفاق ہو جائے۔ بلکہ یقیناً ایسا ہو گا۔ کیونکہ شیر کو دو دن سے کوئی شکار نہیں ملا۔ شیر تیری بو سونگھ کر حملہ آور ہو گا۔ اسے کہنا کہ علیؑ تجھے سلام کہہ رہا تھا اور اس نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔ جویریہ کہتا ہے کہ میں جونہی حضرت علیؑ کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو دیکھا سامنے شیر انتہائی جذبات میں آ رہا تھا۔ مجھے ایسے معلوم ہوا کہ وہ آ ہی میری طرف رہا ہے۔ ابھی کافی دور تھا کہ میں نے کہا۔

امیرالمومنین علیؑ تجھے سلام کہہ رہے تھے اور آپ نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔

جونہی میں نے یہ کہا۔ شیر وہیں کچھ دیر کے لیے رکا پھر سر جھکا کے واپس ہٹ گیا۔ اور مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ پھنکار رہا ہو۔ میں نے اندازہ کیا کہ وہ پانچ مرتبہ پھنکارا تھا۔

جویریہ جب سفر سے واپس ہوا اور حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا تو آپ نے پوچھا۔ اب بتا تو نے شیر کو کیا کہا تھا اور شیر نے تجھے کیا جواب دیا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے تو شیر کو آپ کا سلام دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ امیرالمومنینؑ نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔ لیکن شیر نے کیا جواب دیا۔ اس سے اللہ۔ اس کے نبیؐ اور وصی نبیؐ ہی واقف ہو سکتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا شیر پھنکارا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا قبلہ پھنکارا تھا۔

آپ نے فرمایا:

تو نے گنا تھا کہ اس نے کتنی مرتبہ پھنکارا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا قبلہ مجھے یاد نہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر میں یاد دلا دوں تو یاد آجائے گا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً یاد آجائے گا۔

آپ نے فرمایا:

شبیر نے پانچ مرتبہ پھنکارا تھا؟

جویریہ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی امامت کی قسم ہے شبیر نے پانچ مرتبہ ہی پھنکارا تھا۔

آپ نے فرمایا:

شبیر نے تو کہا تھا۔

۱۔ اقرءِ ۲۔ وصی ۳۔ محمدؐ ۴۔ منی ۵۔ السلام

وصی محمدؐ کو میرا اسلام عرض کر دینا





نباتات جمادات اور حضرت علیؑ

۱۔ جنت و جہنم:

خرائج میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ کے صحابہ نے عرض کیا قبلہ! آپ ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھائیں جس سے ہم مطمئن ہو جائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو معجزہ دکھانا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن تم ہضم نہ کر پاؤ گے اور مجھے جادوگر کہنے لگو گے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب ہم خود مطالبہ کر رہے ہیں تو پھر جادوگر کیسے کہیں گے۔

آپ نے فرمایا:

اچھا جسے کچھ دیکھنا ہو تو جب میں نماز عشا پڑھ کے باہر نکلوں میرے پیچھے آ جائے۔ تمہیں معجزہ دکھا دوں گا۔

ستر آدمی نماز عشاء کے بعد حضرت علیؑ کے پیچھے پیچھے چلے ان ستر میں جناب میثم تمارؓ بھی تھے۔ جب بیرون کوفہ پہنچ گئے تو حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ پھر کہا۔

میں اس وقت تک تمہیں معجزہ نہیں دکھاؤں گا۔ جب تک تم سے یہ عہد نہ لے لوں کہ تم معجزہ دیکھنے کے بعد مجھے جادوگر نہیں کہو گے۔ کیونکہ جناب ابراہیمؑ تک ہمارے آباء و اجداد میں جادوگری کام کی کوئی چیز نہیں رہی۔ میں جو کچھ بھی دکھاؤں گا صرف اس علم کی بنیاد پر دکھاؤں گا جو نبیؐ کو نبیؐ نے مجھے عنایت کیا ہے اور اس قدرت سے دکھاؤں گا جو اللہ نے مجھے بخشی ہے۔

تمام لوگوں نے وعدہ کیا۔ قسمیں کھائیں اور عہد کیا کہ اس قسم کے کسی بھی شیطانی وسوسہ کو ذہن میں نہیں آنے دیں گے۔

عہد ہو جانے کے بعد آپ نے فرمایا: اب ذرا منہ دوسری طرف پھیر لو۔

سب نے منہ دوسری طرف پھیر لیئے۔ حضرت علیؑ نے کچھ دعائیں تلاوت کیں۔ جو عبرانی زبان میں تھیں۔ پھر فرمایا اب ادھر دیکھو۔ جب انہوں نے دیکھا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے۔ کیونکہ ان کے ایک طرف جنت کے سرسبز وشاداب باغات تھے دوسری طرف جہنم کے لپکتے شعلے تھے۔ اور یہ سب جنت وجہنم کے درمیان کھڑے تھے۔ ایک طرف جنت سے مہکتی ہوا کا جھونکا آتا تو دوسری طرف سے جہنم کے دہکتے شعلوں کی گرم زبان آگے بڑھ آتی۔ جنت کی طرف دیکھ کر خوش ہوتے اور جہنم میں جھانک کر لرز جاتے۔ جنت میں بھی اپنے جاننے والوں کو سیر کرتے دیکھا اور جہنم میں بھی اپنے جاننے والوں کی چیخ وپکار سنی۔

یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ یا علیؑ ہم سنا کرتے تھے کہ آپ بہت بڑے جادوگر ہیں آج آنکھوں سے تصدیق ہوگئی ہے کہ واقعاً اس فن میں آپ سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ صرف دو آدمی بچ گئے جو اپنے عہد پہ پختہ تھے۔

آپ نے ان دو کو فرمایا: تم نے ان کی بات سن لی ہے جو کہہ رہے ہیں؟

انہوں نے عرض کیا قبلہ سن لی ہے۔

آپ نے فرمایا:

ان کے عہد کے تم بھی گواہ ہو؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم گواہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

جو کہتے ہیں کہتے رہیں مجھے اس کی پروا نہیں ہے کیونکہ یہ علم خدا ہے جو اللہ نے رسولؐ کے ذریعہ مجھے عنایت فرمایا ہے۔ پھر آپ نے کچھ پڑھا جس سے وہ منظر ختم ہوگیا۔ اور ان دو کے سوا دیگر تمام کو واپس بھیج دیا۔ ان کے جانے کے بعد آپ ان دو کو واپس مسجد میں لائے۔ جب مسجد میں پہنچے تو آپ نے وہاں ایک دعا پڑھی جس سے مسجد میں موجود تمام کنکر در آبدار بن گئے۔

آپ نے ان سے فرمایا: دیکھو مسجد میں کیا ہے؟

دونوں نے عرض کیا۔ قبلہ تمام موتی ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تم میں سے کسی نے کچھ اٹھا لیا تو بھی پشیمان ہوگا اور اگر کچھ نہ اٹھایا تو بھی پشیمان ہوگا۔

جناب میثم کے ساتھ جو دوسرا تھا اس نے چپکے سے ایک موتی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ صبح جب اٹھ کر اسے دیکھا تو رات کی نسبت زیادہ چمکدار تھا۔ آپ کے پاس لے آیا اور عرض کیا قبلہ رات میں نے ایک موتی اٹھا لیا تھا۔ تاکہ دیکھوں کہ یہ کب تک موتی ہے۔

آپ نے فرمایا پھر کیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ابھی تک تو موتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہ قیامت تک موتی رہے گا۔ البتہ ایک بات بتا دوں اگر اسے واپس مسجد میں رکھ دے تو تجھے جنت ملے گی اور اگر اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو تیری محبت کے اعمال کا یہ معاوضہ ہو گا اور مرنے کے بعد تو جنت کی بو تک نہ سونگھ سکے گا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ دنیا تو جیسے تیسے گزر رہی ہے۔ آخرت مشکل ہے۔ میں واپس کرتا ہوں اس نے وہ موتی مسجد میں رکھ دیا۔ جو اسی وقت کنکر بن گیا۔ وہ بھی کافر ہو گیا اور کہنے لگا کہ علیؑ واقعاً اچھا جادوگر ہے۔ ان ستر میں سے صرف جناب میثم اپنے ایمان اور عہد پر قائم رہے۔

۲۔ ناقابل برداشت پتھر:

بحار میں قتیبہ ابن جہم سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ جب صفین جا رہے تھے تو راستہ میں ایک سرسبز و شاداب صدور نامی بستی سے گزر کر آگے ایک صحرا میں قیام کا حکم دیا۔

مالک اشتر نے عرض کیا۔ قبلہ! جہاں پانی تھا وہاں آپ نے قیام نہیں فرمایا۔ اور اس صحرا میں آپ نے ڈیرے ڈالے ہیں جہاں پانی کی ایک بوند بھی میسر نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ ہمیں پانی سے محروم نہیں رکھے گا اور ایسا صاف و شفاف پانی عنایت فرمائے گا کہ تم لوگوں نے زندگی میں اس جیسا پانی نہیں پیا ہو گا۔

پھر ایک جگہ کی نشاندہی کر کے فرمایا۔ مالک تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس جگہ کنواں کھود۔ ہم نے کنواں کھودنا شروع کیا ابھی تھوڑا ہی کھودا تھا کہ نیچے سے سیاہ پتھر کی ایک چٹان برآمد ہوئی جس میں ایک دائرہ ایسا تھا جو چاندی کی مانند چمک رہا تھا۔ ہم نے پوری کوشش کی کہ پتھر کو ایک طرف ہٹائیں یا توڑیں۔ لیکن نہ تو چٹان ٹوٹی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹی۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ! معاملہ تو الجھ گیا ہے ہم جتنے آدمی اس چٹان کے گرد کھڑے ہو سکتے ہیں ہم نے اپنی تمام کوشش کر کے دیکھ لی ہے۔ لیکن یہ چٹان تو ہلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

آپ اٹھے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔ بارالٰہا میری مدد فرما۔ پھر آگے بڑھے۔ اور پتھر کو یوں اٹھا کر پھینکا جیسے کنکری کو پھینکا جاتا ہے۔ پتھر کے نیچے پانی کا ایسا صاف و شفاف اور ٹھنڈا چشمہ تھا کہ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہم نے پانی پیا بھی اور زاد راہ کے لیے بھی مشکیزے پُر کر لیے۔

پھر آپ نے پتھر کو اس پانی پر رکھا اور مجھے حکم دیا کہ پہلے کی طرح اس گڑھے کو ڈھانپ دو۔ ہم نے اس پر مٹی ڈال دی۔

ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ آپ نے فرمایا:

کوئی ہے جو چشمہ کی جگہ جانتا ہو

ہم میں سے چند آدمی واپس پلٹے اس جگہ کو ڈھونڈ کر تھک گئے لیکن وہ کسی کو نہ ملی۔

البتہ ہمیں تھوڑے فاصلہ پر ایک گرجا نظر آیا۔ راہب سے جا کر پوچھا تیرے پاس پینے کا پانی ہے؟

اس نے کہا میرے لیے ایک ماہ کے بعد اپنے مرکز سے پانی لایا جاتا ہے اور میں ایک ماہ تک اسے پیتا ہوں۔

ہم نے پوچھا جب یہاں پانی ہی نہیں ہے تو تو یہاں بیٹھا کس لیے ہے؟

اس نے کہا ایک وقت کا انتظار ہے جب وہ ختم ہو جائے گا تو چلا جاؤں گا۔

ہمارے ایک ساتھی نے کہا۔ کاش تو نے اس چشمہ کا پانی پیا ہوتا جو ہم نے پیا ہے۔

اس نے بڑی تیزی سے اس کی طرف گھور کر پوچھا۔ آپ لوگوں نے کہاں چشمہ سے پانی پیا ہے؛

اس نے بتایا ہمیں تیرے گرجا کے قریب ایک جگہ تھی ہمارے آقا نے چشمہ کھدوایا ہمیں پانی پلایا پھر اسے بند کر دیا۔

اب ہم اسے تلاش کرتے ہیں لیکن وہ جگہ نہیں مل رہی۔

اس نے پوچھا۔ کیا تمہارا آقا نبیؐ ہے؟

ہم نے کہا۔ نہیں وصی نبیؐ ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے فوراً اس کے پاس لے جاؤ۔

ہم اسے حضرت علیؑ کے پاس لائے۔ حضرت علیؑ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا۔ شمعون ہے؟

اس نے عرض کیا۔ ہوں تو شمعون۔ مگر آپ کو کیسے پتہ چلا جب کہ میرا یہ نام میری ماں نے رکھا تھا اور اسی تک محدود رہ گیا۔

میری ماں اور اللہ کے سوا میرے اس نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو تجھے تیری ماں اور باپ کے نام بھی بتا دوں۔ جیب تو مان رہا ہے کہ اللہ ابھی میرے اس نام سے واقف ہے تو پھر کس بات پر تعجب کر رہا ہے۔ اللہ بخیل تو نہیں ہے کہ وہ اپنا علم اپنے اولیاء کو نہ دے۔

شمعون نے عرض کیا۔ قبلہ اس چشمہ کا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

تمہاری تورات میں اس کا نام راحوما ہے۔ اس چشمہ سے تین سو نبی اور تین سو وصی پانی پی چکے ہیں۔ میں آخری وصی ہوں جس نے اس چشمہ سے پانی پیا ہے۔

شمعون نے کہا۔ مجھے کلمہ پڑھایئے۔ شمعون نے حسب ذیل کلمہ پڑھا۔

اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ واشہد ان محمد رسول اللّٰہ واشہد انک وصی محمد حقاً

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا:

بخدا! اگر کوئی شخص کسی پل پر کھڑا ہو جائے۔ اور آدمؑ سے قیامت تک کے تمام افراد اس کے سامنے سے گزارے جائیں اور وہ مجھ سے ان کے نام پوچھے تو میں ایک ایک فرد کا نام مع اس کے باپ اور ماں کے نام کے بتاتا جاؤں گا۔

۴۔ سیب کا خشک درخت:

بحار میں امام حسینؑ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضرت علیؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ کے مخلصین کا حلقہ تھا کہ چند ایسے افراد آگئے جو آپ سے بغض رکھتے تھے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا:

بخدا! آج اپنی امامت حقہ کا ایسا معجزہ دکھاؤں گا جیسا حضرت موسیٰؑ کا مائدہ تھا۔ سامنے سیب کا ایک خشک درخت کھڑا تھا۔

آپ نے ہمیں فرمایا۔ اس درخت کی طرف دیکھو۔

ہم نے دیکھا تو وہ خشک درخت سرسبز ہونے لگ گیا۔ اس پر پتے آگئے۔ پھر پھول لگے، وہ پھول پھل پک گئے۔ آپ نے اپنے مخلصین سے فرمایا۔ کیا دیکھتے ہو ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔ تمام موالیوں نے ہاتھ بڑھا بڑھا کر پھل کھانا شروع کئے۔ پھر آپ نے بغض رکھنے والوں سے فرمایا۔ تم بھی ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔

جب انہوں نے ہاتھ بڑھائے تو اس کی ٹہنیاں بلند ہو گئیں۔ وہ بھی اٹھتے گئے اور ٹہنیاں بھی بلند ہوتی گئیں حتیٰ کہ ان کی دسترس سے بلند ہو گئیں۔

انہوں نے عرض کی۔ قبلہ اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ بھی تو ہماری طرح ہیں۔ لیکن جب یہ کھا رہے تھے تو ٹہنیاں جھکی ہوئی تھیں۔ جب ہم نے کھانا چاہا تو ٹہنیاں ہمارے ہاتھوں سے بھی اوپر چلی گئی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

ایسا نہ کہو کہ یہ بھی ہماری طرح ہیں۔ اپنے دل ٹٹول کر دیکھو کیا تم مجھ سے اسی طرح محبت رکھتے ہو جس طرح انہیں مجھ سے محبت ہے۔ یاد رکھو! جنت بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے اولیاء جنت سے محروم نہیں رہیں گے اور ہمارے اعداء کو جنت نصیب نہیں ہو گی۔

۴۔ ذوالفقار کا انتقام :

بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب جنگ خندق میں حضرت علیؑ نے عمرو ابن عبدود کو قتل کیا تو تلوار امام حسینؑ کو دی۔ اور فرمایا بیٹے گھر لے جا اور ماں سے کہہ کر اسے دھو ڈالے۔

امام حسینؑ تلوار دھلا کر واپس لائے۔ تو تلوار پر خون کا ایک سرخ دھبہ موجود تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

بیٹے کیا تیری ماں نے اسے اچھی طرح صاف نہیں کیا ؟

سرورِ کونینؐ نے فرمایا :

یا علیؑ تلوار دھلی ہوئی تو ہے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ ایک دھبہ موجود ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا :

اس کی وجہ حسینؑ اور زہراؑ سے نہ پوچھو خود تلوار سے پوچھ لے۔

حضرت علیؑ نے تلوار سے فرمایا :

کیا بات ہے یہ دھبہ خون کا کیوں رہ گیا ہے۔ کیا تجھے طاہرہ بنت طاہر نے نہیں دھویا ؟

تلوار نے عرض کیا۔ قبلہ ! جس موذی کو آپ نے مجھ سے واصل جہنم کیا ہے وہ اللہ کا مبغوض ترین فرد تھا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کے خون سے ایک قطرہ پی لوں۔ تاکہ جب بھی علیؑ تجھے نیام سے باہر نکالے تو ملائکہ خون کے اس دھبہ کو دیکھ کر علیؑ پر صلوات اور عمرو ابن عبدود پر لعنت بھیجیں۔

۵۔ پانی :

بحار میں مروی ہے کہ اقتدار عمرؓ کے زمانہ میں ایک کافر قیدی لایا گیا۔ حضرت علیؑ بھی تشریف فرما تھے۔ عمرؓ نے اسے اسلام قبول کرنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا اسے قتل کردو۔

اس قیدی نے کہا میں پیاسا ہوں۔ مجھے پانی پی لینے دو۔ پھر قتل کر دینا۔

اس کے لیے پانی لایا گیا۔ اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور پوچھنے لگا کیا جب تک میں پانی نہ پی لوں گا اس وقت تک مجھے امان ہے ؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہاں تجھے امان ہے۔

اس نے پانی کا پیالہ زمین پر انڈیل دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ بہانے کر رہا ہے اسے قتل کر دو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب آپ اسے پانی پینے تک امان دے چکے ہیں تو اب اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ پھر اب اس کا کیا کروں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اسے فروخت کر دو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اسے کون لے گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اگر فروخت کرو اور دوسرا کوئی نہ ملے تو پھر میں ہی خرید لوں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر آپ خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں۔ دیر کس بات کی ہے۔

آپ نے پیسے دیئے۔ اسے خریدا۔ اس کے ہاتھ سے خالی پیالہ لیا۔ اور زمین پر بیٹھ کر فرمایا:

اے زمین ہمیں اپنا پانی واپس کر دے۔ زمین سے پانی ابلنے لگا۔ آپ نے وہ پیالہ پر کیا۔ جتنا پانی پیالہ میں پہلے تھا اس میں اتنا ہی پانی دوبارہ آگیا۔ اور زمین کی وہ جگہ جو پانی گرنے سے مرطوب ہو گئی تھی۔ دوبارہ پہلے کی طرح خشک ہو گئی۔

یہ معجزہ دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ جب مسلمان ہوا تو حضرت علیؑ نے اسے آزاد کر دیا جب آپ نے اسے آزاد کیا۔ تو کہنے لگا۔ اگر اجازت دیں تو میں بقیہ زندگی اسی مسجد نبوی میں گزار دوں۔ اسے اجازت مل گئی اور تا دم مرگ وہ مسجد نبویؐ میں عبادت کرتا رہا۔

۶۔ اطاعت ہوا:

بحار میں عبداللہ ابن خالد سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا آپ بیرون کوفہ آئے اور چلتے چلتے مقام نخیلہ سے آگے نکل گئے۔ وہاں آپ کے پاس پچاس یہودی آئے اور انہوں نے پوچھا کیا۔

علی ابن ابی طالبؑ آپ ہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں میں ہوں۔

انہوں نے کہا۔ ہماری تورات کے مطابق اسی علاقہ میں کہیں ایک پتھر ہے جس پر چھ انبیاءؑ کا نام لکھا ہوا

ہے۔

ہم اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن ہمیں وہ نہیں مل رہا۔

اگر آپ کا دین حق ہے۔ اور آپ امام حق ہیں تو ہمیں وہ پتھر تلاش کر کے دے دیں۔

آپ نے فرمایا:

تمہارے صحائف کے مطابق اس پر کون سے چھ انبیاءؑ کے نام لکھے ہیں؟

انہوں نے کہا۔ صاحبان شریعت چھ انبیاءؑ جو آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور محمدؐ ہیں کے نام لکھے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اگر میں پتھر تلاش کر دوں اور اس پر ہمارے نبی محمدؐ کا نام لکھا ہو تو اسلام کی حقانیت قبول کر لو گے؟

انہوں نے عرض کیا۔ ہم اسے تلاش ہی اسی لیے کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کیا تمہارے صحائف میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ اس پتھر کو کون تلاش کر دے گا؟

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر کہا۔ کہیں آپ کو معلوم تو نہیں ہے کہ وہ تلاش کرنے والا کون ہے؟

آپ نے فرمایا:

میرے علم کی بات نہ کرو۔ تم بتاؤ کہ لکھا ہوا ہے یا نہیں؟

انہوں نے کہا۔ لکھا ہوا ہے۔

آپ نے پوچھا۔ تلاش کرنے والے کا نام ہے یا عہدہ؟

انہوں نے عرض کیا۔ دونوں ہیں۔

آپ مسکرا دیئے اور فرمایا۔ میرے ساتھ آؤ۔ آپ بہت دور صحرا میں آئے۔ وہاں ریت کا پہاڑ نما ایک ٹیلہ تھا۔ آپ نے ہوا کو فرمایا۔ ذرا جلدی سے اس ٹیلہ کی ریت کو ایک طرف کر دے۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ ٹیلہ ریت کا ہوا ہو گیا۔ نیچے سے ایک پتھر نمودار ہوا۔

آپ نے فرمایا:

لو تمہارا مطلوبہ پتھر یہی ہے۔ وہ پتھر کے ارد گرد گھومنے لگے۔ گھوم پھر کر کہنے لگے۔

یہ پتھر نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہی پتھر ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ اگر پتھر یہی ہے تو اس پر انبیاءؑ کے نام کہاں گئے؟

آپ نے فرمایا:

انبیاءؑ کے نام اس کے دوسری طرف ہیں۔ اسے الٹ کر دیکھو تمہیں وہ نام بھی مل جائیں گے ان تمام نے مل کر کوشش کی لیکن پتھر نہ ہلا۔ پھر دوسری کمک مانگی بغرض پچاس تو وہ خود تھے اور انہوں نے نو سو آدمی اور جمع کیا لیکن پتھر نہ ملا۔

انہوں نے کہا۔ یا علیؑ! آپ ہمارا زیادہ امتحان نہ لیں۔ اگر آپ کے حکم سے آندھی چند سیکنڈ میں ٹیلے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ سکتی ہے تو آپ کے لیے یہ پتھر بھی مشکل نہیں ہے۔ آپ خود ہی یہ کام بھی کر دیں۔

آپ نے فرمایا:

اچھا اب سب پیچھے ہٹ جاؤ۔

وہ پیچھے ہٹے۔ آپ نے صرف دو انگلیوں سے پتھر کو ایک طرف الٹ دیا۔ اور فرمایا۔ پتھر پہلے دیکھ لیا تھا اب ذرا انبیاءؑ کے نام بھی دیکھ لو۔ یہ لکھے ہیں۔

جب انہوں نے وہ نام دیکھے تو آپ کے قدموں میں گر گئے۔ کلمہ پڑھا اور کہنے لگے

آپ سید الوصیین ہیں۔ آپ روئے ارض پر حجت خدا ہیں جس نے آپ کو پہچان لیا وہ سعادت مند ہے اور جو آپ سے جاہل رہا وہ بد نصیب اور جہنم کا ایندھن ہے۔

۷۔ سونے کی دیوار:

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ گھر تشریف لائے اور جناب زہراؑ سے فرمایا۔ کچھ کھانے کو ہے؟

بی بی نے عرض کیا یا علیؑ! آپ کو معلوم ہے تیسرے دن سے کچھ نہیں کھایا۔

آپ نے فرمایا:

اچھا ایسا کرو کوئی شے دے دو تا کہ کسی کے پاس رہن رکھ کر کچھ کھانے کو لاؤں۔

بی بی نے ایک چادر پیش کر دی۔

حضرت علیؑ اسے لے کر اپنے یہودی پڑوسی کے پاس آئے اور فرمایا۔ یہ چادر رکھ لے اور ہمیں کچھ جو دیدے۔

یہودی نے چادر رکھ لی اور جو دیدیئے۔ پھر از راہ طنز کہا۔

یا علیؑ۔ تمہارا تو نبی بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ وہ اللہ کا انتہائی مقبول بندہ ہے۔ جو دعا مانگتا ہے۔ وہ قبول ہوتی ہے۔ کیا اس سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تم لوگوں کو پیٹ بھر کھانے کی دعا مانگتا

تاکہ تم روزانہ در بدر نہ پھرو۔ اور اطمینان سے کھانا کھا لیا کرو۔

آپ نے فرمایا:

یہودی ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارا آقا تو بہت عظمت کا مالک ہے اگر میں بھی چاہوں اور اس دیوار کو حکم دوں کہ سونے کی ہو جا تو یہ دیوار سونے کی ہو جائے گی۔

یہودی نے دیکھا تو تمام دیوار سونے کی ہو گئی۔

حضرت علیؑ نے دیوار سے فرمایا۔ میں تو ویسے بات کر رہا تھا میں نے تجھے حکم تو نہیں دیا۔ دیوار سے آواز آئی۔ یا علیؑ تو اولی الامر ہے اور کائنات کی ہر مخلوق اولی الامر کے ارادہ کی تابع ہے۔ حکم بعد کی بات ہے

یہودی نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہم دنیا اس لیے نہیں چاہتے کہ اسے اللہ پسند نہیں کرتا۔ ورنہ دنیا ہمارے لیے اتنی مشکل نہیں ہے۔

۸۔ پانی کا چشمہ:

شیخ مفید نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ جب صفین کی جنگ کو جا رہے تھے تو ایک جگہ راستہ میں آپ کی فوج کو پیاس نے تنگ کر لیا۔ تمام سپاہی تلاش آب میں ادھر اُدھر پھرے لیکن کہیں پانی کا کوئی نشان نہ ملا۔

حضرت علیؑ نے راستہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا۔ سامنے ایک راہب کا گرجا نظر آیا۔

تمام لشکر گرجا میں پہنچ گیا۔ آپ نے گرجا میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ کوئی ہے؟

راہب باہر نکلا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا:

یہ لوگ پیاسے ہیں۔ یہاں کہیں پانی مل جائے گا؟

اس نے کہا قریب ترین مکان جہاں سے پانی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ یہاں سے چھ میل ہے۔

آپ نے سپاہیوں سے فرمایا۔ تم نے سن لیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سن تو لیا ہے۔ لیکن جب تک پانی پر نہ جائیں اس وقت تک تو صرف سننا ہی سننا ہے

آپ نے فرمایا:

پھر کیا ارادہ ہے؟

انہوں نے عرض کیا قبلہ ارادہ کیا ہو گا۔ پانی کی تلاش میں جانا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

یہیں رک جاؤ تمہیں کہیں بھی نہیں جانا پڑے گا۔ اللہ تمہیں اسی جگہ پانی دے گا۔ راہب یہ سن کر قدرے حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تو عجیب بندہ خدا ہے۔ ان بیچاروں کو پانی کی تلاش میں نہیں جانے دیتا۔ یہاں کہاں ملے گا۔

آپ نے راہب کی بات پر توجہ نہ دی۔ اور قبلہ رو ہو کر کچھ دور آگے چلے اور فرمایا۔ آؤ اس جگہ کو کھودو۔ سپاہی گھوڑوں سے اترے اور اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ دو تین فٹ ہی کھودا ہو گا کہ نیچے سے ایک پتھر رونما ہوا۔ ہر چند پتھر کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

آپ نے سپاہیوں سے فرمایا: اب تم ہٹ جاؤ۔ سب سپاہی ایک طرف ہو گئے آپ نے آستین چڑھائیں اور دونوں ہاتھ پتھر کے نیچے دے کر پہلے اسے ہلایا پھر اٹھا کر گڑھے سے باہر پھینک دیا۔ جونہی پتھر ہٹا۔ نیچے سے پانی نظر آگیا۔ وہ سب پانی پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے خود پیا پھر سواریوں کو پلایا۔ پھر مشکیزے پر کیے۔ جب تمام نے تسلی سے پانی بھر لیا۔ تو آپ نے پتھر کو اٹھا کر اسی جگہ رکھ دیا۔ اور فرمایا۔ اب گڑھے کو پاٹ دو۔

راہب جو گرجے کی چھت پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ مجھے نیچے اتار دو۔ اسے چھت سے اتارا گیا۔ حضرت علیؑ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور پوچھا۔

کیا آپ نبیؐ ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں

اس نے کہا۔ کیا ملک مقرب ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں

اس نے کہا۔ آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ میں محمد مصطفیٰؐ کا وصی ہوں۔

راہب نے کہا۔ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کر لوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ ہی مصطفیٰؐ کے برحق وصی اور نائب نبی ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ یہ اتنا عرصہ تو نے اسلام قبول نہیں کیا آج تو نے کیوں اسلام قبول کر لیا ہے آج کیا بات ہوئی ہے

اس نے عرض کیا اے امیرالمومنینؑ آپ تو مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ البتہ آپ کے ساتھیوں کی حیرت دور کرنے کے لیے عرض کر دوں گا۔

ہم نے اپنی سابقہ کتب میں دیکھا ہے کہ اس جگہ پانی کا چشمہ ہے اور اسے نبی آخر الزمان یا اس کا وصی ظاہر کر کے اس سے پانی پیئے گا۔ یہ گرجا صرف اسی مقصد کے لیے یہاں بنایا گیا ہے۔ اور اس میں یکے بعد دیگرے

راہبوں کی ڈیوٹی لگتی رہی ہے۔ کہ جب بھی اس چشمہ کا سراغ لگانے والا اور پتھر کو اکھیڑنے والا آئے۔ گرجا میں موجود راہب اپنی برادری کو مطلع کرے۔ صدیاں گزر گئی ہیں۔ اور ہم اس انتظار میں تھے۔

میں خوش نصیب ہوں کہ میرے حصہ میں یہ صداقت آئی۔

آپ نے فرمایا:

اب کیا ارادہ ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ارادہ کیا ہو گا۔ مراد پوری ہو گئی ہے۔ اب آپ کی غلامی میں باقی دن گزاروں گا۔

آپ نے فرمایا:

جو لوگ تیرے انتظار میں ہیں انہیں اطلاع نہیں دے گا۔

اس نے عرض کیا قبلہ پہلے بہت زمانہ بدنصیبی میں گزار چکا ہوں۔ اب جب مقدر میرے سامنے ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں اور کیوں جاؤں۔

وہ حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوا اور اسی جنگ میں شہید ہو گیا۔

۹۔ اطاعت زمین:

بحار میں جناب عمار سے مروی ہے کہ ایک دن بھوک سے بُرا حال تھا۔ فاقہ کو چوتھا دن تھا۔ کھانے کو کچھ مل نہ رہا تھا۔

حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ قبلہ اب بھوک قابل برداشت نہیں رہی۔

آپ نے فرمایا آ میرے ساتھ۔ میں آپ کے پیچھے چلا۔ مدینہ سے باہر آ گئے اور ایک جگہ رک کر زمین پر ٹھوکر ماری زمین سے درہموں سے پر ایک تھیلی برآمد ہوئی۔ آپ نے اسے اٹھایا اس سے دو درہم نکالے ایک مجھے دیدیا اور ایک خود رکھ لیا۔ تھیلی کو پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ اور اوپر مٹی دے دی۔

میں دل میں سوچتا رہا کہ علیؑ بھی عجیب چیز ہے۔ جب تھیلی ہاتھ آ ہی گئی تھی تو اسے واپس رکھنے کا کیا معنی اگر اپنے لیے نہیں تو کم از کم مجھے ہی دیدیتے کچھ دن تو اچھے گزر جاتے۔

اس وقت تو میں آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ لیکن جگہ میں نے یاد رکھ لی تھی۔ جب حضرت علیؑ جدا ہوئے تو میں سیدھا اسی جگہ آیا بہت ٹھوکر ماری لیکن نہ جگہ ملی اور نہ تھیلی۔ ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا۔

عمار! کیا تھیلی کے لیے پھر چکر لگایا تھا؟

میں نے سر جھکا کے عرض کیا۔ قبلہ گیا تھا۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا: ہم جب ہم دولت سے بھاگتے ہیں تو دولت ہمارے قدموں سے لپٹتی ہے اور جب ہم دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ تو وہ ہم سے کوسوں دور آگے نکل جاتی ہے۔

۱۰۔ خشک روٹی یا گوشت:

مناقب شہر آشوب میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے ایک انصاری کو کوڑا کرکٹ سے اٹھائے ہوئے سبزیوں اور میووں کے چھلکے کھاتے دیکھ لیا۔ آپ نے منہ پھیر لیا تا کہ وہ دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔ گھر جا کر قنبر کو بھیجا کہ فلاں انصاری کو بلا لا۔ قنبر بلا کے لایا۔ تو آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ پانی کا پیالہ لیا۔ جو کی خشک روٹی سے ایک ٹکڑا توڑ کر پیالہ میں ڈالا اور فرمایا۔ بسم اللہ کھا۔ جب اس نے لقمہ منہ میں ڈالا تو حیرت سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے خیریت تو ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ جب آپ نے لقمہ توڑا خشک روٹی سے تھا۔ جب پانی میں ڈالا خشک روٹی تھی جب میں نے اٹھایا۔ خشک روٹی تھی لیکن جب منہ میں گیا تو گوشت بن گیا۔ کیا باعث تعجب نہیں؟

آپ نے فرمایا:

قدرت خدا پر تعجب نہیں کرتے تو کھا۔

آپ نے دوسرا لقمہ توڑ کر ڈالا اور فرمایا کھا۔ اس نے لقمہ اٹھا کر کھایا تو وہ پرندے کا بھنا ہوا گوشت تھا۔ علیٰ ہذالقیاس ہر لقمہ نیا ذائقہ دیتا رہا۔ ہر قسم کے میوے بنتے گئے اور وہ حیرت سے کھاتا رہا۔ جب سیر ہو گیا تو آپ کے قدموں پر گر گیا۔

آپ نے فرمایا:

کیا بات ہے؟؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ حیرت ہے کہ ایک پیالہ ہے ایک جو کی روٹی نے موسم والے اور بے موسم کے میوے بھی کھلائے اور گوشت بھی کھلایا۔ آپ نے اسے اوپر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ اللہ کی نوازش ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے آج میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں منافق تھا لیکن آج کے بعد مخلص مسلمان بن گیا ہوں۔

۱۱۔ سونے کی نہر:

مشارق الانوار میں مروی ہے کہ جب جناب فضہ حضرت علیؑ کے گھر بصورت کنیز آئیں تو اس نے دیکھا کہ گھر میں کل ترکہ ایک تلوار ایک زرہ اور ایک چکی ہے۔ جناب فضہ نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور کچھ بھی نظر نہ آیا۔

جناب فضہ کو اس گھر کی غربت پر بڑا ترس آیا۔ جناب فضہ چونکہ اکسیر کا ایک نسخہ جانتی تھیں بی بی نے تانبے کا ایک ٹکڑا لیا۔ اسے آگ میں رکھا اور پر دوا ڈالی۔ تانبا سونا بن گیا۔ حضرت علیؑ گھر تشریف لائے تو جناب فضہ نے خوش ہو کر سونے کا ٹکڑا پیش کیا۔

آپ نے پوچھا۔ فضہؑ یہ کیا ہے؟

جناب فضہؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ بھی تو جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کیا تانبے پر فلاں دوا ڈالی ہے؟

جناب فضہؑ نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ

آپ نے فرمایا:

اگر تانبے کو گرم کرنے کی بجائے پگھلا کر دوا ڈالتی تو رنگ بھی زیادہ دیتا اور قیمت بھی زیادہ ہوتی۔

جناب فضہؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ بھی یہ فن جانتے ہیں؟

جناب امیرؑ نے فرمایا: فضہ یہ فن تو اتنا بڑا نہیں ہے۔ یہ تو میرا بچہ حسینؑ بھی جانتا ہے ہم تو اس سے بھی کچھ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے پاؤں زمین پر مارا اور جناب فضہ سے فرمایا فضہ ذرا نیچے دیکھ جناب فضہ نے دیکھا تو زمین شگافتہ تھی اور اس شگاف میں سے سونے کی نہر بہہ رہی تھی۔

جناب فضہؑ نے حیرت سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھا۔ آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ یہ ٹکڑا بھی اسی نہر میں ڈال دے یہاں تنہا ہے اپنی جنس میں یہ زیادہ خوش رہے گا

اس کے بعد جناب فضہؑ نے جتنی زندگی گزاری نہ تو کبھی ان کی بھوک پر تعجب کیا اور نہ غربت کا احساس کیا۔

۱۲۔ کنکریوں کی زبان:

امالی طوسی میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ہم نبی کونینؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ آنحضورؐ نے ایک کنکر اٹھا کر حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت علیؑ نے کنکر لے لیا۔ جونہی کنکر حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آیا۔ کنکر سے آواز آئی۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ رسول خدا ہے۔ ہم اللہ کی توحید۔ محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت پر راضی ہیں پھر آنحضورؐ نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا۔ جو شخص اللہ کی ربوبیت میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر مرا اللہ کے عذاب سے وہی محفوظ رہے گا۔



علم غیب اور حضرت علیؑ

۱۔ پوشیدہ راز:

بصائر الدرجات میں حارث اعور سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کی محفل قضا میں بیٹھا تھا۔ ایک عورت اور مرد نزاع لے کر آئے۔ آپ نے دونوں کی باتیں سنیں۔ باتیں مرد کی درست تھیں۔ آپ نے عورت کے خلاف فیصلہ دیا عورت نے غصہ میں آکر کہا۔ اے امیرالمومنینؑ آپ نے فیصلہ غلط کیا ہے۔ آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ جب کہ اللہ نے آپ کو ایسی اجازت نہیں دی۔ آپ کو گھریلو حالات کا کیا علم ہے؟

آپ نے فرمایا:

اے سلقع۔ اے مہیع۔ اے فروع۔ چونکہ میں نے تیرے خلاف فیصلہ دیا ہے اس لیے تجھے برا لگ رہا ہے ورنہ اب تو تجھے معلوم ہو گیا ہو گا کہ گھریلو حالات تو بجائے خود میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔

یہ سنتے ہی عورت بھاگ کھڑی ہوئی اور پیچھے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

عمرو ابن حریث نے جب عورت کو بھاگتے دیکھا تو فوراً اس عورت کا تعاقب کرنے لگا۔ ابھی وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ عمرو ابن حریث بھی پہنچ گیا اور اس سے کہا۔

اے کنیز خدا! یہ کیا بات ہوئی کہ پہلے تو نے علیؑ کے فیصلہ پر اعتراض کیا۔ اور جب علیؑ نے تجھے یہ باتیں کیں تو کوئی جواب دیئے بغیر بھاگ کھڑی ہوئی۔

اس نے کہا۔ بندۂ خدا! علیؑ نے مجھے وہ بات بتائی ہے جس کا میرے سوا کسی کو علم نہیں۔ صرف اللہ کو معلوم ہے۔ میری ماں کو معلوم ہے اور مجھے معلوم ہے۔ میں صرف اس لیے بھاگی ہوں کہ کہیں علیؑ میرے اور عیب گنوانا نہ شروع کر دے اور میں بھرے مجمع میں رسوا نہ ہو جاؤں۔ بھلا ہو علیؑ کا صرف اسی پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ میرا حق یہی تھا کہ مجھ میں جتنے عیوب تھے وہ سب کھول دیتے کیونکہ میں نے ان کے صحیح فیصلہ کو غلط کہا ہے۔

عمرو نے کہا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ وہ کیا بات ہے جس کی علیؑ نے تجھے اطلاع دی ہے؟

اس نے کہا۔ تجھے کیا پڑی ہے۔ اس بات کو معلوم کرنے کی عورتوں میں کچھ ایسے عیب ہوتے ہیں۔ جو مردوں کے علم میں نہیں آنا چاہیں۔

عمرو نے کہا۔ نہ تو مجھے پہچانتی ہے نہ میں تجھے جانتا ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے بعد نہ تو مجھے دیکھے نہ میں تجھے دیکھوں۔ اگر مجھے بتا دے گی تو اس میں کیا حرج ہوگا میرے معلومات میں اضافہ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حضرت علیؑ نے عربی کے ایسے لفظ استعمال کئے ہیں جو میں نے آج تک نہیں سنے اور نہ ہی مجھے ان کے معانی آتے ہیں میرے لیے باعث حیرت ہے کہ تو عورت ہو کر ان کے معانی سے واقف تھی جب ہی تو خاموشی سے بھاگ اٹھی۔

جب عورت نے دیکھا کہ یہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور جب تک نہیں بتاؤں گی جان نہیں چھوڑے گا اس نے کہا حضرت علیؑ نے مجھے

سلقع فرمایا ہے۔ بخدا حضرت علیؑ نے جھوٹ نہیں بولا۔ کیونکہ سلقع اس عورت کو کہتے ہیں۔ جسے ماہواری معمول کی راہ سے نہ آئے بلکہ پاخانہ کے راستے سے آئے۔ حضرت علیؑ نے مجھے مہیع کہا ہے یہ بھی سچ فرمایا ہے مہیع وہ عورت ہوتی ہے۔ جو اپنے جنسی جذبات مرد کی بجائے عورت سے فرو کرتی ہے۔

حضرت علیؑ نے مجھے

فروع کہا ہے۔ یہ بھی حضرت علیؑ نے سچ فرمایا ہے۔ فروع وہ عورت ہوتی ہے۔ جو اپنے شوہر کی بے وفا ہو اور اس کے گھر کو تباہ و برباد کرنے پر تلی رہے۔

عمرو نے کہا۔ کمال کر دیا ہے تو نے اتنی بات سے گھبرا گئی ہے۔ اگر علیؑ نے تیرے یہ عیب گنوا دیئے ہیں۔ تو کیا ہوا۔ کوئی بھی جادوگر یا کاہن ایسے عیوب سے واقف ہو سکتا ہے۔

عورت نے کہا۔ تو غلط سمجھ رہا ہے۔ آج تک نہ تو کسی جادوگر کو میرے ان عیوب کا علم ہوا ہے۔ اور نہ کسی کاہن کو۔ یہ جادوگری یا کہانت کا علم نہیں ہے۔ بخدا! یہ علم خدا ہے۔ یہ وارث علم رسولؐ ہے اہلبیتؑ نبوت سے ہے اور وصی رسولؐ ہے۔ یہ لوگوں کو وہی علم بتاتا ہے جو رسولؐ عربی نے اسے دیا ہے۔ یہ حقیقی حجت خدا ہے۔

اس کے بعد وہ اندر چلی گئی۔ عمرو ابن حریث واپس آیا۔ حضرت علیؑ کو سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا، اے ابن حریث تو نے کس بنیاد پر مجھے ساحر اور کاہن کہا ہے۔ بخدا عورت اگرچہ میرے فیصلہ سے ناراض تھی۔ لیکن اس نے جو کچھ تجھ سے میرے متعلق کہا ہے حق کہا ہے اور تو نے میری طرف غلط نسبت دی ہے۔

عمرو نے عرض کیا۔ قبلہ! میں اللہ کی بارگاہ میں اور آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں کروں گا مجھے

معاف فرمادیں۔

آپ نے فرمایا:

نہیں عمرو! یہ ایسا اتہام نہیں جو میں تجھے معاف کردوں۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر تہمت ہے۔ میں اپنے سلسلہ کا تو ہر ظلم گوارا کرسکتا ہوں۔ لیکن اللہ اور رسولؐ پر تہمت کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔ قیامت کے دن میں یہ مقدمہ اس ذات کے دربار میں پیش کروں گا جو تجھ پر ظلم نہیں کرے گا

۲۔ خبر موت غلط ہے:

بحار میں سوید ابن غفلہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی قبلہ میں وادیٔ قریٰ سے آرہا ہوں۔ خالد ابن عرفطہ مر گیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

چپ رہ۔ خالد نہیں مرسکتا۔ اس نے تو ابھی ایک گمراہ فوج کی قیادت کرنا ہے۔ اس کا علمبردار حبیب ابن جماز ہوگا۔ تجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔

منبر کے نیچے سے ایک شخص نے عرض کیا۔ قبلہ میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔

آپ نے فرمایا! میں جانتا ہوں تو حبیب ابن جماز آج کل میرے شیعوں میں گھسا ہوا ہے۔ لیکن اگر ہوسکے تو خالد کے لشکر کا علم نہ اٹھانا اور نہ اس لشکر میں شامل ہونا۔ ویسے میں دیکھ رہا ہوں۔ خالد باب الفیل سے نکل رہا ہے۔ اور اس کے لشکر کا علم تیرے ہاتھ میں ہے۔

جب سن ۶۱ھ کا سال آیا تو خالد ابن عرفطہ عمر سعد کے کربلا کی طرف جانے والے لشکر کا مقدمۃ الجیش تھا اور حبیب ابن جماز علمبردار تھا۔

۳۔ میں خوش نصیب بیٹی ہوں:

ارشاد شیخ مفیدؒ میں مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اقتدار سنبھال لیا۔ تو اس نے خالد ابن ولید کو نبیؐ کونینؐ کے مقرر کردہ وکلاء سے زکوٰۃ لینے کی خاطر بھیجا۔ ان وکلا میں مالک ابن نویرہ بھی تھا جو بنی حنیف کا سردار اور نبیؐ اکرم کا مقرر کردہ تھا۔ خالد جب اس کے پاس آیا تو۔

مالک نے کہا۔ آنحضورؐ کے زمانہ میں ان کی طرف سے جو بھی زکوٰۃ وصول کرنے آتا تھا۔ آنحضورؐ کے حکم کے مطابق ہمارے قبیلے کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کرکے ہمارے ہی قبیلہ کے غرباء میں تقسیم کر دیتا تھا۔ کیا آپ بھی ایسا کریں گے؟

خالد نے کہا۔ میں اس قسم کی کسی بات کا پابند نہیں ہوں۔

مالک نے کہا۔ آپ ایسا کریں جا کر خلیفہ رسولؐ سے پوچھ آئیں۔ اگر وہ اسی طرح کرنے کا حکم دیں تو آپ اسی طرح کریں۔

اسی قیام کے دوران خالد نے مالک کی بیوی دیکھ لی۔ مالک کی بیوی کا حسن پہلے بھی معروف تھا۔ خالد واپس مدینہ میں آیا اور ابوبکرؓ سے کہا کہ۔ مالک نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ مجھے فوج بھی دیں اور جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کی اجازت بھی دیں۔ ابوبکرؓ نے خالد کی دونوں باتیں مان لیں اور اسے فوج دے کر بھیج دیا۔

جب خالد دوسری مرتبہ واپس گیا تو اس نے مالک کو بلا کر شہید کر دیا۔ اور اس کی بیوی سے اسی رات مباشرت کر لی۔ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ مردوں کو قتل کر دیا۔ تمام گھر لوٹ کر مال غنیمت کے بطور بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے ابوبکرؓ کے پاس آیا۔ مالک کا بھائی جو اس وقت قبیلہ سے باہر تھا۔ آیا۔ اس نے ابوبکرؓ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا تو ابوبکرؓ نے بنی حنیف کے جملہ مقتولین کی دیت بیت المال سے ادا کر دی۔

قیدی عورتوں کو کنیزوں کی طرح بانٹا جانے لگا ان میں خولہ بنت جعفر حنفیہ بھی گرفتار تھی خولہ مزار رسولؐ پہ آئی اور قبر پر بیٹھ کر عرض کرنے لگی۔

اے رسولؐ خدا! میں آپ کے سامنے ان لوگوں کا شکوہ کرنے آئی ہوں۔ ان لوگوں نے ہمیں بلا جرم و تقصیر گرفتار کیا ہے۔ حالانکہ ہم اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

پھر اس بی بی نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں مسلمان ہیں پھر ہمیں کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ تم لوگ منکر زکوٰۃ ہو۔

خولہ نے کہا۔ آپ کو غلط اطلاع دی گئی تھی۔ ہم تو مرنے سے قبل بھی زکوٰۃ کی وصیت کر کے مرتے ہیں اگر بالفرض آپ کی اطلاع درست بھی ہو تو منکر زکوٰۃ مرد تھے یا عورتیں اور بچے ہمارے۔ بچوں اور عورتوں کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ کسی نے جناب خولہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ہی ان کے پاس کوئی جواب تھا۔

طلحہ اور خالد ابن عنان دونوں کی خواہش تھی کہ خولہ ہمارے حصہ میں آئے۔

جناب خولہ نے فرمایا۔ تم آپس میں بیہودہ لڑ رہے ہو۔ میں صرف اسی کے ساتھ جاؤں گی جو مجھے یہ بتا دے کہ میں نے اپنی ولادت کے فوراً بعد کیا بات کی تھی۔ اور میری ماں نے کیا کیا تھا؟

یہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پورے دربار میں خاموشی چھا گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ بھلا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی بچہ ولادت کے فوراً بعد کوئی بات کرے؟

جناب خولہ نے فرمایا: اگر ممکن نہ ہوتا تو میں کیوں کرتی۔

کچھ اور لوگ بول پڑے۔ یہ عورت صرف بہانے تراش رہی ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بچہ ولادت کے فوراً بعد بولنے لگے۔ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لے آئے۔ اور ان لوگوں سے فرمایا۔ ذرا حوصلہ کرو سب چپ ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے ابوبکرؓ سے فرمایا:

تمہیں خولہ کی بات پر اعتبار آئے یا نہ آئے اس نے بات درست کی ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس نے جو شرط رکھی ہے تمہیں قبول ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ قبول ہے۔

حضرت علیؑ نے خولہ سے فرمایا: تو اپنی شرط پہ قائم ہے؟

خولہ نے عرض کیا۔ میں اپنی شرط پر قائم ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ جو بات آپ کریں گے ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہو گا کہ آپ درست کہہ رہے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اولاً تو خود خولہ میری بات کی تصدیق کرے گی اور ثانیاً آپ کو ثبوت بھی مل جائے گا۔ پھر آپ خولہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

میں تجھے بات سناتا ہوں اگر درست ہوگی تو تو تصدیق کر دے گی۔

خولہ نے عرض کیا۔ اگر درست ہوگی تو تصدیق کر دوں گی اور اگر درست نہ ہوئی تو میرا حق تردید تو مجھے ہو گا یا نہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بالکل تجھے حق تردید ہو گا۔

خولہ نے عرض کیا۔ آپ فرمائیں کیا بات ہوئی تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب تیری ولادت کا وقت قریب ہوا اور تیری ماں دردزہ میں مبتلا ہوئی۔ تو اس نے دعا مانگی۔ بارالہا اس تکلیف میں میری مدد فرما۔

تیری ماں کی قبولیت دعا تیری ولادت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

جب تیری ولادت ہو گئی تو تو نے کہا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عما قلیل سیملکنی سید۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ عنقریب میرا نکاح ایک سردار سے ہو گا اور اللہ مجھے اس سردار سے ایک بیٹا عنایت

سیکون له منی ولد ۔ فرمائے گا

تیری ماں نے تیرے یہ جملے تانبے کی تختی پر لکھ کر اسی جگہ دفن کر دی جہاں تیری ولادت ہوئی تھی۔ جب تیری ماں کا وقت وفات قریب آیا۔ تو اس نے تجھے وصیت کی۔ جو شخص تجھے اس تختی کی اطلاع دے وہی تیرا شوہر ہوگا۔ جب تم لوگ گرفتار ہوئے تو تو نے تختی اپنے دائیں بازو پر باندھ لی۔ اب وہ تختی مجھے دے دے میں ہی اس تختی کا مالک ہوں میں اس بچے کا باپ ہوں۔ اور میں امیر المومنین ہوں۔ تیرے بچے کا نام محمد ہوگا۔

یہ سن کر جناب خولہ قبلہ رخ ہو گئی اور بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ اللہ کی حمد ہے۔ اے اللہ مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی ہے۔

پھر تختی کھول کر حضرت علیؑ کی طرف بڑھائی۔ ابوبکرؓ نے تختی لے کر دیکھی۔ پھر عثمانؓ نے پڑھی۔ مسجد میں جتنے پڑھے ہوئے بیٹھے تھے سب نے باری باری اسے پڑھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ابوالحسنؑ آپ اسے لے جا سکتے ہیں۔ آپ نے اسما بنت عمیس کے سپرد کیا۔ پھر اس سے نکاح کیا۔ اور محمد حنیفہ کی ولادت ہوئی۔

۴۔ اصفہان :

ارشاد ہی میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک دن ہم مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا۔ مجھے کسی ایسے آدمی کی راہنمائی کرو جس سے میں علم سیکھوں۔

میں نے اسے کہا۔ بندہ خدا! کیا تو نے نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ۔ انا مدینة العلم وعلی بابها ؟

اس نے کہا ہاں سنا ہے۔

میں نے کہا۔ پھر شہر علم کا دروازہ علی تو یہ یہاں بیٹھا ہے۔ اور تو ادھر ادھر کیا دیکھ رہا ہے؟

وہ شخص آپ کے سامنے آکر دو زانو بیٹھ گیا۔

حضرت علیؑ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ اصفہان سے آیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

لکھ لے۔ علی ابن ابی طالبؑ نے لکھوایا ہے کہ اہل اصفہان میں پانچ خصائل کبھی نہ ہوں گے۔

اہل اصفہان میں سخاوت نہیں ہوگی۔

اہل اصفہان شجاعت سے خالی ہوں گے۔

اہل اصفہان امین نہیں ہوں گے۔

اہل اصفہان میں غیرت نہیں ہو گی۔ اور
اہل اصفہان کے دل ہم اہلبیتؑ کی محبت سے خالی ہوں گے۔
اس نے عرض کیا۔ قبلہ کچھ اور بھی پڑھا ہیں۔
آپ نے فارسی میں فرمایا؛ امروز ہمیں بس است۔ آج اتنا ہی کافی ہے۔

۵۔ کوفہ میں جادوگر؛

ارشاد میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جبیر خابور معاویہؓ کے بیت المال کا نگران تھا۔ اس کی ماں کوفہ میں رہتی تھی جو بوڑھی تھی۔ ایک دن اس نے معاویہؓ سے کہا۔ کہ کوفہ میں میری بوڑھی ماں رہتی ہے آپ اجازت دیں تو ایک دفعہ ماں سے مل لوں اور اس کی کچھ خدمت کر لوں۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ تجھے معلوم نہیں کہ کوفہ میں علیؑ رہتا ہے اور وہ بہت بڑا جادوگر اور کاہن ہے۔ تو جیسے ہی گیا سحر علیؑ میں گرفتار ہو جائے گا۔

جبیر نے کہا۔ مجھے علیؑ سے کیا لینا ہے میں تو صرف اپنی ماں کی خدمت کروں گا۔ میں علیؑ سے ملوں گا ہی نہیں تو پھر میں جادو میں کیسے گرفتار ہونگا۔

حضرت معاویہؓ نے جانے کی اجازت دے دی۔ جبیر شام سے روانہ ہوا۔ جب بیرون کوفہ پہنچا تو اتفاقاً حضرت علیؑ اسے راستہ میں مل گئے۔

حضرت علیؑ نے اسے کہا۔ کیا تو جبیر خابور ہے؟
جبیر نے کہا۔ ہاں۔
حضرت علیؑ نے فرمایا؛
کیا تو نے معاویہ کے بیت المال سے کچھ رقم چرا کر عین التمر میں دفن کر رکھی ہے؟
جبیر نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا ہے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا؛
کیا تجھے معاویہ نے کہا ہے کہ علیؑ ساحر اور کاہن ہے؟
جبیر نے کہا۔ قبلہ اس نے کہا ہے۔

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا؛ یہ مسافر ہے ممکن ہے اسے کسی چیز کی ضرورت ہو اس کے قیام و طعام کا خیال رکھنا۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا۔ یہ شخص بڑی لمبی زندگی کا مالک ہے۔ کوہ اہواز میں ٹھہرے گا جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا تو یہ شخص بنی مذحج سے چار افراد کے ساتھ ہمارے قائمؑ کے خلاف جنگ کرے گا۔

۶۔ گرتی مسجد :

ارشاد میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ساحل عمان پر ایک مسجد بنانا چاہی۔ جونہی مسجد بنیادوں سے اوپر اٹھتی تھی گر جاتی تھی۔ متعدد مرتبہ کوشش کی گئی۔ لیکن مسجد نہ بنی یہ لوگ ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ اور اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابو بکر نے کہا۔ معمار کی نیت درست نہیں ہے وہ بنیادیں ہی درست نہیں بناتا اس لیے گر جاتی ہے۔ معمار بدل دو۔ کئی معمار بدلے گئے۔ لیکن صورت حال وہی رہی۔ انہوں نے اگر ابو بکرؓ کو بتایا کہ اب تو بصرہ کے اطراف و نواح میں ہم نے معمار بھی کوئی نہیں چھوڑا۔ لیکن مسجد نہیں بن رہی۔

حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کو بلایا۔ اور قسم دے کر فرمایا۔ جسے اس سلسلہ میں کوئی علم ہو وہ بتائے کہ آخر مسجد کیوں گر جاتی ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جہاں تم لوگ مسجد بنانا چاہتے ہو وہاں شاہ تبع کی دو بیٹیاں رضوی اور حبا مدفون ہیں۔ وہ مشرک نہیں تھیں انہیں کسی نے غسل و کفن نہیں دیا۔ انہیں پہلے غسل و کفن دو ان پر جنازہ پڑھو پھر مسجد بناؤ مسجد بن جائے گی۔

بصریوں نے عرض کیا۔ قبلہ ہمیں یہ کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کس جگہ دفن ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

قبلہ مسجد کے دائیں اور بائیں دونوں دفن ہیں۔ جب قبلہ مسجد کی دائیں جانب کھودو گے۔ تو تمہیں مٹی میں سے ایک تختی ملے گی اس پر لکھا ہوا ہو گا۔

میں رضوی ہوں۔ میری بہن حبا ہے۔ ہم نے تادم مرگ اللہ سے کبھی شرک نہیں کیا۔

وہ لوگ واپس آئے انہوں نے اس جگہ کو کھودا تو انہیں تختی ملی جس پر لفظ بلفظ وہی عبارت کندہ تھی۔ جو حضرت علیؑ نے بتائی تھی۔ پھر انہوں نے مستورات کو قبریں کھولنے کو کہا۔ دونوں بہنوں کو مستورات نے نکالا غسل و کفن دے کر مردوں کے حوالہ کیا۔ مردوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دونوں کو دفن کیا۔ پھر مسجد بنائی مسجد پھر کبھی نہ گری۔

۷۔ مروان کی بیعت :

ارشاد ہی میں نبی مراد کے ایک شخص سے مروی ہے کہ جنگ جمل کے بعد ابن عباس حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا۔ قبلہ ایک کام ہے اگر کریں تو؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھ سے زیادہ تیرے کام سے کون واقف ہے۔ تو مروان کی سفارش لے کر آیا ہے

جاہیں نے اسے امان دی ہے۔ اسے میرے پاس لے آ۔ ہاں ایک شرط ہے اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا کے لے آ۔ ابن عباس مروان کو لے کر آیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تو بیعت کرے گا؟

مروان نے کہا۔ کیوں نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا:

حضرت علیؑ نے مروان کا ہاتھ بیعت کی خاطر پکڑا پھر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ شخص بیس مرتبہ بھی بیعت کرے پھر بھی بیعت شکنی کا ارتکاب کرے گا۔ پھر آپ مروان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حکم کے بیٹے! افسوس ہے کہ تو موت سے ڈر گیا ہے۔

بخدا! تو اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جب تک تیری صلب سے فلاں اور فلاں پیدا نہیں ہو جاتے اور تیرے یہ دونوں بیٹے امت مسلم کو زہر کے گھونٹ پلائیں گے۔ جا تو آزاد ہے جہاں جی چاہے چلا جا۔

۸۔ حضرت ابوبکرؓ کا بہنوئی

بحار میں امام حسنؑ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ کے بہنوئی اشعث ابن قیس کندی نے اپنے گھر میں ایک بلند مینار تعمیر کرا رکھا تھا۔ جب بھی مسجد کوفہ سے اذان ہوتی تو یہ شخص مینار پر چڑھ جاتا اور کہتا۔ یا علیؑ تو ساحر ہے تو جھوٹا ہے۔

حضرت علیؑ اشعث کو۔ ترک کی گردن کہتے تھے۔

جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا جب یہ شخص موت کے قریب ہو گا تو دیوار سے آگ کا ایک گردن نما شعلہ بلند ہو گا جو اسے جلا کر کوئلہ کر دے گا اور اس کا پورا جسم کوئلہ کی مانند ہو جائے گا۔

جب یہ شخص مرا تو بے شمار لوگوں نے حضرت علیؑ کی اس پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

۹۔ قاتل:

مناقب میں اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم نے نماز صبح حضرت علیؑ کی اقتدا میں ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک مسافر آیا۔ حضرت علیؑ نے اس سے پوچھا۔ کہاں سے آرہا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ شام سے۔

آپ نے فرمایا۔ کیوں آیا ہے؟

اس نے کہا آپ سے ایک کام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کام تو خود بتائے گا یا میں تجھے بتا دوں۔

اس نے عرض کیا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ ہی بتا دیں۔

آپ نے فرمایا:

فلاں ماہ۔ فلاں دن معاویہ نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص علیؑ ابن ابی طالبؑ کو قتل کر دے اسے دس ہزار انعام دیا جائے گا۔ فلاں شخص نے کہا تھا کہ میں اسے قتل کرتا ہوں۔ جب وہ گھر گیا۔ تو اس نے سوچا کہ کیا۔ میں برادر رسولؐ اور رسولؐ کے بیٹوں کے باپ کو قتل کروں گا۔

دوسرے دن پھر معاویہ نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؑ کو قتل کرے اسے بیس ہزار انعام ملے گا۔ یہ اعلان سن کر فلاں شخص نے کہا۔ میں قتل کرتا ہوں۔ لیکن گھر جا کر وہ بھی پشیمان ہو گیا اور اس نے معاویہ سے معذرت کر لی۔

تیسرے دن معاویہ نے اعلان کیا جو شخص علیؑ کو قتل کرے گا اسے تیس ہزار دینار انعام ملے گا یہ اعلان سن کر تو نے لبیک کہی۔ تو بنی حمیر سے ہے۔ اب بتا جس کام کے لیے آیا ہے کرے گا؟

اس نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ

آپ نے قنبر سے فرمایا۔ اسے زاد راہ دے دینا اور فی الحلال جا کے اسے آرام کرنے کے لیے جگہ دے اور کھانا کھلا۔ بہت دن سفر میں رہا ہے۔

۱۰۔ ابن ملجمؑ:

بحار میں ایک مزنی سے مروی ہے کہ ہم حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس بنی مراد کے چند افراد آئے ان میں ابن ملجمؑ بھی تھا۔

انہوں نے عرض کیا۔ یا علیؑ! یہ ابن ملجمؑ ہم نہیں لائے۔ زبردستی ہمارے ساتھ آگیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ کسی وقت آپ سے کوئی گستاخی نہ کر بیٹھے۔

حضرت علیؑ نے بغور ابن ملجمؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اگر میں تجھ سے چند سوالات کروں تو تو صحیح جواب دے گا

ابن ملجمؑ نے کہا جو معلوم ہوگا۔ وہ بتا دوں گا۔

حضرت علیؑ نے اس سے قسم لی کہ جو معلوم ہوگا وہ سچ سچ بتائے گا۔ ابن ملجمؑ نے قسم کھائی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کہ جب تو بچہ تھا۔ اور لڑکوں سے کھیلتا تھا اور انہیں زیر کر لیتا تھا۔ تو جب تو لڑکوں کے پاس آتا تھا۔ تجھے آتا ہوا دیکھ کر وہ کہتے تھے کہ۔ ابن راعیۃ الکلاب (کتے بھونکانے والی کا بیٹا) آ رہا ہے؟

ابن ملجمؑ نے جواب دیا۔ بالکل لڑکے اسی طرح کہتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب تو جوان ہو گیا۔ تو ایک دن ایک شخص کے پاس سے گزرا اس نے تجھے دیکھ کر یہ کہا تھا۔

اشقیٰ من عاقر ناقۃ ثمود۔ جناب صالح کی ناقہ پئے کرنے والے سے بدنصیب تر۔
جا رہا ہے؟

ابن ملجم نے کہا۔ ایک شخص نے مجھے کہا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

کیا تجھے تیری ماں نے بتایا تھا کہ تیرے نطفہ کا انعقاد ایام حیض میں ہوا تھا؟

ابن ملجم کچھ دیر کے لیے خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ہاں ہاں نے مجھے بتایا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

مجھے سرور انبیاءؐ نے فرمایا تھا کہ۔ علیؑ تیرا قاتل یہودی ہو گا۔

۱۱۔ جنتی دانہ:

بحار میں مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ کیا آپ کے رسولؐ نے یہ فرمایا ہے کہ انار میں ایک دانہ جنت سے ہوتا ہے؟

حضرت نے فرمایا:

ہاں میں نے آنحضورؐ سے سنا ہے۔

یہودی نے کہا۔ جو شخص سالم انار کھائے گا وہ جنت میں جائے گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ضرور جائے گا۔

یہودی نے کہا۔ میں نے ابھی انار کھایا ہے پھر میں بھی جنت میں جاؤں گا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ وہ دانہ کافر کو نصیب ہی نہیں کرتا۔

یہودی نے کہا۔ میں نے پورے دھیان سے انار کھایا ہے اور ایک دانہ بھی ضائع نہیں کیا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے داڑھی کو کھجایا۔ اس سے انار کا ایک دانہ گرا یا۔

حضرت علیؑ نے اٹھا کر قنبر کو دیا کہ جا اسے پاک کر کے لے آ۔ پھر خود کھا کر فرمایا۔ کہ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے کافر سے یہ دانہ بچا لیا ہے۔

۱۲۔ موت کی پیشگوئی:

بحار میں مروی ہے کہ آپ نے جویریہ ابن مسہر کو فرمایا تھا کہ تجھے میری محبت میں بہت اذیت سے شہید کیا جائے گا۔ اور شہید کرنے والا امت کا بدترین شخص ہوگا۔ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے پھر تجھے تختہ دار پر چڑھایا جائے گا۔

چنانچہ معاویہؓ کے دور میں زیاد نے جویریہ کو گرفتار کر کے ویسے شہید کیا جیسے حضرت نے فرمایا تھا۔

۱۳۔ میثم تمار:

بحار میں خود جناب میثم سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کا غلام تھا۔ حضرت علیؑ نے مجھے اس سے خریدا پھر آزاد کر کے پوچھا۔ تیرا کیا نام ہے؟

میں نے عرض کیا۔ میرا نام سالم ہے۔

آپ نے فرمایا:

مجھے میرے آقا نبی کونینؐ نے بتایا تھا کہ تیرے والدین نے تیرا نام میثم رکھا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آنحضورؐ نے سچ فرمایا ہے میرا آبائی نام یہی تھا۔

آپ نے فرمایا:

اب اپنا پہلا نام رکھ لے۔ چنانچہ میں نے ابوسالم کنیت رکھ لی اور نام میثم۔

آپ نے فرمایا:

میثم میرے بعد میری محبت میں بہت دکھ اٹھائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ خاتمہ ایمان پر ہوگا؟

آپ نے فرمایا:

ہاں تو شہید ہوگا۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا تھا۔ میثم کے ساتھ وہی کچھ پیش آیا۔

۱۴۔ شفاعت کنندہ کا پڑوس:

بحار میں اصبغ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ کے عقب میں وادی نجف میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم بھی دیکھ رہے ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی نگاہ امامت تو تحت الثریٰ سے نیچے اور عرش سے اوپر تک دیکھ سکتی ہے۔ آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے ایک اونٹ نظر آرہا ہے۔ اس پر ایک جنازہ رکھا ہے اس کے پیچھے بہت سے لوگ ہیں۔ اور ایک شخص کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار ہے۔ لیکن ابھی یہاں سے تین دن کے فاصلہ پر ہیں۔ تیسرے دن پہنچیں گے۔ تیسرے دن جنازہ آگیا۔

دو آدمیوں نے ہم پر سلام کیا۔ حضرت علیؑ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ اور یہ جنازہ کیسا ہے؛

انہوں نے عرض کیا۔ ہم یمن سے آرہے ہیں۔ جنازہ ہمارے باپ کا ہے۔ دم مرگ اس نے ہمیں وصیت کی تھی کہ غسل وکفن اور نماز جنازہ کے بعد مجھے میرے اونٹ پر لاد کر عراق لے جانا اور کوفہ کے عقب میں وادی نجف میں دفن کرنا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

کیا تم نے اپنے باپ سے اس جگہ دفن کی وجہ بھی پوچھی تھی؟

انہوں نے عرض کیا۔ ہاں ہم نے پوچھی تھی اور اس نے بتایا تھا کہ وہاں ایک ایسا شخص دفن ہوگا جو اگر تمام اہل محشر کی بھی شفاعت کرے گا۔ تو اللہ رد نہیں کرے گا۔ حضرت علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اس نے سچ کہا ہے۔ میں ہی یہاں دفن ہوں گا۔ اور میں ہی وہ ہوں۔

۱۴۔ بغیر الف کے خطبہ؛

خرائج میں مروی ہے کہ ایک دن صحابہ آپس میں بیٹھے اس بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ زبان عرب میں وہ کون سا حرف ہے جس کے بغیر کوئی لفظ بن نہیں سکتا۔ اور کوئی خطیب اپنے چھوٹے یا بڑے خطبہ میں اس حرف کے بغیر خطبہ نہیں دے سکتا۔ طویل تبصرہ کے بعد سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ الف واحد وہ حرف ہے جس کے بغیر عربی زبان میں کوئی لفظ نہیں بن سکتا۔ حضرت علیؑ بھی ان میں موجود تھے۔ جب ان کا فیصلہ ہوگیا تو آپ نے فی البدیہہ خطبہ شروع کر دیا۔

حمدت من عظمت منته و	میں اس ذات کی حمد کرتا ہوں جس کے احسان عظیم ہیں۔
سبغت نعمته و سبقت	جس کی نعمات کامل ہیں۔ جس کی رحمت
رحمته و تمت کلمته و	پہلے ہے۔ جس کے کلمات کامل ہیں
نفذت مشیته و بلغت	جس کی مشیت نافذ ہے۔
حجته و عدلت تضیته	جس کے دلائل مکمل ہیں۔ جس کا

حمد له حمد مقر
بربوبيته متخضع
بعبوديته متنصل من
خطيئته متفرد بتوحيده
مستعيذ من وعيده
مؤمل منه مغفرة يوم
يشغل عن فضيلته و
بنيه و نستعينه ونسترشده و نشهد به
ونؤمن به ونتوكل
عليه و شهدت له شهود
عبد موقن مخلص و
فردته تفريد مومن
متيقن و وحدته توحيد
عبد مذعن ليس
له شريك في ملكه
ولم يكن له
ولي في صنعه
جل عن مشير و
وزير وعن عون
ومعين و نصير ونظير
علم فستر بطن فخبر وملك
فقهر وعصي فغفر وعبد فشكر
وحكم فعدل وتكرم وتفضل
لم يزل ولم يزول ليس كمثله
شئ وهو قبل كل شئ رب

فیصلہ عادلانہ ہے۔ میں اس شخص جیسی حمد کرتا ہوں۔
جو اس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہو۔ ایسا شخص
جو اس کی عبودیت میں جھکا ہوا ہے ایسا شخص
جو اس کی نافرمانی سے خائف ہو۔ ایسا شخص جو
اس کی توحید میں تنہا ہو۔ ایسا شخص
جو اس کے وعید سے پناہ مانگتا ہوں۔ ایسا شخص جو
اس دن اس کی
مغفرت کا امیدوار ہو جس دن ہر شخص اپنی
بیوی اور اولاد سے جدا ہوگا۔ ہم اسی سے مدد مانگتے
ہیں۔
اسی سے ہدایت مانگتے ہیں اسی سے رشد طلب کرتے ہیں
اسی پر ایمان رکھتے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں۔ میں اس
شخص جیسی شہادت دیتا ہوں جو مومن مخلص ہو۔ میں
اس مومن کی طرح اسے یکتا کہتا ہوں جسے اس کی یکتائی
کا یقین ہو۔ میں اس کی اس شخص کی طرح توحید بیان کرتا
ہوں جسے کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس کی حکومت میں
اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی صنعت میں اس کا
کوئی معاون نہیں۔ وہ ہر مشیر و وزیر سے بے نیاز ہے
اسے کسی مدد، مددگار، معاون اور مثل کی ضرورت نہیں
جو جانتے ہوئے پردہ ڈالتا ہے جو ہر باطن سے
آشنا ہے۔ جو حکومت کے معاملہ میں غالب ہے
جو نافرمانی پر معاف کرتا ہے۔ جو عبادت پر شکر کرتا ہے
جو عادلانہ فیصلہ کرتا ہے۔ جو مکرم ہے اور نوازش
کرنے والا ہے۔
جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس کی مثل کوئی نہیں
وہ ہر شے سے پہلے ہے معزز رب ہے۔

متعزز بعزته متمكن	اپنی طاقت سے باقی ہے۔ اپنی بلندی میں مقدس
بقوته متقدس بعلوه متكبر	ہے۔ اپنی اعلانیت میں متکبر ہے۔ کوئی نگاہ اس
بسموه ليس يدركه بصر ولم	کا ادراک نہیں کر سکتی۔ کوئی نظر اس کا احاطہ نہیں کر
يحط به نظر قوي منيع نصير	سکتی قوی ہے۔ محفوظ ہے۔ بصیر ہے۔ سننے والا
بصير سميع رؤف رحيم	ہے۔ مہربان ہے۔
عجز عن وصفه من يصفه	رحیم ہے۔ اس کی تعریف کرنیوالا ہر شخص عاجز ہے۔
وضل عن نعته من يعرفه	اس کی نعت بیان کرنے والا گمراہ ہے۔ قریب ہونے
قرب فبعد فقريب يجيب	کے باوجود دور ہے۔
دعوة من يدعوه ويرزقه	قریب اتنا ہے کہ جو بھی اس کو پکارے جواب دیتا
ويحبوه ذو لطف خفي وبطش	ہے۔ رزق دیتا ہے کہ نوازش کرتا ہے۔ صاحب
قوي ورحمة موسعة وعقوبة	لطف خفی ہے۔ طاقت قویہ کا مالک ہے۔ اس کی
موجعة رحمته جنة عريضة	رحمت بھی وسیع ہے اور اس کی سزا بھی اذیت ناک
مونقة وعقوبته جحيم	ہے اس کی رحمت کا دوسرا نام جنت ہے اور عذاب کا دوسرا دردناک نہ ختم ہونے
ممدودة موبقة وشهدت	والی جہنم ہے۔ میں بعثت محمدیہ کی گواہی دیتا ہوں۔
ببعث محمد رسوله وعبده	وہ محمدؐ جو اس کا عبد ہے۔ رسول ہے۔ مصطفیٰ ہے۔ نبی
وصفيه ونبيه ونجيبه و	ہے۔
حبيبه وخليله وبعثه في	مجتبیٰ ہے۔ حبیب ہے۔ خلیل ہے۔ اللہ نے
خير عصر وخير فترة رحمةً	اسے بہترین وقت میں مبعوث کیا ہے۔ بہترین وقفہ
بعيده وفتته عزيده ختم	میں نوازا ہے۔ یہ بعثت اللہ کی طرف سے اس کے
به نبوته وشيد به حجته	بندوں پر رحمت اور احسان ہے اللہ نے محمدؐ پر سلسلہ
فوعظ ونصح وبلغ و	نبوت کو ختم کیا ہے۔ اللہ نے محمدؐ کے ذریعہ اپنی حجت
كدح رؤف بكل مومن	کو مستحکم کیا ہے۔ انہوں نے وعظ کیا نصیحتیں کیں تبلیغ
رحيم سخي رضي ولي	کی۔ تکالیف اٹھائیں ہر مومن کے لیے مہربان تھے۔
زكي عليه رحمة وتسليم	رحیم تھے۔ سخی تھے اللہ کے مرتضیٰ تھے ولی خدا تھے
وبركة وتعظيم وكريم	مزکی تھے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ سلام ہوں برکتیں
من رب غفور رحيم	ہوں۔ عظمتیں ہوں۔ رب غفور۔ رحیم۔ حکیم جواب دینے

قريب مجيب حكيم.
وصيتكم ونفسي معشر من حضرني بوصية ربكم ذكرتكم بسنة نبيكم عليكم برهبة تسكن قلوبكم وخشية تذري دموعكم وتقية تنجيكم قبل يوم يبليكم وتذهلكم يوم يفوز من ثقل وزن حسنة وخفت وزن سئيته لتكن مسئلتكم وتملقكم مسئلة ذل وخضوع وشكروخشوع بتوبة ونزوع وندم ورجوع وليغتنم كل مغتنم منكم صحته قبل فقره وفرغته قبل شغلة وحضره قبل سفره وحياته قبل موته قبل يمن ويهرم ويمرض قبل تكبرو تهرم وتسقم عليه طبيبه ويعرض عنه حبيبه وينقطع عمره وتتغير عقله ثم قبل هو موعوك وجسمه منهوك ثم جد في نزع شديد وحضره.

والے اللہ کی طرف سے کرامتیں ہوں۔
میں آپ کو اپنے نفس کو اور جو اس وقت میرے سامنے موجود ہیں اللہ کی وصیت کرتا ہوں میں سنت نبوی یاد دلاتا ہوں۔
ایسی فضا تلاش کرو جس میں تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو۔
ایسی خشیت پیدا کرو جس سے تمہارے آنسو بہتے رہیں۔ ایسا تقویٰ تلاش کرو جو تمہیں نجات دے لیکن یہ سب کچھ اس دن سے پہلے ہو جو دن یوم ابتلا ہوگا جس دن وہی کامیاب ہوگا جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور نافرمانیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ اگر آپ اللہ سے کچھ مانگیں تو ذلت اور خوش آمد سے مانگیں۔
عاجزی سے مانگیں۔ شکریہ ادا کریں۔ توبہ کرکے جھک کر مانگیں۔
کمتر ہو کر مانگیں۔ ندامت سے مانگیں۔ نیازمند ہو کر مانگیں ہر شخص کو بیماری سے قبل صحت کو۔
بڑھاپے سے قبل جوانی کو۔ غربت سے قبل دولت کو۔
مصروف ہو جانے سے قبل فراغت کو۔ سفر سے پہلے قیام کو موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے اس وقت کو سامنے رکھو جب تم کمزور ہو جاؤ گے۔ بوڑھے ہو جاؤ گے۔ بیمار پڑ جاؤ گے۔ سن رسیدہ کر دیئے جاؤ گے بڑھاپے میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیمار کر دیئے جاؤ گے۔
طبیب جواب دیدیگا۔
دوست قطع تعلق کریں گے عمر ختم ہو جائے گی۔ عقل کمزور ہو جائے گی۔ تپایا جائے گا آخری سانس ہیں جسم لاغر ہو جائے گا۔ عالم نزع کی شدت ہوگی۔

كل قريب وبعيد فشخص	اپنے اور پرائے جمع ہو جائیں گے۔ آنکھیں پتھرا جائیں
بصره وطمح نظره ورشح	گی۔ نظر بیوفا ہو جائے گی۔
جبينه وعطف عرنينه وسكن	پیشانی پسینہ آلود ہو گی۔ منکا ڈھل جائے گا
حنينه وحزنته نفسه وبكته	آہیں خاموش ہو جائیں گی۔ اپنا نفس نوحہ خواں ہو گا۔
عرسه وحفر رمسه ويتم	بیوی رو رہی ہو گی۔ گڑھا کھودا جائے گا۔ بچے یتیم ہو جائیں گے
منه ولده وتفرق عنه عدده	دوست بکھر جائیں گے۔ پارٹی چھوڑ جائے گی۔
وقسم جمعه وذهب بصره	نظر بیکار ہو جائے گی۔ کان بہرے ہو جائیں گے۔ بازو
وسمعه ومدد وجرد	دراز کر دیئے جائیں گے۔
وعري وغسل ونشف وسجي	کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ در بند کر دیا جائے گا۔ غسل دیا
وبسط له وهيئ ونشر عليه	جائے گا۔ خشک کیا جائے گا تختہ پر سلایا جائے گا لمبا کیا
كفنه وشد منه ذقنه	جائے گا۔ کفن پہنایا جائے گا۔ ٹھوڑی باندھی جائے گی۔
وقمص وعمم وودع وسلم	کفنی پہنائی جائے گی۔ عمامہ باندھا جائے گا۔ لٹا دیا
وحمل فوق سرير وصلي	جائے گا۔ بند کر دیا جائے گا۔
عليه بتكبير بغير سجود	تابوت میں اٹھایا جائے گا جنازہ پڑھا جائے گا۔ سجدہ کے
ويغفر ونقل من دور مزخرفه	بغیر تکبیر ہو گی۔ مغفرت کی دعا مانگی جائے گی۔ خوبصورت
وقصور مشيدة وحجر منجدة	گھروں۔ پکے مکانوں اور آراستہ کمروں سے نکال کر
وجعل في ضريح ملحود	کھدی قبر۔ تنگ جگہ میں رکھا جائے گا۔ اوپر تہہ بتہہ اینٹیں
وضيق مرصود بلبن منضود	چن دی جائیں گی۔
مسقف بجلمود وهيل عليه	جس کی چھت پتھروں سے ہو گی گڑھے سے نکالی ہوئی
حفره وحثي عليه مدره	مٹی اوپر ڈال دی جائے گی۔ ریت سے بھر دیا جائے گا۔
وتحقق حذره ونسي خبره	حاضری پکی ہو جائے گی۔
ورجع عنه وليه وصفيه	اس کی بات بھول جائے گی اسے وارث۔ دوست۔ ہم
ونديمه ونسيبه	پیالہ اور ساتھی سب واپس آ جائیں گے۔ دوست بدل
وحميمه وتبدل به قرينه	جائیں گے
وحبيبه فهو حشو قبر ور	وہ قبر کے سپرد ہو گا تنہائی کا مرہون منت ہو گا۔
هين تقر يسعى وحبيبه فهو	قبر کے کیڑے جسم پر پلیں گے دماغ ناک سے بہہ جائے گا

حشو قبر و رهين تفز يسعى بجسمه
دود قبره ويسيل حسد يده من
فسخره يسحق برمة لحمد وينشف
دمه ويرم عظمه حتى يوم حشره.
فتشر من قبره حين ينفخ في
صور ويدعى بحشر ونشور فثم
بعثرت قبور وحصلت سريرة
صدور وجئ بكل نبي وصديق
وشهيد يوحد للفصل قدير بعبده
خبير بصير فكم من زفرة تقنيه و
حسرة تقضيته في موقف مهول
وشهد جليل بين يدي ملك عظيم
وبكل صغير وكبير عليهم فحينئذ
يلجمه عرقه ويحصره خلقه عبرته
غير مرحومة وصرخته غير مسموعه
وحجته غير مقبوله تزول جريدته
ونشر صحيفته نظر في سوء عمله
وشهدت عليه عينه بنظره ويده
ببطشه ورجله بخطوه وفرجه
بلمسه وجلده بمسه فسلسل
جيده وغلت يده وسيق
فسحب وحده فورد جهنم بكرب
وشدة فظل يعذب في جحيم
ويسقى شربة من حميم تشوى
وجهه وتسلخ جلده وتفريه
زبيته بمقمع من حديد ويعود

گوشت سڑ جائے گا۔ خون خشک ہو جائے،
ہڈیاں راکھ بن جائیں گی اور یہ سلسلہ یوم حشر تک رہے گا۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا اسے قبر سے اٹھا کر میدان محشر میں بلایا جائے گا۔

تمام قبروں کے دہانے کھل جائیں گے۔ دلوں میں پوشیدہ راز نکل آئیں گے۔ ہر نبی، ہر صدیق اور گواہ کو لایا جائے گا۔

فیصلہ کے لیے تمہارا رب قدیر جو اپنے بندہ سے بابصارت و باخبر ہے ہو گا۔ کتنی سرد آہیں دم توڑ جائیں گی۔ اس ہولناک مقام پر کتنی حسرتیں گھٹ کر مر جائیں گی۔ یہ حاضری اس عظیم سلطان کے جلیل دربار میں ہو گی جو چھوٹے بڑے کے کبیرہ وصغیرہ سے واقف ہو گا۔

ایسا وقت ہو گا جب پسینہ لگام بن جائے گا سانس تنگ ہو جائے گی۔ اس دن آنسوؤں پر ترس کوئی نہ کھائے گا۔ چیخ و پکار پر کان کوئی نہ دھریگا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ گناہ سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھولا جائے گا ہر شخص اپنے برے اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔ آنکھ نگاہوں کی گواہ ہو گی۔ ہاتھ ظلم کے شاہد ہوں گے۔ پاؤں چلنے کی گواہی دیں گے۔

شرمگاہ زنا کی داستان سنائے گی۔ چمڑا لمس کی خبر دیگا پھر گردن میں طوق ڈالا جائے گا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی جائے گی اور تنہا کو سوئے جہنم کھینچا جائے گا اس کشش میں رنج و سختی ہو گی۔ جہنم میں عذاب کیا جائیگا پینے کو کھولتا ہوا گرم پانی ہو گا۔

چہرہ جھلس جائے گا چمڑا ادھڑ جائے گا۔ ملائکہ اور گرم لوہے کے کوڑے ماریں گے۔ ایک چمڑا اجل جائے گا

جلده بعد نضجه لجلد جديد
يستغيث تتعرض عنه خزنة
جهنم ويستصرخ فلبث حقبة
يندم نعوذ برب قدير من
شر كل مصير نسئله عفو من
رضى عنه ومغفرة من قبله
فهو ولى مسئلتى ومنجح طلبتى
فمن زحزح عن تعذيب ربه
جعل فى جنته بعزته وخلا فى
قصور مشيده وملك بحور
عين وحفده وطيف عليه
بكؤس وسكن حضرة قدس
وتقلب فى نعيم وسقى من
تسنيم وشرب من عين سلسبيل
وزج له بزنجبيل مختم بمسك
وعبير مستديم للملك مستشعر
للسرور يشرب من خمور فى
روض مغدق ليس يصدع من
شربه وليس ينزف
هذه منزلة من خشى ربه و
حذر نفسه وتلك عقوبة من
جحد منشيه وسولت له نفسه
معصيته فهو قول فصل وحكم
عدل وخبر قصص قص ووعظ
نص تنزيل من حكيم حميد نزل
به روح قدس مبين على قلب

نئے چمڑے میں بدل جائیں گے یہ فریاد کرے گا۔
جہنم کے نگران منہ پھیر لیں گے۔ یہ چیخے گا لیکن کوئی توجہ
نہ دے گا۔ نہ ختم ہونے والی پوری زندگی ندامت میں
گزارے گا۔ ہم اپنے رب قدیر کی ہر برے راہ سے پناہ
مانگتے ہیں۔ ہم ان افراد جیسی معافی مانگتے ہیں جن سے وہ
راضی ہے ان افراد جیسی بخشش چاہتے ہیں جن کو اس
نے بخشدیا ہے۔ وہی میری درخواست کا ولی ہے
وہی میرے مطلوب کا داتا ہے۔ جسے عذاب رب
سے نجات مل گئی۔ اسے اللہ اپنی عزت کے صدقہ
جنت میں جگہ دیگا۔ جو نہ ختم ہونے والی ساری زندگی
مضبوط محلات میں رہے گا حور عین سے شادی ہوگی
غلمان اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوں گے جام اس کے گردش
میں ہوں گے
مقدس مقام کا باسی ہوگا۔ نعمات میں کروٹیں لے گا۔
تسنیم سے سیراب ہوگا چشمہ سبیل سے پانی پیئے گا
زنجبیل آمیختہ ہوگی مشک کی مہر ہوگی۔ عنبر کی خوشبو ہوگی
یہ سب کچھ دائمی ہوگا ہمیشہ کی مسرتیں ہوں گی۔
سرسبز و شاداب باغات میں ایسی شراب پیئے گا جس
سے خشکی نہ ہوگی۔ اور جو کبھی ختم نہ ہوگی۔
یہ اس شخص کا مقام ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اپنا
محاسبہ کرتا ہے اور وہ اس شخص کی سزا ہوگی جو اپنے خالق
کا منکر ہے اور جسے اپنے نفس نے نافرمانی پر آمادہ کیا ہو
گا۔ یہ حتمی بات ہے۔ عادلانہ فیصلہ ہے۔ بتایا گیا قصہ
ہے۔ منصوص نصیحت ہے
حکیم و حمید اللہ کا نازل کردہ ہے جو روح القدس نے
اللہ کی طرف سے اس کے نبیؐ کے دل پر نازل کیا ہے

نبیه مهتد رشید صلت	جو ہدایت یافتہ اور رشید تھا۔ اللہ کے مکرم اور نیک
علیه رسل سفرة مکرمون	نبیوں اور ملائکہ کا درود اس کی ذات پر ہو۔ میں رب
بررة ۔	علیم۔ رحیم و کریم کی۔ ہر دشمن اور راندہ درگاہ خداوندی
عذت برب علیم رحیم	کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہر زاری کرنے والے
کریم من شر کل عدو رجیم	کو بارگاہ خالق میں زاری کرنا چاہیئے۔ ہر گڑ گڑانے
فیتضرع متضرعکم و	والے کو اس کی بارگاہ میں گڑ گڑانا چاہیئے۔ ہر مخلوق کو
یبتهل مبتهلکم ویستغفر کل	اللہ سے میرے لیے اور تمہارے لیے طلب مغفرت
مربوب منکم لی ولکم وحسبی ربی وحده	کرنا چاہیئے۔ مجھے تنہا وہی اللہ کافی ہے۔

جونہی آپ نے الف کے بغیر اتنا طویل خطبہ ختم کیا تمام صحابہ انگشت حیرت منہ میں دیکر عش عش کرنے لگے کچھ نے اسے آپ کی جادوگری کا ایک حصہ سمجھا اور کچھ نے اعجاز امامت سمجھا۔

۱۵۔ مختصر مگر جامع :

بحار میں حضرت سے ذیل کے مختصر مگر جامع کلمات بھی منقول ہیں۔

العالم حدیقة سیاجها الشریعة	کائنات ایک باغ ہے جس کی آراستگی شریعت سے ہوتی ہے۔
والشریعة سلطان تجب لها الطاعة	شریعت حکمران ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔
والطاعة سیاسة یقوم بها الملك	اطاعت سیاست ہے جسے حکمران پورا کر سکتا ہے
والملك راع یعضده الجیش	حکمران نگران ہے جس کی قوت بازو لشکر ہے۔
والجیش اعوان یکفیهم المال	لشکر معاون ہے اس کی کفیل دولت ہے
والمال رزق تجمعه	دولت رزق ہے جسے رعیت جمع کرتی ہے
الرعیة والرعیه سواد	رعیت کثرت آبادی ہے جسے عدل قابو رکھتا ہے
یستعبدهم العدل والعدل	
اساس به قوام العالم ۔	عدل بنیاد ہے جس پر نظام عالم قائم ہے۔





آفتاب دنیا اور آفتاب دین

۱۔ عہدِ رسالت:

ارشادِ شیخ مفید اور علاوہ ازیں دیگر تمام شیعہ سنی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی خاطر دو مرتبہ اللہ نے غروب شدہ آفتاب کو واپس کیا۔ ایک مرتبہ نبی کونینؐ کی زندگی میں اور دوسری مرتبہ جنگ صفین پر جاتے ہوئے۔

جابر انصاری جیسے تمام معزز اور حق گو صحابہ کے علاوہ ام المومنین ام سلمہؓ جدۃ المومنین اسماءؑ بنت عمیس جیسی راست باز مستورات نے بھی بتایا ہے کہ ایک دن سرکار رسالتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے گھر بلایا کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے۔ آنحضورؐ نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علیؑ کو آپ نے نماز ظہر کے بعد کسی کام کی خاطر بھیج دیا تھا۔ حضرت علیؑ کام سے واپس گھر آئے ہی تھے کہ پھر پیغام رسالت پہنچ گیا۔

دوران گفتگو ہی جبریل وحی لے کر آگیا۔ نبی اکرمؐ نے اپنا سر زانوئے حضرت علیؑ پر رکھ دیا۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ سلسلہ وحی طویل ہو گیا ہے تو آپ نے اسی حالت میں نماز شروع کر دی۔ سلسلہ وحی ختم ہوا آنحضورؐ اٹھے اور پوچھا۔ یا علیؑ تو نے نماز عصر پڑھ لی تھی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ پڑھ نہیں لی تھی۔ اب پڑھی ہے۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ اب کہاں پڑھی ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ یوں تو ساری زندگی نمازیں پڑھتے ہی گزاری ہے لیکن میری زندگی میں اس وقت تک دو نمازیں یادگار ہیں۔ ایک وہ نماز جس میں بحالت رکوع زکوٰۃ دی تھی۔ اور ایک وقت میں دو عبادتوں کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور دوسری آج کی نماز عصر۔ ایک وقت میں دو عبادتوں کی سعادت حاصل کی ہے نماز تو اللہ کی عبادت ہے ہی

دوسری عبادت تھی آپ کی خدمت واطاعت۔ بیک وقت آپ کی خدمت سے بھی مشرف رہا اور اللہ کی عبادت بھی کرتا رہا۔ آپ کا سر میری گود میں تھا۔ اور میرا سر سجدہ خالق میں جھکتا رہا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

میرا خیال ہے ایک مرتبہ پھر بھی نماز عصر ادا کرلو۔ کیونکہ ممکن ہے ظاہر دیکھنے والی نابینا آنکھیں کبھی یہ نہ کہدیں کہ علیؑ نے فلاں دن نماز نہیں پڑھی تھی۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کا گھر ہے آپ کی چاردیواری ہے۔ جب آپ شہادت دے دیں گے تو پھر کون کچھ کہتا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! ابھی تو میرا امتحان ہے کہ میں جس طرح اپنی چاردیواری سے باہر محفوظ نہیں ہوں اسی طرح چاردیواری کے اندر بھی محفوظ نہیں ہوں۔ جس طرح چاردیواری سے باہر میری گواہی تو کجا میرے حکم سے انکار کرنے والے موجود ہیں اسی طرح چاردیواری کے اندر بھی ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ جیسے حکم ہو۔ میری عبادت تو آپ کے حکم کی تعمیل ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اٹھو! سورج کو واپس بلاؤ۔ اور نماز عصر پڑھ لو۔ تاکہ ایک مرتبہ پوری کائنات یہ دیکھ لے کہ علیؑ تمام کائنات کا حکمران ہے۔

حضرت علیؑ نے تجدید وضو کی۔ لوگ اذان مغرب کا انتظار کر رہے تھے۔ سوئے مغرب رخ کرکے سورج کی طرف اشارہ انگشت شہادت کیا۔ نہ صرف اہل مدینہ نے دیکھا۔ پورے کرہ ارض نے دیکھا۔ کہ جہاں سورج کے غروب سے ایک طرف مغرب ہو رہی تھی۔ وہاں دوسری طرف طلوع آفتاب سے صبح نمودار ہو رہی تھی۔ حضرت علیؑ کے اشارہ انگشت سے مغرب کا وقت عصر میں بدل گیا۔ اور جہاں صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے وہاں ایک مرتبہ رات کی تاریکی چھا گئی۔ سورج وقت عصر پر پلٹ آیا۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر ادا کی۔ جونہی نماز ختم ہوئی سورج کو بتانا نہیں پڑا کہ اب واپس چلا جا۔ سورج از خود جس جگہ سے آیا تھا۔ اسی جگہ اتنی تیزی سے واپس گیا کہ پورے کرہ ارض کے باسیوں نے کڑک سنی۔ اور دوبارہ رات چھا گئی۔

۲۔ بعد از وفات نبیؐ:

بصائر الدرجات اور دیگر شیعہ سنی مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین پر جا رہے تھے۔ بابل کے مقام سے دریائے فرات کو عبور کیا۔ لشکر بہت زیادہ تھا۔ دریا عبور کرتے کرتے کافی وقت صرف ہو گیا۔ حضرت علیؑ اور چند سپاہیوں نے تو نماز عصر پڑھ لی۔ لیکن فوج کی اکثریت مصروفیت کی وجہ سے نماز پڑھ سکی۔

اور سورج غروب ہو گیا۔ ان لوگوں نے شکوہ کیا۔ قبلہ آج ہم نہ صرف جماعت سے محروم رہ گئے ہیں بلکہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھ سکے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

کوئی حرج نہیں۔ اگر پڑھنا چاہتے ہو۔ تو تم وضو کرو۔ ابھی سورج اتنا دور نہیں گیا کہ واپس نہ آسکے جب تمام لوگ وضو کر لو تو مجھے بتانا میں سورج واپس کردوں گا تم نماز پڑھ لینا۔ یہ سن کر تمام سپاہی جلدی جلدی وضو کرنے لگے کچھ تو اس خوشی میں کہ فریضہ کی قضا ذمہ نہیں رہے گی اور اکثر اس خوشی میں کہ غروب شدہ سورج کی واپسی کا نظارہ دیکھیں گے۔ جب سب نے وضو کر لیا۔ حضرت علیؑ کو اطلاع دے گئی تو آپ نے سوئے مغرب اشارہ کیا۔ سورج مقام عصر پر واپس پلٹا۔ نمازیوں نے نماز ادا کی اور پھر واپس غروب ہو گیا۔ یہ وہ دو واقعات ہیں جن پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ ابن مردویہ نے مناقب میں۔ ثعلبی نے تفسیر میں ابو عبداللہ نے المعرفت میں۔ ابو عبداللہ نظری نے خصائص میں خطیب بغدادی نے اربعین میں ابو احمد جرجانی نے تاریخ جرجان میں ابو بکر وراق نے اپنی کتاب میں۔ ابو القاسم حسکانی نے رد الشمس میں۔ ابو الحسن ابن شاذان نے رد الشمس میں اور ابو بکر شیرازی نے اپنی کتاب میں یہ دو واقعات لکھنے کے بعد آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ۔ صحابہ رسولؐ نے تو حضرت علیؑ کے اشارہ انگشت سے سورج کی واپسی کو متعدد مقامات پر روایت کیا ہے۔ ابو بکر شیرازی نے جو مقامات گنوائے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ حدیث بساط کے دن حضرت علیؑ نے غروب ہونے کے بعد سورج واپس پلٹایا۔
۲۔ جنگ خندق کے دن بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
۳۔ جنگ حنین میں بھی حضرت علیؑ نے غروب شدہ سورج کو واپس پلٹایا۔
۴۔ جنگ خیبر میں بھی حضرت علیؑ نے غروب ہو جانے کے بعد سورج واپس پلٹایا۔
۵۔ جنگ قرقیسا کے دن بھی حضرت علیؑ غروب ہونے کے بعد سورج کو واپس پلٹایا۔
۶۔ براثا کے دن بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔
۷۔ یوم خاصر پر بھی اشارۂ حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔
۸۔ جنگ نہروان میں بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
۹۔ بیعت رضوان کے دن بھی حضرت علیؑ نے سورج واپس پلٹایا۔
۱۰۔ جنگ صفین میں بھی حضرت علیؑ کے حکم سے سورج واپس پلٹا۔
۱۱۔ نجف میں بھی حضرت علیؑ نے سورج کو واپس پلٹایا۔
۱۲۔ نبی مازر کی جنگ میں بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج واپس پلٹا۔

۱۳۔ وادی عقیق میں بھی حضرت علیؑ کے اشارہ سے سورج واپس آیا۔

۱۴۔ جنگ احد کے بعد بھی حکم حضرت علیؑ سے سورج غروب ہونے کے بعد واپس ہوا۔

۳۔ سورج سے گفتگو:

امالی صدوق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ سے واپسی پر ہم آٹھ ہزار آدمی تھے۔ جب شام ہوئی تو ہماری تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ وہاں آنحضورؐ نے فرمایا۔ کہ آج کے بعد ہجرت کی اجازت ختم ہو گئی ہے آپ نے فرمایا۔ فتح مکہ کے بعد وجوب ہجرت ختم ہو چکا ہے۔

جب ہم مقام ہوازن پر پہنچے تو حضرت علیؑ سے آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ! آج جب سورج طلوع ہو تو اللہ کے ہاں اپنا مقام دیکھ اور سورج سے بات کر۔ وہ تجھے جواب دیگا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میرے دل میں کبھی حضرت علیؑ کے لیے حسد پیدا نہیں ہوا تھا لیکن اس دن نہ جانے کیوں میں آتش حسد میں بھن گیا۔ میں نے اپنے بیٹے فضل سے کہا۔ چل بھلا دیکھیں تو سہی کہ علیؑ سورج سے کیا کہتا ہے اور سورج علیؑ کو کیا جواب دیتا ہے؛

جب سورج طلوع ہوا تو حضرت علیؑ نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے اللہ کا عبد مطیع اطاعت خالق میں چلنے والے آفتاب میرا اسلام ہو۔

ابن عباس کا بیان ہے۔ کہ خالق اکبر کی قسم ہے ہم دونوں باپ بیٹا سن رہے تھے سورج سے فصیح عربی میں جواب ملا۔

اے برادر رسولؐ۔ اے وصی رسولؐ۔ اے اللہ کی طرف سے مخلوق خدا پر حجت خدا میرا بھی آپ پر سلام ہو حضرت علیؑ جواب سلام سن کر سجدہ میں گر گئے۔ اور فرط مسرت سے گریہ کرنے لگے۔ نبی کونینؐ قریب آئے اور فرمایا۔ یا علیؑ اٹھ۔ تیرے گریہ نے ملائکہ کو بھی رلا دیا ہے۔ اللہ تجھ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔

۴۔ علیؑ اول و آخر ہے:

بحار میں جناب ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ ایک دن مدینہ میں نبی کونینؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ کل صبح جب طلوع آفتاب کا وقت ہو تو جنت البقیع میں چلے جانا وہاں کسی اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر سورج سے گفتگو کرنا وہ تجھے جواب دیگا۔ پھر صحابہ سے فرمایا۔ جسے کمال علیؑ دیکھنا ہو وہ بھی علیؑ کے ساتھ جا سکتا ہے۔

دوسری صبح کو نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد۔ میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ چند ایک مہاجرین اور کچھ انصار بھی حضرت علیؑ کے ساتھ چلے آئے۔ حضرت علیؑ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے۔ جب طلوع آفتاب ہوا تو حضرت علیؑ نے

آفتاب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اے اللہ کی مخلوق۔ اے مطیع حکم خالق میرا اسلام ہو۔

تمام صحابہ نے سنا کہ سورج سے حضرت علیؑ کو جواب ملا۔

علیك السلام یا اوّل یا آخر یا ظاھر و باطن یا من ھو بکل شیی علیـم۔

یہ سنتے ہم تمام غش کھا کر گر گئے۔ جب ہمیں افاقہ ہوا تو دیکھا حضرت علیؑ وہاں موجود نہ تھے۔ ہم جلدی جلدی آنحضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپ ہمیں دیکھ کر مسکرا دیئے اور پوچھا کیا بات ہے خیریت تو ہے؟ پریشان نظر آر ہے ہو۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ قبلہ پریشانی کی بات تو یہ ہے۔ میرا خیال تو ہے کہ جب آپ سنیں گے تو آپ بھی پریشان ہو جائیں گے۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں نے عرض کیا۔ قبلہ آج سورج نے علیؑ کو وہ القاب دیئے ہیں، جو قرآن میں اللہ نے اپنے لیئے استعمال کیئے ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

حوصلہ رکھو۔ اور بتاؤ سورج نے کیا کہا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علی کو اول کہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کیا سورج نے سچ نہیں کہا۔ علیؑ اوّل المومنین ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ چلو یہ تو ہم مان لیتے ہیں لیکن سورج نے علیؑ کو آخر کہا ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہ بھی سچ ہے۔ علیؑ آخری وہ شخص ہوگا۔ جو میرے ساتھ رہے گا۔ اور کوئی بھی تا آخر میرے ساتھ نہ رہے گا

انہوں نے عرض کیا؛ قبلہ سورج نے علیؑ کو ظاہر بھی کہا ہے۔

آپ نے فرمایا:

تو کیا حرج ہے۔ میرا تمام علم علیؑ کے لیے ظاہر ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علیؑ کو باطن کہا ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہ بھی سورج نے سچ ہی کہا ہے۔ علیؑ میرے تمام اسرار کا باطن ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ سورج نے علیؑ کو بکل شیی علیم کہا ہے۔

آپ نے فرمایا:
سورج نے سچ کہا ہے۔ علیؑ ماکان ومایکون الی یوم القیامہ تک کا عالم ہے۔
یہ لوگ مسجد سے باہر آئے اور کہنے لگے۔ محمدؐ نے ہمیں تو تاریکی میں بھٹکا دیا ہے۔

۵۔ گفتگوئے آفتاب:

مناقب شہر آشوب میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ سورج نے حضرت علیؑ سے سات مرتبہ کلام کیا۔

- پہلی مرتبہ سورج نے عرض کیا۔ اے امیر المومنینؑ! آپ اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں کہ اللہ مجھ سے میرا نور کبھی نہ لے۔
- دوسری مرتبہ سورج عرض کیا ۔اے امیر المومنینؑ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے تمام دشمنوں کو جلا کر راکھ کر ڈالوں۔
- تیسری مرتبہ سورج نے مقام بابل پر عرض کیا اے امیر المومنینؑ میں آپ کے ہر حکم کا تابع ہوں۔
- چوتھی مرتبہ سورج نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ کاش آپ کے دشمن نہ ہوتے اگر کوئی دشمن آپ کا نہ ہوتا تو اللہ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔
- پانچویں مرتبہ سورج نے صحابہ سے کہا جسے تمام قریش نے سنا۔ حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ حق علیؑ کے ہاتھ میں ہے۔ اور حق علیؑ کا ہے۔
- چھٹی مرتبہ سورج نے حضرت علیؑ کو سرد پانی سے پر آفتابہ پیش کیا تاکہ آپ تجدید وضو کریں۔
- ساتویں جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو سورج نے آپ سے الوداع کی۔

۶۔ حضرت علیؑ کا موالی اور سورج:

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شام کے علاقہ میں ایک محفل کا اعلان کیا گیا جس میں چاروں خلفا کے فضائل بیان کئے جانے تھے۔ انتظام کرنے والوں نے موالیان علیؑ کو دعوت دی کہ تم بھی اپنے مولیٰ کے فضائل بیان کرنا جب محفل شروع ہوئی تو منتظمین نے فیصلہ کیا کہ اگر اس محفل میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان کئے گئے تو جتنے لوگ ہیں اگر تمام نہیں تو آدھے کم از کم موالیان جناب امیرؑ ہو جائیں گے ہمارا مقصد تو یہ تھا کہ شیعوں کو خلفائے ثلاثہ کے فضائل سنائے جائیں۔

چنانچہ انہوں نے شیعوں سے کہا۔ کہ وقت کم ہے اس لیے ایسا کرو تم ایک آدمی کا نام ہمیں دو جو حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرے۔ شیعوں نے ایک نام دے دیا۔ لیکن انتظامیہ پھر بھی مطمئن نہ تھی۔ انہوں نے فیصلہ

کیا کہ موالی علیؑ کو سب سے آخر میں وقت دیا جائے اور وقت اتنا کم بچایا جائے کہ ایک دو باتوں کے بعد نماز مغرب کا وقت ہو جائے تاکہ علیؑ کے زیادہ فضائل لوگوں کے کانوں پہ نہ آئیں۔

ہر مقرر وقت کو طول دیتا رہا۔ جب موالی علیؑ کا وقت آیا تو غروب آفتاب سے چند منٹ باقی تھے۔ اس نے دل میں سوچا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور ایسا انہوں عمداً کیا ہے تاکہ وقت نہ بچے اور فضائل حضرت علیؑ بیان نہ ہو سکیں۔ وہ منبر پر آیا۔ انتظامیہ نے کہا۔ وقت کم ہے مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ اب جلد از جلد جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کر ڈالیں۔

اس موالی نے کہا۔ آپ نے جتنا وقت بچانا تھا بچا لیا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ کتنے فضائل بیان کر سکتا ہوں۔

انتظامیہ نے کہا۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ لوگ نماز کے لیے اٹھ جائیں گے۔

موالی نے کہا۔ جب نماز کا وقت گزرا تو اس وقت ہی جائیں گے ناں۔ اور میں آپ کو بتا دوں کہ جب تک میں اپنی مرضی کے مطابق فضائل علیؑ بیان نہیں کر لوں گا۔ اس وقت تک نماز کا وقت آئے گا ہی نہیں۔

انتظامیہ نے کہا۔ آپ تو ویسے باتوں میں وقت گزار رہے ہیں اور سورج غروب ہو رہا ہے۔ جب سورج غروب ہو جائے گا۔ تو نماز ہی کا وقت ہو جائے گا۔

موالی نے کہا۔ اگر علیؑ کے فضائل میں سورج غروب ہو جائے تو کیا سورج فضائل علیؑ نہیں سنے گا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں فضائل علیؑ بیان کروں اور سورج منہ چھپا لے۔ یاد رکھو۔ یہ بھی فضائل علیؑ میں سے ایک فضیلت ہی ہے کہ جب تک میں فضائل ختم نہیں کروں گا۔ اس وقت تک سورج جس مقام پر ہے اس سے ایک انچ بھی نیچے نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ سورج سے مخاطب ہوا اور کہا۔

لا تغربی یا شمس حتی ینقضی	اے آفتاب جب تک میں نظیر مصطفیٰؐ اور پروردہ نبیؐ
مدحی لصنو المصطفیٰ و لنجله	کی تعریف نہ کر لوں اس وقت غروب مت ہونا۔
ارخی عنانك اذ عزمت ثنائه	جب میں مولا کے فضائل شروع کروں تو اپنی لگام پر ہاتھ
أنسیت یومك اذ رددت لحکمه	رکھنا۔ کیا تجھے وہ دن بھول گیا ہے جب اس کے حکم
ان کان للمولی وقوفك	سے تجھے واپس ہٹایا گیا تھا۔
فلیکن هذا الوقوف لخیله	اگر اس دن آقا کے حکم سے تو واپس ہو کر رکا تھا تو
ولرجله۔	آج اس کے ایک مدح خوان غلام کے کہنے سے رک جا

پھر اس نے فضائل حضرت علیؑ بیان کرنا شروع کر دیئے۔ زمانہ انگشت بدندان تھا کہ غروب ہونے والا آفتاب اپنے اسی مقام پر رک گیا۔ اس موالی علیؑ نے فضائل حضرت علیؑ کے دفتر کھول ڈالے۔



خوابوں میں حضرت علیؑ

۱۔ انجام منکر زیارت قبر نبیؐ:

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے احمد ابن علی سے روایت کی ہے کہ مجھے موصل کے باشندوں میں سے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا ہے کہ میں نے حج کی تیاری کی جب کوچ کا وقت آیا۔ تو امیر موصل مقلد ابن مسیب سے آخری الوداع کو آیا۔

امیر موصل نے قرآن منگوایا۔ اور مجھے کہا کہ مجھے قرآن کی قسم دے کر میں تجھے جو پیغام دوں گا تو وہ جا کر ویسے ہی پہنچائے گا۔ میں نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم دی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ۔ اگر تو نے کسی اور کو بتایا تو تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ میں نے وہ بھی وعدہ کر لیا۔

مقلد نے مجھے کہا جب مدینہ پہنچ جاتا۔ تو قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر میری طرف سے کہہ دینا۔

اے محمدؐ! زندگی میں تو جو کچھ کہتا رہا۔ لوگ تیرے حکم کو خوف کے مارے مانتے رہے تو نے اس پر اکتفا نہ کیا اور لوگوں سے کہا میرے مرجانے کے بعد میری قبر کو چومتے رہیں۔ اور زیارت کریں۔

علاوہ ازیں اور بھی اسی قسم کی بے ہودہ بکواس کرتا رہا۔ مجھے پہلے معلوم نہیں تھا کہ یہ خبیث باطن میں اس قدر ملعون ہے۔ میں حج پر گیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا۔ کئی دن مسلسل سوچتا رہا کہ وہ پیغام دوں یا نہ دوں۔ بالآخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ قرآن کی قسم کھا چکا ہوں۔ اس لیے پیغام تو ضرور دوں گا۔ چنانچہ ایک دن میں مزارِ رسولؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی۔

قبلہ آپ بہتر جانتے ہیں جو پیغام اس کافر نے مجھے دیا ہے۔ لیکن میں چونکہ قرآن کی قسم کھا چکا ہوں۔ اس لیے صرف فریضہ سمجھ کر ادا کر رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اس کے تمام وہ بکواسات دہرائے جو اس نے کہے تھے۔

ویسے میں اپنے طور پر بڑا گھبرایا ہوا تھا۔ اور ڈرا ہوا تھا۔ میں واپس آ کر مدہوش شخص کی طرح اپنے بستر پر گر

گیا۔ اسی پریشانی میں مجھے نیند آ گئی۔ عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ نبی کونینؐ اور حضرت علیؑ ایک جگہ کھڑے ہیں دونوں کے درمیان ایک شخص چادر تانے سو رہا ہے۔ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تلوار ہے۔

آنحضورؐ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا اس سوتے والے کے منہ سے کپڑا ہٹا۔

میں نے حکم کی تعمیل کی۔

انہوں نے پوچھا اسے پہچانتا ہے یہ کون ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پہچانتا ہوں۔ یہ موصل کا امیر مقلد ابن مسیب ہے

آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ اسے قتل کر دے۔

حضرت علیؑ نے تلوار بے نیام کی۔ اس کے گلے کو کاٹا۔ پھر تلوار کو اسی چادر پر صاف کیا جو اوپر پڑی ہوئی تھی میں نے دیکھا وہ چادر سفید تھی جس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ تلوار صاف کرنے سے چادر پر خون کی دو لکیریں بن گئی تھیں۔

میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا کسی کو میں نے نہ بتایا۔ ہم نے مدینہ سے کوچ کیا۔ دل پر اتنا بوجھ تھا کہ کسی کروٹ نیند نہیں آتی تھی۔ آخر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر میں نے اپنے ایک ساتھی کو خواب کا واقعہ سنا دیا۔ ہم دونوں نے باہمی مشورہ سے وہ خواب پوری تفصیل کے ساتھ مع وقت تاریخ اور دن نوٹ کر لیا۔

جب ہم کوفہ پہنچے تو ہم نے سنا کہ امیر موصل مقلد قتل ہو گیا ہے۔ ہم نے قاتل کا پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ہر ایک نے یہی بتایا کہ صبح کو اپنے بستر پر مقتول پایا گیا۔

جب ہم نے تاریخ اور دن کے متعلق پوچھا تو ہمیں وہی تاریخ اور وہی دن بتایا گیا جس تاریخ کو میں نے خواب میں دیکھا تھا

میں نے ساتھی سے کہا۔ ایک بات کی تصدیق تو ہو گئی ہے۔ اب دوسری بات کی تصدیق باقی ہے۔ اور وہ ہے چادر کا رنگ اور اس پر تلوار صاف کرنے سے خون کی دو لکیریں۔

میں نے غسال کا پتہ معلوم کیا۔ اسے تلاش کیا جب وہ مل گیا تو اسے کپڑے دکھانے کو کہا۔ اس نے جب کپڑے دکھائے تو میرے پورے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ سفید چادر تھی۔ اس میں سرخ دھاریاں تھیں اور اس پر تلوار صاف کرنے کا نشان دو لکیروں کی صورت میں موجود تھا۔

۲۔ چشم دید واقعہ:

ثاقب المناقب کے مولف نے واقدی سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید کا معمول تھا کہ وہ روزانہ علماء کی محفل منعقد کرتا تھا اور اس میں مختلف قسم کے مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ ایک دن میں ذرا دیر سے آیا۔

ستر علماء جو مختلف فنون میں مایہ ناز تھے اور اطراف و نواح خراسان کے مدرسین مدارس تھے۔ جو روزانہ اس محفل میں شریک ہوتے تھے۔ موجود تھے۔ ہارون نے کہا آج تو دیر سے کیوں آیا ہے؟

میں نے کہا۔ میں کسی تضییع حق کی وجہ سے لیٹ نہیں ہوا۔ ایک انتہائی ضروری کام ہو گیا تھا جس کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہوں۔

ہارون نے شافعی عالم سے پوچھا۔ آپ کو فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں؟

اس نے کہا۔ مجھے چار سو سے کچھ اوپر یاد ہیں۔

ہارون نے کہا:

آج کھلے دل سے بات کرو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو۔

شافعی عالم نے کہا پانچ سو احادیث یاد ہیں۔

ہارون نے محمد ابن حسن سے پوچھا آپ کو فضائل علیؑ سے متعلق کتنی احادیث یاد ہیں؟

محمد نے کہا۔ اتنی زیادہ نہیں ہیں ہزار سے کچھ اوپر ہوں گی۔

ہارون نے ابو یوسف سے پوچھا۔ اے کوفی آپ کو کتنی احادیث یاد ہیں جو صرف فضائل علیؑ سے متعلق ہوں؟ بالکل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھلے دل سے بتاؤ۔

ابو یوسف نے کہا۔ اے امیر اگر ڈر اور خوف نہ ہو تو فضائل علیؑ کے سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔

ہارون نے کہا۔ تجھے کس کا ڈر ہے؟

ابو یوسف نے کہا۔ آپ کا ڈر ہے۔ آپ کے گورنروں کا ڈر ہے آپ کے ملازمین کا ڈر ہے۔ اور آپ کے حاشیہ نشینوں کا خوف ہے۔

ہارون نے کہا۔ آج کسی سے نہ ڈر اور بتا تجھے فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں۔

ابو یوسف نے کہا۔ اگر سچی اور سیدھی بات پوچھتے ہیں تو پھر مجھے پندرہ ہزار مسند اور پندرہ ہزار مرسل احادیث جو صرف اور صرف فضائل علیؑ سے متعلق ہیں۔

ہارون نے مجھ سے پوچھا۔ تجھے کتنی احادیث یاد ہیں؟

میں نے بھی ابو یوسف جیسا جواب دیا۔

ہارون نے کہا۔ تمہیں یہ سب احادیث یاد ہیں۔ اور مجھے ایک ایسی حدیث یاد ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہے۔ اور تمہاری روایت کردہ ہر حدیث سے کہیں اجل ہے۔

ہم تمام نے کہا: آپ ہمارے علم میں تو شریک ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ ہمیں اپنے علم میں شریک نہیں کریں گے؟

ہارون نے کہا۔ میں ضرور تمہیں بھی اس علم میں شریک کرتا ہوں اور اسی لیے میں نے آج یہ موضوع چھیڑا ہے۔ ہارون نے بتایا کہ میں نے دمشق میں یوسف ابن حجاج کو گورنر بنا کے بھیجا ہے اور اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ رعیت سے انصاف کرے۔ جب وہ وہاں پہنچا اور انتظام سنبھالا تو اسے اطلاع ملی کہ دمشق کی جامع مسجد کا خطیب روزانہ حضرت علیؑ پر سب کرتا ہے اور جس قدر ہو سکے توہین علیؑ کرتا ہے یوسف نے اسے بلایا۔ اور اس سے پوچھا۔ اس نے اقرار کر لیا۔ کہ واقعا یہ اطلاع درست ہے۔

یوسف نے پوچھا۔ آخر وجہ کیا ہے؟

اس نے کہا۔ علیؑ میرے آباؤ کا قاتل ہے اور ہمارے بچوں کو گرفتار کرنے والا ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ علیؑ سے انتقام لینے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

یوسف نے اسے پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا۔ اور مجھے لکھا کہ اب میں کیا کروں؟

میں نے اسے جواب لکھا کہ اسے پابہ زنجیر میرے پاس بھیج دے۔

اس نے بھیج دیا۔ جب وہ میرے پاس آیا۔ تو میں نے اسے کہا۔ کیا یہ سچ ہے کہ تو برادر رسولؐ کو سب کرتا ہے؟

اس نے کہا۔ بالکل سچ ہے۔

میں نے کہا۔ کوئی وجہ؟

اس نے کہا۔ وہ میرے آبا کا قاتل اور ہمارے بچوں کا گرفتار کرنے والا ہے۔ اگر اس دنیا میں ہوتا تو لڑ کر اپنی آتش انتقام سرد کرتا۔ اب وہ ہے نہیں میرے پاس اس سے انتقام لینے کا یہی ایک ذریعہ ہے اور میں اپنا انتقام لے رہا ہوں۔

میں نے کہا۔ ظالم اس نے اگر کسی کو قتل کیا ہے یا گرفتار کیا ہے۔ کسی ذاتی انتقام کی وجہ سے تو نہیں کیا۔ اس نے حکم خدا اور رسولؐ سے ایسا کیا ہے اس میں اس کا کیا قصور رہ ہے؟

اس نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے۔ حکم خدا اور رسولؐ سے کیا ہے۔ لیکن ہے تو بہرصورت ہمارا قاتل ہی۔۔۔۔۔ میں تازندگی اپنی اس روش کو نہیں چھوڑ سکتا۔

میں نے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ جلاد کو بلایا۔ اور اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ جلاد نے کوڑے لگانا شروع کیے۔ میں نے سو کوڑے لگوائے۔ وہ بیحال ہو کر گر گیا۔ میں نے اسے زندان میں بند کرنے کا حکم دیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا سزا دوں۔

کبھی سوچتا کہ اسے قتل کر دوں

کبھی سوچتا اس کا پیٹ چاک کرا دوں۔

کبھی سوچتا اسے پانی میں ڈبو دوں۔
کبھی سوچتا اسے آگ میں جلا دوں۔
کبھی سوچتا اسے کوڑے مروا مروا کو ختم کر دوں اور
کبھی سوچتا کہ اسے زندہ درگور کر دوں۔

انہی سوچوں میں اسی جگہ عشا کا وقت ہو گیا۔ میں نے نماز عشاء پڑھی اور پھر بیٹھ گیا نہ تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہاں سے اٹھ جاؤں۔ اور نہ ہی میں فیصلہ کر پا رہا تھا۔ کہ اسے کیا سزا دوں۔ انہی تفکرات میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں ان سے۔

سرور انبیاءؐ برآمد ہوئے جنہوں نے پانچ حلے زیب تن کر رکھے تھے۔ پھر
حضرت علیؑ اترے انہوں نے چار حلے پہن رکھے تھے۔ پھر
امام حسنؑ آئے انہوں نے تین حلے پہن رکھے تھے۔ پھر
امام حسینؑ آئے انہوں نے دو حلے پہن رکھے تھے۔ آخر میں
جناب جبریل نازل ہوئے۔ انتہائی حسین و جمیل شکل تھی۔ جبریل کے ہاتھ میں پانی کا ایک جام تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

جبریل پانی مجھے دے۔ جبریلؑ نے وہ جام آنحضورؐ کو دیا۔ آپ نے ہاتھ میں جام لے کر فرمایا۔ اے محمدؐ و آل محمدؐ کے شیعو! آؤ پانی لو۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میرے گھر میں اس وقت کم و بیش پانچ ہزار افراد ہیں۔ ان میں سے صرف چالیس آدمی آگے بڑھے آپ نے انہیں پانی پلایا۔ میں اس وقت بھی جانتا ہوں کہ پانی پینے والے وہ خوش نصیب کون تھے۔

پھر آپ نے فرمایا:

وہ دمشقی کہاں ہے؟ میں نے دیکھا آپ کے اسی طرف کے زندان کا دروازہ از خود کھل گیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ نے اس کی طرف دیکھ کر عرض کیا۔

قبلہ یہ شخص مجھے روزانہ سب کرتا ہے اور صرف اس لیے کرتا ہے کہ میں نے اس کے اقرباء کو قتل کیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اے ابوالحسنؑ ایک طرف ہو جا۔

حضرت علیؑ ایک طرف ہٹے۔ آنحضورؐ آگے بڑھے اس کے ہاتھ سے پکڑا اور پوچھا۔ کیا تو میرے بھائی کو سب کرتا ہے؟

اس بدنصیب نے کہا۔ ہاں میں سب کرتا ہوں۔

آنحضورؐ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔ بار الہا اسے مسخ کر دے۔ لیکن کوئی عضو بچ جائے جس سے لوگ اسے پہچان سکیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ کتا ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے کان انسانوں جیسے تھے۔

آنحضورؐ زندان سے باہر آئے آپ کے ساتھ والے بھی باہر آئے دروازہ بند ہو گیا۔ پھر آپ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ سوئے آسمان بلند ہو گئے۔ میں گھبرا کر بیدار ہوا۔ میری پریشانی بڑھ گئی تھی۔ میں نے جلدی سے غلام کو بلایا اور اسے کہا جا زندان میں جو مولوی قید ہے اسے ابھی لے کے آ۔

غلام گیا۔ اور گھبرا کر واپس آ کر کہا۔ حضور! زندان میں تو ایک کتا ہے۔ کوئی مولوی تو بجائے خود وہاں تو انسان بھی نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ وہی جو کتا ہے۔ وہی مولوی ہے ذرا اس کے کان غور سے دیکھنا۔ کچھ دیر بعد غلام اس کے کان سے پکڑ کر میرے پاس لایا۔ اور وہ اس وقت اسی حالت میں ہے۔ پھر ہارون نے غلام کو حکم دیا کہ جا اور اس مولوی کو لے آ۔ غلام گیا۔ وہ اسے لایا۔ ہم تمام نے دیکھا کہ وہ ہمارے پاؤں چاٹنے لگا صرف اسے کانوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ انسان ہے۔

شافعی عالم نے کہا۔ اے امیر! اسے فوراً یہاں سے نکالئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ مسخ شدہ شئی تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتی۔ پہلا عذاب تو مسخ ہوتا ہے اور دوسرا عذاب اسے زندگی سے محروم کر دیتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں۔

ہارون نے غلام سے کہا۔ جا جلدی اسے زندان میں چھوڑ کے آ۔ ہم نے دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی طرح پانی ٹپک رہا تھا۔ غلام اسے لے کے گیا۔ زندان میں بند کیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ۔ بجلی کی کڑک ہوئی اس زندان کی چھت پہ گری زندان بھی جل گیا اور وہ موذی بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

میں نے کہا۔ اے امیر۔ یہ معجزہ بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اولاد علیؑ پر مزید مظالم کرنے سے توبہ کر لیجئے۔

ہارون نے کہا۔ تو اب کہہ رہا ہے اور میں جب سے خواب دیکھ کر بیدار ہوا ہوں توبہ کر چکا ہوں۔

۳۔ علیؑ جو کر سکتا ہے کرے:

ثاقب المناقب ہی میں جعفر ابن محمد دوسی سے مروی ہے کہ میں ۴۱۰ھ میں بغداد آیا۔ عبداللہ میدانی کی محفل میں بیٹھا تھا کہ ایک علوی اس کے پاس آیا اور پوچھا۔ کیا آپ نے تعبیر خواب کا علم بھی پڑھا ہے؟

عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ میں نے ایک عرصہ تعبیر خواب کے علم پر صرف کیا ہے اور اس سلسلہ میں میں

نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ امام شافعی کے شاگردوں میں سے ایک شخص بغداد میں رہتا تھا اس کی اچھی خاصی لائبریری تھی۔ لیکن اولاد سے محروم تھا۔ دم مرگ اس نے جعفر دقاق کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میری لائبریری بازار میں لے جانا اور اسے فروخت کر کے جو مل جائے وہ امور خیر میں خرچ کر دینا۔

جعفر دقاق جب اس کے کفن و دفن سے فارغ ہوا تو اس نے لائبریری اٹھوائی اسے بازار میں لایا۔ اور اعلان کر دیا کہ جس نے فلاں شخص کی لائبریری یا لائبریری سے کوئی کتاب خریدنا ہو اگر خریدے قیمت بے شک ایک ہفتہ بعد ادا کر دے۔ ان خریداروں میں سے میں بھی ایک تھا میں نے چار کتب خریدیں۔ جب میں خرید کر واپس آنے لگا تو جعفر دقاق نے مجھے آواز دے کر بلایا۔ اور بتایا کہ

آپ کتابیں خرید کرے تو چار ہے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کتاب تیرے مسلک کے حق میں نہیں بلکہ یہ سب تیرے مسلک کے خلاف ہیں۔

میرا ایک دوست تھا جو باب البصرہ کے محلہ میں رہتا تھا ہم دونوں ایک ساتھ ایک عالم کے پاس جاتے تھے وہ احادیث بیان کرتا تھا۔ بڑا معروف محدث تھا۔ کافی لوگ اس کے درس میں جاتے تھے۔ ہم بھی اس سے احادیث روایت کرتے تھے۔ جب بھی کوئی حدیث حضرت علیؑ یا جناب زہراؑ کی شان میں ہوتی تھی اس میں کیڑے نکالتا تھا۔ اور حدیث کو مسترد کر دیتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علیؑ و فاطمہؑ کو ان فضائل سے کیا ہو گا جب کہ علیؑ مسلمانوں کا قاتل ہے اور جناب زہراؑ اسی طرح تھیں۔ عجیب بے ہودہ بکتا تھا۔

آخر ہم دونوں تنگ آ گئے اور میں نے اپنے دوست سے کہا۔ اس علم سے تو جہالت بہتر ہے۔ میں تو آئندہ اس شخص کے درس میں نہیں آؤں گا۔ اس نے کہا میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ خدا آپ کا بھلا کرے جو شخص علی و زہراؑ کا اتنا مخالف ہے اس سے علم لینا نہ دنیا کی نیکی ہے اور نہ آخرت کی بھلائی ہے اور نہ ہی یہ امت مسلمہ کا مسلک ہے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کر لیا کہ آج کے بعد اس کے درس میں نہیں آئیں گے۔

رات کو جب میں سویا تو عالم خواب میں دیکھا کہ میں اسی مسجد میں ہوں اور ابو عبداللہ محدث درس دے رہا ہے۔ اچانک میں نے دیکھا تو در مسجد پہ حضرت علیؑ نمودار ہوئے آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی غیظ و غضب سے چہرہ سرخ تھا۔

میں نے دل میں کہا۔ آج ابو عبداللہ محدث کی سختی آ گئی ہے۔ حضرت علیؑ بڑے غصہ میں ہیں اور اسے مارے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

میں نے دیکھا حضرت علیؑ آگے بڑھے۔ محدث ابو عبداللہ کے قریب آ کر اس کی آنکھ پہ چھڑی ماری اور فرمایا؛ اے ملعون میں نے تو پھر بھی ممکن ہے۔ تیرے کسی نانا دادا کو قتل کیا ہو لیکن دختر رسولؐ نے تیرا کیا بگاڑا ہے کہ تو روزانہ میرے ساتھ ان کے خلاف بھی مرزہ سرائی کرتا ہے۔

میں نے دیکھا محدث ابوعبداللہ نے اپنی آنکھ پر ہاتھ لیا۔ میں گھبرا کر اٹھا بیدار ہوگیا۔ حقیقت حال جاننے کی خاطر گھر سے نکلا۔ خیال تھا کہ اپنے دوست کے پاس جاتا ہوں اسے حال سناؤں گا۔ پھر دونوں مل کر محدث ابوعبداللہ کے گھر جائیں گے۔ میں جونہی گلی میں گیا دیکھا تو میرا دوست مجھ سے بھی زیادہ پریشان حال اور گھبرایا ہوا چلا آ رہا تھا۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے اس نے کہا محدث کا کچھ پتہ ہے؟

میں نے کہا۔ اسے کیا ہوا؟

اس نے بتایا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس کی آنکھ پر چھڑی ماری ہے۔ میں تو آپ کو بتانے آ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ میں نے بھی بالکل یہی خواب دیکھا ہے اور میں آپ کو بتانے کی خاطر آ رہا تھا۔ پھر ہم دونوں محدث کے دروازہ پہ گئے۔ دق الباب کیا۔ کنیز نے دروازہ کھولا اور پوچھا کیا بات ہے۔

ہم نے کہا۔ ہم محدث سے ملنا چاہتے ہیں۔

اس نے کہا۔ اس وقت تو مشکل ہے۔ کچھ دیر انتظار کرو۔

ہم نے انتظار کیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دق الباب کیا۔ وہی کنیز آئی اور مزید انتظار کو کہا۔ ہم نے پھر انتظار کیا تیسری مرتبہ دق الباب کیا۔ کنیز نے پھر انتظار کا کہا۔

ہم نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ تو ہمیں کیوں نہیں آنے دیتی؟

اس نے کہا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ محدث نے اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔ مجھے علیؑ نے چھڑی ماری ہے۔

ہم نے کہا۔ ہم بھی اسی سلسلہ میں آئے ہیں۔ ہم نے بھی خواب میں یہی دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے چھڑی ماری ہے۔ تو دروازہ کھول اور ہمیں اس کے پاس جانے دے۔ کنیز نے دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر گئے۔ دیکھا تو محدث درد سے تڑپ رہا تھا اور کہہ رہا۔

علیؑ کو مجھ سے کیا لینا تھا۔ باواز بلند چیخ چیخ کر فریاد کر رہا تھا۔

ہم دونوں نے اسے اپنا اپنا خواب بتایا اور اسے کہا۔ آپ اپنے عقائد کو بدلیں آپ ہر مقام پر علیؑ و فاطمہؑ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

اس بدنصیب نے کہا۔ یہ تو ایک آنکھ سے اگر علیؑ میری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دے تب بھی میں اس سے باز نہیں آؤں گا۔ ہم دونوں چپ کر کے اٹھ آئے۔ ایک ہفتہ بعد پھر ہم اس کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ اس کی دوسری آنکھ بھی حضرت علیؑ نے پھوڑ دی ہے۔ ہم نے پھر اس سے کہا بندہ خدا آخر تجھے علیؑ سے کیا بیر ہے اس نے کہا۔ علیؑ جو چاہے کرے میں اپنی اس روش سے باز نہیں آؤں گا۔ اور نہ ہی علیؑ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر

ترجیح دوں گا۔ ہم پھر واپس آ گئے۔ ایک ہفتہ بعد پھر گئے۔ تو سنا کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ کر دفن ہو چکا ہے۔

۴۔ کالا منہ:

بحار میں قادونی سے مروی ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا منہ اس طرح کالا تھا جس طرح جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے۔ اور اس نے منہ پر نقاب ڈال کر اسے چھپایا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا۔ کیا تیرا یہ منہ پیدائشی طور پر اسی طرح ہے؟

اس نے کہا اگر پیدائشی طور پر اسی طرح ہوتا تو پھر میں اسے کیوں چھپاتا۔

میں نے کہا پھر کیا وجہ ہے؟

اس نے جواب دیا یہ میری بدنصیبی کی علامت ہے۔ اور میں نے عہد کر رکھا ہے کہ کسی سے نہ چھپاؤں گا جو بھی پوچھے گا۔ اسے صحیح صحیح بتا دوں گا۔ میں حضرت علیؑ کے سخت مخالفین سے تھا۔ اور سب کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کہ عالم خواب میں ایک شخص آیا اور کہا۔

کیا تو علیؑ کو سب کرتا ہے؟

میں نے کہا ہاں۔

اس نے کہا۔ اللہ تیرا منہ کالا کرے۔ اس کے بعد میری یہی حالت ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔

۵۔ زیاد کا انجام:

امالی شیخ طوسی میں عبدالرحمن ابن سائب سے مروی ہے کہ جب زیاد حضرت علیؑ پر سب کرنے میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو مسجد کوفہ میں کوفہ کے رؤساء کو بلا کر محفل سب منعقد کرتا تھا جس میں ہر شخص ابن زیاد کی خوشنودی کی خاطر چار و نا چار حضرت علیؑ پر سب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے یہی انتظام کیا۔ بلائے جانے والوں میں میں بھی تھا۔ جب ہم جمع ہو گئے تو ہر شخص ذہنی طور پر اس کام سے بیزار تھا۔ زیاد کی غنڈہ گردی کی وجہ سے نہ تو ہم اسے انکار کر سکتے تھے اور نہ ہی حضرت علیؑ پر سب کرنے کو جی چاہتا تھا۔ ہر شخص پریشان ہو کر بیٹھا تھا۔ زیاد کے آنے کا انتظار تھا۔ کافی وقت گزر گیا۔ تقریباً وہاں بیٹھنے والا ہر شخص اونگھنے لگا۔ اونگھتے اونگھتے میری آنکھ لگ گئی۔

اس خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی گردن بڑی لمبی تھی۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے کہا۔ میں نقاد ہوں۔

میں نے کہا۔ نقاد کون ہوتا ہے؟

اس نے کہا۔ میں نیزہ باز ہوں اور دارالامارہ پر قبضہ کرنے والے کو جڑ سے اکھیڑنے آیا ہوں۔ یہ شخص اب

بہت زیادہ آگے بڑھ گیا ہے یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ محل کے اندر چلا گیا ہو۔ میں گھبرا گیا۔ اسی گھبراہٹ میں بیدار ہو گیا۔ دائیں بائیں دیکھا تو دوسرے لوگ بھی میری طرح پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ کیا دیکھ رہے ہو۔

ایک نے کہا۔ میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں بھی اونگھتے اونگھتے سو گیا تھا۔ ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھا ہوں۔ ہر شخص یہی کہنے لگا کہ میں زیاد کے انتظار میں سو گیا تھا اور عجیب ہولناک منظر دیکھا ہے۔

جب تمام نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا ہے؟ ہر ایک نے دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ تو پتہ چلا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہی کچھ انہوں نے دیکھا ہے۔ ہم انہی باتوں میں مصروف تھے۔ کہ اندر سے غلام آیا اور اس نے کہا۔ امیر نے آپ کو اجازت دی ہے۔ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

ہم نے پوچھا بات کیا ہے؟

اس نے کہا۔ امیر اس وقت ہر ایک سے جدا ہے اور وہ کسی کو ملنا نہیں چاہتا۔

ہم نے کہا:

آخر کوئی بات تو ہوگی۔ کچھ تو بتا۔ کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا۔ سمجھ نہیں آتی۔ بڑے آرام سے ہم سب بیٹھے تھے کہ ہمارے سامنے امیر کے دل میں کسی نے نیزہ مارا۔ ہمیں ہاتھ نظر آیا۔ نہ نیزہ بردار نظر آیا۔ نہ یہ پتہ چلا کہ کہاں سے آیا تھا۔ اور نہ یہ دیکھا کہ گیا کدھر ہے ہم نے صرف نیزہ کا پھل دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے چمکا اور زیاد کے دل میں اتر گیا۔ اب وہ درد سے تڑپ رہا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

ہم اٹھ کر چلنے لگے۔ ابھی ہم در مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ اندر سے آہ و بکا اور نوحہ و شیون کی آواز آئی ہمیں یقین ہو گیا کہ زیاد اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے اور نقاد اپنا کام کر گیا ہے۔ ہم نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب ایسا جابر نہیں آئے گا جو اپنی دہشت گردی سے ہمیں حضرت علیؑ کو سب کرنے پر مجبور کر سکے۔

۷۔ صرف ایک طمانچہ:

کتاب الاربعین میں مروی ہے۔ ببغا شاعر ایک اموی بادشاہ کے پاس آیا ببغا ہر سال اس بادشاہ کے پاس آتا رہتا تھا۔ وہ بادشاہ شکار کو گیا ہوا تھا۔ اس کے وزیر نے اسے ببغا کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے اسے کہا ببغا کو میرے محل کے فلاں کمرہ میں احترام سے بٹھا شکار سے فارغ ہو کر میں جلدی آجاؤں گا۔

بیغا کا کہنا ہے کہ محل کے جس کمرہ میں مجھے جگہ دی گئی وہ ڈیوڑھی کے قریب تھا۔ آدھی رات کے بعد محل کے اندر سے ایک نگہبان ڈیوڑھی پر آیا اور باواز بلند کہا۔

اے غافلو! اٹھو اور اللہ کو یاد کرو۔ اس کے بعد اس نے حضرت علیؑ کو سب کرنا شروع کر دیا۔

یہ سن کر بیغا کانپ گیا۔ اس نگہبان کا روز کا یہی معمول تھا۔ اور ہر رات بیغا اس کی آواز اور حضرت علیؑ پر سب سن کر لرز لرز جاتا تھا۔

ایک رات بیغا نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریمؐ اور حضرت علیؑ اس محل میں داخل ہوئے اس نگہبان کو تلاش کیا۔

حضرت علیؑ سے فرمایا:

اسے صرف ایک طمانچہ لگا دیجئے یہ خبیث چالیس برس سے آپ پر سب کر رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے گردن پر دونوں کندھوں کے درمیان اسے طمانچہ مارا۔ بیغا یہ دیکھ کر بیدار ہو گیا اس کے بعد وہ اس نگہبان کی معمول کی آواز سننے کے انتظار میں رہا۔ لیکن آواز نہ آئی۔ وہ حیران ہوا کہ کہیں خواب واقعاً سچا تو نہیں ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو اس نگاہبان کے گھر آتے ہوئے دیکھا۔

بیغا نے ان سے پوچھا۔ کیا بات ہے آج سویرے سویرے تم ادھر چلے آرہے ہو خیریت تو ہے؟

انھوں نے بتایا کہ نگہبان کو کسی نے خواب میں گردن پر دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ جمایا ہے ہاتھ کا نشان اس طرح موجود ہے جس طرح گیلی مٹی پر نشان پڑتا ہے اور وہ شدت درد سے تڑپ رہا ہے۔ صبح تک بمشکل زندہ رہ سکا واصل جہنم ہو گیا۔ اس کی گردن پر طمانچے کا وہ نشان چالیس آدمیوں نے دیکھا تھا۔

۷۔ مردہ بطخ:

ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مبارک کا معمول تھا کہ وہ ایک سال جہاد کرتا تھا ایک سال حج کو جاتا تھا۔ اس نے پچاس برس یہی معمول بنائے رکھا۔ ایک سال حج کے ارادہ سے کوفہ آیا اس کے پاس پانچ سو دینار تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ سفر کے لیے اونٹ اور دیگر ضروری سامان کوفہ ہی سے خرید کر حج کو چلا جاؤں گا۔

ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر دیکھا کہ ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے ایک مردہ بطخ کو صاف کر رہی ہے۔

عبداللہ ابن مبارک نے آگے بڑھ کر کہا۔ اے کنیز خدا کیا تو مسلمان نہیں ہے؟

عورت نے کہا۔ مسلمان ہوں۔

عبداللہ نے کہا۔ یہ بطخ مردہ نہیں ہے؟

عورت نے کہا۔ بالکل مردار ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اسلام میں مردار کھانا حرام ہے؟

عورت نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ جب تجھے معلوم ہے تو پھر اسے صاف کس لیے کر رہی ہے؟

عورت نے کہا۔ شاید تجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ مردار کھانا اس وقت حلال ہوتا ہے۔ جب حلال نہ مل سکے۔

آپ کے لیے حرام ہوگی۔ لیکن میرے لیے حلال ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ بی بی تو کون ہے؟

عورت نے کہا۔ بندہ خدا آپ اپنا کام کریں۔ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔

عبداللہ نے کہا۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی کہ بات کیا ہے؟

عورت نے کہا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

عبداللہ نے کہا۔ میں حج پر جا رہا ہوں۔

عورت نے کہا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ بھی جائے گا؟

عبداللہ نے کہا۔ ضرور جاؤں گا۔

عورت نے کہا۔ نبی اکرمؐ کی زیارت بھی کرے گا؟

عبداللہ نے کہا۔ ہر سال کرتا ہوں۔ اور اب کے بھی ضرور کروں گا۔

عورت نے کہا۔ جب رسول اکرمؐ کی زیارت کرنا تو آپ انہیں میرا سلام عرض کر کے میری موجودہ حالت بتا دینا کہ آپ کی اولاد کے لیے اب حرام بھی حلال ہو چکا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ بی بی آپ مجھے کچھ تو بتائیں۔

عورت نے کہا۔ عبداللہ کیا بتاؤں۔ میں اولاد علیؑ و فاطمہؑ کی ذریت رسولؐ ہوں۔ ایک شوہر تھا جسے امت نے اس جرم میں شہید کر دیا ہے کہ وہ اولاد رسولؐ سے تھا۔ اب ایک میں ہوں اور چار کمسن بچیاں ہیں آج چوتھا دن ہے مجھے مزدوری تک نہیں ملی۔ جو لوگ پہچانتے ہیں وہ حکومت وقت کے خوف سے مزدوری بھی نہیں کرنے دیتے۔ بچیاں بھوک سے بلک رہی تھیں۔ انہیں بہلا کر گھر سے نکلی ہوں۔ ایک دو گھروں میں مزدوری کی خاطر گئی ہوں۔ انہوں نے گھر میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ مایوس ہو کر واپس آ رہی تھی کہ کوڑا کرکٹ کے اس ڈھیر پر یہ مردہ بطخ دیکھ لی۔ اسے صاف کرنے بیٹھ گئی ہوں لے جاؤں گا۔ پکا کر بچیوں کو کھلاؤں گی۔

عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں اپنے کو بے شمار ملامت کی۔ اور اپنے آپ سے کہا۔ اولاد رسولؐ کو تو کھانے کو نہ ہے اور ہم رسولؐ کی زیارت کو جائیں۔ کیا فائدہ میرے اس حج کا اور زیارت رسولؐ کا۔

میں نے کہا۔ بی بی بطخ چھوڑ دے اور دامن پھیلا۔

بی بی نے عبا کا دامن پھیلایا میرے پاس جتنی رقم تھی سب کی سب اس بی بی کے حوالہ کر دی۔ اس نے نہ تو سر اوپر اٹھایا اور نہ دیناروں کی طرف دیکھا۔ چپ چاپ اٹھ کر چلی گئی مجھے یہ دعا دی کہ تو نے آل رسولؐ کو حرام کھانے سے بچا لیا ہے اللہ تجھے جزائے خیر دے۔

میں نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور واپس اپنے گھر آ گیا۔ جب میرے پڑوسی اور دوست حج سے واپس آئے تو میں ان کی ملاقات کو گیا۔ جس سے بھی ملتا تھا وہ کہتا تھا۔ اللہ آپ کا حج قبول کرے تو جواب میں وہ مجھے کہتا تھا۔ عبداللہ اللہ آپ کا بھی حج مبارک کرے۔ بڑا اچھا سفر گزرا ہے۔ فلاں جگہ وہ عجیب واقعہ پیش آیا تھا۔ یاد ہے ناں آپ کو۔ میں یہ سن سن کر پریشان ہو گیا۔ دل میں سوچا جب میں حج پر گیا نہیں تو یہ کیا کہتے ہیں۔ اسی پریشانی کے عالم میں رات کو سویا تو رسولؐ عالمین کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا۔ عبداللہ پریشان کیوں ہے۔ تو نے میری غریب بیٹی کی امداد کی ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی ہے۔ اللہ نے تیری شکل کا ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرے گا۔ اب تو حج کو جا یا نہ جا تیرے نامہ اعمال میں ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

۸۔ خوش نصیب مجوسی اور بد نصیب مسلمان:

ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ بلخ میں ایک سیدزادہ رہتا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور چند بچیاں تھیں وہ فوت ہو گیا۔ سیدزادی کا بیان ہے کہ میرے لیے بلخ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ سہارا اللہ نے لے لیا تھا۔ بچیوں کے لیے روٹی کمانے والا کوئی نہ تھا۔ تمام شہر واقف تھا اس لیے شماتت اعداء سے بچنے کی خاطر میں نے بچیوں کو ساتھ لیا اور سمرقند آ گئی۔ موسم سردی کا تھا۔ برف باری ہو رہی تھی۔ میں نے بچیوں کو مسجد میں بٹھایا اور خود باہر کھانے اور ٹھکانے کی فکر میں گئی ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔

مجھے بتایا گیا سمرقند کا مسلمان امیر ہے۔ اردگرد ضرورتمند افراد ہیں میں وہاں چلی گئی۔ اور اس سے تعاون کی درخواست کی اور اسے بتایا کہ میں ذریت رسولؐ اور اولاد علیؑ و بتولؑ سے ہوں۔

اس نے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔ مجھے کیا معلوم کہ تو اولاد پیغمبرؐ و زہراؑ ہے اگر کوئی گواہ ہو تو لے آ میں امداد کروں گا میں نے کہا۔ بندہ خدا! اس سفر میں میرا یہاں کون گواہ ہو گا۔

اس نے کہا۔

اگر گواہ نہیں ہے تو میرے پاس تیرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

ضبط کے باوجود میری آنکھوں سے آنسو ٹپک ہی پڑے۔ میں مایوس ہو کر واپس پلٹی آگے ایک جگہ پھر کچھ لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہاں کون ہیں؟

بتایا گیا کہ سمرقند کا پولیس افسر ہے اور مجوسی ہے۔

میں نے سوچا کہ اب کسی مسلمان سے تو کسی تعاون کی امید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ہو سکتا ہے اب مجھ سے مسلمان ہونے کا بھی گواہ مانگیں۔ یہ غیر مسلم ہے ممکن ہے یہ کسی قسم کا گواہ نہ مانگے اور ایک ضرورت مند انسان کی حیثیت سے تعاون کر دے۔ یہ سوچ کر میں وہاں گئی۔ جتنے مرد کھڑے تھے سب نے مجھے مستور سمجھ کر راستہ دے دیا۔ میں اس کے سامنے گئی اور اسے بتایا کہ میں مسلمانوں کے نبیؐ کی اولاد سے ہوں۔ تم لوگ اگرچہ غیر مسلم ہو لیکن ایک معاشرہ کی وجہ سے وہ سلوک تو دیکھتے اور سنتے رہتے ہو۔ جو مسلمان اپنے نبیؐ کی اولاد سے کر رہے ہیں۔ میں بلخ سے آئی ہوں میرے ساتھ میری کمسن بچیاں ہیں۔ جو مسجد میں بیٹھی ہیں۔ امیر سمرقند سے مدد مانگی ہے اس نے گواہ مانگے ہیں۔ میں نے اسے کہا بھی ہے کہ بھلے آدمی گواہ انہی سے مانگے جاتے ہیں جنہیں کوئی پہچاننے والا ہو۔ جو مسافر ہوتے ہیں انہیں کون پہچانتا ہے اور ان کی گواہی کون دیتا ہے پھر اگر مرد ہو تو اور بات ہوتی ہے عورت وطن سے دور گواہ کہاں سے لائے گی۔ لیکن اس نے میری کوئی نہیں سنی اگر تو امداد کر سکتا ہے تو کر دے۔

وہ مجوسی اٹھ کھڑا ہوا۔ نوکر کو بھیجا کہ جا کر میری بیوی کو ساتھ لے آ۔ وہ گیا کچھ دیر بعد اس کی بیوی آ گئی اس نے کہا۔ اس بی بی کے ساتھ جا مسجد میں اس کی بچیاں بیٹھی ہیں انہیں ساتھ لے کر آ۔ اپنے گھر میں علیحدہ کمرہ دے۔ سفر کی تھکی ہوئی ہیں انہیں غسل کے لیے گرم پانی دو۔ نئے کپڑے دو۔ کھانے کا انتظام کرو۔ وہ مستور میرے ساتھ آئی۔ اس نے بچیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ ہمیں اپنے گھر لے گئی۔ ایک آراستہ کمرہ دیا گرم پانی دیا۔ نئے کپڑے دیئے۔ کھانے کو بہت کچھ دیا۔

تھکی ہوئی بچیاں جلدی سو گئیں۔ میں نے مصلیٰ بچھایا۔ اور مجوسی کے لیے اللہ سے دعا کرنے لگ گئی رات ڈھلی ہوئی تھی کہ دروازہ پر دق الباب ہوا۔ مجوسی خود دروازہ پر گیا۔ دروازہ کھولا تو مسلمان امیر اپنے نوکروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

مجوسی نے پوچھا:

کیا بات ہے؟

اس نے کہا، میرے مہمان آپ کے پاس ہیں انہیں لینے آیا ہوں۔

مجوسی نے کہا:

وہی جن سے کل تو نے گواہ طلب کئے تھے؟

اس نے کہا۔ ہاں میں شرمندہ ہوں۔ مجھے میری مذہبی غیرت نے شرمندہ کیا ہے کہ تو نے مجوسی ہونے کے باوجود انہیں گھر میں جگہ دے دی اور میں مسلمان ہو کر ان کی مدد نہ کر سکا۔

یہ سن کر مجوسی مسکرا دیا۔

اس نے پوچھا اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟

مجوسی نے کہا:

ابھی تک تیرا ذہن درست نہیں ہوا۔ اور تو فریب سے باز نہیں آیا۔

اس نے کہا۔ میں نے تو سیدھی بات کی ہے۔ اس میں بھلا فریب کی کون سی بات ہے؟

مجوسی نے کہا۔ فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ تو نے اس مستور سے اولاد زہراؑ ہونے کا گواہ مانگا تھا۔ تجھے اب یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ مسلمان تھی۔ ممکن ہے۔ وہ مسلمان ہی نہ ہو۔ اگر سیدھی بات کرنا چاہتا ہے تو یوں کہ کہ تو نے خواب میں میدان محشر دیکھا ہے۔ اس میں نبی کونینؐ کو دیکھا ہے۔ تو نے ان سے پانی مانگا ہے انہوں نے نفرت سے منہ دوسری طرف کر لیا ہے۔ تو نے کہا کہ میں آپ کی امت سے ہوں۔ مجھے پانی پلایئے انہوں نے تجھ سے گواہ مانگے ہیں۔ تو نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا ہے کہ حضورؐ مجھے یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں میں گواہ کہاں سے لاؤں۔ آنحضورؐ نے تجھے فرمایا۔ کہ اگر تجھے یہاں کوئی نہیں پہچانتا تو میری بیٹی کو تیرے شہر میں کون پہچانتا تھا۔ اگر تو میری اولاد سے گواہ مانگ سکتا ہے تو کیا میں تجھ سے گواہ نہیں مانگ سکتا پھر انہوں نے تجھے جنت میں میرا مکان دکھایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ دیکھ یہ اس مجوسی کا مکان ہے جس نے صرف یہ سن کر کہ وہ مسافرہ میری اولاد سے ہے۔ بلا مطالبہ گواہ اسے رہنے کو جگہ۔ پہننے کو کپڑے اور کھانے کو طعام دیا ہے۔ اس وقت بھی میری بیٹی اس مجوسی کے لیے مصلیٰ پر بیٹھی دعا مانگ رہی ہے۔ خواب ایک ہی ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور تو نے بھی دیکھا ہے تو چھپا رہا ہے۔ اب بتا کیا یہی سیدھی بات ہے یا نہیں

اس نے کہا۔ واقعاً مجھے یہی خواب اس وقت تیرے دروازہ پر لایا ہے تو ایسا کر مجھ سے ایک ہزار دینار لے لے اور بی بیاں مجھے لے جانے دے۔

مجوسی نے کہا۔ اگر تو ایک لاکھ دینار بھی دے تو بھی میں اپنے گھر آئی ہوئی برکت تجھے نہ دوں۔ بھلا میں تجھے وہ بیبیاں دے دوں جن کے قدم کے طفیل میرے کنبہ نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ جن کی برکت سے میں نے خاتم النبیینؐ کی زیارت اپنے گھر سمرقند میں کر لی ہے۔ جن کے صدقے میں نے زندگی میں جنت میں اپنا مکان دیکھ لیا ہے جا گھر آرام کر۔ آئندہ خیال رکھنا۔

۹۔ متوکل کی ماں:

تذکرۃ الخواص ہی میں سبط ابن جوزی نے مادر متوکل کے منیجر ابن خصیب سے روایت کی ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر بیٹھا تھا کہ ایک غلام میرے پاس ایک تھیلی لایا اور کہا۔

آقا زادی کہہ رہی ہے۔ یہ میرا خالص حلال کا مال ہے اسے مستحقین میں تقسیم کر دے اور جن حقداروں کو دینا ان کے نام لکھ لینا تاکہ آئندہ بھی اسی مال سے ان کی امداد کی جاتی رہے۔

میں نے وہ تھیلی لے لی اور اپنے ساتھیوں سے حقداروں کے نام پوچھے۔ جتنے نام انہوں نے بتائے میں نے ان میں تین سو تقسیم کر دیئے۔ باقی سات سو میرے پاس بچ رہے۔ نصف شب کے قریب دق الباب ہوا میں دروازہ پر گیا۔ دیکھا تو میرا پڑوسی سید کھڑا تھا۔

میں نے پوچھا:

کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ تمہارے بادشاہ سے ہماری جان محفوظ نہیں ہے۔ تمہارے جاسوس انعام کے لالچ میں ہماری بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ دن کو کہیں جا نہیں سکتا اور رات کو مزدوری نہیں ملتی آج کتنے دن ہو رہے ہیں نہ ہم میاں بیوی نے کچھ کھایا ہے اور نہ بچوں نے کچھ کھایا ہے۔ اس وقت جب کہ ہر ایک سو رہا ہے۔ میرے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اگر تیرے گھر کھانا ہو تو کچھ دے دے۔

میں نے ایک دینار اس سید کو دے دیا۔ وہ خوش ہو کر واپس چلا گیا۔

جب میں اپنے بستر پر واپس آیا تو میری بیوی نے مجھ سے پوچھا۔ اس وقت کون تھا؟

میں نے بتایا:

ہمارا پڑوسی سید تھا۔ کہتا تھا کچھ کھانا دو۔ کھانا تو اس وقت نہ تھا میں نے ایک دینار دیا ہے۔ وہ تڑپ کر بستر سے اٹھی اور رونے لگ گئی۔ اور کہنے لگی ظالم تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے سید زادے کو ایک دینار دیا تھا۔ جب کہ تجھے معلوم ہے کہ یزید کے بعد تیرا بادشاہ یزید مزاج بنا ہوا ہے۔ اور جو کوئی اسے کسی سید کی اطلاع دے صرف اولاد رسولؐ کو قتل کرنے کی خاطر وہ مخبر کو انعام دیتا ہے بھلا جو مظلوم اپنے گھر سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے اسے تو نے صرف ایک دینار دیا ہے اور جن کے گھر بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں تو تقسیم کرتا ہے

بیوی کی باتیں سن کر میرے جذبات کھول اٹھے میں نے بقیہ تمام دینار اٹھائے اور جا کر اس سید کو دے دیئے۔ دینے کو تو میں نے تمام وہ رقم دے دی لیکن جب میرا جوش ٹھنڈا ہوا تو میں نے سوچا کہ اب کیا ہوگا۔ متوکل نام سادات کا دشمن ہے اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ میرے بچوں کو تک کولہو میں پسوا دے گا۔

میری بیوی نے مجھے حوصلہ دیا۔ اور کہا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرنا تو ایک دن ہے ہی۔ متوکل کے ہاتھوں بے گناہ اولادِ رسولؐ بھی قتل ہو رہی ہے اگر ہم اولادِ رسولؐ سے مدد کے جرم میں مارے گئے۔ تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اللہ اور رسولؐ پر توکل کرو اور آرام سے سو جاؤ۔

ہم انہی باتوں میں تھے کہ مادرِ متوکل کے دو تین غلام ہاتھوں میں روشنی لئے آ گئے اور کہنے لگے جلدی چل آقا زادی بلا رہی ہے۔ میرا دل دھڑکنے لگا اور ذہناً میں نے اپنے کو موت کے لیے تیار کر لیا۔ میں ان کے ساتھ چل دیا ابھی ہم راہ میں تھے کہ غلاموں کی ایک اور ٹولی آ گئی۔ اور کہنے لگی مادرِ متوکل کو آرام نہیں ہے وہ تجھے جلد از جلد دیکھنا چاہتی ہے۔ جب میں وہاں پہنچا اور پردہ کے باہر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ تو اس نے کہا۔

اے ابن خصیب اللہ تجھے اور تیری بیوی کو جزائے خیر دے۔ میں ابھی سو رہی تھی کہ خواب میں نبی کریمؐ نے آکر میرا تیرا اور تیری بیوی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ مجھے بتا کیا بات ہے؟

میں نے مادرِ متوکل کو تقسیم رقم کی تمام تفصیل سنا دی۔

اس نے ایک لاکھ دینار اور دیا اور کہا۔ یہ لے جا۔ ایک حصہ تیرا ہے۔ ایک تیری بیوی کا ہے اور ایک حصہ اس سید کو جا کر دے دے۔ میں خوش ہو کر واپس سید ھا اس سید کے دروازہ پر آیا۔ میں نے دق الباب کیا۔ اندر سے سید نے کہا۔ ابن خصیب کافی دیر ہو چکی ہے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے دروازہ پر رکھ دے میں آ رہا ہوں اُٹھا لوں گا۔

میں حیران ہو کر رک گیا۔ جب سید دروازہ سے باہر آیا۔ تو میں نے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ہوں۔ اس نے بتایا کہ۔ جب تو مجھے رقم دے کر گیا۔ تو میری بیوی نے مجھے کہا۔ کہ اٹھ وضو کر۔ اور ابن خصیب اور اس کی بیوی کے لیے دعا مانگ۔ میں نے اور میری بیوی نے وضو کر کے تیرے لیے دعا مانگی اور سو گئے۔ خواب میں ابھی ابھی آنحضورؐ نے آکر فرمایا ہے کہ تم سے احمد ابن خصیب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں نے مادرِ متوکل کو دعا کی ہے اب احمد کچھ اور لا رہا ہے اٹھ اور اس سے لے لے۔

۱۰۔ دوبارہ آنکھ مل گئی:

کتاب الروضہ میں منقول ہے کہ ۶۵۲ھ میں واسطہ میں ابن سلامہ فرازی تھا جس کی دائیں آنکھ ختم ہو گئی تھی ابن سلامہ ایک آنکھ سے معذور ہونے کی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ اور ابن حنظلہ کا مقروض تھا ایک دن ابن حنظلہ نے قرض کے سلسلہ میں زیادہ سختی کی۔

ابن سلامہ نے حضرت علیؑ کے نام استغاثہ کیا۔ خواب میں اس نے عزالدین طیبی کو ایک اور شخص کے ساتھ دیکھا۔ اس نے عزالدین سے پوچھا یہ کون ہیں؟

عزالدین نے بتایا کہ یہ تیرے آقا حضرت علیؑ ہیں۔

ابن سلامہ آپ کے قدموں میں گرا اور عرض کی۔ قبلہ آنکھ بھی چاہیئے اور ادائیگی قرض بھی۔ آپ نے فرمایا۔ نہ گھبرا دونوں کام ہو جائیں گے۔ صبح آنکھ بھی مل جائے گی اور قرض بھی ادا ہو جائے گا۔ آپ نے دائیں آنکھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

وہی ذات اسے دوبارہ صحیح وسلامت کر دے گی۔ جس نے پہلی مرتبہ عنایت کی تھی۔

ابو سلامہ کہتا ہے کہ میں صبح کو اٹھا تو میری دائیں آنکھ پہلے کی طرح روشن تھی۔ سرہانے کے نیچے دیکھا تو قرض کی جملہ رقم بھی موجود تھی۔ اٹھا کر ابن حنظلہ کے پاس گیا اور اس کا قرض ادا کر دیا۔ واسطہ کے ہر باشندہ نے ابن سلامہ کی درست شدہ آنکھ دیکھی۔

۱۱۔ قرض بنام حضرت علیؑ:

کتاب الروضہ میں ابراہیم ابن مہران سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک تاجر رہتا تھا جو ابو جعفر کی کنیت سے معروف تھا بڑے کھلے ہاتھ کا مالک تھا۔ سادات میں سے جو بھی کچھ قرض مانگنے آتا وہ اسے دے دیتا اور اپنے منشی سے کہتا کہ یہ قرض حضرت علیؑ کے نام لکھ دے۔

حالات نے اسے نادار کر دیا۔ وہ اپنے قرض کا رجسٹر لے کر بیٹھا اور جو مقروض زندہ تھے ان کے نام علیحدہ لکھے اور جو فوت ہو چکے تھے۔ ان کے نام کاٹ دیئے۔

ایک دن وہ اسی پریشانی میں بیٹھا تھا کہ ایک خارجی اس کے پاس سے گزرا اور ازراہ طنز کہا۔ وہ علیؑ نے تیرا قرضہ ادا کر دیا ہے یا نہیں؟

یہ طعنہ سن کر وہ زیادہ غمزدہ ہو گیا۔ اندر جا کر بستر پر پڑ گیا۔ جب رات ہوئی اور اسے نیند آئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضورؐ حسنینؑ کے ساتھ آرہے ہیں اور ان سے پوچھا۔

بیٹے تمہارا باپ کہاں گیا؟

پیچھے سے حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ اس بیچارے کا قرض کیوں نہیں چکاتے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ میں اس کے قرض کی تمام رقم لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ کے سامنے اسے دے رہا ہوں۔

حضرت علیؑ نے مجھے تھیلی دی اور فرمایا۔ پھر بھی میری اولاد سے اگر کوئی مانگنے آئے تو تحمل نہ کیا کہ کبھی نادار

نہیں ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ واپس چلے گئے۔ میں بیدار ہو گیا دیکھا تو تھیلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے بیوی کو جگایا اور اسے تھیلی دکھائی کہ اس میں ایک ہزار دینار ہے۔

اس نے کہا۔ دیکھ غربت یوں کسی کو دھوکا دینے سے نہیں نکلتی۔ بہتر ہوگا جس سے فریب کیا ہے اسے واپس کر دے۔ میں نے اسے اپنے خواب کا پورا واقعہ سنایا۔

اس نے کہا اگر تو سچ کہہ رہا ہے تو وہ رجسٹر لے آ جس میں سادات مقروض کے نام ہیں۔ اگر ان کے ذمہ رقم اتنی بنتی ہے تو پھر درست ہے ورنہ میں تیری بات نہ مانوں گی۔

میں اٹھا رجسٹر لایا۔ دیکھا تو تمام ناموں پر کاٹا لگا ہوا تھا۔ جب قرضہ کی رقم گنی تو پورا ایک ہزار بنی۔

۱۲۔ محبت علیؑ میں پانی:

بحار میں اعمش سے مروی ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک حبشن کنیز دیکھی جو نابینا تھی اور کندھے پر مشکیزہ اٹھا کر پانی پلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی لوگو محبت علیؑ میں پانی پیو۔

میں حج پر مکہ چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو ایام حج میں وہی کنیز بینا تھی پانی پلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ آؤ اس کے نام پر پانی پیو جس نے مجھے بینا کیا ہے۔

میں اس کے قریب گیا۔ اور پوچھا ابھی چند دن پہلے مدینہ میں تو تو نابینا تھی اور محبت علیؑ میں پانی پلا رہی تھی آج تو بینا ہے اور کہہ رہی ہے جس نے مجھے آنکھیں دی ہیں اس کے نام پر پانی پیو یہ کون ہے؟

کنیز نے کہا۔ ایک دن جب میں پانی پلا کر شام کو گھر گئی تو ایک شخص آیا اس نے پانی پیا اور مجھ سے پوچھا کیا سچے دل سے علیؑ سے محبت رکھتی ہے؟

میں نے کہا۔ اگر دل چیر کر دکھانے کی چیز ہوتا تو میں تجھے دکھاتی میرے دل میں علیؑ کے سوا کسی کی محبت پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اس نے دعا مانگی اور کہا۔ بار الٰہا اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اسے بینائی دے۔ میں اسی وقت بینا ہو گئی وہ شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں خضر ہوں اور شیعہ علیؑ ہوں۔





حیرت انگیز معجزات

۱۔ جنت کی سیر:

بحار میں جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ آج دل بڑا اداس ہے کوئی ایسا معجزہ دکھایئے کہ پریشانی جاتی رہے۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد باہر آئے تو آپ نے سفید قبا اور سفید ٹوپی پہن رکھی تھی۔ آپ مشکی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ قنبر سے فرمایا سلمان کو بھی مشکی گھوڑا لا کر دے۔

قنبر نے عرض کیا۔ قبلہ کہاں سے لا کر دوں۔ گھوڑا تو یہی ایک ہے؛

آپ نے فرمایا:

ذرا جا کر دیکھ تو سہی جہاں سے یہ گھوڑا لایا ہے وہاں اس جیسا دوسرا گھوڑا موجود ہے۔ ساز و یراق سے آراستہ ہے صرف کھول کر لانا ہو گا۔

قنبر واپس گیا۔ گھوڑا کھول کر لایا حیرت سے اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ بہت کوشش کی ہے مگر ابھی تک پلے کچھ نہیں پڑا۔ ایک وقت دیکھو تو فاقے ہیں اور دوسرے وقت دیکھو تو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے۔ خدا معلوم فاقوں کے وقت شاہی کہاں جاتی ہے اور شاہی میں فاقے کیسے گھس آتے ہیں۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا:

بس یہی سوچتا رہا کر اس سے آگے کچھ نہ سوچنا۔ کہیں آخرت نہ گنوا بیٹھے۔ پھر مجھے فرمایا: سلمان سوار ہو جا۔ میں سوار ہو گیا۔ آپ نے گھوڑوں کو اشارہ کیا۔ گھوڑے ہوا میں بلند ہو گئے۔ بغیر پروں کے پرواز کرنے لگے۔ مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے ہم عرش کے نیچے پہنچ گئے ہیں۔ ملائکہ کی صدائے تسبیح صاف سنائی دے رہی تھی پھر آپ نے اشارہ کیا گھوڑوں نے اترنا شروع کیا۔ ہم موجزن سمندر کے ساحل پر اترے سمندر کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ آپ نے اشارہ کیا۔ سمندر اطاعت شعار بچے کی طرح یوں خاموش اور ساکن ہو گیا۔

جیسے اس میں حرکت کا نام نہ تھا۔
خود آگے بڑھے مجھے فرمایا آجا میں پیچھے چلا۔ سطح سمندر پر چلتے ہوئے ایسے محسوس ہوا جیسے فرش پر چل رہے ہیں۔ نہ ہمارے پاؤں بھیگے اور نہ گھوڑوں کے سم۔ گھوڑے آزاد ہو کر ہمارے پیچھے انتہائی سکون سے چل رہے تھے۔ ہم ایک جزیرہ میں آئے۔ اس جزیرہ میں بکثرت اشجار و سبزہ تھا۔ درختوں پر رنگا رنگ پھل تھے ایک ایک درخت پر کئی کئی قسم کے میوے تھے۔ عجیب و غریب قسم کے پرندے حیرت انگیز نغمے گا رہے تھے انہی درختوں میں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس کی ٹہنیاں حد نگاہ تک جاتی تھیں۔ آپ نے اشارہ فرمایا ایک بہت بڑی طویل و عریض ناقہ سامنے آگئی۔
آپ نے فرمایا:
سلمان ناقہ کا دودھ پی لے۔ میں آگے بڑھا، دودھ پیا۔ یہ دودھ مکھن سے زیادہ نفیس اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔
آپ نے فرمایا:
سلمان کچھ گنجائش رکھنا۔ یہ عمدہ دودھ ہے۔ عمدہ تر ابھی باقی ہے۔ پھر آپ نے آواز دی۔ اے حنا ء باہر نکل۔ پہلی ناقہ سے بڑی ناقہ باہر آئی۔ میں تو اسے دیکھ کر حیران ہو تا رہا۔ اس ناقہ کا سر یاقوت کی طرح سرخ تھا۔ سینہ عنبر اشہب کی مانند درخشاں تھا۔ اس کی ٹانگیں سبز زبرجد جیسی تھیں۔ مہار یاقوت زرد سے تھی۔ دائیں جانب سونے کی طرح تھی۔ بائیں جانب چاندی کی طرح چمکدار تھی۔ بال ابدار موتیوں کی مانند براق تھے۔
آپ نے فرمایا:
سلمان اس کا دودھ پی لے۔ میں آگے بڑھا اس کے تھنوں کو ہاتھ لگا۔ دودھ نکالا تو ایسے معلوم ہوا جیسے شہد نکل رہا ہو۔ سیر ہونے کے بعد میں پیچھے ہٹا۔
آپ نے فرمایا:
بس اب جا۔
میری آنکھوں کے سامنے ناقہ یوں غائب ہوئی جیسے وہاں تھا ہی کچھ نہیں۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ ناقائیں کس کی ہیں؟
آپ نے فرمایا:
سلمان ہمارے شیعوں کے علاوہ کس کی ہو سکتی ہیں۔
ہم آگے بڑھے۔ ایک اور بہت بڑا درخت تھا جس پر ایک انتہائی خوبصورت پرندہ بیٹھا تھا۔ وہ پر پھڑپھڑا کر ہمارے قریب آیا۔

السلام علیک یا امیرالمومنین کہہ کر آپ کو سلام کیا اور واپس اپنی جگہ پر چلا گیا
میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ پرندہ کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا:

یہ ملک ہے جو اس علاقہ کا محافظ ہے۔

اس جزیرہ کے بعد آپ مجھے دوسرے جزیرہ میں لے گئے۔ اس جزیرہ میں بڑے بڑے محلات تھے۔ سبزہ تھا کشادہ سڑکیں تھیں۔ جگہ جگہ پارک بنے ہوئے تھے۔ ہر مکان کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی تھی۔ زرد عقیق کے کنگرے تھے۔ ہر ستون کے ساتھ ملائکہ کی ایک قطار تھی۔ ہر قطار میں ستر ملائکہ تھے۔ جونہی انہوں نے ہمیں دیکھا دوڑ کر آئے حضرت علیؑ کو سلام کیا اور واپس اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔

آپ ایک محل میں داخل ہوئے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے یہ مستقل بستی ہو۔ آرام و آسائش اور لطف نظر وجذب دل کا ہر سامان موجود تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ہم کتنا چلیں ہوں گے؟

آپ نے فرمایا:

اس وقت تک تو کرہ ارض کے گرد دس چکر لگا چکا ہے۔ حیرت سے میرے دیدے پھیل گئے۔ اور عرض کیا قبلہ دس چکر؟

آپ نے فرمایا:

قرآن میں تو نے پڑھا ہے کہ سکندر ذوالقرنین کرہ ارض کے مشرق کے نقطہ آغاز سے مغرب کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پڑھا ہے

آپ نے فرمایا:

سکندر سے میرا علم زیادہ ہے کیونکہ مجھے خاتم الانبیاءؐ نے اپنا تمام وہ علم عنایت کیا ہے جو انہیں اللہ کی طرف سے عنایت ہوا تھا۔

کیا اللہ نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ میں اپنا مخفی خزانہ غیب اپنے نبی مرتضٰیؑ کو دے سکتا ہوں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ قرآن میں موجود ہے۔

آپ نے فرمایا:

تیرا کیا خیال محمدؐ اللہ کا نبی مرتضٰیؑ تھا یا نہیں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر آنحضورؐ نبی مرتضٰیؑ نہ ہوں تو پھر تو نبی مرتضٰیؑ کا کوئی مصداق ہی نہ ہو گا۔

آپ نے فرمایا:
اگر اللہ اپنا غیب اپنے نبی مرتضیٰ کو دیتا ہے اور محمدؐ اللہ کے نبی مرتضیٰؐ تھے تو پھر محمدؐ غیب خدا کے عالم تھے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً تھے۔

آپ نے فرمایا:
اگر وہ غیب کے مخزن تھے تو پھر اس غیب کا دروازہ میں ہوں یا نہیں؟ کیونکہ خود انہوں نے فرمایا ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ یقیناً علم نبیؐ کے در ہیں۔

آپ نے فرمایا:
آصف ابن برخیا نے تخت بلقیس سبا سے طرفۃ العین میں منگوایا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ منگوایا تھا۔

آپ نے فرمایا:
از روئے قرآن تخت علم ہی کے ذریعہ منگوایا گیا تھا۔ کیونکہ قرآن نے آصف کو عالم من الکتاب بتایا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یقیناً علم سے نسبت ہے۔

آپ نے فرمایا:
از روئے قرآن آصف صرف ایک کتاب کا معمولی علم جانتا تھا ہاں۔ کیونکہ۔ آیت میں لفظ من جزئیت کے لیے ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ از روئے آیت آصف کے پاس صرف ایک کتاب کے علم کا کچھ حصہ تھا۔

آپ نے فرمایا:
میرے پاس آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک آنے والے ایک سو چوبیس صحف اور کتب کا علم ہے۔
اگر آصف ایک کتاب کے معمولی سے علم کی بدولت ملک سبا سے تخت بلقیس طرفۃ العین میں منگوا سکتا ہے۔ تو کیا ایک سو چوبیس کتاب کا عالم کامل چند لمحات میں دنیا کے گرد دس چکر بھی نہیں لگا سکتا۔ پھر فرمایا سلمان بدنصیب ہے وہ شخص جو ہماری ولایت سے ناواقف ہے۔ اور ہمارے علوم و کمالات میں شک کرتا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر ہمارے حقوق کو صراحت سے بتا دیا ہے۔

۲۔ جہنم کا معائنہ:

بحار میں اصبغ سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس چند اصحاب آئے جن میں ابوموسیٰ اشعری۔ ابن مسعود۔ انس ابن مالک۔ ابوہریرہ۔ مغیرہ ابن شعبہ اور حذیفہ یمانی بھی تھے آئے اور کہا۔ یا علیؑ! آنحضورؐ کے بعد مدت گزر گئی ہے۔ کوئی معجزہ نہیں دیکھا۔ آج دل بہت چاہتا ہے کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں۔

آپ نے فرمایا: دیکھو اپنے کو کیوں آزمائش میں ڈالتے ہو۔ اور ایسی چیز کیوں دیکھنے کی خواہش کرتے ہو جو تمہارے دل قبول نہیں کرتے۔ یقین رکھو! اللہ نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کو معذب نہیں کریگا۔ جب تک اس پر اتمام حجت نہیں ہو جائے گا۔ میں جب کوئی نبی بھیجتا ہوں تو اسے ناقابل تردید دلائل دیکر بھیجتا ہوں۔ جو لوگ وہ دلائل دیکھ کر مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آتے ہیں۔ وہ فلاح یافتہ ہیں اور جو لوگ دلائل کے مشاہدہ کے بعد بھی انکار پر ڈٹے رہتے ہیں وہ ناقابل معافی ہیں۔

ان لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنینؑ! ہم اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ہمیں ضرور معجزہ دکھائیں۔

آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔ بار الہا جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تو گواہ رہنا۔ ویسے تو بھی جانتا ہے اور تیرے عنایت کردہ علم کی بنیاد پر مجھے بھی معلوم ہے کہ انکا ظاہر باطن سے مختلف ہے۔

پھر فرمایا: اللہ کا نام لے کر اٹھو۔ ہم اٹھے۔ آپ ہمیں بیرون کوفہ لے آئے۔ عراق کا ہر باشندہ جانتا ہے کہ صحرائے عراق پانی سے خالی ہے۔ آپ نے ہمیں فرمایا۔ ذرا اپنے سامنے دیکھو۔ ہم نے جونہی دیکھا۔ ہمارے سامنے باغات تھے۔ محلات تھے چشمے تھے۔ درخت تھے۔ چہچہاتے پرندے تھے۔ پانی کی نہریں تھیں۔ حوریں تھیں اور غلمان تھے جونہی حوروں اور غلمانوں نے ہمیں دیکھا دوڑ کر آئے اور حضرت علیؑ کو سلام کر کے عرض کرنے لگے قبلہ آج ذرا دیر سے تشریف لائے ہیں۔ خیریت تو تھی؟

آپ نے فرمایا:

کچھ مسائل میں مصروف تھا۔ کچھ ساتھیوں نے الجھا دیا تھا۔

ہم سب دیکھ دیکھ حیران ہو رہے تھے کہ بیرون کوفہ تو کچھ بھی نہیں یہ سب کچھ کہاں سے آگیا اور کیسے آگیا پھر آپ نے زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری زمین شگاف ہو گئی۔ ہمیں ایسے معلوم ہوا جیسے ہم زیر زمین چلے گئے ہیں۔ وہاں بھی ایک خوبصورت زرین باغ تھا۔ محلات تھے۔ ثمردار درخت تھے۔ رنگا رنگ پرندے تھے یاقوت سرخ سے منبر رکھا تھا۔ آپ بالائے منبر تشریف لے گئے۔ اور ہمیں فرمایا آنکھیں بند کر لو۔ ہم نے آنکھیں بند کیں

آپ نے حکم دیا۔

داروغہ جہنم سے کہو۔ ذرا انہیں کچھ دکھائے۔ پھر ہمیں فرمایا۔ آنکھیں کھول دو۔ اب جو آنکھیں کھولیں تو نظارہ ہی اور تھا۔ ایک طرف جنت کے باغات اور دوسری طرف جہنم کے شعلے، نگہبانان جہنم کے ہاتھ میں آگ کے سرخ کوڑے تھے چیخ و پکار تھی۔ آہ و زاری تھی۔ دھواں ہی دھواں تھا۔ آپ نے داروغہ جہنم کو حکم دیا۔ دھوئیں کو ختم کر دے۔ ہم حیران رہ گئے۔ کہ دھوئیں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ آگ میں جلتے ہوئے افراد دیکھے جن کے جسم سیاہ تھے۔ ملائکہ کوڑے برسا رہے تھے۔ جب ہم نے غور سے دیکھا تو کچھ جانے پہچانے چہرے بھی نظر آئے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ دیکھ لو یہ لوگ تمہیں جانتے ہیں۔ اور تم ان کو جانتے ہو۔ ان میں سے کچھ تو حضرت علیؑ کی منت و سماجت کرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے داروغہ جہنم سے فرمایا۔ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور فرمایا آؤ اب چلیں۔ میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔ ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ مسجد کوفہ کا دروازہ آگیا۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ ہم کہاں تھے اور کہاں آ گئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

آپ لوگوں کو یہ تو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل پر اس وقت مسخ وغیرہ کا عذاب آیا تھا۔ جب انہوں نے معجزات دیکھ کر انکار کیا تھا؟ ہم سب نے عرض کیا قبلہ قرآن میں صراحت سے موجود ہے۔ آپ نے مسکرا دیا اور فرمایا پھر بھی کبھی ضرورت ہو تو میرے پاس وہ سب علم ہے جو اللہ نے آنحضورؐ کو دیا تھا اور آپ نے اپنی کمال عنایت و شفقت سے مجھے نوازا ہے۔

۴۔ امیر شام کی داڑھی:

بحار میں طبرسی سے مروی ہے کہ میثم تمار نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان سا آیا۔ اور حضرت علیؑ سے کہنے لگا۔

آپ بھی خلیفہ رسولؐ بنتے ہوئے ہیں جب کہ آپ کے پاس نہ کچھ کھانے کو ہے نہ پینے کو۔ خلافت کا اہل تو وہ شخص ہے جس کے پاس شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے۔ لنگر چل رہا ہے اور لوگ کھا رہے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو نے سچ کہا ہے تمہیں خلافت کا یہی تصور دیا گیا ہے۔ شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ یہی حق ہے جب کہ خلافت الٰہی منصب ہے۔ الٰہی منصب دار کے لیے اللہ کی طرف سے الٰہی مظاہر ہونا چاہئیں۔ دولت فرعون اور نمرود کے پاس زیادہ تھی۔ جب کہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ دولت کے معاملہ میں تہی دست تھے علم الٰہی کے خزانہ کے

مالک تھے۔ اور یہی وہ خزانہ تھا جس نے ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے محفوظ رکھا اور موسیٰؑ کو فرعون کے جبر و ظلم سے بچایا۔ میں وفات رسولؐ سے آج تک یہی کہتا چلا آرہا ہوں کہ میں

خلیفہ رسولؐ ہوں۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ میں فرعون و نمرود کا خلیفہ ہوں۔ میرا رسولؐ دولت کے اعتبار سے نادار تھا۔ نادار بایں معنی تھا کہ اس کے پاس جو کچھ آتا تھا وہ مستحقین کو دے دیتا تھا۔ اس نے کل کی فکر کبھی نہیں کی تھی۔ کل کے لیے کبھی آج بچا کر نہ رکھا تھا۔ لیکن دوسری طرف اگر اس نے چاہا تو چاند کے ٹکڑے کر دیئے اگر اس نے چاہا درخت سے کلمہ پڑھوا لیا۔ خلیفہ رسولؐ کو ان کاموں میں خلیفہ ہونا چاہیئے۔ جو کام وہ کرتے تھے۔

خلیفہ رسولؐ کا حق ہے جب چاہے بارش برسا دے۔ خلیفہ رسولؐ جب چاہے مردے زندہ کر دے۔ خلیفہ رسولؐ ہر وہ کام کر سکے جس سے دوسرے لوگ قاصر اور عاجز ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس اعتبار سے میں ہی آیت الہیہ۔ اللہ کا کلمہ تامہ۔ اور حجت خدا ہوں۔

اگر میں چاہوں تو کوفہ میں بیٹھ کر معاویہؓ کی ہڈیاں پیس ڈالوں۔

اگر میں چاہوں تو معاویہ کے نیچے سے زمین کھینچ لوں۔

اگر میں چاہوں تو معاویہؓ کو زمین میں اس طرح دھنسا دوں کہ اس کا نام و نشان تک نہ رہے۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جاہل کا برداشت کرنا بھی اولیائے خدا کے لیے صدقہ ہے۔ تم لوگ جانتے ہوئے آپس میں باتیں کرتے ہو تو کہتے ہو۔ جب علیؑ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو پھر معاویہؓ سے جنگ میں لوگوں کو کیوں لے جاتا ہے؟ یہ صرف تمہارے لیے اللہ کا امتحان ہے۔ میں جو کچھ چاہوں کر سکتا ہوں۔ اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم جہاد میں کہاں تک آگے بڑھ سکتے ہو۔ اللہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے کہ

کیا تم کفار سے جہاد کر سکتے ہو؟

کیا تم منافقین کو پہچان کر ان سے لڑ سکتے ہو؟

کیا تم بیعت توڑنے والوں کو پہچان کر ان سے جہاد کر سکتے ہو؟ اور

کیا تم بغاوت کرنے والوں کو پہچان کر ان کے خلاف صف آرا ہو سکتے ہو؟

اگر معاملہ صرف مجھ تک محدود ہوتا تو بخدا اگر میں اپنا یہ مختصر سا ہاتھ تمہاری اسی وسیع و عریض زمین میں بڑھاؤں تو معاویہ کے سینہ پر جا پڑے اسے منبر پر بیٹھنا نصیب ہو۔ منبر سے گر کر بیہوش ہو جائے۔ اور جب میرا ہاتھ واپس تمہارے سامنے آئے تو اس میں معاویہؓ کی داڑھی اور مونچھوں کے بال ہوں۔ اور لو یہ دیکھو میرے ہاتھ میں معاویہ ہی کی داڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال ہیں۔ پھر فرمایا جو آج کا دن۔ اور وقت نوٹ کر لو۔ شام جا کر پتہ کر لینا۔ کہ کیا جب میں نے ہاتھ فضا میں لہرایا تھا اور تمہیں دکھلانے کی خاطر معاویہؓ کی طرف بڑھایا تھا۔ معاویہؓ کے سینہ میں ہاتھ

لگا تھا یا نہیں؟ معاویہ منبر سے فرش پر گر کر بیہوش ہوئے تھے یا نہیں؟ اور معاویہ کی داڑھی اور مونچھوں سے بال اکھڑے تھے یا نہیں؟

یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ فرستادہ معاویہ تو مبہوت ہو گیا۔ اس نے کہا۔ حضور! میں جا کر پتہ کروں گا۔ اگر یہ درست ہوا تو میں مان جاؤں گا کہ آپ ہی امام حق اور خلیفہ رسولؐ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

تیرے ماننے یا نہ ماننے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے جا کر پتہ بھی کر لینا اور دو تین دن کے بعد یہاں بھی تجھے اطلاع مل جائے گی کہ آج کے دن دربار شام میں یہ حادثہ ہوا تھا۔

وہاں وہ ابھی تک تو معاویہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں جب وہ ہوش میں آجائیں گے تو پھر تیری طرح کے ایک دو جاسوس اور بھی بھیجیں گے جو کوفہ میں آ کر معلوم کریں گے کہ آج کے دن کوفہ میں کیا ہوا تھا اور علیؑ نے کیا کہا تھا۔

۴۔ کن فیکون:

سرکار نعمۃ اللہ جزائری نے اپنی بعض تصنیفات میں جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب خولہ بنت جعفر نے عرض کیا۔

یا علیؑ! آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے وقت ولادت سے پیشگوئی کی تھی کہ میں آپ کی زوجہ بنوں گی۔ اور آپ سے میرا بچہ ہوگا۔

پھر آپ نے بھی میری پیشگوئی کی تصدیق فرما دی تھی۔ لیکن تا حال میں بچے سے محروم ہوں۔

آپ نے فرمایا: خولہ اتنی جلدی کیوں ہے؟

خولہ نے عرض کیا۔ قبلہ شادی کے بعد ہر عورت کی پہلی اور آخری خواہش ماں بننے کی ہوتی ہے اور میں بھی ایک عورت ہی ہوں۔

آپ نے فرمایا: اچھا تو پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا۔

جناب خولہ نے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ آپ نے اپنا ہاتھ جناب خولہ کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ اے علی محمد احمد سے حاملہ ہو جا۔ جناب خولہ اسی وقت حاملہ ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ خولہ صفی محمدؐ۔ محمد جن دے اور محمد حنفیہ پیدا ہو گئے۔



حضرت علیؑ کی جسمانی طاقت

۱۔ حیدر:

بحار میں عمرؓ ابن خطاب سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ ابھی چند دنوں کے بچے تھے۔ گہوارے میں سو رہے تھے۔ فاطمہ بنت اسد کسی کام سے دوسرے گھر میں گئیں۔ جب واپس آئیں تو دور سے گہوارے سے لٹکا ہوا سانپ دیکھ کر گھبرا گئیں اور دوڑ کر گہوارہ کے قریب آئیں تو حیرت کے مارے ان کا منہ کھل گیا۔

دیکھا کہ اژدہا بے جان ہو چکا ہے۔ اژدہا کا سر علیؑ کی مٹھی میں ہے۔ اور بچے کی انگلیاں اژدہا کے سر میں پیوست ہو چکی ہیں۔

جناب فاطمہؑ نے وہیں کھڑے ہو کر تمام بنی ہاشم کو بلایا۔ جب ہاشمی مرد اور خواتین سب جمع ہو گئے تو بی بی نے کہا ذرا آ کر میرے لال کی ہمت و شجاعت تو دیکھو۔ کہ گہوارے میں کیا کر دیا ہے۔ سب نے وہی کچھ دیکھا جو ماں نے دیکھا تھا۔ پھر بی بی آگے بڑھیں۔ بچے کی انگلیاں سانپ کے سر سے نکالیں۔ اژدہا کو دور پھینکا اور حضرت علیؑ کو گود میں لے کر بوسہ بھی دیا اور فرمایا۔

کانک حیدرہ۔ بیٹے تو تو حیدر ہے۔

۲۔ کشتی:

ایک دن جناب ابوطالبؑ نے دل میں خیال کیا کہ جب علیؑ وصی نبیؐ ہے اور آسمانی پیشگوئیوں کے مطابق آخری نبیؐ کو کفار سے جنگ کرنا ہو گی۔ اور یہ جنگ وصی نبیؐ کے ذریعہ فتح ہو گی۔ کیوں نہ ابھی سے علیؑ کا تعارف کرانا شروع کر دوں۔ تاکہ ابھی سے قوت و طاقت علیؑ کی دھاک بیٹھ جائے چنانچہ جناب ابوطالبؑ ایک دن رسم عرب کے مطابق حضرت علیؑ جب چند برس کے کمسن بچے تھے اکھاڑا میں لے گئے اور انکے ہم سنوں سے کشتی لڑنے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ ابا جان! میں آپ کے حکم سے سرتابی تو نہیں کر سکتا ویسے اگر آپ میری

کشتی دیکھنا چاہتے ہیں تو اس مجمع میں موجود جو زیادہ طاقتور ہو آپ اسے میرے ساتھ کشتی لڑنے کو کہیں
جناب ابوطالب نے کمسن کا منہ چوم کر فرمایا: بیٹے تجھے میں جانتا ہوں۔ تیرا خالق جانتا ہے اور جس کا تو نائب بن کر آیا ہے وہ جانتا ہے۔ اور تو تجھے کوئی نہیں جانتا کہ تو کون ہے۔ تیرے تعارف ہی کی خاطر تو میں تجھے یہاں لایا ہوں۔ ابتداء میں کوئی بھی بڑا تجھ سے آمادہ نہیں ہوگا تو ایسا کر اپنے ہم سنوں کو چت کرنا شروع کر دے۔ آہستہ آہستہ بڑے بڑے تیرے مقابلہ میں آتے چلے جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ ابا جان! پھر یہ سب کچھ آج ہی ہو جانا چاہیے۔ اور روز روز میں یہاں نہیں آسکوں گا کیونکہ میری منزل یہ اکھاڑا نہیں ہے۔

جناب ابوطالبؑ نے فرمایا:

بیٹے ٹھیک ہے آج ہی میں یہ فیصلہ کر دوں گا۔

ایک ہم سن سے کشتی ہوئی دو منٹ میں چت ہو گیا۔ دوسرے سے جو کچھ بڑا تھا کشتی ہوئی وہ بھی چت ہو گیا۔ ایک یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ اور لوگ ایک طرف حیران و ششدر ہوتے گئے اور دوسری طرف مرعوب بھی ہوتے گئے۔ آخر میں اس وقت مکہ کے معروف پہلوان آپ کے مقابلہ میں آیا اور آپ نے اسے چت کر کے عرض کیا۔

ابا جان! ذرا دیکھئے میرے کپڑوں پر کہیں مٹی تو نہیں لگی؟

جناب ابوطالب نے بڑھ کر آپ کا منہ چوم لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹے میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب ان لوگوں میں سے کبھی بھی کوئی تیرے سامنے نہیں آئے گا اور آج کے بعد ہر گھر میں تیری ہی طاقت و شجاعت کے قصے ہوں گے۔

جنہوں نے آج تجھے دیکھ لیا ہے یا جو تیرے مقابلہ میں آچکے ہیں ان میں سے تو خیر ویسے بھی تیرے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ ان کے علاوہ بھی جو ماؤں کی گود میں ہیں یا جو سن لیں گے آئندہ بھی کوئی تیرے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ بیٹے تیرے مولا و آقا کے آئندہ مشن کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان لوگوں کے دل میں تیرا رعب ہو اس دن کے بعد ابوجہل لوگوں کو بتایا کرتا تھا۔

خبردار علیؑ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کرنا۔ میں نے آج علیؑ کا اندازہ اور اس کی طاقت دیکھ لی ہے جب اس کمسنی میں اس نے اپنی عمر سے دس گنا بڑے طاقتوروں کو پچھاڑ دیا ہے، تو پھر اس کی جوانی میں کون اس کا مقابلہ کرے گا۔

۳۔ پتھر پر نشان:

ایک مرتبہ ایک بڑی چٹان آپ نے اٹھائی۔ چٹان ایسی تھی جسے دس طاقتور آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے

تھے۔ اسے راستہ پر لائیے اور انگلی سے اس پتھر پر ہدا میں علی ابن ابی طالب لکھا جو کندہ ہو گیا۔

ایک بہادر کو ایک بغل میں دوسرے کو دوسری بغل میں اور تیسرے کو پاؤں میں رکھ کر چکر دیتے تھے۔

مسجد کوفہ میں ایک ستون مسجد پر جو پتھر سے تھا۔ پنجہ مارا تھا جو اس پر پنجہ کا نشان پڑ گیا تھا اور کئی صدیوں تک وہ پتھر مسجد میں رہا لوگ اسے دیکھتے رہے۔

تکریت اور موصل میں کئی صدیوں تک وہ پتھر زیارت گاہ عوام و خواص بنے رہے جن پر آپ کے پنجہ کے نشان تھے۔ کوہ ثور میں ایک پتھر پر آپ نے تلوار ماری تو پتھر میں تلوار کا انتہائی گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ جو کئی صدیوں تک رہا۔

ایک پہاڑ پر دوران قیام آپ نے پتھر میں نیزہ مارا پتھر میں سوراخ ہو گیا۔

۴۔ لوہے کا طوق:

بحار میں ابو سعید خدری۔ جابر انصاری اور ابن عباس سے مروی ہے کہ حکومت ابو بکرؓ میں خالد ابن ولید جب حضرت ابو بکرؓ کو زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کر کے واپس مدینہ پلٹا تو حضرت علیؑ بیرون مدینہ اپنی اراضی میں تھے خالد نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ آج میرے ساتھ فوج بھی ہے اور لشکر بھی کافی ہے علیؑ تنہا مل گیا ہے کیوں نہ اس سے دو ہاتھ کر لوں۔ پھر ایسا موقعہ نہ ملے گا۔

خالد ابھی یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ۔ حضرت علیؑ جس کام میں مصروف تھے انہوں نے وہ چھوڑ دیا اور خالد کی طرف بڑھے۔ گھوڑے ہی پر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور کھینچتے ہوئے قریب ہی حارث ابن کلاہ کی چکی تک لے گئے۔ خالد یوں سہما ہوا تھا کہ جیسے اس میں ہاتھ ہلانے کی سکت ہی نہیں ہے۔ آپ نے خالد کو گھوڑے سے نیچے پٹخ دیا۔ پھر کھینچ کر چکی کے قریب گئے۔ چکی سے وہ کیل نکالی۔ جس پر چکی گھومتی ہے وہ لوہے کی تھی۔ اسے خالد کے گلے میں ڈال کر اس طرح رنگ بنا دیا جیسے تاگہ ہو پھر چھوڑ دیا۔ تمام فوج خالد کے پیچھے تھی کسی میں بھی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ حضرت علیؑ کو ایسا کرنے سے روکتا۔ خالد گلے میں طوق ڈالے داخل مدینہ ہوا۔ ابو بکرؓ کے پاس آیا اور انہیں تمام ماجرا سنایا۔ ابو بکرؓ نے لوہاروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ خالد کے گلے سے یہ طوق نکالو۔ تمام لوہاروں نے کوشش کی مگر وہ طوق نہ نکلا۔ بالآخر انہوں نے کہا جب تک اسے آگ سے گرم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہیں نکلے گا۔ کئی دن تک وہ طوق خالد کے گلے میں پڑا رہا۔ جو بھی دیکھتا ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت علیؑ اپنی اراضی سے واپس تشریف لائے تو ابو بکرؓ خالد کو لے کر آپ کے پاس آئے اور خالد کی سفارش کی حضرت علیؑ نے فرمایا۔ جب اس شخص نے مجھے تنہا دیکھا اور اپنے ارد گرد اسلحہ اور اسلحہ

برداروں کی کثرت دیکھی تو بے اپنے آپ میں نہ رہا اور دل میں سوچنے لگا کہ آج موقعہ ہے علی کو ختم کر دوں اس نے دل میں سوچا اور میں نے اس کے عمل سے قبل اسے سبق سکھا دیا۔ اب ممکن ہے یہ لوہا مجھ سے بھی نہ نکل سکے۔

حضرت ابوبکرؓ اور جتنے افراد ساتھ تھے سب اٹھے آپ کے قدموں پر گر گئے۔ اور کہنے لگے آپ کو مزار رسولؐ کا واسطہ آپ اسے معاف کر دیں۔ اگر چند روز پہلے لوہا آپ کے ہاتھوں میں موم ہو گیا تھا تو آج بھی لوہا موم ہو سکتا ہے۔ نہ آپ بدلے ہیں نہ آپ کے ہاتھ اور نہ لوہا۔

جب انہوں نے مزار رسولؐ کا واسطہ دیا۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور خالد کے گلے سے طوق اتار دیا۔

۵۔ باب خیبر:

تاریخ بلاذری۔ تذکرۃ الخواص۔ مطالب السئول۔ بحار۔ مناقب شہر آشوب۔ روض الجنان۔ اور خرائج کی مختلف روایات کا خلاصہ یوں ہے۔

جب نبیؐ کو بین فتح خیبر کی خاطر خیبر کے قریب پہنچ گئے۔ یہود خیبر نے اپنے تحفظ کی خاطر متعدد قلعے بنائے ہوئے تھے وہ ان میں قلعہ بند ہو گئے۔ سب سے مضبوط اور محفوظ ترین قلعہ کا نام قموص تھا۔ اسی قلعہ میں مرحب رہتا تھا۔

قدرت نے حضرت علیؑ کو آشوب چشم میں مبتلا کر دیا تھا۔ شاید ذات احدیت کا مقصد یہ ہو کہ علیؑ کے علاوہ دیگر مسلمان بہادر بھی اپنی شجاعت دیکھ لیں۔ اور دوسرے لوگ جو موجود ہیں وہ بھی بڑے بڑے پھنّاوریوں کی شجاعت دیکھ لیں۔

چنانچہ پہلے دن ابوبکرؓ علم اسلام لے کر گئے۔ ان کے ساتھ آٹھ ہزار سات سو کا لشکر تھا۔ مرحب نے قلعہ سے باہر نکلے بغیر ہی للکارا یہودیوں نے حملہ کر دیا۔ ابوبکر مع لشکر کے واپس آ گئے۔

دوسرے دن عمرؓ سالار لشکر بن کر گئے۔ لشکر وہی تھا۔ وہ بھی واپس آ گئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ سپاہیوں کا شکوہ کرتے تھے کہ یہ بھاگ جاتے ہیں اور سپاہی کہتے تھے کہ اگر سالار کے قدم جمے ہوں تو سپاہی کہاں بھاگتے ہیں پہلے سالار کے قدم اکھڑتے ہیں پھر ہم کیسے ثابت قدم رہ سکتے ہیں

اس دن آنحضورؐ نے فرمایا۔ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کا محب بھی ہو گا اور محبوب بھی ہو گا۔ رات کو کافی صحابہ اس خواہش میں کروٹیں بدلتے رہے کہ کل کاش علم مجھے مل جاتا۔

جب سورج نکلا آنحضورؐ علم ہاتھ میں لے کر خیمہ سے باہر آئے۔ اور پوچھا۔ علیؑ کہاں ہے؟

صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ علیؑ تو آشوب چشم میں مبتلا ہے۔

آپ نے فرمایا: اسے بلا لاؤ۔

حضرت علیؑ کو بلا کر لایا گیا۔ آنحضورؐ نے علیؑ کا سر اپنے زانوں پر رکھا اور چشم علیؑ پر لعاب رسالت لگا کر دُعا مانگی۔ بار الٰہا۔ علیؑ کو گرمی و سردی سے محفوظ رکھ۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے دعائے رسولؐ کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی محسوس ہوتی تھی اور نہ سردی۔

حضرت علیؑ نے آنکھیں کھول دیں۔ آنحضورؐ نے علم حضرت علیؑ کو دیا اور فرمایا۔ یہود خیبر کے سامنے تین باتیں کرنا جو بھی قبول کر لیں ہمیں قبول ہوگا۔

۱۔ انہیں کہنا اسلام قبول کر لو۔ اگر قبول نہ کریں تو کہنا۔

۲۔ جزیہ قبول کر لو۔ اگر یہ بھی نہ مانیں تو

۳۔ جنگ کرنا۔ حضرت علیؑ علم لے کر چلے۔ یہودیوں نے ہر بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے علم لیا۔ وہی فوج ملی جو پہلے دو دن بھاگ کر آئی ہوئی تھی۔ وہی آٹھ ہزار سات تعداد تھی آپ آگے بڑھے۔ حسب عادت مرحب نے قلعہ میں کھڑے ہو کر للکارا یہودیوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت علیؑ آگے بڑھتے گئے۔ پہلے دوسرے قلعوں کو فتح کیا۔ جب قلعہ قموص بچ گیا۔ اور تمام شکست خوردہ یہودی خفیہ راستہ سے قلعہ قموص میں چلے گئے۔

مرحب نکل کر قلعہ سے باہر آیا۔ مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے مرحب کے سر پر تلوار سے وار کر کے اسے دو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جب مرحب کا لاشہ دو حصے ہو کر گرا۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔

در خیبر پتھر سے بنا ہوا تھا۔ ایک بالشت موٹائی تھی۔ پانچ بالشت چوڑا تھا۔ اور اٹھارہ فٹ اونچا تھا درمیان میں کنڈی کے لیے ایک سوراخ تھا۔

مرحب کی بہن صفیہ قموص کی اسی دیوار پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جس میں دروازہ تھا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے فوج اسلام پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ کچھ لوگ سنگ باری بھی کرتے لگے۔

قموص کے ارد گرد خندق کھودی ہوئی جس کی چوڑائی بیس فٹ تھی۔ حضرت علیؑ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی خندق پار کر گئے۔ تمام لشکر خندق سے دوسری طرف تھا۔ تنہا علیؑ خندق پار کر کے تیروں اور پتھروں کی بارش میں ڈھال سر پر رکھے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ جب آپ در قموص پر پہنچے۔ آپ کے ہاتھ سے ڈھال چھوٹ کر گر گئی۔ اتنا وقت نہ تھا اور نہ ہی یہودی اتنی مہلت دے رہے تھے کہ آپ ڈھال اٹھا لیتے۔ آپ نے

درقموص کے سوراخ میں بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں ڈالیں۔ اس سوراخ میں گنجائش ہی اتنی تھی۔ دو انگلیاں ڈال کر دروازہ کو ایک جھٹکا دیا۔ بعد میں صفیہ بتایا کرتی تھی کہ میں اوندھے منہ گر گئی۔ قلعہ کے اندر موجود تمام یہودی لرز گئے۔ ہم نے یہی سمجھا کہ زلزلہ آگیا ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ علیؑ نے درقموص کو جھٹکا دیا ہے۔ پہلے جھٹکا سے یہودیوں نے تیر کمان پھینک دیئے۔ اور اپنی جان بچانے کی فکر میں ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ پھر حضرت حضرت علیؑ نے دوسرا جھٹکا دیا۔ دروازہ نے دیواروں کو چھوڑ دیا تیسری مرتبہ دروازہ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے اسے ڈھال بنا لیا۔ اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہودی ادھر ادھر بھاگ بھاگ کر حملہ کرنے لگے۔ جب سب یہودی بھاگ گئے۔ تو آپ پیچھے ہٹے۔ خندق میں کودے دروازہ کی ایک جانب خندق کے ایک کنارے پر رکھی۔ دوسری جانب کو اپنے اسی بائیں ہاتھ پر اٹھائے رکھا۔ آٹھ ہزار سات سو اسلامی سپاہی گزرنے لگے۔ ابوبکر نے حیرت سے کہا۔ کمال ہے علیؑ نے دروازہ کو ایک ہاتھ سے اٹھا رکھا ہے۔ آنحضورؐ چند قدم آگے تھے۔ آپ نے پلٹ کر فرمایا۔ ابوبکر علیؑ کا ہاتھ نہ دیکھو علیؑ کے پاؤں بھی دیکھو۔ ابوبکر کے ساتھ دیگر صحابہ بھی خندق میں جھانکنے لگے۔ جب دیکھا تو علیؑ کے پاؤں ہوا میں تھے۔

حیرت سے کہنے لگے۔ قبلہ علیؑ تو کمال کر رہا ہے۔ اتنا وزنی دروازہ ایک ہاتھ پر اٹھا رکھا ہے اور علیؑ کے پاؤں زمین پر بھی نہیں ہیں ہوا میں ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا: علیؑ کے پاؤں ہوا میں نہیں جبریل کے پروں پر ہیں۔

جب تمام لشکر گزر گیا تو پھر آپ نے اسی دروازہ کو ڈھال بنا لیا اور بچے کھچے یہودیوں کا صفایا کر کے دروازہ کو ہاتھ سے دور اچھال دیا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ۔ دروازہ خندق سے پار جا کر گرا تھا۔ جب جنگ سے فارغ ہو گئے۔ تو ہم نے جہاں سے علیؑ نے دروازہ پھینکا تھا۔ اس جگہ سے لے کر جہاں جا کر گرا تھا فاصلہ ناپا تو چالیس ہاتھ بنا۔ ستر صحابہ نے مل کر دروازہ کو الٹنا چاہا تو ان سے الٹا نہ گیا۔



شجاعت اور ہیبت حیدریہ

۱۔ ضربۃ علیؑ:

حضرت علیؑ کی شجاعت کے لیے سرورِ انبیاءؐ کا دیا گیا یہ تمغہ ہی کافی ہے۔ جو آپ نے جنگ خندق میں عمرو ابن عبدوُد کے قتل پر دیا تھا۔ ضربة علي يوم الخندق افضل بن عبادة الثقلين۔

۲۔ تمام سردار:

جنگ احد میں کفار قریش کے ۶۵ یا ستر مقتولین میں سے اکادن تو صرف حضرت علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے بقیہ چودہ یا انیس مقتول تمام مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مرنے والے سب سردار تھے۔ بھلا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن کے باپ یا بھائی حضرت علیؑ کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچے تھے وہ کسی وقت حضرت علیؑ سے راضی رہ سکتے تھے۔ خواہ ان کی ترتیب و تعلیم کتنی ہی کیوں نہ کی جاتی۔ اب ان مقتولین کے نام ایک نظر میں دیکھ لیجیے۔

۱۔ ولید ابن عتبہ: یہ ہندہ اور خالد کا باپ ہے، سوادِ اعظم کے موجود رشتہ کے مطابق موجودہ اصطلاح کے مطابق ہندہ جدۃ المومنین ہے اور مقتول خال المومنین معاویہ کا نانا ہے۔

۲۔ عاص ابن سعید۔ یہ عمرو ابن عاص کا باپ ہے۔

۳۔ حنظلہ ابن ابوسفیان۔ یہ معاویہ کا بھائی ہے۔ اور یہ بھی خال المومنین ہے۔

۴۔ زمعہ ابن اسود۔ یہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ کا باپ ہے۔ سودہ ام المومنین ہے اور زمعہ جد المومنین ہے

۵۔ حارث ابن زمعہ۔ یہ ام المومنین سودہ کا بھائی ہے۔ گویا یہ بھی خال المومنین ہے۔

۶۔ عمیر ابن عثمان۔ یہ طلحہ اور عثمانؓ کا چچا ہے۔

۷۔ طعمہ ابن عدی۔

۸ ۔ نوفل ابن خولید ۔

۹ ۔ نضر ابن حارث

۱۰ ۔ مالک ۔ یہ طلحہ کا بھائی ہے ۔

۱۱ ۔ سعد و ابن ابی امیہ

۱۲ ۔ قیس ابن فاکہہ

۱۳ ۔ حذیفہ ابن ابی حذیفہ

۱۴ ۔ ابو قیس ابن ولید ۔ خالد ابن ولید کا بھائی ہے

۱۵ ۔ منذر ابن ابو رفاعہ

۱۶ ۔ منبہ ابن حجاج

۱۷ ۔ عاص ابن منبہ

۱۸ ۔ علقمہ ابن کلدہ

۱۹ ۔ ابو العاص ابن قیس

۲۰ ۔ معاویہ ابن مغیرہ

۲۱ ۔ لوزان ابن ربیعہ

۲۲ ۔ عبداللہ ابن منذر

۲۳ ۔ مسعود ابن امیہ

۲۴ ۔ حاجب ابن سائب ۔

۲۵ ۔ ادس ابن مغیرہ

۲۶ ۔ زید ابن ملیص

۲۷ ۔ عاصم ابن ابی عوف

۲۸ ۔ سعید ابن وہب

۲۹ ۔ معاویہ ابن عامر

۳۰ ۔ عبداللہ ابن جمیل

۳۱ ۔ سائب ابن سعید

۳۲ ۔ ابو الحکم ابن اخنس

۳۳ ۔ ہشام ابن ابی امیہ

۳۴۔ طلحہ ابن ابی طلحہ
۳۵۔ ابوسعید ابن طلحہ
۳۶۔ خالد ابن ابی طلحہ
۳۷۔ مخلد ابن ابی طلحہ
۳۸۔ مجالس ابن حمید
۳۹۔ عبدالرحمن ابن حمید
۴۰۔ حکم ابن اخنس
۴۱۔ ولید ابن ارطاط
۴۲۔ امیہ ابن ابی حذیفہ
۴۳۔ ارطاۃ ابن شرجیل
۴۴۔ ہشام ابن امیہ
۴۵۔ سافع ابن عبداللہ
۴۶۔ عمرو ابن عبداللہ
۴۷۔ بشیر ابن مالک
۴۸۔ عبدالدار کا غلام صواب
۴۹۔ ابو حذیفہ ابن مغیرہ
۵۰۔ قاسط ابن شریح
۵۱۔ مغیرہ ابن مغیرہ

ان اکاون مقتولین میں صرف صواب غلام ہے باقی سب کے سب سرداران قریش اور روسائے عرب تھے

۳۔ جنگ خندق:

جنگ خندق میں معروف تو صرف عمرو ابن عبدود ہے لیکن عمرو کے علاوہ بھی کفار حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ مقتولین خندق کے مؤرخین کو جو نام مل سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ عمرو ابن عبدود
(۲) ابن عمرو ابن عبدود
۳۔ نوفل ابن عبداللہ
۴۔ منبہ ابن عثمان
۵۔ ہبیرہ ابن ابوسبیرہ

۴۔ جنگ حنین:

یہ وہ جنگ ہے جس میں تمام مسلمان بھاگ گئے تھے۔ تنہا حضرت علیؑ نبی کونینؐ کے اردگرد چوکھی لڑائی لڑتے رہے۔ اس دن لشکر کفار کی تعداد چوبیس ہزار تھے۔ چوبیس ہزار کے درمیان حضرت علیؑ تنہا لڑے اور چالیس کفار کو واصل جہنم کیا۔ ان چالیس میں ان کا سالار ابو جرول بھی تھا۔

۵۔ جنگ ذات السلاسل:

اس جنگ میں صرف حضرت علیؑ نے سات سالاروں کو واصل جہنم کیا۔ ان سات میں سے سب سے آخری اور انتہائی شجاع سعید ابن مالک عجلی تھا۔

۶۔ جنگ بنی نضیر:

اس جنگ میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں گیارہ سردار اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

۷۔ جنگ بنی قریظہ:

اس جنگ میں حی ابن اخطب اور کعب ابن اشرف جیسے دلیر آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

۸۔ جنگ بنی مصطلق:

اس جنگ میں آپ نے مالک اور اس کے بیٹے کو واصل جہنم کیا۔

۹۔ جنگ وادی الرمل:

اس جنگ میں جو بھی مقابل میں آیا وہ بچ کر نہ گیا۔

۱۰۔ جنگ خیبر:

اس جنگ میں آپ نے مرحب۔ ذوالخمار۔ اور عنکبوت کو تہ تیغ کیا۔

۱۱۔ جنگ طائف:

اس جنگ میں آپ نے ضیغم کے لشکر کو تنہا آگے بڑھنے سے روکا شہاب ابن عبس اور نافع ابن غیلان

جیسے عرب کے معروف بہادروں کو قتل کیا۔

۱۲۔ ہجرت کے وقت:

جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے آ رہے تھے آپ کے ساتھ مستورات تھیں۔ کفار قریش نے آپ کو واپس مکہ لانے کی خاطر حملہ کیا تو آپ صلع اور جناح کو قتل کیا اور مستورات کو بحفاظت لے کر مدینہ آ گئے۔

۱۳۔ جنگ جمل:

اس جنگ میں آپ ہی وہ تھے جنہوں نے ام المومنین عائشہؓ کے اونٹ کے گرد کا حلقہ توڑ کر جس اونٹ پہ ام المومنین سوار تھی اس کا پہلے ایک پاؤں پھر دوسرا پاؤں کاٹا تھا

۱۴۔ اصول جنگ:

حضرت علیؑ کے شریک جنگ ہونے سے پہلے کوئی اصول جنگ نہ تھا۔ جب سے آپ نے میدان جنگ میں قدم رکھا۔ آپ نے جنگ کو اصول دیئے۔ شجاعان عرب کہتے ہیں کہ جنگ کے چھ اصول ہیں۔ اور تمام کے بانی و خالق حضرت علیؑ ہے۔

۱۔ علویہ ۔ ۲۔ سقلیبہ ۔ ۳۔ غلبہ ۔ ۴۔ مالہ ۔ ۵۔ ہالہ ۔ ۶۔ ھامیہ۔

حضرت علیؑ کی ذرہ پشت کی طرف سے بالکل نہ تھی۔ آپ کا جنگ میں گھوڑا ہمیشہ کمزور اور مریل سا ہوتا تھا۔

۱۵۔ انتہائے کرم:

بحار میں علامہ مجلسیؒ نے اپنے سلسلہ سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عین میدان جنگ میں جب کہ حضرت علیؑ پہ ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اور آپ حملوں کا جواب دے رہے تھے۔ ایک یہودی نے کہا۔

یا علیؑ اللہ کے نام پر اپنی تلوار تو دے دے۔

حضرت علیؑ نے صرف ڈھال پر اکتفا کر لی اور تلوار اسے دیدی۔

اس نے عرض کیا۔ یا علیؑ حد ہے آپ اس قیامت خیز وقت میں بھی تلوار دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

مددت الی ید المسئلتہ ولیس من الکرم ان یرد السائل۔ تو نے دست سوال دراز کیا ہے اور کرم کا تقاضا یہ نہ تھا کہ میں تجھے خالی لوٹاتا۔

یہ سن کر وہ کافر حضرت علیؑ کے قدموں میں گر کر بوسے دینے لگا اور کہنے لگا۔ اس کا نام اشاعت دین ہے۔ جس دین کی خاطر آپ جنگ کر رہے ہیں اس دین سے انحراف انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

۱۶۔ اشداء علی الکفار کا مصداق:

صحیح تاریخ نسوی میں عبدالرحمٰن ابن عوف سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے اہلِ طائف سے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوٰۃ لتوتون الزکوٰۃ اولا یعثن الیکم رجلاً منی قیضرب اعناق مقاتلیکم ولیبین ذراریکم ثم احذ بید علی ابن ابیطالب وقال ھذا ھو۔

مجھے اس ذات کی قسم ہے! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو ورنہ میں تمہارے لیے ایسا مرد بھیجوں گا جو تمہارے بہادروں کو قتل کرے گا تمہارے بچوں کو گرفتار کرے گا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا اور وہ شخص یہ ہے۔

۱۷۔ دشمن کا اقرار:

حضرت معاویہؓ نے جنگ صفین میں اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا۔

بخدا! میں چاہتا ہوں کہ نیزوں سے علیؑ کی بوٹیاں نوچ لو۔ تاکہ جنگ ختم ہو جائے۔

مروان نے یہ سن کر غصہ میں اٹھتے ہوئے کہا۔ معاویہ کیا تم ہم سے تنگ آگئے ہو؟ کیا ہم تمہارے لیے بوجھ بن چکے ہیں؛ آج تم ہمیں شیر بیشہ شجاعت سے جنگ پر آمادہ کر رہے ہو۔

مروان کی یہ بات سن کر ولید ابن عقبہ نے یہ اشعار پڑھے۔

یقول لنا معاویۃ ابن حرب
اما فیکم لوا ترکم طلوب
یشد علی ابی حسن علی
باسمر لا تھجنہ الکعوب
فقلت لہ اتلعب یا ابن ھند

ہمیں معاویہ ابن حرب کہتے ہیں کہ تم سب میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو اپنے مقتول کا بدلہ لینے والا ہو ایسا شخص جو ابوالحسن علیؑ پر ایسے گندم گون غیرہ نیزہ سے وار کرے کہ جس کی پوریں نہ چیخیں میں نے انہیں کہا اے ہند زادے کیا تم تو ہمارے ساتھ ایسے مذاق کر

کانك بيننا رجل غريب	کر رہے ہو جیسے تو ہمارے مابین مسافر ہو اور حقیقت حال
اتامرنا بحية بطن واد	سے بے خبر ہو کیا تم ہمیں وادی میں اژدہا کے کھلے میں
يتاح لنا به اسد مهيب	دھکیلنا چاہتے ہو اس کے عوض ہمارے لیے بھوکے
کان انحلق لما عاينوه	شیر کے سامنے جانا آسان ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے
خلال النقع ليس لهم قلوب	کہ جب غبار جنگ میں بھی لوگوں کی نگاہ ان پر پڑ جاتی ہے
	تو ان کے دل دھڑکنا چھوڑ دیتے ہیں۔

عمرو نے کہا۔ بخدا! علیؑ سے شکست کھا کے بھاگنا بھی معیوب نہیں ہے۔

جب شام میں حضرت علیؑ کی خبر شہادت پہنچی تو عمرو ابن عاص معاویہ کو مبارکباد دینے آیا اور کہنے لگا جو شیر اپنے دونوں بازو پھیلا کر عراق میں قابض بیٹھا تھا اپنے بیشہ میں واپس چلا گیا ہے۔ معاویہ سن کر خوش ہوئے اور کہنے لگے:

قل للارانب تربع حيث	جاؤ خرگوش سے کہہ دو اب جہاں جی چاہے منہ مارتے
ماسلكت و للظباء بلاخوف	پھرو اور ہرنیوں سے کہہ دو بلا خوف و خطر چوکڑیاں بھرتی
ولا حذر۔	پھرو۔

۱۸۔ دبلا گھوڑا:

بحار میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے کسی نے سوال کیا۔ قبلہ آپ عمدہ گھوڑا کیوں نہیں رکھتے؟

آپ نے جواب دیا:

لاحاجة لي فيه لاني لا افر من	مجھے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ نہ کبھی حملہ آور سے بھاگا
كر علي ولا اكر على من فر مني۔	ہوں اور نہ کبھی بھاگنے والے کا تعاقب کیا ہے۔



جہادِ حیدری

بعثت کے بعد حیاتِ نبوی میں کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں حضرت علیؑ شامل نہ رہے ہوں۔ صرف غزوہ تبوک میں حکمِ رسالت کے پیشِ نظر آپ مدینہ میں رہ گئے تھے۔ از روئے تاریخ حضرت علیؑ کی مجاہدانہ زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

وہ جہاد جو آپ نے حیاتِ رسولؐ میں تنزیلِ قرآن پر کئے۔

وہ جہاد جو آپ نے بعد از وفاتِ رسولؐ تاویلِ قرآن پر کئے۔

جہاں تک حیاتِ رسولؐ میں آپ کے جہادوں کا تعلق ہے تو ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ صرف ان جہادوں کو جمع کرنے کی خاطر مستقلاً کئی جلدیں درکار ہوں گی۔ جب کہ ہم زیرِ نظر کتاب میں تمام آئمہ کرامؑ کی زندگی کے مختصر ابواب نذرِ قارئین کرنا چاہتے ہیں۔

بنابریں ہم صرف آپ کی پانچ معروف جنگوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

غزوہ بدر:

کما اخرجک ربک من بیتک وان فریقا من المومنین لکارھون یجادلونک بالحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ۔ ۔ لا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئا الناس یصدون عن سبیل اللہ واللہ بما تعملون محیط۔

ترجمہ:۔ جیسا کہ اللہ تجھے تیرے گھر (مکہ) سے باہر لایا۔ اور مومنین کا ایک گروہ مکہ چھوڑنے کو پسند نہ کرتا تھا حق بات پر تجھ سے الجھتے تھے حالانکہ حقیقت ان پر عیاں ہو چکی تھی۔ ہجرت اسی طرح کر رہے تھے جیسے موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہوں۔ اور وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے (الی) ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے جنگ کے بہانے از روئے ریا چلے ہیں اور دوسرے لوگوں کو راہ خدا سے روکتے تھے۔ اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ شیخ مفید کے مطابق حرث ابن مغرب نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے

کہ جنگ بدر میں ہماری اسلامی فوج میں صرف ایک مقداد کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ باقی تمام فوج پیادہ تھی۔ میدان بدر میں تمام صحابہ نیند کے مزے لیتے رہے صرف سرور انبیاءؐ ایک درخت کے نیچے نوافل پڑھ پڑھ کر دعا مانگتے رہے۔

ابو رافع سے مروی ہے کہ جب میدان بدر میں صبح ہوئی۔ اور اسلامی و کفار کے لشکر بالمقابل صف بستہ ہوئے۔ تو کفار کی طرف سے۔ عتبہ ابن ربیعہ۔ ولید ابن عتبہ اور شیبہ ابن ربیعہ میدان میں آئے اور مقابل طلب کیا۔ تو تین جوان انصاری مقابلہ میں آئے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟

جب انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ تو ان لوگوں نے کہا۔

محمدؐ ہم قریش سے ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں ہمارا ہمسر بھیجو۔

یہ سن کر آنحضورؐ نے ان انصاریوں کو واپس بلا لیا۔ اور فرمایا۔ علیؑ! چچا حمزہ! اور عبیدہ، یہ لوگ آپ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں مقابلہ پر آئے۔ چونکہ انہوں نے خود پہن رکھے تھے اس لیے قریش انہیں پہچان نہ سکے انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ ان تینوں نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ جب تعارف ہو چکا تو مقابلہ شروع ہو گیا۔

عتبہ نے ولید سے کہا۔ بیٹے اٹھو اور مقابلہ کرو۔ ولید آگے بڑھا اس طرف سے حضرت علیؑ آگے بڑھے تمام مسلمانوں میں اس وقت حضرت علیؑ کمسن ترین سپاہی تھے ولید نے وار کیا حضرت علیؑ نے خالی دیا اور وار کیا۔ ولید نے اپنے بائیں ہاتھ سے وار روکنا چاہا۔ ہاتھ کٹ گیا۔ پھر آپ نے دوسرا وار کیا۔ اور اسے اپنے انجام کو پہنچا دیا۔

عتبہ نے جناب حمزہؓ کو دعوت دی۔ جناب حمزہؓ نے عتبہ کو اگلے جہان پہنچا دیا۔ پھر شیبہ نے جناب عبیدہ سے مقابلہ کیا۔ شیبہ کی تلوار جناب عبیدہ کی ٹانگ پر پڑی آپ کی ٹانگ کٹ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ شیبہ کے سر پر آئے اور اسے دو نیم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے مطعم ابن عدی کو نیزہ سے مارا۔

زہری سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ نے نوفل ابن خویلد کے متعلق سنا تو آپ پریشان ہوئے کیونکہ یہ اپنے وقت میں لاثانی بہادر تھا۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کی۔ اللھم اکفنی من شرہ۔ بار الٰہا اس کے شر سے محفوظ رکھنا جب قریش سامنے آئے تو حضرت علیؑ نے نوفل کو دیکھ لیا۔ آپ تلوار لے کر اس پر حملہ آور ہوئے سر پہ وار کیا خود کی وجہ سے تلوار سر کے پار نہ ہوئی۔ آپ نے سر سے نکال کر ٹانگ پہ وار کیا وہ سنبھل نہ سکا گر گیا آپ نے سر کاٹ لیا۔

آپ جب آنحضورؐ کی خدمت میں آئے تو آپ پوچھ رہے تھے۔

کسی کو نوفل کے متعلق کچھ معلوم ہے؟

ابھی تک کسی نے جواب نہ دیا تھا کہ حضرت علیؑ نے قریب آکر عرض کیا۔ قبلہ اسے میں اپنے انجام تک پہنچا آیا ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اللہ کی حمد ہے جس نے میری دعا تیرے ذریعہ قبول کرلی ہے۔

بحار میں گازرونی سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن ابن عوف نے بتایا ہے کہ دو انصاری نوجوان میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے مجھ سے پوچھا۔ آپ نے ابوجہل کو دیکھا ہوا ہے؟

میں نے کہا۔ ہاں دیکھا ہوا ہے۔ تم کیوں پوچھتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہم نے سنا ہے وہ نبی کریمؐ کے خلاف بیہودہ بکتا رہتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم اسے قتل کریں اتنے میں ابوجہل لشکر کفار کے سامنے آیا۔ اور انہیں جنگ پر آمادہ کرنے کی تقریر جھاڑنے لگا۔

میں نے ان دونوں سے کہا۔ دیکھ رہے یہ شہسوار جو گھوڑے کو دائیں بائیں دوڑاتا ہے۔ یہی ابوجہل ہے۔ وہ دونوں نوجوان دوڑے اور ابوجہل پر حملہ کر دیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ دونوں آنحضورؐ کے پاس آئے۔ اور ہر ایک مدعی تھا کہ میں نے قتل کیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ۔ جب دونوں نے تلواریں دکھائیں تو آپ نے فرمایا۔ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ اور ابوجہل سے حاصل کردہ سامان دونوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

ابوجہل کے قتل کے بعد تو کفار جیسے بپھر گئے اور انہوں نے یکبارگی حملہ کر دیا اور حضرت علیؑ نے تلوار کی باڑھ سے کفار کو مارنا شروع کیا۔ اور تنہا اکاون افراد کفار کو واصل جہنم کیا۔ ان کے ناموں کی مکمل فہرست سابقاً پیش کر چکے ہیں۔

جب ذات احدیت نے مسلمانوں کی قلت کو دیکھا تو ملائکہ امداد کے لیے بھیج دیئے۔ ایک طرف ملائکہ اور دوسری طرف حضرت علیؑ آخر کفار کو اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

۲۔ جنگ احد:

سنۂ جنگ ۳ھ ۵ شوال۔ سبب جنگ انتقام بدر

رئیس مشرکین۔ ابوسفیان۔ معاونین جنگ۔ ہندہ جدۃ المومنین۔ مادرِ معاویہؓ۔ روز

آمد مشرکین۔ خمیس

یوم آغاز جنگ سینچر

تعداد مشرکین۔

تین ہزار سوار دو ہزار پیادہ

تعداد مسلمین۔ سات سو۔

علمبردار مشرکین۔ معاویہ

علمبردار مسلمین علیؑ ابن ابی طالبؑ

سن حضرت علیؑ۔ ۲۸ برس

واقعہ جنگ:

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ۲۔ بحار

۳۔ ارشاد شیخ مفید ۴۔ خرائج

۵۔ اعلام الوریٰ اور

۶۔ مغازی واقدی۔ کی روایات کے مطابق۔ زید ابن وہب۔ عبداللہ ابن مسعود۔ امام صادقؑ علی ابن ابراہیم۔ ربان ابن عثمان۔ واقدی۔ ابن عباس اور حجاج ابن علاط سلمی کا بیان کردہ واقعہ

جب کفار اور مسلمانوں کی صفیں بالمقابل آراستہ ہو گئیں۔ کفار کا علمبردار طلحہ ابن ابوطلحہ اور لشکر اسلام کا پرچم دار حضرت علیؑ تھا۔

کوہ احد کے درہ پر نبی کریمؐ نے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس سپاہی دے کر فرمایا۔ کہ اگر ایک مسلمان بھی نہ بچے تم اس درے کو مت چھوڑنا۔ جب تک میری طرف سے درہ چھوڑنے کی اجازت نہ ملے اس وقت تک کچھ بھی ہو جائے۔ درہ سے نہ ہلنا۔

حضرت علیؑ آگے بڑھے اور طلحہ ابن ابوطلحہ سے نام پوچھا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا۔ پھر طلحہ نے حضرت علیؑ سے نام پوچھا حضرت علیؑ نے اسے اپنا تعارف کرا دیا۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ طلحہ نے پہلا وار کیا جسے حضرت علیؑ نے خالی دیکر اس کے سر پر وار کیا اس کے سر سے اگلا حصہ کٹ گیا۔ اور آنکھیں بھی سر سے جدا ہو گئیں۔ وہ گھوڑے سے زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے علم بھی چھوٹ گیا۔

طلحہ کے بھائی مصعب ابن ابوطلحہ نے علم کو اٹھایا۔ جونہی وہ سیدھا ہوا۔ عاصم ابن ثابت نے اسے تیر مارا وہ فی النار ہو گیا۔ پھر عثمان ابن ابوطلحہ نے علم اٹھا لیا۔ اسے بھی عاصم نے تیر مار کر زمین پر گرا دیا۔ پھر ان کا

غلام صواب آگے بڑھا۔ یہ غضب کا بہادر تھا۔ اسے علمبرداری کرتے دیکھ کر حضرت علیؑ آگے بڑھے۔ آپ نے پہلا وار کر کے اس کا دایاں ہاتھ کاٹا، اس نے علم بائیں ہاتھ میں لیا۔ آپ نے بائیں ہاتھ پہ وار کر کے اسے کاٹا اس نے دونوں بازوں میں علم کو تھام لیا۔ آپ نے تیسری ضرب سر پہ لگائی اور وہ فی النار ہوگیا۔

جب مسلسل نو علمبردار حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تو کفار قریش کے حوصلے جواب دے گئے اور انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مسلمان آگے بڑھنے لگے۔ مادر معاویہ ہندہ نے ایک ہاتھ میں سرمہ دانی اور دوسرے ہاتھ میں میل لے کر ہٹتے ہوئے کفار کو کہنا شروع کر دیا۔ لو سرمہ لگا کر عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جانا۔ کفار اس قدر پیچھے ہٹے کہ ان کے کیمپ خالی ہو گئے۔ مسلمانوں نے مارنا شروع کر دیا اور کفار نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جب کفار بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔

درہ پر متعین پچاس افراد نے عبداللہ ابن جبیر سے کہا۔ اب جنگ ہم جیت چکے ہیں۔ کفار بھاگ رہے ہیں مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے ہیں اور ہم غنیمت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

عبداللہ نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ نبی اکرمؐ تمام مال غنیمت عدالت سے تقسیم فرماتے ہیں۔ اگر ہم تکلف کئے بغیر اپنا حصہ مل جائے تو ہمیں کیا نقصان ہے۔

انہوں نے کہا۔ عبداللہ! آپ کی بات درست ہے کہ آنحضورؐ ہمیں پورا پورا حصہ دیں گے لیکن جو لطف اپنے ہاتھ کی لوٹ سے ہوتا ہے وہ صرف حصہ لے لینے میں کہاں ہوتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا جنگ میں ہمیں فتح ہو یا شکست دونوں صورتوں میں تم درہ پر رہو گے اور جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک درہ کو نہ چھوڑو گے۔

انہوں نے کہا۔ عبداللہ! یہ تو ایک تاکیدی حکم تھا۔ آنحضرتؐ کو کیا معلوم تھا کہ ہم اتنی جلدی جنگ فتح کر لیں گے۔ اب وہ مصروف ہیں ممکن ہے انہیں خیال نہ رہا ہو لہٰذا ہمارا یہاں کھڑے رہنا اب سود مند نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا جب تک آنحضورؐ کا حکم نہیں آئے گا۔ اس وقت تک میں خود اس جگہ سے ہٹوں گا اور نہ تم میں سے کسی کو بخوشی اجازت دوں گا۔ اپنی مرضی سے اگر کوئی جانا چاہے تو میں جبراً نہ کسی کو روک سکتا ہوں اور نہ روکوں گا یہ سنتے ہی تمام لوگ غنیمت کی طرف دوڑ پڑے۔ دوسری طرف سے کفار قریش کی جانب سے اسی درہ کی نگرانی پر خالد ابن ولید مامور تھا۔ جو شاید اسی انتظار میں گھات لگائے کھڑا تھا کہ کب یہ درہ خالی ہوتا ہے۔

ممکن ہے صحابہ میں سے کچھ لوگ اندرونی طور پہ کفار مکہ سے ملے ہوئے بھی ہوں۔ اور انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اب پھر کفار جنگ ہار رہے ہیں تو انہی افراد نے اپنے ساتھیوں کو آمادہ کر لیا ہو کہ ہمیں اب

غنیمت پر توجہ دینا چاہیئے کیونکہ حفاظت کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ جونہی خالد نے درہ کو خالی دیکھا درہ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے حملہ کو دیکھ کر مادر معاویہ ہند نے کفار کا گرا ہوا علم اٹھا کر آواز بلند کہا کہاں بھاگتے ہو۔ ابھی تک تو ایک علمبردار موجود ہے۔ جب بھاگتے ہوئے کفار نے پلٹ کے دیکھا تو ایک طرف انہیں اپنا علم لہراتا نظر آیا اور دوسری طرف خالد کے اچانک حملہ سے مسلمانوں کو کٹتے دیکھا۔ بھاگتے ہوئے کفار واپس پلٹ آئے۔ اور مسلمانوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔

ہند نے جبیر ابن مطعم کے وحشی غلام کو مالی لالچ دے کر کہہ رکھا کہ محمدؐ۔ حمزہؑ۔ اور علیؑ میں سے جس کو بھی قتل کرے گا اتنی دولت کے علاوہ میں اپنے آپ کو تیرے حوالہ کر دوں گی۔

اسی وحشی نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ

جہاں تک محمدؐ کا تعلق ہے میں اپنے اندر اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں پاتا۔

جہاں تک علیؑ کا تعلق ہے میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا ہے اس کی نگاہ سے کوئی دشمن چھپ نہیں سکتا۔

رہا حمزہ تو اس کے لیے میں کوشش کروں گا بشرطیکہ تو مجھ سے کیئے جانے والے ہر وعدہ کی ضمانت دے جدۃ المومنین ہند نے وحشی کو اس کی خواہش کے مطابق ایفائے عہد پر مطمئن کیا تھا۔ بقول وحشی میں نے حمزہ کو دیکھا کہ ہر ایک سے بے نیاز کفار قریش کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اور بری طرح کاٹ رہا تھا۔ میں صرف حمزہ کے تعاقب میں رہا۔ ایک مقام پر جب میرے نیزہ کی زد میں آیا۔ تو میں نے موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور لہرا کر نیزہ جناب حمزہ کی طرف پھینکا۔ نیزہ ان کے شکم میں پیوست ہو گیا۔ وہ سنبھل نہ سکے ابھی گرنے ہی تھے کہ میں سر پہ پہنچ گیا۔ اور پھر نیزہ شکم سے نکال کر گلے میں پیوست کر دیا۔ ہند کو جا کر اطلاع دی کہ حمزہ کو میں شہید کر آیا۔

ہند اسی جگہ فرطِ مسرت سے جھوم کر رہ گی اور بھرے میدان میں مجھے گلے لگا لیا۔ پھر مجھے کہا چل مجھے اس کی لاش دیکھا۔ میں اسے جناب حمزہ کی لاش پر لایا۔ ہند نے جناب حمزہ کے تمام اعضا کاٹے انہیں ایک تاگہ میں پرو کر گلے میں پہن لیا۔ پھر جگر نکال کر منہ میں چبانے کو ڈالا لیکن اللہ نے اسے پتھر بنا دیا۔

خالد جونہی درہ سے حملہ آور ہوا۔ آنحضورؐ ایک جگہ کھڑے فتح شدہ جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے۔ خالد نے اپنے سپاہیوں کو آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ دیکھ رہے ہو جو چند صحابہ کے گھیرا میں کھڑا ہے بس وہی

ہمارا نشانہ ہے۔ یہ اشارہ ملتے ہی ان لوگوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جب مسلمانوں نے یہ ناگہانی حملہ دیکھا تو قدم نہ ٹکا سکے کوہ احد کی راہ لی۔ دوڑ دوڑ کر چڑھنے لگے اور چڑھ چڑھ کر دوڑنے لگے۔ سرور کونین ؐ ایک ایک پیارے کا نام لے لے کر پکارنے لگے لیکن کسی نے پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ اس وقت ہاتف غیبی نے آنحضورؐ سے مخاطب کر کے فرمایا۔

ناد علیاً مظہر العجائب	(اور کسی کو کیا بلاتے ہو) علی مظہر العجائب کو پکارو۔
تجدہ عونالك في النوائب	اسی کو اپنے ہر درد وغم میں معاون پاؤ گے۔
كل هم وغم سینجلی بولا تیك	(یوں کہو) اے علیؑ اے علیؑ۔ اے علیؑ ہر درد وغم
یا علی یا علی یا علی۔	تیری ہی ولایت کی وجہ سے دور ہوتا ہے۔

یہ آواز غیب سنتے ہی آنحضورؐ نے فرمانا شروع کیا۔ یا علیؑ اس طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ اور حضرت علیؑ آپ کی طرف آئے تو سعید ابن طلحہ حملہ آور ہو رہا تھا آپ نے اسے قتل کیا۔

پھر آپ نے فرمایا: یا علیؑ یہ کفار اسی طرف سے آ رہے ہیں۔

آپ اس طرف بڑھے تو کلدہ ابن ابی طلحہ، اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے تہ تیغ کیا

پھر آپ نے فرمایا: یا علیؑ وہ دیکھو اب کفار اسی طرف سے بڑھ رہے ہیں۔

آپ اس طرف متوجہ ہوئے عبداللہ ابن حمید اپنے قبیلے کو لے کر حملہ آور ہو رہا تھا۔

حضرت علیؑ نے عبداللہ کو قتل کیا تو اس کے قبیلہ والے عبداللہ کا لاشہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

آپ نے پھر فرمایا:

یا علیؑ اب پھر مشرک شمال سے آ رہے ہیں۔

حضرت علیؑ اس طرف متوجہ ہوئے تو ابا الحکم ابن الحسن بنی ثقیف کو لے کر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ آپ نے اسے واصل جہنم کیا۔

پھر آنحضورؐ کی آواز آئی یا علیؑ! اب جنوب کی طرف سے آ رہے ہیں۔

آپ نے جنوب کی طرف دیکھا تو حذیفہ ابن مغیرہ اپنے قبیلہ کے ساتھ تیر اندازی کر رہا تھا۔

حضرت علیؑ حذیفہ پر گئے اسے قتل کیا۔ ابھی اس کے قبیلہ کے افراد سے جنگ جاری تھی کہ آنحضورؐ کی آواز آئی یا علیؑ! اب مغرب کی طرف سے آگے بڑھ رہے ہیں

حضرت علیؑ نے دیکھا تو ارطاۃ ابن شرجیل بڑھا آ رہا تھا۔ آپ نے اسے فی النار کیا

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ اب مشرق کی طرف سے حملہ آور آ رہے ہیں۔

حضرت علیؑ کی نظر پڑی تو دیکھا ہشام ابن امیہ وندناتا ہوا آ رہا تھا۔ آپ نے اسے واصلِ جہنم کیا۔
پھر نبی کریمؐ نے فرمایا:
یا علیؑ دائیں طرف خیال رکھو اس طرف سے بڑھ رہے ہیں۔
آپ نے دیکھا بنی جمع عمرو ابن عبداللہ کی سرکردگی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ نے عمرو کو قتل کیا۔ باقی قبیلہ بھاگ کھڑا ہوا۔
پھر آنحضورؐ نے فرمایا:
یا علیؑ ذرا عقب پر توجہ رکھو اب یہ پیچھے سے آ رہے ہیں۔
آپ نے دیکھا تو قبیلہ بنی عامر بشر ابن مالک کے ساتھ شمشیر بکف آ رہے تھے۔ آپ نے بشر کو اپنے انجام کو پہنچا۔

اسی اثنا میں آنحضورؐ پتھروں۔ اور تیروں کی کثرت کی وجہ سے غش کھا گئے۔ قریب ہی ایک گڑھا تھا۔ آپ اس میں جا لیٹے۔ حضرت علیؑ نے جب دائیں بائیں دیکھا اور سرورِ انبیاءؐ نظر نہ آئے تو دل میں خیال کیا کہ بھاگنے والے تو وہ ہرگز نہیں تھے۔ اور نہ ہی انہیں کسی نے قتل کیا ہے۔ یہی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پہ اٹھا لیا ہو۔ آپ نے اپنی تلوار کا نیام توڑ کر پھینک دیا اور کفار پہ حملہ آور ہو گئے۔ یہی فرماتے تھے اگر محمدؐ ہمارے درمیان نہیں رہا تو میں کس لیے زندہ ہوں۔
ادھر بھاگنے والوں نے مدینہ جا کر دم لیا اور لوگوں کو بتایا کہ نبی اکرمؐ شہید ہو گئے ہیں اب تو اہلِ مدینہ کا تانتا بندھ گیا بچے بوڑھے اور مستورات تمام میدان احد کی طرف دوڑے۔ ہر طرف کہرام مچا ہوا تھا۔
حضرت علیؑ لڑ رہے تھے کہ آپ اس گڑھے کے قریب آئے جس میں آپ تھے۔ آپ کو غش سے افاقہ آ چکا تھا۔ حضرت علیؑ نے دیکھا فوراً آگے بڑھے آنحضورؐ کو اٹھایا۔ اور فرمایا
لوگو! دیکھ لو یہ محمدؐ موجود ہیں۔ اور آپ کی شہادت کی افواہ غلط ہے۔
آپ نے آنکھیں کھولیں حضرت علیؑ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پوچھا۔ یا علیؑ تم تنہا، عرض کی۔ قبلہ اور کوئی نہیں ہے۔
آپ نے فرمایا:
کچھ کفار کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور کچھ بھاگ گئے ہیں۔
آنحضورؐ نے پوچھا۔ یا علیؑ تو کیوں نہیں بھاگا؟
حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ اکفر بعد الایمان۔ کیا اعلان اسلام کے بعد پھر کافر ہو جاتا۔
اسی دوران حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ تلوار ٹوٹ گئی ہے اور تلوار

کے بغیر جنگ نہیں ہوتی۔ قریب ہی کھجور کی ایک شاخ پڑی تھی۔ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو دی اور فرمایا۔ اس کا نام ذوالفقار ہے اور اب یہ کبھی نہ ٹوٹے گی۔ آپ پھر کفار کشی میں مصروف ہو گئے۔ جب کفار کے پرے چھٹ گئے۔ اور وہ اپنے زخم چاٹنے لگے تو۔

صحابہ میں سے سب سے پہلے ہٹنے والے عاصم ابن ثابت ابو دجانہ اور سہل ابن حنیف تھے۔ سب سے آخر میں آنے والے عثمانؓ غنی تھے۔ جو تین دن بعد مدینہ میں آئے۔

جب جنگ ختم ہو گئی۔ مسلم شہداء گنے گئے۔ تو ستر ہوئے۔ آنحضورؐ نے فرمایا؛

کسی کو سعد ابن ربیع کا بھی علم ہے؟

ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ میں جا کے تلاش کرتا ہوں

آپ نے فرمایا:

فلاں جگہ چلا جا۔ میں نے وہاں اس تنہا کو بارہ نیزے بازوں میں گھبرا ہوا دیکھا تھا۔

وہ اس جگہ آیا اور دیکھا تو سعد پڑا تھا۔ اس نے آواز دی۔ سعد۔ سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسری مرتبہ نام لے کر آواز دی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا۔

سعد تجھے نبی کریمؐ یاد کر رہے ہیں۔

اس وقت تڑپ کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ اور پوچھا۔ کیا آپ زندہ ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ ہاں زندہ ہیں۔ اور انہی نے مجھے اس مقام پر آپ کی تلاش میں بھیجا ہے فرما رہے تھے بارہ نیزے بازوں میں گھیرا ہوا تھا۔

سعد نے کہا۔ انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ بارہ ہی نیزے مجھے لگے ہیں جو سب کے سب میرے پیٹ ہی سے پار ہوئے ہیں۔ تو انصار کو میرے سلام کہہ دینا۔ اور ساتھ ہی میرا یہ پیغام بھی دے دینا کہ

آج میدان سے بھاگ جانے اور آنحضورؐ کو تنہا چھوڑ دینے کے سلسلہ میں تمہارے پاس کوئی ایسا عذر نہیں جو تم بارگاہ خالق میں کر سکو۔ بخدا! اگر نبی کونینؐ کو تمہاری سرزمین میں ایک کانٹا بھی چبھ گیا تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس کے بعد اس نے جان جانِ آفریں کے حوالہ کر دی۔

اس نے آکر آنحضورؐ کو بتایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ سعد کو جزائے خیر دے۔ زندگی اور موت کے بعد ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا؛

کسی کو چچا حمزہؓ کا بھی علم ہے؟

حارث ابن صمہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے انہیں نیزہ کھا کر دراز ہوتے ہوئے دیکھا تھا میں پتہ کرنے جاتا ہوں

اس نے جب آکر جناب حمزہؓ کا حال دیکھا۔ تو اس میں یہ جرأت نہ رہی کہ آنحضورؐ کو جا کر اس کیفیت سے آگاہ کرے۔ وہ اسی جگہ کھڑا رہ گیا۔

جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو آپ نے فرمایا: یا علیؑ حمزہؓ چچا کا پتہ کرو۔ جب حضرت علیؑ نے بھی آکر ان کا حال دیکھا تو آپ بھی واپس نہ جا سکے۔

اتنے میں مدینہ سے مستورات بھی پہنچ گئیں۔ انہی میں جناب سیدہؑ دختر رسولؐ اور جناب صفیہ بنت عبدالمطلبؓ بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ صفیہ کو میرے پاس آنے سے روک دو۔ میں اسے نہ تو بتا سکوں گا اور نہ ہی اس کے بین سن سکوں گا۔ البتہ زہراؑ کو میرے پاس آنے دو۔

جب جناب زہراؑ آئیں اور آپ کی پیشانی پر زخم اور ایک دانت مبارک شہید شدہ دیکھا۔ تو وا ابتاہ کر کے آپ کے گلے لگ گئیں۔

آپ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

بیٹی یہ کون سا رونے کا مقام ہے میرے بھائی اور آپ کے شوہر کو جتنے زخم آج لگے ہیں شاید پھر کبھی اتنے زخم نہیں آئیں گے۔ تنہا وہ مارنے والا تھا۔ اور سینکڑوں کافر مجھ پر حملہ کرنے والے تھے۔ بیٹی جب مجھے غش سے افاقہ ہوا اور میں نے علیؑ کو تنہا نرغہ کفار میں لڑتے دیکھا تو بے ساختہ میں نے بارگاہ خالق میں دست دعا بلند کیے۔ اور عرض کیا۔

اللهم ان محمداً عبدك ورسولك جعلت لكل نبي وزيراً من اهله تشد به ازره وتشركه في امره وجعلت لي وزيراً من اهلي علي ابن ابيطالب اخي فنعم الاخ ونعم الوزير اللهم وعدتني ان تمدني باربعة الاف من الملائكة مردفين اللهم وعدك وعدك انك لا تخلف الميعاد ووعدتني ان تظهر دينك على الدين كله ولو كره الكافرون۔

بارالٰہا! یہ محمدؐ تیرا عبد اور رسولؐ ہے تو نے ہر نبی کا وزیر اس کے اہل سے قرار دیا ہے جس کے ذریعہ تو نے نبی کا بازو مضبوط فرمایا اور اسے شریک کار رسالت قرار دیا ہے۔ تو نے میرے اہل سے میرے بھائی علی ابن ابی طالب کو میرا وزیر بنایا ہے جو قابل فخر بھائی بھی ہے اور وزیر بھی۔ بارالٰہا! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں چار ہزار ملائکہ سے میری مدد فرمائے گا۔ بارالٰہا ایفائے عہد کا وقت ہے وعدہ پورا فرما۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ مخالفت کفار کے باوجود اپنے دین کو ہر دین پر غالب کرے گا۔

جونہی میں نے دعا مانگی۔ ایک طرف ہاتف غیبی نے مجھے۔ نادِ علیاً۔ کہا۔ اور دوسری طرف میں نے دیکھا جبرئیل چار ہزار ملائکہ کے ساتھ علیؑ کی مدد کو پہنچا۔ اور تیرے شوہر نامدار کی عظمت کو اجاگر کرنے کی خاطر جس ملک نے

بھی کفار پر حملہ کیا۔ علیؑ کی شکل لے کر حملہ کیا۔ آج تمام کفار مکہ تک جاتے ہوئے اور مکہ پہنچنے کے بعد اپنے اپنے گھروں میں تیرے ہی شوہر کی تعریف کرتے رہیں گے بیٹی میں سن رہا تھا۔ جب جبریل چار ہزار ملائکہ کو لے کر نازل ہوا تو تیرے شوہر کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔

اس کے بعد بی بی نے ایک چٹائی جلائی۔ اس کی راکھ جمع کی۔ حضرت علیؑ ڈھال میں پانی لے کر آئے۔ حضرت علیؑ نے آنحضورؐ کے زخم پر پانی ڈالا۔ سیدہؑ کائنات نے زخم دھویا۔ اور پٹی باندھ دی۔

اتنی دیر میں پلٹ کر آنے والے صحابہ نے شہید صحابہ کی لاشیں جمع کر لی تھیں۔ آنحضورؐ کے حکم سے ہر شہید کو اس کے کپڑوں کے ساتھ رکھا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دس دس شہداء پر آپ پانچ تکبیر پڑھتے تھے۔ تو جنازے اٹھا لیے جاتے تھے اور جناب حمزہؑ کا جنازہ رکھا رہتا تھا۔ یعنی جناب حمزہؑ کا جنازہ اول تکبیر سے لے کر آخری دس کے گروپ کی آخری تکبیر تک نبی کونینؐ کی تکبیرات جنازہ کے شرف سے مشرف ہوتا رہا۔

آپ نے جناب حمزہؑ کے سوا دیگر تمام شہداء کو دو دو اور تین تین کے حساب سے ایک ایک قبر میں دفن کرایا۔ جناب حمزہؑ کا مزار علیحدہ بنایا۔ چونکہ جناب حمزہؑ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اور بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی اس لیے جناب حمزہؑ کا گھر خالی تھا اور اس میں سے کسی نوحہ و بکا کی آواز نہ آ رہی تھی۔ جب آپ نے دیگر مہاجرین و انصار شہداء کے گھروں سے صدائے نوحہ و بکا سنی تو آہ سرد کھینچی۔ آپ کے آنسو گر پڑے اور بصد حسرت فرمایا:

لکن حمزہ لا بواکی لہ الیوم۔ لیکن افسوس ہے آج حمزہؑ کے گھر کوئی نوحہ خوانی کرنے والا نہیں سعد ابن معاذ اور اسید ابن حضیر یہ بات سن کر اٹھے اپنے گھروں میں آ کر کہا۔ کوئی عورت اپنے شہید کو نہ روئے تمام دختر رسولؐ کے گھر جاؤ اور جناب حمزہؑ پر خانہ زہراؑ میں نوحہ خوانی کرو۔ تمام مستورات جناب زہراؑ کے گھر آئیں اور جناب حمزہؑ پر نوحہ خوانی کریں گیں:

۳۔ جنگ خندق:

اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔

جب منافق اور مریض دل صحابہ کہہ رہے تھے اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدہ بھی کیا ہے وہ فریب ہی تھے۔

ماہ جنگ۔ شوال۔ سنہ جنگ۔ ۵ھ۔ تعداد کفار۔ اٹھارہ ہزار۔ تعداد مسلمین تین ہزار۔ شرکائے جنگ۔ قریش۔ بنی نضیر۔ بنی غطفان۔ بنی غیلان۔ بنی عامر

چونکہ اس جنگ میں مذکورہ بڑے قبائل کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے اور غیر معروف قبائل بھی شریک تھے۔ اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

محرکاتِ جنگ:

کفارِ قریش تو جنگ احد کے بعد کسی قدر ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ لیکن جب نبی اکرمؐ نے بنی نضیر کو مدینہ بدر کیا اور وہ خیبر میں جا ٹھہرے۔ تو ان لوگوں نے اپنی یہودی برادری کو اکسایا۔ چنانچہ یہودیوں میں سے جو سردار تھے انہوں نے باہمی مشورہ کر کے دیگر قبائل کو ساتھ ملا کر متحدہ جنگ کی تجویز کی اس سلسلہ میں جو لوگ پیش پیش تھے مورخین نے ان کے یہ نام بتائے ہیں۔

سلام ابن حقیق۔ حی ابن اخطب۔ کنانہ ابن ربیع۔ ہوذہ ابن قیس۔ اور ابو عمارہ والیسی چند دیگر افراد کے ساتھ سب سے پہلے مکہ میں آئے۔ اور انیس الکفار ابوسفیان سے ملے۔ اسے جنگ پر آمادہ کیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ مجھے محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو عہد کر رکھا ہے کہ دین محمدؐ اور امکانی حد تک ہر اس شخص کو نابود کر دوں گا جو دین محمدؐ کی حمایت میں ایک لفظ بھی بولے گا۔ میں نے تا زندگی اس لڑائی کا عہد کر رکھا ہے اور مرنے کے بعد بھی امید ہے میری یہ آرزو نہیں مرے گی اور زندہ رہے گی۔ میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کروں گا۔ جو میرے بس میں ہوا۔ جب تک کھل کر سامنے آسکتا ہوں۔ کھل کر مقابلہ کروں گا۔ اور جب کھل کر سامنے نہ آسکا تو پھر جیسے حالات ہوں گے ویسے مخالفت کروں گا میرا اگر دنیا میں کوئی نصب العین ہے تو وہ صرف اور صرف دین محمدؐ کی مخالفت ہے۔

آپ لوگ جائیں قریش کے دیگر سرکردہ افراد سے بات کریں انہیں آمادہ جنگ کریں۔ میں ہمیشہ اگلی صف میں رہوں گا۔ ابوسفیان کے بعد وہ دیگر سربراہان قریش سے فرداً فرداً ملے۔ پھر ایک مجموعی ملاقات کی۔ اور ان سے کہا۔ ہم ایک جان دو قالب ہو کر محمدؐ کی مخالفت میں کمربستہ ہیں۔ آپ لوگ صرف افرادی تعاون کریں ہم آپ کا افرادی تعاون بھی کریں گے اور مالی تعاون بھی۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ ہمیں اپنے بہادروں کی فہرست دے دیں ہم سامان جنگ اور سواریاں بھی فراہم کریں گے۔ دوران جنگ ہمارا دستر خوان ہر ایک کے لیے بچھا ہو گا۔

قریش سے یقین حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ بیرون مکہ تمام قبائل عرب میں ایک ایک قبیلہ کے پاس گئے ان کی نقد مالی امداد بھی کی اور فتح جنگ کے بعد مزید مالی امداد کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

ذات احدیت نے آنحضورؐ کو بذریعہ وحی اطلاع دی۔ آپ نے اپنے تمام صحابہ کو جمع کیا اور ان سے جنگ کے طریق کا مشورہ لیا۔ ہر صحابی نے مختلف مشورہ دیا۔ جناب سلمان نے متوقع مقامات پر خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ بالآخر اسی مشورہ پر اتفاق رائے ہو گیا۔ خندق کھودی گئی۔ ادھر پانچ شوال کو تمام قبائل عرب تمام یہودی اور تمام قریش ابوسفیان کی علمبرداری میں جنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ بنی عامر سے عمرو ابن عبدود بھی اس جنگ میں شریک ہوا تھا۔ یہ اتنا بہادر تھا کہ اس کے متعلق عام شہرت یہ تھی کہ تنہا ایک ہزار آدمی کا مقابلہ کرتا تھا۔

جب بیرونِ خندق محاصرہ کفار بیس دنوں سے بڑھ گیا تو آنحضورؐ نے محسوس کیا کہ مدینہ میں محصور مہاجرین و انصار اکتا رہے ہیں۔ اور ان کے چہرے مرجھائے جا رہے ہیں۔ آپ نے عینیہ ابن حصن اور حارث ابن عوف جو بنی غطفان کے سرکردہ افراد تھے کی طرف صلح کا پیغام بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا اگر چاہو تو مدینہ کی کھجور سے پلے لو اور بنی غطفان کو واپس لے جاؤ۔

جب سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ کو معلوم ہوا تو دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی قبلہ اگر تو وحی آئی ہے۔ اور حکم خدا ہے کہ آپ ان لوگوں کو صلح کی پیش کش میں مدینہ کی کھجوریں پیش کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور اگر آپ صرف ہماری پریشانی کو محسوس کر رہے ہیں تو اس سلسلہ میں ہم آپ کو یہ بتا دیں کہ یہ لوگ جب ہمارے ساتھ مل کر دیگر قبائل عرب سے لڑنے کی خاطر آئے تھے تو اپنی کھجوریں انہیں یا بطور مہمانی کے پیش کرتے تھے اور یا بطور فروخت کے۔ بصورت تاوان ہم نے ایک دانہ کھجور کا بھی کسی کو نہیں دیا۔ آپ ہماری فکر نہ کریں۔ اور ہمیں امید ہے کہ اللہ آپ کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اللہ آپ کا بھلا کرے میں تو صرف آپ لوگوں کی وجہ سے یہ سوچ رہا تھا۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ بنی غطفان ہماری اس پیشکش کو قبول بھی نہیں کریں گے بلکہ وہ اسے ہماری کمزوری سمجھ کر اور پھول جائیں گے۔ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو گیا ہے۔ کم از کم ان میں سے کچھ امن پسند لوگ یہ تو سمجھ لیں گے۔ جنگ میں ہماری پالیسی امن ہے ہم جنگ چاہتے نہیں ہیں۔ بلکہ جب جنگ ہم پر ٹھونس دی جائے تو ہم دفاع کرتے ہیں۔

جب عمرو ابن عبدود نے خندق کو دیکھا تو کہنے لگا کہ محمدؐ نے عربوں کو پہلی مرتبہ جنگ کے اس طریقہ سے آگاہ کیا ہے۔ ورنہ کبھی کسی عرب نے اس طرح جنگ نہیں لڑی چنانچہ عکرمہ ابن ابوجہل۔ ہبیرہ ابن ابو وہب۔ عبداللہ ابن مغیرہ اور عمر کے بھائی ضرار ابن خطاب کو لے کر عمرو نے خندق کے گرد چکر لگایا۔ ایک جگہ انہیں تنگ نظر آئی۔ انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ گھوڑے خندق کے پار ہو گئے۔ عمرو کو خندق سے پار دیکھ کر مسلمان سہم گئے۔ کچھ تو ادھر ادھر چھپ گئے۔ جب حضرت علیؑ نے عمرو کو دیکھا تو آپ چند صحابہ کو لے کر گئے اور جس جگہ سے عمرو اور اس کے ساتھیوں نے خندق پار کی تھی۔ آپ نے اسے کھلا کر دیا۔ تاکہ یہ لوگ واپس نہ جا سکیں گے۔ عمرو نے اسلامی کیمپوں کے گرد گھوڑا دوڑایا۔ دیکھا تمام مسلمان گردنیں اوپر اٹھا اٹھا کر اسے دیکھتے ہیں اور جب یہ ان کے قریب آتا ہے تو وہ سر نیچا کر کے اپنے کو چھپا لیتے ہیں۔ عمرو کی ہمت بڑھی اور آنحضورؐ کے خیمہ کے قریب آ کر اس نے نیزہ آنحضورؐ کے خیمہ میں مار کر کہا۔ ابرز یا محمدؐ۔ محمدؐ مقابلہ میں آؤ۔

تمام مہاجرین و انصار آپ کے گرد بیٹھے تھے۔ سب سہم گئے۔

آنحضورؐ نے سب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

من لھذا الکلب ۔ اس کتے کا منہ کون بند کرے گا؟

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کی۔ انا یا رسول اللہ۔ قبلہ میں اس کا مقابلہ کروں گا

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ! یہ عمرو ابن عبدود ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ قبلہ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؑ قریب ہوئے۔ آپ نے اپنا عمامہ علیؑ کے سر پہ رکھا۔ علیؑ کا عمامہ خود لے لیا اور فرمایا۔ بسم اللہ یا علیؑ جاؤ۔ پھر دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللھم احفظہ من فوقہ و من بین یدیہ و من خلفہ و عن یمینہ و عن شمالہ اے اللہ علیؑ کو اوپر نیچے۔ آگے۔ پیچھے اور دائیں بائیں ہر طرف سے محفوظ فرما۔

جب حضرت علیؑ روانہ ہوئے تو آپ نے صحابہ سے پوچھا۔ من یبرز۔ کون جا رہا ہے؟

سب نے عرض کیا۔ قبلہ علیؑ ابن ابی طالبؑ جا رہا ہے۔

آپ نے فرمایا:

یہ بھی سچ ہے۔ لیکن آج برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔ پورے کا پورا ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔

حضرت علیؑ عمرو کے مقابلہ میں آئے۔ عمرو نے پوچھا تو کون ہے؟

آپ نے تعارف کرایا۔ ابو طالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔

عمرو نے کہا۔ تیرے باپ کے ساتھ میرے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو تو قتل نہیں کرنا چاہتا لیکن میں تجھے اس وقت تک قتل کرنے کی خواہش کرتا رہوں گا۔ جب تک تو اپنی حالت کفر پہ ہے۔ میں نے سنا ہے تو نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے کر قسم کھائی ہے کہ میرا مقابل مجھ سے جو بھی تین خواہشات کرے گا میں ایک ضرور مان لوں گا۔

عمرو نے کہا۔ واقعاً میں نے یہ قسم کھا رکھی ہے اور میں آج تک اس پہ قائم ہوں۔ تو اپنی خواہشات پیش کر میں تیری ایک خواہش ضرور پوری کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میری پہلی خواہش یہ ہے کہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جا۔

عمرو نے کہا۔ یہ میں کبھی قبول نہیں کر سکتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اپنے قبیلہ کو لے کر واپس چلا جا اور نبی اکرمؐ سے مقابلہ نہ کر۔

عمرو نے کہا۔ عرب عورتیں طعنہ زنی کریں گی۔ اور شعراء ہجو یہ شعر لکھیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

پھر میری طرح پیدل ہو کر مجھ سے مقابلہ کر۔

یہ سن کر عمرو بھپر اگھوڑے سے اترا۔ گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور مقابلہ شروع ہو گیا۔

یہ مقابلہ اتنا سنگین تھا کہ میدان جنگ میں اس قدر غبار چھا گیا کہ دونوں مقابلہ کرنے والوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آتا تھا۔ جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ اسی دوران حضرت علیؑ کی صدائے تکبیر بلند ہوئی میں نے سمجھ لیا کہ حضرت علیؑ نے عمرو کو فی النار کر دیا ہے۔ لیکن جب غبار جنگ چھٹا اور ہم نے دیکھا تو عمرو کے سینہ پر حضرت علیؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا تو حضرت علیؑ عمرو کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دائیں بائیں ٹہلنے لگے۔ صحابہ میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ طرح طرح کی باتیں بننے لگیں۔ کچھ دیر بعد پھر مقابلہ شروع ہوا۔ اس مرتبہ حضرت علیؑ نے عمرو کو کھڑے ہوتے ایسی ضرب لگائی کہ عمرو کا سر جسم سے جدا ہو کر دور جا گرا۔ صدائے تکبیر بلند ہوئی۔ نبی اکرمؐ سجدہ ریز ہو گئے۔ صحابہ حضرت علیؑ کو داد تحسین دینے لگے۔

حضرت علیؑ عمرو کا سر لے کر انتہائی ناز کے انداز میں سوئے آنحضورؐ چلے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ قبلہ ذرا علیؑ کو دیکھیں بڑے تکبر سے چل رہے ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

عمرؓ تجھے علیؑ اس رفتار میں اچھا نہیں لگ رہا ہوگا لیکن تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت کی یہ رفتار علیؑ نگاہ قدرت میں بڑی ممدوح اور حسین ہے کیونکہ علیؑ اس شخص کو قتل کر کے آ رہا ہے جس کے قتل پر حیات اسلام کا دارومدار تھا اور تم لوگوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار نہ تھا۔

ضربة علی فی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین۔ علیؑ کی آج یوم خندق کی ایک ضرب عبادت ثقلین سے افضل ہے۔ جب حضرت علیؑ آ گئے۔ آنحضورؐ نے اُٹھ کر علیؑ کا استقبال کیا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ جب تو نے عمرو کو گرانے کے بعد چھوڑ دیا تھا۔ یہ صحابہ بہت پریشان تھے۔ طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔ ذرا وضاحت کر دو کہ کیوں چھوڑ دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ جب میں اسے گرا کر اس کے سینہ پر سوار ہوا اور تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو اس نے لعاب دہن سے جسارت کی۔ مجھے غصہ آ گیا۔ جونہی غصہ آیا میں اُٹھ کھڑا ہوا میں نہیں چاہتا تھا کہ جیسے

میں نے صرف رضائے الٰہی کی خاطر زیر کیا ہے اسے قتل کرنے میں میرا ذاتی غصہ بھی شامل ہو۔ جب میرا غصہ ٹھنڈا پڑا تو میں نے اسے دوسری مرتبہ دعوت جنگ دی۔ اور قتل کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا علیؑ! عمرو کی ذرہ بڑی قیمتی تھی پورے عرب میں اس جیسی ذرہ نہ ملے گی آپ نے نہ اس کی تلوار لی نہ سامان جنگ لیا۔ نہ لباس لیا۔ اور نہ زرہ لی۔ کم از کم یہ سامان تو لے لیا ہوتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب میں نے اسے گرایا تھا۔ اور اس کے سینہ پر بیٹھا تھا۔ تو اس نے درخواست کی تھی کہ یا علیؑ میری لاش کو برہنہ نہ کرنا۔ تو مجھے شریف النفس نظر آتا ہے۔ اس لیے سوال کر رہا ہوں چونکہ اس نے درخواست کی تھی اس لیے میں نے اس کی لاش کو برہنہ نہیں کیا۔

ارشاد شیخ مفید میں ربیعہ سعدی سے مروی ہے کہ میں جناب حذیفہ یمانی کے پاس آیا۔ اور اسے کہا۔ کہ اہل بصرہ ہمیں غالی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ آپ مجھے حضرت علیؑ کی کوئی ایسی فضیلت بتائیں کہ میں انہیں سناؤں اور وہ قائل ہو جائیں۔

جناب حذیفہ نے کہا:

اے ربیعہ تو مجھ سے اس ہستی کے بارے میں کیا پوچھتا ہے اور میں کیا بتاؤں گا جس کے متعلق ترجمان وحی زبان پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہو کہ۔ اگر علیؑ کا صرف ایک عمل میزان عدل کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آدمؑ سے لے کر قیامت تک تمام انسانوں اور جنوں کے اعمال دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو علیؑ کا ایک عمل ان سے زیادہ وزنی ہو گا۔

میں نے کہا۔ حذیفہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟

جناب حذیفہ نے کہا:

میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اہل بصرہ کے عدوح صحابہ عمر و ابوبکر یا میں خود حذیفہ اس دن کہاں تھے۔ جب میدان خندق میں عمرو للکار رہا تھا۔ اس نے چند بزرگوں کے نام لے کر بھی للکارا تھا۔ نبی اکرمؐ بھی ہمیں اس کے مقابلہ میں جانے کو فرماتے رہے لیکن تین ہزار صحابہ میں سے ایک بھی تو عمرو کا مقابلہ کرنے کی خاطر نہ اٹھا تھا پھر بھی اگر گیا تو صرف علیؑ ہی گیا تھا۔ جب حضرت علیؑ عمرو کے مقابلہ میں جا رہے تھے اس وقت آنحضورؐ نے علیؑ کو ایمان کل فرمایا اور جب واپس آئے تو علیؑ کی ایک ضرب کو عبادت ثقلین سے افضل قرار دیا۔

ابوبکر ابن عیاش کہا کرتا تھا۔ اسلام میں دو ضربیں ایسی لگائی گئی ہیں کہ ایک ضرب کی عزت میں اس کا مقابلہ کوئی ضرب نہیں کر سکتی اور وہ ضرب ہے جو حضرت علیؑ نے عمرو ابن عبدود کو لگائی تھی۔ اور ایک ضرب کی بدبختی اور شہادت میں کوئی نظیر نہیں اور وہ ضرب ہے جو ابن ملجم لعین نے حضرت علیؑ کو لگائی تھی۔

۴۔ جنگِ خیبر:

یوں تو جنگِ خیبر تفصیل کے ساتھ ہم سابقاً پیش کر چکے ہیں۔ اس جگہ چونکہ دو ایک روایات ایسی آگئی ہیں جو سابقاً پیش نہیں کی گئیں اس لیے انہیں پیش کر رہے ہیں۔

شیخ طوسی نے امالی میں مکحول سے روایت کی ہے کہ یہودیوں میں مرحب بے مثال اور بے نظیر بہادر تھا تمام یہودیوں نے مرحب ہی کے بل بوتے پر اسلام سے مخالفت کی تجویز کی تھی۔ قد و قامت میں اس جیسا کوئی قد آور نہ تھا۔ یہ ڈھال کی جگہ سر پر ایک بڑی پتھر کی چٹان رکھتا تھا۔

مرحب کی دایہ جو کاہنہ بھی تھی۔ اس نے اسے کہہ رکھا تھا کہ تو دنیا کے جس بھی بہادر سے لڑے گا کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ ہاں حیدر نامی کسی شخص کے مقابلہ میں نہ جانا تیرا قاتل جب بھی کوئی ہوا وہ حیدر نامی ہو ہوگا۔

جنگِ خیبر میں اس کا طریقہ واردات پہلے تو یہ رہا کہ آنحضورؐ کی طرف سے جو بھی جنگ کرنے کو جاتا تھا مرحب قلعہ سے باہر آکر صرف اتنا کہتا تھا۔ کہ میں مرحب ہوں آؤں۔ یہ کہہ کر وہ ایک دو قدم تیزی میں اٹھاتا اور مسلمانوں کے سالار بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جب حضرت علیؑ اس کے مقابلہ میں آئے تو اس نے اپنا پہلا سا طریقہ استعمال کیا۔ لیکن حضرت علیؑ پیچھے دوڑنے کی بجائے آگے کو بڑھے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ بھاگ نہیں رہا تو اس نے جوش میں آکر دھاڑ کر یہ شعر پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی مرحبا — میرا نام میری ماں نے مرحب رکھا ہے۔

جواب حضرت علیؑ نے اسی انداز میں فرمایا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ — میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔

حیدر کا نام سنتے ہی یہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اور پیچھے کو دوڑنے لگا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور یہودیوں کو پسینہ آنے لگا۔ مرحب بھاگتا جا رہا تھا کہ شیطان ایک یہودی عالم کے لباس میں سامنے آیا اور پوچھنے لگا کیا بات ہے کیونکر دوڑ رہا ہے۔ کل تک تو کسی کو ٹکنے نہ دیتا تھا آج کیا ہوا؟

مرحب نے کہا۔ آگے سے ہٹ مجھے جانے دے۔ وہ حیدر ہے۔

شیطان نے کہا۔ کیا ہو رہا ہے تیرے حواس ٹھکانے ہیں۔ مجھے جانے دے وہ حیدر ہے۔ یہ کیا بات ہے اس نے شیطان کو دھکا دینا چاہا۔ اور کہا۔ جلدی ہٹ وہ آجائے گا۔ وہ حیدر ہے۔

شیطان چند قدم پیچھے کو ہٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔ جب تک سیدھی بات نہیں بتائے گا نہیں جاؤں گا

مرحب نے کہا۔ بات کیا ہے۔ وہ حیدر ہے اور جس کا نام حیدر ہوگا میں اس سے نہیں لڑوں گا۔

شیطان نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ ارے جاہل یہ کیا ہے۔ اگر دنیا کا ہر انسان اپنا نام حیدر

رکھ لے تو سر پہ دوپٹہ اوڑھ کر اندر بیٹھ رہے گا

مرحب نے کہا۔ نہیں یہ بات نہیں۔ مجھے میری دائی اماں نے بتایا ہے کہ حیدر نامی شخص تیرا قاتل ہوگا۔

شیطان قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا۔ اب بات سمجھ آئی ہے کہ تیری دائی اماں نے تجھے سبق دیا ہے۔ بے وقوف کہیں کا عورتوں کی باتوں میں آکر اپنی قوم کو ڈبو رہا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ عورتیں ایک ایک دن میں کتنے جھوٹ بولتی ہیں۔ اور کتنے مکر کرتی ہیں۔ کیا معلوم کہ تیری دائی اماں اندرونی طور پہ مسلمانوں سے ملی ہوئی ہو اور وہ تجھے حیدر سے ڈرا کر قوم کی توہین کرنا چاہتی ہو۔

مرحب نے کہا۔ مولوی صاحب آپ مفت میں میرا وقت برباد کر رہے ہیں وہ آجائے گا میں کہاں جاؤں گا۔ مسلمان بیچارے تو اب پیدا ہو رہے ہیں اور وہ غریب۔ بچپنے سے مجھے سمجھا رہی ہے۔

شیطان نے کہا۔ اچھا جلدی بھاگ جا۔ پھر عرب کی عورتیں اور عرب کے شعراء تیرے متعلق جو کچھ لکھیں گے اس سے گھبرانا نہیں۔ میرا کام تجھے سمجھانا تھا۔ میں نے کر دیا ہے۔

مرحب کے قدم رک گئے اور سوچنے لگا۔ بات مولوی صاحب کی سچی معلوم ہوتی ہے۔ کیا بھروسہ عورت ذات ہے۔ اسے کیا معلوم کہ حیدر کسی ایک کا نام ہے یا بہت سے حیدر موجود ہیں۔ یہ تو جا کے تمام بچوں کو بتا دے گا اور بچے گلیوں میں تالی بجا بجا کر حیدر حیدر کہہ کے مجھے پاگل کر دیں گے۔ اس پاگل پن سے بہتر یہی ہے کہ مقابل کروں۔ اگر مارا گیا تو بھی اس پاگل ہونے سے نجات مل جائے گی اور مار دیا تو دایا اماں کو سزا دوں گا۔ یہ سوچ کر واپس ہٹا اور حضرت علیؑ پر حملہ کیا۔

حضرت علیؑ نے مرحب کا وار روک کر اس کی پتھر سے بنی ہوئی ڈھال پر وار کیا۔ وار ڈھال کو کاٹ کر مرحب کے سر میں آیا۔ سر دو ٹکڑے ہوا جب ناف تک تلوار پہنچی تو آپ نے کھینچ لی۔ لیکن مرحب کے مرنے کے بعد یہودی۔ مرحب مارا گیا۔ مرحب مارا گیا۔ کہتے ہوئے دم دبا کر بھاگ گئے۔

۴۔ جنگ وادی یابس:

قسم ہے وقت صبح دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم ہے ان کی چنگاریاں اگلنے والے سموں کی قسم ہے صبح غارت کرنے والوں کی تفسیر قرات میں ابو بصیر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔

سورہ عادیات وادی یابس کی جنگ فتح کرنے والے حضرت علیؑ ان کے ساتھیوں اور ان کے گھوڑوں کا قصیدہ ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ وادی یابس کا کیا واقعہ ہے؟

آپ نے فرمایا:

وادی یابس کے باسیوں کی تعداد بارہ ہزار تھی ان لوگوں نے جب اسلامی فتوحات اور قریشی شکستوں کے واقعات سنے انہوں نے ایک مقام پہ جمع ہو کر لات و عزیٰ کے نام کی قسمیں کھائیں۔ اپنے رسم و رواج کے

مطابق نا قابل شکست معاہدے کئے۔ کہ

کوئی ایک بھاگے گا نہیں ۔

کوئی ایک اپنے مال اور جان میں بخل نہیں کرے گا۔

کوئی ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

کوئی ایک دوسرے کا گلہ نہیں کرے گا

ہر ایک باہمی تنازعات میں سے ہر تنازعہ بھول جائے گا۔

جب تک محمدؐ و علیؑ دونوں قتل نہیں ہو جاتے اس وقت تک ہمارا یہ اتحاد قائم رہے گا۔

جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور کہا اپنے احباب میں سے کسی کو بھیج تاکہ وہ ان سے مقابلہ کرے۔ آنحضورؐ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ انہیں یہ تمام واقعہ سنایا۔ اور فرمایا۔ میں ابوبکرؓ کو بھیجتا ہوں۔ چار ہزار کا لشکر ساتھ ہوگا۔ اگر اس نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا تو فاتح ہو کر واپس آئے گا۔

پھر فرمایا! ابوبکرؓ تیاری کرو۔ آپ نے مہاجرین و انصار میں سے چار ہزار جوان تیار کئے۔ امکانی طور پہ تمام کو ہر ممکن اسلحے سے لیس کیا۔ ہر سپاہی کو سواریاں مہیا کیں۔ اور فرمایا!

ابوبکرؓ! کچھ ہدایات تو عوامی ہیں جو ہر ایک کے سامنے تجھے دیتا ہوں اور کچھ ہدایات مخصوص ہیں جو صرف تجھے دوں گا۔

عوامی ہدایات یہ ہیں کہ: ان کے پاس جا کر پہلے انہیں دعوت اسلام دو اگر وہ قبول کرلیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جنگ کرو۔ اللہ اسلام کو شرمسار نہیں کرے گا۔ فاتح واپس آؤ گے۔

پھر تنہائی میں بلا کر خصوصی ہدایات دیں اور لشکر کو روانہ کر دیا۔

اسلامی لشکر ابوبکرؓ کی سالاری میں بڑی کروفر اور شان و شوکت سے طے منازل کے بعد وادی یالبس میں پہنچا۔ بڑے آرام سے ایک جگہ قیام کیا۔ وادی یالبس والوں کو بھی اسلامی لشکر کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے اپنا تمام لشکر ان کے مقابلہ لگا دیا۔ اور دو سو مسلح آدمی اسلامی لشکر سے بات کرنے کو بھیجے۔

ان لوگوں نے اسلامی سپاہیوں سے آکر پوچھا۔ تمہارا سالار کون ہے؟

انہوں نے ابوبکرؓ کی نشاندہی کی

وادی یالبس والوں نے کہا۔ اپنے سالار سے کہو ہمارے ساتھ بات کرے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے چند سپاہیوں کو لے کر ان کے پاس آئے

وادی یالبس والوں نے کہا۔ آپ لوگ کون ہیں؟ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ہم مکہ سے مہاجر اور مدینہ سے انصار ہیں۔ آپ لوگوں کے پاس اسلام کی دعوت لے کر

آئے ہیں۔ ہمیں ہمارے نبیؐ نے بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا۔ اگر ہم اسلام قبول نہ کریں تو؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ پھر ہمیں جنگ کا حکم ہے۔

انہوں نے کہا۔ کیا تم جنگ کرو گے؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔

تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہماری تعداد کم ہے اس قلیل تعداد سے ہم کیسے جنگ کر سکتے ہیں ویسے اگر جنگ کے بغیر تم کلمہ پڑھ لیتے تو بڑی مہربانی ہوتی۔

انہوں نے کہا۔ ابوبکرؓ! تمہیں معلوم ہے کہ آپ ہمارے دور پرے کے سہی رشتہ دار ضرور ہیں۔ اگر یہ رشتہ کا حیا نہ ہوتا تو ہم آپ کو آپ کے ساتھیوں کو یہیں قتل کر دیتے۔ پھر آپ کو پتہ چلتا کہ ہم کیسی مہربانی کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جان پیاری ہے تو چپ کر کے واپس چلے جاؤ ورنہ کل یہ میدان تمہارا قبرستان ہوگا۔

حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو کر واپس آئے اور اسلامی فوج کو واپس کوچ کرنے کا حکم دیا۔

سپاہیوں نے کہا:

آپ حکم خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کر رہے ہیں ایسا نہ کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ جو کچھ میں دیکھ اور سن کر آیا ہوں۔ وہ تمہیں معلوم نہیں ہے جلدی کرو یہاں سے واپس چلو۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ انہوں نے ہمیں بہت کم مہلت دی ہے۔ اگر انہوں نے حملہ کر دیا تو بے موت مارے جائیں گے۔ ادھر لشکر اسلام واپس ہوا۔ ادھر جبرئیلؑ نے آکر اطلاع دے دی کہ آپ کا لشکر بے نیل ومرام واپس آرہا ہے۔

آنحضورؐ نے صحابہ کو جمع کر کے اطلاع دے دی کہ جبرئیل نے مجھے بتا دیا ہے کہ وادی یابس والوں اور ابوبکرؓ کے مابین کیا بات چیت ہوئی ہے اور ابوبکرؓ اور سپاہیوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔ اب وہ واپس آرہے ہیں۔ آپ نے فریقین کی پوری گفتگو سے صحابہ کو آگاہ کر دیا۔

جب یہ لوگ واپس آگئے۔ تو انہیں کسی کو کچھ بتانا نہ پڑا کیونکہ ہر شخص مطلع ہو چکا تھا۔ البتہ کچھ منافقین نے تصدیق کی خاطر آنے والوں سے پوچھا۔ اور انہوں نے آنحضورؐ کی تصدیق کر دی کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ آپ پھر بالائے منبر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ ابوبکرؓ نے میرا حکم نہیں مانا جو کہ میرا نہ تھا اللہ کا حکم تھا۔ اب میں عمرؓ سے کہوں گا کہ وہ وہی سپاہی لے جائے جو ابوبکرؓ لے کے گئے تھے اور میری ہدایات پر عمل کرے اگر اس نے ایسا کیا تو فاتح واپس آئے گا۔

حضرت عمرؓ گئے۔ وادی یابس والوں نے وہی گفتگو کی جو ابوبکرؓ سے کی تھی۔ عمرؓ نے واپسی کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے عمرؓ سے بھی وہی گفتگو کی۔ اور عمرؓ نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ ادھر یہ لوگ واپس ہوئے ادھر جبریل نے آنحضورؐ کو ان کی واپسی سے بھی مطلع کر دیا۔ آنحضورؐ نے صحابہ کو جمع کر کے عمرؓ کی واپسی سے بھی مطلع کر دیا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے تو آنحضورؐ پھر بالائے منبر تشریف لے گئے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی طرح عمرؓ نے بھی وہ کام کیا ہے جو منشائے خدا و رسولؐ کے خلاف تھا۔ اب میں اسی لشکر کے ساتھ علیؑ کو وادی یابس بھیج رہا ہوں۔ اور حضرت علیؑ کو وہی عمومی اور خصوصی ہدایات دیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو دی تھیں۔ اور حضرت علیؑ کو وادی یابس بھیج دیا۔ وہی لشکر جو پہلے دو مرتبہ جا چکا ہے حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ بیچارے تازہ دم سپاہی مفت میں گھوڑے دوڑا دوڑا کے خستہ حال ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت علیؑ نے جو رفتار رکھی اس نے انہیں اور بھی بدحال کر دیا۔ دو دنوں کا سفر آپ نے ایک دن میں کیا۔ سپاہیوں نے شکوہ کیا۔

یا علیؑ۔ اسی راہ پر ہم اور ہماری سواریاں دوڑ دوڑ کے بے حال ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کی رفتار یہی رہی تو ہم راستہ ہی میں مر جائیں گے۔

آپ نے فرمایا:

گھبراؤ مت۔ خیبر سے زیادہ غنیمت ملے گی۔ اور ہم فتح کئے بغیر واپس نہیں پلٹیں گے۔ جب آپ وادی یابس پہنچے۔ تو انہیں بھی پتہ چل گیا کہ اب علیؑ آیا ہے۔ لیکن حسب معمول انہوں نے دو سو آدمی مذاکرات کی خاطر بھیجے۔ اور واپس جانے کو کہا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو واپس جانے والے تھے وہ چلے گئے ہیں۔ اور میں یا تمہیں دفن کر کے جاؤں گا یا میری لاش یہاں سے جائے گی۔

انہوں نے پوچھا۔ آپ ہیں کون؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میں برادرِ رسولؐ اور دامادِ نبیؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

انہوں نے کہا۔ اچھا ہمیں اب پتہ چلا۔ ہم نے آپ کو غلط مشورہ دیا ہے۔ ہم تو آپ کی تلاش میں آنے والے تھے آپ خود چل کر ہمارے پاس آگئے ہیں۔ ہمیں لات و عزیٰ کی قسم ہے۔ آپ بالکل نہ جائیں اور کل ہماری اور آپ کی جنگ ہو گی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو اسلام قبول کر لو۔ ضد اچھی نہیں ہوتی۔

انہوں نے کہا۔ اب باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اپنا مطلوب مل گیا ہے۔ کل صبح میدان جنگ میں ہماری آپ سے ملاقات ہوگی۔ پھر جیسے لات و عزیٰ نے فیصلہ کیا ہمیں قبول ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا،

ٹھیک ہے۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اور حضرت علیؑ واپس اپنے خیمہ میں آ گئے۔ مصلائے عبادت بچھایا اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ رات ڈھلی نماز تہجد سے فارغ ہوئے۔ اذان کہی۔ سپاہیوں کو جگایا اور فرمایا جلدی نماز سے فارغ ہو کر زین کس لو۔ ہمیں طلوع آفتاب سے پہلے جنگ فتح کرنا ہے۔ سپاہی مصروف کار ہو گئے۔ آدھ گھنٹہ میں اسلامی فوج تیار ہوئی اور آپ نے حملہ کا حکم دیا۔ شب خون ایسا کامیاب ہوا کہ وہ ابھی خواب غفلت میں سو رہے تھے کہ بارہ کا بارہ ہزار تہ تیغ ہو گیا۔ صرف دو آدمی بچے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ گھروں کو منہدم کر دیا گیا۔ سورج نکلا تو بارہ ہزار کی آبادی کو سایہ فراہم کرنے والے مکانات میں سے ایک بھی موجود نہ تھا۔ ادھر فتح کا نقارہ بجا۔ ادھر جبریل صبح ہی صبح ابھی تک آنحضورؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے سورہ والعادیات لے کے آ گیا۔ آپ نے تمام صحابہ کو سورت بھی سنائی اور فتح وادی یابس کا مژدہ بھی دیا۔

جب حضرت علیؑ واپس تشریف لائے آنحضورؐ تین میل بیرون مدینہ استقبال کو گئے۔ حضرت علیؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ سورہ والعادیات سنائی اور فرمایا یا علیؑ بلا جنگ کئے بغیر واپس آنے والوں کا بھی اس سورہ میں تذکرہ ہے۔ ان الانسان لربہ لکنود۔ یقیناً مخصوص فرد انسان اللہ کا کافر ہے۔

انہ علی ذلک لشھید۔	اللہ اس کا گواہ ہے۔
افلا یعلم اذا بعثر مافی القبور و حصل مافی الصدور ان ربھم یومئذ لخبیر۔	کیا وہ نہیں جانتا کہ جب تمام افراد کو قبروں سے اٹھایا جائے گا جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اگلوایا جائے گا۔ یقیناً اللہ ان کی نسبت ان کے رازوں سے زیادہ باخبر ہے۔

۷۔ جنگ وادی ذی خشب:

تفسیر فرات میں زہری سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ کے سوا تمام صحابہ بھی آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک مسافر عرب آیا۔ اور آنحضورؐ کے سامنے دو زانوں ہو کر جھکا اور کہنے لگا۔

اے رسولؐ خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میرا اسلام ہو۔

آنحضورؐ نے جواب سلام کے بعد پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے؟
اس نے عرض کیا۔ قبلہ وادی ذی خشب سے آیا ہوں اور بنی خشعم سے تعلق رکھتا ہوں۔
آپ نے فرمایا:
تیرا اندازہ بتا رہا ہے کہ تو کوئی اطلاع دینا چاہتا ہے
اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ صحیح سمجھے ہیں۔ میں بنی خشعم کے قریب سے گزرا ہوں وہ بھی وادی ذی خشب ہی میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے پانچ سو ایسے جری اور بہادر تیار کیے ہیں۔ جنہوں نے لات و عزیٰ کو سامنے رکھ کر قسم کھائی ہے کہ وہ مدینہ میں جا کر آپ کو اور علیؑ کو قتل کیے بغیر واپس نہ ہٹیں گے۔
یہ سن کر آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور تمام صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عرب کی اطلاع سن لی ہے؟
تمام نے عرض کیا۔ قبلہ سن لی ہے۔
آپ نے فرمایا:
کوئی ہے تم میں سے جو ان پانچ سو کو ٹھکانے لگا کے آئے اور انہیں یہاں مدینہ میں بے چینی پھیلانے سے قبل اپنے انجام کو پہنچا دے۔
زہری نے بتایا ہے کہ مجھے جناب سلمان نے بتایا ہے کہ بھری مسجد میں سے کوئی صحابی نہ اٹھا۔
آپ نے دوسری مرتبہ پھر فرمایا:
تم سب نے اس عرب کی بات سن لی ہے؟
سب نے عرض کیا۔ ہاں حضور سن لی ہے۔
آپ نے فرمایا:
کوئی ہے جو ان لوگوں کو اپنے ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے دخول مدینہ سے روک لے اور ہمیں بھی بچا لے۔ جو بھی جائے گا میں محمدؐ اس کی فتح اور جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
کوئی صحابی نہ اٹھا۔
آنحضرتؐ آبدیدہ ہو گئے اور تیسری مرتبہ پھر پوچھا۔ کیا تم نے اس عرب کی خبر سن لی ہے؟
سب نے کہا قبلہ سن لی ہے۔ اتنے میں حضرت علیؑ داخل مسجد ہوئے۔ آپ نے آنحضورؐ کی آنکھوں سے ڈھلکتے ہوئے دو موتی دیکھے آگے بڑھے اپنا سر آپ کے قدموں پہ رکھ کر عرض کیا۔
قبلہ اللہ آپ کو نہ رلائے۔ کہیں امت کے سلسلہ میں تو کچھ نازل نہیں ہوا؟
آپ نے فرمایا:
یا علیؑ امت پر جو کچھ گذر رہی ہے اگر اس کے سلسلہ میں بھی کچھ اترے تو بعید نہیں ہے۔ اس عرب نے اطلاع

دی ہے کہ بنی خثعم نے پانچ سو جوان تیرے اور میرے مارنے کی خاطر تیار کیا ہے اور وہ مسلح ہو کر سوئے مدینہ روانہ ہیں۔ میں نے دو مرتبہ صحابہ سے پوچھا ہے۔ کہ کوئی ہے جو انہیں مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے روک لے اور اُن کو اپنے انجام تک پہنچائے۔ میں نے جنت کی ضمانت بھی دی ہے اور فتح کی بشارت بھی سُنائی ہے لیکن کسی نے مجھے جواب تک نہیں دیا۔ اب یہ بھی بتا رہا ہوں کہ جو شخص اس مہم پہ جائے گا جنت میں اسے بارہ محلات بھی ملیں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا، قبلہ آپ محلات کی تعریف تو فرما دیں ممکن ہے کسی کے دل میں ان کی تعریف سن کر شوق پیدا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا:

ان محلات کی دیواریں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے چنی ہوں گی۔ مشک و عنبر کا گارا ہو گا۔ دُر و یاقوت کی چپس سے فرش ہو گا۔ زعفران کی مٹی ہو گی۔ ان محلات میں سے ہر محل کے صحن میں چار نہریں بہتی ہوں گی۔ ایک نہر دودھ کی۔ ایک شراب طہور کی۔ ایک خالص شہد کی اور ایک خالص ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی ہو گی۔ ان نہروں کے کناروں پر نوع بنوع کے درخت ہوں گے۔ نہروں کی زمین پر مرجان ہو گا۔ نہروں کے کناروں پر در سفید کے خیمے نصب ہوں گے ان خیموں میں ایسی حوریں ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈی میں گودا نظر آئے گا۔ ہر خیمہ میں چاندی کا پلنگ ہو گا۔ ہر پلنگ کے پائے یاقوت سرخ سے بنے ہوں گے۔ ایک پلنگ پہ ایک حور ہو گی۔ ہر حور پہ ستر حلہ زبرجد سبز سے جڑا ہوا ہو گا ہر حور کی ستر مینڈھیاں ہوں گی۔ ہر مینڈھی ایک کنیز کے ہاتھ میں ہو گی جسے وہ سنوار رہی ہو گی۔

جب آپ نے فرمایا:

صحابہ کی طرف دیکھا لیکن کوئی بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے اجازت دیں اور کوئی بھی جانے پر راضی نہیں ہے۔ آپ منبر سے اترے ڈیڑھ سو سپاہی تیار کئے اور حضرت علیؑ کو بھیج دیا۔

ابن عباس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ان پانچ سو افراد کے مقابلہ میں علیؑ کو ڈیڑھ سو دے کر بھیج رہے ہیں جن کی کمان حارث ابن مکیدہ جیسا شخص کر رہا ہے جو تنہا پانچ سو کا مقابلہ کرتا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

ابن عباس اب خاموش رہ کسی کے بولنے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی جاتا محمدؐ کی دعا اس کے ساتھ ہوتی اور وہ فاتح ہو کر واپس آتا۔ علیؑ کے ساتھ دعائے محمدؐ ہے علیؑ فاتح ہی ہو کر آئے گا۔

حضرت علیؑ ڈیڑھ سو سپاہی کو لے کر روانہ ہوئے۔ مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر گئے تو سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے اسی جگہ قیام کا حکم دیا۔ رات گذر گئی۔ صبح کو حضرت علیؑ نے اذان کہی۔

کفار نے صدائے اذان سنی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ شاید ہمارا لشکر ہمارے قریب ہی کہیں ہے۔ نماز ختم ہوئی آپ نے پرچمدار سے فرمایا۔ علم بلند کر دے۔ جب علم بلند ہوا تو کفار نے علم دیکھ لیا اور انتہائی تیزی سے علم کی جانب بڑھے۔ جب قریب آئے اور علم دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارا سفر آسان ہو گیا ہے۔ اب مزید آگے نہیں جانا پڑے گا۔ کام بن گیا ہے۔ شاید محمدؐ اور اس کے ساتھی ہیں۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ یہ لوگ تعداد میں بھی کم ہی ہیں۔

ان میں سے ان کا ایک غلام آگے بڑھا جو شجاعت اور دلیری میں کسی سے کم نہیں تھا۔ اس نے آواز دے کر کہا۔

اے جادوگر کے ساتھیو! تم میں سے جو بھی محمدؐ ہے وہ مقابلہ میں آئے ہم اسی کے لیے آ رہے تھے۔

حضرت علیؑ آگے بڑھے اور فرمایا۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ محمدؐ نبی برحق ہے اور حق کی طرف سے آیا ہے تو جادوگروں کا پٹھو ہے۔

اس نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میں علیؑ ابن ابی طالبؑ محمدؐ کا بھائی اور داماد ہوں۔

اس نے کہا واقعاً تجھے محمدؐ سے اتنا قرب حاصل ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہاں یہی مقام ہے۔

اس نے کہا پھر تو جیسا محمدؐ ویسا تو۔ ہمارے لیے تم دونوں برابر ہو۔ خواہ تو مارا جائے یا محمدؐ ہمارا ایک کام تو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے حضرت علیؑ پر حملہ کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اس کا حملہ روک کر جوابی حملہ کیا اور اسے فی النار کر دیا۔

اب حضرت علیؑ نے آواز دی۔ ھل من مبارز۔ ہے کوئی جو میدان میں آئے؟

اس غلام کا بھائی جو بھائی ہی کی طرح بہادر اور دلیر تھا آگے بڑھا۔ رجز خوانی کی جواب میں حضرت علیؑ نے بھی رجز پڑھا۔ مقابلہ ہوا اسے بھی حضرت علیؑ نے بھائی کے پاس بھیج دیا۔ اور پھر مبارز طلبی کی۔

اب حارث ابن مکیدہ آگے بڑھا۔ رجز خوانی کی۔ لات وعزی کی تعریف میں اشعار پڑھے۔ جواب میں حضرت علیؑ نے بھی رجز خوانی اور رسولؐ و ذات احدیت کی شان بتائی۔ مقابلہ ہوا۔ یہ بھی واصل جہنم ہوا۔ حضرت علیؑ نے پھر مبارز طلبی کی۔ حارث کا بھائی عمرو ابن ابوالفتاک مقابلہ میں آیا۔ وہ بھی اپنے چچا زاد بھائی حارث کے پاس جہنم رسید ہوا۔ حضرت علیؑ نے پھر مبارز طلبی کی۔ اب مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ حضرت علیؑ

نے ان پر حملہ کر دیا۔ لڑنے والوں کو آپ نے تہ تیغ کر دیا۔ بچ جانے والوں کو قیدی بنایا۔ اور واپس پلٹے۔ جبرئیل نے آنحضورؐ کو وادی ذی خشب کی فتح کی اطلاع دی۔ آنحضورؐ نے بیرون مدینہ آ کر استقبال کیا۔ اور فرمایا۔

یا علیؑ! میں نے حضرت موسیٰؑ کی طرح اللہ سے دعا کی تھی کہ تجھے میرا زور کمر اور میرا شریک کار بنائے۔ اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ پھر آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

علیؑ کی محبت میں مجھے طعنہ زنی نہ کیا کرو۔ میں اپنی طرف سے محبت نہیں کرتا مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں علیؑ سے محبت کروں یاد رکھو۔ جو علیؑ سے محبت رکھے گا گویا اس نے مجھ سے محبت رکھی ہے۔ جو مجھ سے محبت رکھے گا گویا اس نے اللہ سے محبت رکھی ہے اور جو اللہ سے محبت رکھے گا وہ اللہ کا محبوب ہوگا جس نے علیؑ سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے مجھ سے بغض رکھا گویا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ سے بغض رکھا وہ اللہ کا مبغوض ہوگا۔ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

یقین رکھو اگر مجھے اپنی امت کے افراد کا خیال نہ ہوتا کہ وہ علیؑ کو حضرت عیسیٰؑ کا مقام دے کر اس کی عبادت کرنا شروع کر دیں گے تو میں محبت علیؑ کے وہ فضائل بیان کرتا کہ علیؑ جس گلی سے گذرتا لوگ علیؑ کی خاک پا کو تبرکاً اٹھاتے جاتے۔

۸۔ جنگ بئر الالم:

کنز الواعظین میں ابو سعید خدری اور حذیفہ ابن یمان سے مروی ہے کہ جب نبی اکرمؐ جنگ ذات السلاسل سے فاتح و کامران واپس پلٹ رہے تھے۔ تو ایک ایسے صحرا سے گزرے جہاں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ درخت تھے۔ مگر خشک ہوا کا ہر جھونکا آگ سے مل کر آتا تھا۔ گرمی کی شدت و حدت ہر لمحہ بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ کہیں سایہ نظر آتا تھا اور نہ سایہ دار درخت۔ زمین آگ اگل رہی تھی اور آسمان آگ برسا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ پیاس نے ستانا شروع کر دیا۔ اور پانی کا ذخیرہ ختم ہونے لگا آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ پورے لشکر میں پانی کی ایک بوند تک نہ رہی۔ صحابہ کی پیاس سے زبانیں لٹکنے لگیں۔

آنحضورؐ نے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس صحرا کا کیا نام ہے؟

عمرو ابن امیہ نے عرض کیا۔ قبلہ اسے وادی کثیب ازرق کہتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو جانے کا راستہ نہیں ملتا۔ ٹھہرنے والوں کو ایک پتے کا سایہ میسر نہیں آتا۔ اگر کوئی قافلہ آتا ہے تو نابود ہو جاتا ہے اور کوئی لشکر آتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے۔ یہاں کسی طرف جانے کا نہ کوئی راستہ ہے اور نہ ہی آنکھیں اس کی حد دیکھ سکتی ہیں۔ انسان کبھی یہاں آباد نہیں ہوئے اور جنوں نے کبھی اس جگہ کو چھوڑا نہیں۔

جب آنحضورؐ اور مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہیں پیاس بھول گئی اور جان کے لالے پڑ گئے۔ بعض افراد تو بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے اور کہنے لگے۔ قبلہ یہاں تو ہمارا نشان قبر بھی نہیں بنے گا انسانوں

سے تو ہم لڑتے رہے ہیں اب جنوں سے مقابلہ کون کرے گا۔ پھر سب کے سب آنحضورؐ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ جوڑ کر عرض کرنے لگے۔ قبلہ ہمیں یہاں سے نجات دلوائیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا:

اے مسلمانو! کسی کو معلوم ہے کہ یہاں ایک کنواں ہے وہ کہاں ہے؟ میں اطلاع دینے والے کو جنت کی بشارت دوں گا۔

عمرو ابن امیہ نے عرض کیا۔

قبلہ کنواں بھی مجھے معلوم ہے کہ کہاں ہے اور اس کا نام بھی میں جانتا ہوں۔ اس جگہ سے فلاں طرف اتنے فاصلہ پر کنواں ہے اور اسے بئر الالم کہتے ہیں۔ اس کا پانی تو برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا اور لذیذ ہے۔ لیکن آج تک کوئی خوش نصیب اسے چکھ تک نہیں سکا۔ کیونکہ یہاں جنات کا قبضہ ہے اور یہ وہ جنات ہیں جنہوں نے جناب سلیمانؑ کی اطاعت سے بھی انکار کر دیا تھا۔ جو بھی پانی پینے جاتا ہے اس پر آگ کے شعلے پھینکتے ہیں، ہر طرف دھواں دھار کر دیتے ہیں۔ پانی کے خواہشمند دھواں میں گھر کر پانی بھول کر جان بچانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ لشکروں کو جلا ڈالتے ہیں۔

ا۔ تبع یمانی اپنے لشکر کے ساتھ اترا تھا جنات نے اس کے لشکر میں سے دس ہزار سپاہی پھونک ڈالے تھے۔

ب۔ برہام ابن فارس کو بھی کنوئیں کی فتح کا شوق تھا جنات نے اس کے لشکر کے چار حصے نذر آتش کر دیئے تھے۔

ج۔ سعد ابن برزق کنوئیں کو فتح کی کوشش میں بیس ہزار سے زائد سپاہیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

مقتولوں کی کھوپڑیاں شتر مرغ کے انڈوں کی طرح کنوئیں کے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔

آنحضورؐ نے یہ سن کر لاحول ولا قوۃ پڑھا۔ پھر کہا۔ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے فکر ہو کر یہیں خیام لگا دو اب مزید سفر کرنے کی ہمت سواریوں میں نہیں ہے۔ جو اللہ مناسب سمجھے گا وہی کرے گا۔

اترنے کو تو مسلمان اتر گئے۔ خیمے بھی لگا دیئے۔ لیکن پیاس کے مارے برا حال تھا۔ ایک طرف خوف کی شدت تھی اور دوسری طرف پیاس کی حدت تھی۔ گرمی تھی کہ کم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ ہر لمحہ انگاروں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اے مسلمانو! کوئی ہے جو کنوئیں سے پانی لائے اگر وہ اس راہ میں شہید ہو گیا یا زندہ واپس آ گیا۔ جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ابوالعاص ابن ربیع اٹھا اور عرض کی۔ قبلہ میں نے یہ کنواں دیکھا ہوا ہے۔ میں پہلے بھی ایک قافلہ کے ساتھ اس کنواں پر آچکا ہوں۔ اور ہم اپنے کافی ساتھیوں سے محروم ہو کر رہ گئے تھے۔ کیونکہ وہی بچے تھے جنہیں ان کے گھوڑے ہی لے کر گئے تھے۔ لیکن اس وقت مسلمان نہ تھے۔ اب بحمد اللہ مسلمان ہیں اور آپ جیسا راہبر و راہنما ہمارا نگران ہے۔ آپ اجازت دیں میں جاتا ہوں۔ آنحضورؐ نے ابوالعاص کو ڈھیروں دعائیں دیں اور فرمایا۔ ایمان اسی طرح ہونا چاہیئے جس طرح تیرا ہے۔ بسم اللہ دس ساتھی اور کچھ مشکیزے لے جاؤ اگر کامیاب ہو گئے تو فبہا ورنہ ہمارے لیے جنات سے جنگ کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ میں اپنی طرف سے ابتداء نہیں کرنا چاہتا۔

ابوالعاص دس صحابہ اور مشکیزے لے کر کنوئیں کی طرف چلا۔ عمرو ابن امیہ بھی ان میں تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ جب ہم کنوئیں کے قریب پہنچے تو خوفناک قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم نے تلاوت قرآن شروع کر دی ہم آگے بڑھتے گئے اور آوازیں بلند تر ہوتی گئیں۔ جب ہم کنواں کے کنارے پہنچے تو ایک سیاہ دیو کنواں سے باہر نکلا جو بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے سروں تک چھا گیا۔ اس کا قد کھجور کی مانند اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکدار تھیں اور ان سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ بجلی کی گرج کی طرح اس نے ایک ایسی ہیبت آواز نکالی کہ زمین میں زلزلہ آگیا۔ ہم لرز کر بیٹھ گئے۔ اب ہمارے اندر تو لڑائی کا حوصلہ بھی نہ تھا۔ ابوالعاص نے کہا میرے بھائیو موت کا قرب ہمیں قدم قدم پر اللہ کے قریب کرتا ہے۔ تم ایسا کرو واپس قافلہ میں چلے جاؤ اور مجھے ان کے پاس رہنے دو اگر میں کامیاب ہو گیا تو آجاؤں گا اور اگر کامیاب نہ ہو سکا تو میرا آخری سلام آنحضورؐ کی خدمت میں پہنچا دینا۔

یہ کہہ کر ابوالعاص نے تلوار بے نیام کی اور دیو کی طرف بڑھے۔ رجز خوانی کی۔

دیو نے کہا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ اس کنوئیں میں سرکش حکمرانوں کی حکومت ہے؟

کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم نے سلیمان ابن داؤد کی اطاعت کرنے سے کھلا انکار کر دیا تھا؟

شاید تو نہیں جانتا کہ قوم عاد کو ہم نے بے موت مار ڈالا تھا؟

کاش تجھے معلوم ہوتا کہ گذشتگان میں سے جو بھی یہاں آیا ہے اس کا کیا حشر ہوا ہے؟

ابوالعاص نے کہا میرے جاننے اور نہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اب تمہارا واسطہ پہلے جیسوں سے نہیں ہے۔ اگر خوشی برضاء اطاعت نبی الانبیاءؐ قبول کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ ورنہ مجبور ہو کر بھی تمہیں اطاعت تو بہر صورت کرنا ہی پڑے گی۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہم انصار خدا اور خادمان مصطفیٰؐ ہیں۔ آگے سے ہٹ جا مجھے پانی لینے دے۔ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے ہمیں صرف پانی کی ضرورت ہے۔ پانی لینے دو نہ تم ہمیں چھیڑو اور نہ ہم تمہیں چھیڑتے ہیں۔

ابھی تک ابوالعاص نے بات مکمل نہیں کی تھی کہ دیو نے ایک خوفناک آواز نکالی جس سے ہمارے دلوں

نے دھڑکنا بھی چھوڑ دیا۔ ہم بیساختہ وہیں گر گئے۔ پھر وہ دیو آگے بڑھا اور ابوالعاص کو اپنے سینہ کے نیچے دے لیا۔ ہمیں ایسے نظر آتا تھا کہ ابوالعاص اس کے مقابلہ میں اس طرح ہے جس طرح باز کے پنجہ میں چڑیا ہوتی ہے۔ چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ ہم نے ابوالعاص کو کوئلہ کی طرح بے جان دیکھا۔ دیو ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ ہم لرزتے کانپتے آہستہ آہستہ ابوالعاص کی طرف بڑھے۔ ہم قریب گئے اور دیکھا تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ابوالعاص جل چکا ہو۔ ہم وہیں کھڑے ہو کر بین کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ہمیں اس وقت پتہ چلا جب دھوئیں کا ایک طوفان کنوئیں سے برآمد ہو کر ہمارے گرد پھیلنے لگا۔ اور کنوئیں سے مختلف قسم کی صورتیں اور شکلیں باہر نکلنے لگیں۔ یہ دیکھ کر ہم تو بھاگ کھڑے ہوئے ہم روتے پیٹتے اور چیختے چلاتے قافلہ میں آئے۔ دیکھا تو آنحضورؐ اور صحابہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ قبلہ یہاں کیا ہوا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

جو خبر تم لے کے آئے ہو جبرئیلؑ ہمیں بتا گیا ہے۔ ابوالعاص کو جنات نے شہید کر دیا ہے اب ہمارے لیے ان سے جہاد جائز بلکہ واجب ہو گیا ہے۔

اکثر صحابہ تو تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور کچھ پریشان حال تھے۔ چند ایک مطمئن اور ابوالعاص کے غم میں نوحہ کناں تھے۔

حضرت علیؑ جو آنحضورؐ کے حکم سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اسی دوران دور سے آتے ہوئے نظر آئے آنحضورؐ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں اب مشکل کشا آ گیا۔ اتنے میں حضرت علیؑ قافلہ میں پہنچ گئے۔ تمام مسلمان آپ کو دیکھ کر رونے لگے۔ نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ اگر تھکان ہو تو اتار لو اور پانی لاؤ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ جب مجھے آپ کی طرف سے کوئی حکم مل جاتا ہے۔ میری تھکان دور ہو جاتی ہے۔ اب میں تازہ دم ہو گیا ہوں۔ آپ اجازت مرحمت فرمائیں۔ تاکہ میں اس پیاسے لشکر کو پانی پلالوں۔

تمام لشکر کی باچھیں کھل گئیں اور حضرت علیؑ کو دعائیں دینے لگے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بسم اللہ یا علیؑ جاؤ۔ اور انہی صحابہ کو ساتھ لے جاؤ۔ جو ابوالعاص کے ساتھ گئے تھے۔

عمرو ابن امیہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ روانہ ہوئے آپ نے علم ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا پھریرا لہرایا اور ہمیں فرمایا اس کے پیچھے آ جاؤ ہم علم کے سایہ میں چلنے لگے۔ ہم تلاوت قرآن کر رہے تھے اور حضرت علیؑ زیر لب کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم بئر الالم پہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت علیؑ نے باواز بلند تکبیر کہی اور جاء الحق کی آیت پڑھی۔

یہ آیت سنتے ہی جیسے جنوں میں طوفان آ گیا۔ تمام کنواں کھولنے لگا۔ پھر وہی جن جس نے ابوالعاص کو شہید کیا تھا۔ کنوئیں سے باہر نکلا۔ لیکن اب ہیبت اور قد میں پہلے سے کئی گنا زیادہ تھا۔ حضرت علیؑ کی طرف

بڑھ کر کہنے لگا۔!

اے ہمارے گھر میں آنے والے! ہمارے پاس آنے والے! تو کون ہے؟ ہم لوگ آج تک کسی کو اس طرف قدم نہیں دھرنے دیا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ اس طرف تو آنکھ اٹھا کر بھی کوئی نہیں دیکھتا۔ اس طرف تو بکری کو چرنے کی خاطر کوئی نہیں چھوڑتا۔ ہم نسل ابلیس سے جن ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے سرکش شیطان! جھک نہ مار۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟

آج تک جن سے بھی تیری ملاقات ہوئی ہے۔ میں ان تمام سے مختلف ہوں۔ میں نہ بجھنے والا نور خدا ہوں۔ میں گہوارے میں خطرات سے کھیلنے والا بچہ ہوں۔ میرا نام سن کر بڑے بڑے شہ زوروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ میرے سامنے بڑے بڑے لشکروں کے قدم نہیں ٹکتے۔ میں مظہر العجائب علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

یہ سن کر دیو نے ابوالعاص کی طرح حضرت علیؑ پر حملہ کرنا چاہا۔

حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر ہاشمی گرج سے اسے دور کر دیا۔ ہمیں ایسے محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ پھر آپ نے ذوالفقار سے وار کیا۔ اور وہ عفریت دو نیم ہو گیا۔

پھر آپ نے ہمیں فرمایا: مشکیزے لے آؤ۔ قیس ابن سعد کہتا ہے کہ ہم نے اس دن حضرت علیؑ کا غصہ دیکھا آنکھیں انگارہ کی طرح سرخ تھیں۔ پیشانی عرق آلود تھی۔ اسی اثنا میں ایک اور دیو کنوئیں سے برآمد ہوا ساتھ ہی دھوئیں کا بادل بھی نکلا۔ دھوئیں کے بادل سے آگ کے شعلے ہم پر برسنے لگے۔ ہم آیات قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور حضرت علیؑ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ پھر ہر شکل صورت میں جنات کنوئیں سے برآمد ہونے لگے۔ غول در غول خنزیر۔ بندر۔ ریچھ۔ ہاتھی۔ شیر۔ چیتے۔ بھیڑیئے اور نامعلوم کیا کیا ہم نے دیکھا۔ ہم قرآن بھی پڑھتے تھے اور کانپتے بھی تھے۔ حضرت علیؑ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا۔ گھبرانا مت۔ اب ہر لمحہ سنگین تر ہوتا جائے گا لیکن بالآخر فتح اسلام کی ہوگی۔ اور ہم صرف پانی لے کر نہیں جائیں گے بلکہ انہیں دائرہ اسلام میں بھی داخل کریں گے۔

ہماری آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ہم پسینہ سے تر ابور تھے۔ لیکن کمال ہے کہ علیؑ کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر کنوئیں سے ایک عظیم شہاب ثاقب نکل کر آسمان کی طرف گیا جس کے بعد ہمارے درمیان تاریکی کا ایسا جال بچھ گیا کہ نہ تو ہم ایک دوسرے کی آواز سن سکتے تھے اور نہ ہی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

حضرت علیؑ نے باآواز بلند فرمایا:

اے گروہ جن وشیاطین۔ ہم تمہاری ان رنگا رنگ شکلوں سے نہیں ڈریں گے۔ بھلا خود ہی بتاؤ کیا تمہارے

خالق نے تمہیں یہ اجازت دی ہے کہ کسی مسافر کو پانی نہ پینے دو۔ یا تم نے اللہ پر بہتان باندھ رکھا ہے۔
پھر آپ نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی تک آپ کی تلاوت ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ تاریکی کا بادل یکایک چھٹ گیا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوگئے۔ آگ ختم گئی۔ دھواں غائب ہوگیا۔

حضرت علیؑ نے ہمیں اپنے قریب بلایا۔ ہم کنوئیں کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے۔ آپ نے رسی کے ساتھ ڈول باندھا۔ اور اسے کنوئیں میں لٹکایا۔ ابھی تک ڈول تہ تک نہ پہنچا تھا کہ رسی کٹ گئی اور ڈول خالی باہر آگیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

رسی کاٹنے والے! اب باہر آکر مقابلہ کر۔ ایک دیو باہر نکلا اس نے رجز خوانی کی ابھی تک وہ رجز خوانی کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ نے تلوار کے وار سے اسے فی النار کر دیا۔ آپ نے پھر ڈول ڈالا۔ جنات نے پھر رسی کاٹ کر ڈول کو خالی باہر پھینک دیا۔ حضرت علیؑ نے پھر فرمایا۔ جس نے رسی کاٹی ہے میں اسے دعوت دیتا ہوں۔ باہر آکر لڑے۔ پھر ایک دیو باہر آیا۔ حضرت علیؑ نے اسے بھی واصل جہنم کیا۔ پھر آپ نے ڈول ڈالا جنات نے پھر ڈول کو رسی سے کاٹ کر باہر پھینک دیا آپ نے پھر دعوت مبارزت دی۔ لیکن اب کی بار باہر کوئی نہ نکلا آپ نے دوسری مرتبہ دعوت دی۔ پھر بھی کوئی نہ نکلا۔ آپ نے تیسری مرتبہ دعوت دی۔ کنوئیں سے آواز آئی اگر اتنے بہادر ہو تو کنوئیں میں آجاؤ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میرا کنوئیں میں آنا تمہیں مہنگا پڑے گا۔ بہتر تھا۔ کلمہ پڑھ لیتے اور مجھے پانی لے کر جانے دیتے اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ حضرت علیؑ نے رسی اپنی کمر سے باندھی۔ بے نیام تلوار ہاتھ میں لی اور ہمیں فرمایا: مجھے کنوئیں میں لٹکا دو۔

ہم نے قدموں میں پڑ کر عرض کیا۔ قبلہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کنوئیں سے باہر یہ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ کنوئیں کے اندر تو ان کی جارحیت اور بڑھ جائے گی۔ ہم کس منہ سے آنحضورؐ کو جواب دیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تمہیں میرے آقا و مولیٰ کی قسم ہے۔ مجھے لٹکا دو ورنہ میں چھلانگ مار دوں گا۔ جب ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؑ باز نہیں آرہے۔ ہم نے مجبوراً آپ کو کنوئیں میں لٹکایا۔ ابھی چند ہاتھ ہی رسی گئی ہوگی کہ انہوں نے رسی کو کاٹ دیا۔ اب ہمارے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ہم بین کر کر کے رونے لگے۔ ہمیں یقین ہوگیا کہ اب حضرت علیؑ کو نہ دیکھ سکیں گے۔

کافی دیر بعد ہم نے آواز دی۔ اے ابوالحسنؑ! ہمیں کوئی جواب نہ ملا۔ ہم نے مسلسل آوازیں دینا شروع

کردیں۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ ہم یہی سمجھے کہ حضرت علیؑ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم ارادہ کر رہے تھے کہ اب واپس جائیں کہ اچانک کنوئیں کے اندر سے حضرت علیؑ کی صدائے تکبیر بلند ہوئی۔ ہمیں حوصلہ ہو گیا کہ تا حال زندہ ہیں پھر ہم نے ایک شور سنا ہر طرف سے آواز آ رہی تھی۔

اے فرزند ابو طالبؑ ہمیں امان دیں۔

حضرت علیؑ فرما رہے تھے۔ اب کاہے کی امان۔ اب وہ وقت گزر چکا ہے۔ جب تک کلمہ نہیں پڑھو گے اس وقت تک کوئی امان نہیں جب تک مجھے قسم نہ دو گے کہ آج کے بعد تا قیامت جو بھی کنوئیں سے پانی پینے آئے گا اسے تنگ نہیں کرو گے۔ اس وقت تک امان نہیں ملے گی۔

پھر یکایک خاموشی چھا گئی۔ نہ حضرت علیؑ کی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ جنات کی۔ اسی اثنا میں کافی وقت گزر گیا کہ ہم نے دیکھا۔ آنحضورؐ چند صحابہ کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ ہم پھر مطمئن ہو گئے کہ خیریت ہے اور سب اچھا ہے۔ اگر حضرت علیؑ کو کچھ ہو گیا ہوتا تو جبریل نے ضرور آ کر آنحضورؐ کو مطلع کیا ہوتا اور آپ اس طرح نہ مسکراتے۔

کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا ابا الحسنؑ! کنوئیں سے حضرت علیؑ نے عرض کی۔

لبیک لبیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی اللہ فداك ابی و امی و روحی یا خیر الانبیاء ابھی حاضر ہوا۔ بس اب میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں پانی آپ کے قافلہ میں ملے گا

ہم کنوئیں کے اندر جھانک رہے تھے کہ حضرت علیؑ کو رسی سے نکالیں گے کہ ہم نے دیکھا حضرت علیؑ آنحضورؐ کے پہلو میں کھڑے مسکرا رہے تھے۔ یا علیؑ! بیس ہزار قتل ہو گئے ہیں۔ اور چوبیس ہزار قبائل نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔

آنحضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ آؤ واپس چلیں۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ پانی لینے آئے تھے۔ لشکر پیاسا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اب ہم پانی لے کر نہیں جائیں گے۔ ہمیں وہیں پانی ملتا رہے گا۔ جب ہم قافلہ میں واپس آئے تو پورے قافلہ کے مشکیزے پانی سے پُر تھے۔

۹۔ جنگ قصر الذہب:

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کے حکم سے حضرت علیؑ سر بہ ذات النخظ پر گئے۔ اور کامیاب و کامران واپس پلٹ رہے تھے کہ راستہ میں عرب کے چند لوگ آئے انہوں نے عرض کیا۔

یا علیؑ!

ہمارے قریب میدان میں ایک محل ہے اس میں ایک سانپ رہتا ہے۔ اس نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ ایک پھونک سے سب کچھ جلا ڈالتا ہے۔ اب تو اس نے راستہ روکنا بھی شروع کر دیا۔ جو مویشی جاتے ہیں انہیں نگل لیتا ہے جو انسان جاتا ہے اسے نگل لیتا ہے۔ ہماری زندگی موت سے بدتر ہو چلی ہے فی سبیل اللہ آپ ہمیں اس سے نجات دیں۔

جناب عمار فرماتے ہیں کہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا! عمار، مقداد، اور زبیر مجھے صبح تک اس محل کی پوری حقیقت سے واقفیت چاہیئے۔ ہم حضرت علیؑ کے حکم سے گھوڑوں پہ سوار ہو کر قصر الذہب کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم قصر الذہب کے قریب پہنچے تو ہم نے گھوڑوں سے اتر کے قیام کا ارادہ کیا۔ اور خیال یہی تھا کہ اب دیر ہو چکی ہے۔ صبح قصر الذہب کے اندر جائیں گے۔ اب یہیں قیام کرتے ہیں۔

اس مشورہ کے بعد ہم سو گئے جب صبح کو اٹھے تو ایسے معلوم ہوا جیسے قصر الذہب ہم سے تین میل دور ہٹ گیا ہے۔ جس زمین پہ ہم بیٹھے تھے اسے دیکھا تو وہ مٹی نہیں بلکہ راکھ تھی۔ ہم اسی حیرت میں تھے کہ قصر الذہب کی طرف سے ایک چنگاری سی ہماری طرف بڑھی بڑھتے بڑھتے شعلہ بن گئی۔ پھر دھواں اٹھنے لگا۔ دھوئیں سے ہم تو یہ دیکھ کر غرق حیرت میں غرق ہو گئے ہماری آنکھیں جیسے مسدود ہو گئیں۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کالی رات کی طرح سیاہ پہاڑ ہے جو کبھی دم کے بل اور کبھی سر کے بل کھڑا ہوتا ہے کبھی پیٹ کے بل رینگنے لگتا ہے۔ جب معاملہ ذرا واضح ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ اژدہا ہے۔ جس کا سر کم از کم ہماری توضیح سے ماورا تھا اس کا رخ ہماری طرف تھا جونہی ہمارے گھوڑوں کے نتھنوں میں اس کی بو سی آئی تمام گھوڑے بدک کر بھاگ کھڑے ہوئے اب جو ہم نے محل کو دیکھا تو وہ ہمیں کوسوں دور نظر آیا۔ اور اژدہا کی آنکھوں سے نکلنے والی چنگاریوں کی گرمی ہمیں اپنے قریب محسوس ہونے لگی۔ اور دھواں ہمارے مسام میں سرایت کرنے لگا۔ ہم سب کے سب بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا۔ تو سب نے یہی فیصلہ کیا کہ واپس چلیں اور آقا کو اس بلائے بیدرماں سے مطلع کریں۔ ہم واپس اپنے نقش پا تلاش کرتے ہوئے کافی دور پیدل چلے تو جب کہیں ہمیں اپنے گھوڑے پھنکارتے ہوئے نظر آئے گھوڑوں کی حالت ایسی تھی جیسے ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس بڑی مشکل سے پہنچے۔

حضرت علیؑ نے ہمارے اڑے ہوئے رنگ اور موت دیدہ صورتیں دیکھ کر فرمایا۔ کیا بات ہے تمہارے جسم میں خون نظر نہیں آتا چہروں پہ ہوائیاں اڑ رہی ہیں؟

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ جو کچھ ہم پر بیتی ہے اور جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ ہماری زبان اسے بیان کرنے سے

تفاصر ہے،

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو کچھ بھی تم نے دیکھا ہے وہ بتاؤ۔ میں اب ضرور جاؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کروں گا۔ جس نے تمہیں موت کے کنارے پہنچایا ہے۔

ہم نے عرض کیا۔ قبلہ وہ محل نہیں ہے موت کا اڈہ ہے۔ اس کے گرد اگرد پانی کی بہتات ہے وافر مقدار میں چراگاہیں ہیں۔ لیکن کوئی اس پانی اور ان چراگاہوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر جو ہم بتا سکتے تھے بتایا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

آنحضورؐ نے مجھ سے عہد لے رکھا ہے کہ میں کبھی بھی ان کے مشورہ اور ان کے علم میں لائے بغیر تلوار بے نیام نہیں کروں گا۔ تم میں سے کوئی میرا خط آنحضورؐ کے پاس لے جائے اور ان سے حکم لائے اگر انہوں نے اجازت دے دی تو پھر قصر الذہب کو فتح کئے بغیر مدینہ نہیں جاؤں گا

عمرو ابن امیہ نے عرض کیا۔ قبلہ یہ خدمت میں کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ ایسی دعا فرمائیں کہ میرا سفر کم سے کم ہو جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تو ابھی مدینہ پہنچ جائے گا۔ پھر حضرت علیؑ نے حسب ذیل خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ علی ابن ابی طالبؑ افضل مخلوق خدا۔ امین ذات احدیت۔ نور ہدایت اور چراغ راہنمائی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ

میں عامر ابن حجاج کے قبیلہ کے پاس آپ کے حکم کی تعمیل میں گیا۔ انہیں دعوت اسلام دی۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ میں نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ ان سے حق خدا اور رسولؐ وصول کر لیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ صرف سن رسیدہ بوڑھے ان میں سے بچ گئے تھے۔ یا کمسن بچے رہ گئے تھے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ ان کی سرزمین کے عمدہ اور شاداب ترین علاقہ میں ایک قصر الذہب ہے۔ اس پہ ایک عظیم اژدہا نے قبضہ کر رکھا ہے۔ آج تک اس سے عظیم اژدہا نہ سننے میں آیا ہے اور نہ دیکھنے میں۔ میرے خیال میں یہ جن سے اژدہا ہے اور اس قوم کے سرکش جنات نے راستے روک رکھے ہیں بہت سی انسانی جانیں تلف کر چکے ہیں۔ میں نے مقداد اور چند دوسرے صحابہ کو وہاں بھیجا تھا۔ انہوں نے اسے دیکھا تو ہے۔ لیکن اس کے قریب نہیں جا سکے۔ گھوڑے دھوئیں کی بو پا کر واپس بھاگ کھڑے ہیں۔ تمام مسلمان

غش کھا گئے تھے۔ حامل رقعہ عمرو نے بھی بچشم خود اسے دیکھا ہے۔ جس وقت یہ میرے پاس آئے ہیں میں نے بلا تاخیر عمرو کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اب مجھے حکم فرمائیں اللہ کی بے شمار رحمتیں آپ کے شامل رہیں انشاء اللہ ہر حکم میں آپ مجھے اپنا مطیع اور فرمانبردار پائیں گے۔ والسلام ادھر عمرو خط لے کر لشکر سے باہر آیا۔ حضرت علیؑ نے دعا مانگی طی الارض ہوا اور اسے سامنے مدینہ کے در و دیوار نظر آنے لگے۔

ادھر ذات باری کی طرف سے جبریل نے آ کر آنحضورؐ کو خالق اکبر کے سلام پہنچانے کے بعد عرض کیا۔

ذات احدیت کا ارشاد ہے تو نے اپنا بھائی میری امان میں دیا تھا اور وہ تا حال میری امان میں محفوظ اور سالم ہے۔ اس نے تیرے پاس عمرو ابن امیہ کو بھیجا ہے۔ اور تجھ سے جنات میں سے ایک جن شکل اژدہا ہے کے بارے میں اذن چاہا ہے۔ یہ جن قصر الذہب پر قابض ہے۔ اس نے اپنے علاقہ سے تمام قبائل کو بھگا دیا ہے۔ کوئی ایک اس کے قریب بھٹک تک نہیں سکتا۔ وہ اس علاقہ کا تنہا مالک بنا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ پچاس ہزار جن ہیں۔ جو مویشیوں اور وحشی حیوانوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو ایک ملک کے ذریعہ اسے تباہ کر سکتا ہوں۔ لیکن میری مشیت یہ ہے کہ تیرے بھائی کے ہاتھوں یہ جن اپنے انجام کو پہنچے۔ اور تاریخ اسلام میں تیرے بھائی کے لیے ایک اور باب رقم ہو جائے۔ اسے حکم دیں کہ وہ قصر الذہب جائے۔ تلوار ساتھ رکھے۔ میری کتاب سے آیات محافظہ کی تلاوت کرتا رہے۔ فتح اس کے قدم چومے گی۔

جبریل یہ پیغام دے کر واپس ہوا اور عمرو ابن امیہ نے دق الباب کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ جاؤ عمرو کے سامنے دروازہ کھولو۔ عمرو سامنے آیا۔ خط دیا۔ آنحضورؐ نے حکم دیا کہ قلم کاغذ اور دوات لائی جائے۔ جب سب کچھ حاضر ہو گیا۔ تو آپ نے حضرت علیؑ کو خط لکھنے کی خاطر امام حسنؑ کو بلایا۔ قریب بٹھایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے اپنے بابا کو نانا کی طرف سے خط لکھو۔

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ قبلہ کیا لکھوں؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹے جیسے میں لکھواتا جاؤں ویسے لکھتے جاؤ۔

امام حسنؑ نے عرض کیا قبلہ فرمائیے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹے لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ کا خط موصول ہوا ہے۔ میں آپ کا مقصود سمجھ گیا ہوں۔ جو کچھ آپ نے دشمنان خدا سے سلوک کیا ہے۔ اللہ اس پر نہ صرف راضی ہے۔ بلکہ خوش ہے۔ اور تمام واقعات سے مجھے آگاہ کر دیا ہے۔ اب حکم خدا ہے کہ قصر الذہب کی طرف جاؤ۔ اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ سرکش جنات کا پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ایک گروہ ہے۔ جو مختلف شکلوں اور رنگوں میں یہاں رہ کر مخلوق

خدا کے لیے باعث اذیت بن چکے ہیں۔ آیات محکمات اور جنات سے متعلق آیات کی تلاوت کیے رکھنا۔ جنات کو جلانے والی آیات پڑھتے رہنا۔ اپنے ساتھ صرف انہی صحابہ کو رکھنا جن پر مکمل اعتماد ہو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے خط عمرو کو دیا۔ اور فرمایا۔ جا بیرون مدینہ تیرا سفر پہلے کی طرح مختصر ہو جائے گا۔ عمرو خط لے کر بیرون مدینہ آیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ دیکھا سامنے حضرت علیؑ اپنے لشکر میں قبیلہ عامر ابن حجاج سے حاصل کردہ مال کی فہرست بنا رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس فہرست کو ایک طرف رکھا اور فرمایا۔ دیکھو عمرو ابن امیہ آرہا ہے۔ اور اس کے پاس آنحضورؐ کا نامہ مبارکہ ہے آؤ چلیں قاصد رسولؐ اور نامہ نبیؐ کا استقبال کریں۔ تمام صحابہ اور حضرت علیؑ اٹھ کر عمرو کے استقبال کو آگے بڑھے۔ عمرو قریب آیا۔ جھک کر زمین ادب کو بوسہ دیا۔ خط حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ آپ نے خط لیا۔ پہلے آنکھوں پر لگایا۔ پھر بوسہ دیا۔ پھر کھولا۔ دیکھا بیٹے کا لکھا ہوا خط تھا۔ مسرت سے آنسو چھلک پڑے خط پڑھا۔ پھر تمام صحابہ میں منادی کرائی۔ جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا۔ سب جا کر اپنی اپنی جگہ بیٹھو تاکہ میں تم میں سے ارشاد رسالت کے مطابق اپنے ساتھیوں کا انتخاب کروں اور قصر الذہب فتح کرنے کی خاطر جاؤں۔ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ نے۔

عمار یاسر۔ زبیر ابن عوام۔ قیس ابن سعد۔ سعد ابن عبادہ اور مقداد کو حکم دیا اپنے گھوڑے تیار کرو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ پھر آپ نے نبی اکرمؐ کی ذرہ۔ جناب حمزہؑ کا خود۔ جعفر طیار کا کمر بند باندھا ذوالفقار ہاتھ میں لی نبی اکرمؐ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور منتخب کردہ صحابہ کو لے کر قصر الذہب کی طرف روانہ ہوئے۔ علم ہاتھ میں لیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔

جب قصر الذہب کا فاصلہ ایک میل سے بھی کم رہ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب گھوڑوں سے اترو۔ آپ نے ایک بالوں سے بنی ہوئی دری بچھائی اس پر تمام صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عمار کہتا ہے کہ جونہی ہم بیٹھے۔ ہم نے قصر کے دروازہ سے آگ کی بڑھتی ہوئی زبان دیکھی جو کبھی بلند ہوتی تھی اور کبھی نیچے آتی تھی۔ اس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ جو چیز بھی ارد گرد تھی سب کو آگ لگ گئی۔ پھر وہ ہماری طرف بڑھنے لگی۔ حتیٰ کہ حدت ہم تک پہنچنے لگی۔ گرمی سے ہمارا پسینہ دہانہ مشک کی طرح بہنے لگا۔ پیاس بڑھ گئی۔ گھوڑے بدک کر بھاگ گئے۔ سوائے نبی اکرمؐ کے گھوڑے کے باقی تمام گھوڑے دو میل تک دور نکل گئے۔ جب حضرت علیؑ نے دیکھا تو۔

آپ نے فرمایا:

ایھا الخیل ارجعی باذن اللہ واطیعی امر ابن عم رسول اللہ۔	اے گھوڑو اذن باری سے واپس آؤ اور برادر رسولؐ کا حکم مانو۔

یہ سنتے ہی تمام گھوڑے واپس آ گئے۔ جو کچھ ہم دیکھ رہے تھے لحہ بلحہ ہمارے قلبی ضعف میں اضافہ ہو رہا تھا اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

دیکھو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جن ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھو کہ آج تم ایسے ہولناک مناظر دیکھو گے کہ اگر بچے دیکھ لیں تو بوڑھے ہو جائیں۔ اور قوم جن مجھ سے پناہ مانگنے لگے گی۔

حضرت علیؑ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ قصر کے دروازہ سے ایسا تاریک دھواں نکلا جس سے پوری فضا تاریک ہو گئی اور ہمارے دم گھٹنے لگے۔ ہم ایک دوسرے کو نظر تک نہیں آ رہے تھے ہم نے چیخنا چاہا لیکن ہماری آوازیں ہمارے گلے سے باہر نہیں نکل رہی تھیں۔ یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ رہا ہو گا لیکن جب ختم ہوا تو ہم سب بیہوش ہو چکے تھے۔ جب ہمیں ہوش آیا۔ ہم نے حضرت علیؑ کو دیکھا ان کے چہرہ پر خوف و پریشانی کی ہلکی سی لکیر تک نہ تھی۔ البتہ غصہ سے ان کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

اس محل میں بارہ دروازے تھے۔ عمار کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ قبلہ جو کچھ کرنا ہے ابھی کر گزریں کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت علیؑ زبیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اب گھوڑے سے اترآ۔ زبیر گھوڑے سے اترا۔ آپ نے حکم دیا اپنے ہتھیار ایک مرتبہ اچھی طرح پھر سے سنبھال لے۔ اور تلوار کو گلے میں حائل کر لے۔ آپ نے زرد رنگ کا عمامہ سر پہ رکھا اور فرمایا۔ اے قیس تو میرے بائیں رہنا۔ عمار سے فرمایا۔ تو میرے پیچھے چل۔ مقداد کو حکم دیا تو میرے دائیں آ جا اور دیکھو اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے اب موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔

پھر آپ نے اپنے دوسرے صحابہ سے فرمایا۔ تم لوگ زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں بیٹھ جاؤ۔ آنکھیں بند رکھنا۔ تلاوت قرآن کیے رکھنا۔ کسی بھی بات سے ڈرنا مت۔ پھر آپ نے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان کے گرد سورہ طٰہٰ کا حصار کھینچا۔ پھر زبیر۔ قیس۔ عمار۔ اور مقداد سے فرمایا۔ اب تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔

حضرت علیؑ آگے بڑھے اور ایک ایسی بلند تکبیر کہی کہ تمام صحرا لرز گیا۔ اس وقت قصر سے ایک دیو برآمد ہوا اس نے بھی ایک آواز لگائی اسے مختلف اطراف سے مختلف زبانوں میں جواب ملنے لگے۔

پھر حضرت علیؑ آگے بڑھے اور زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔ اب ہم پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت علیؑ اپنی ڈھال سے ہمیں اور اپنے آپ کو بچاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ لیکن آگ کے شعلوں کی گرمی سے آگے قدم بڑھانا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر مختلف صورتیں اور شکلیں ہمارے ارد گرد پھرنے لگیں۔

جب حضرت علیؑ نے ہمیں دیکھا تو ہمارے جسم بے جان سے ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم لوگوں کو میرے حق کی قسم ہے اسی جگہ رک جاؤ اور میرے ساتھ نہ چلو۔ محمدؐ کو برحق نبی مبعوث کرنے والے کی قسم! میرے بغیر اس

کا مقابلہ کوئی بھی نہ کر سکے گا۔ اگر میں بچ گیا تو آپ کی فتح ہے۔ اور اگر میں واپس نہ آ سکا تو نبی اکرمؐ کو میرے سلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کر دینا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں جان دی ہے۔

جب ہم نے یہ بات سنی تو ہمارے ہوش اڑ گئے۔ ہمیں دیو بھول گیا۔ اور ہم نے رونا شروع کیا۔ اور عرض کیا یا علیؑ ہم کس منہ سے آنحضورؐ کو یہ بتائیں گے کہ آپ آخری سلام عرض کر رہے تھے۔

عمار کہتا ہے میں نے عرض کیا۔

قبلہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے آپ سے کتنی محبت ہے۔ میری خواہش ہے آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

عمار! ایک شرط ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ فرمائیے۔

آپ نے فرمایا:

اس شرط پر ساتھ لے جاؤں گا کہ نہ تو تلوار چلائے گا اور نہ کمان میں تیر رکھے گا۔

میں نے جب آپ کی یہ نوازش دیکھی تو عرض کیا۔ قبلہ مجھے آپ کی ہر شرط قبول ہے۔ آپ کے بعد مجھے زندگی اچھی نہیں لگ رہی۔

آپ چند قدم آگے بڑھے میں آپ کے ساتھ تھا۔ کبھی آپ فرماتے عمار میرے دائیں آ جا کہیں اس کے وار کی زد میں نہ آ جائے اور کبھی فرماتے عمار اب میرے بائیں طرف آ جا وہ اس طرف سے تجھ پر وار کرنا چاہتا ہے میں تیری ڈھال بن جاؤں گا میں اصحاب رسولؐ پر اپنی جان نثار کرتا ہوں۔ جب ہم قصر کے قریب پہنچ۔ تو مجھے ایسے لگا جیسے ہمارے قدموں کے نیچے زمین زلزلہ میں ہے۔ ہماری طرف آگ کی ایک زبان بڑھی۔ جب اچھی طرح ہمارے قریب آ گئی تو آپ نے خنجر سے وہ زبان کاٹ کر میری طرف پھینکی اس سے اتنی آگ نکل رہی تھی کہ میرے کپڑے جلنے لگے۔ حضرت علیؑ نے وہ آگ بجھائی اور فرمایا:

عمار تیرا تحفظ میرے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ تو واپس اپنے ساتھیوں کے پاس جا اور مجھے تنہا چھوڑ دے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پتھر برس رہے ہیں۔ اب میں کیسے جا سکتا ہوں۔ آپ کے ساتھ تو پھر بھی تحفظ ہے جب میں تنہا گیا تو میں ساتھیوں تک پہنچنے سے قبل مارا جاؤں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

تو جا میں تیرا تحفظ کروں گا۔

جب واپس ہوا حضرت علیؑ میرا تحفظ کرتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو مجھ میں بولنے کی طاقت تو بجائے خود کھڑے ہونے کی ہمت بھی نہ تھی میں گر گیا۔ اور بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو دیکھا پانی میں شرابور تھا۔ مجھے ساتھیوں نے بتایا کہ تجھ پر پانی چھڑک چھڑک کر ہم بمشکل تجھے ہوش میں لائے ہیں۔ میں نے کہا۔ کتنا عرصہ میں غش میں رہا ہوں۔ مجھے اتنے وقت کا حال سناؤ حضرت علیؑ نے کیا کیا ہے۔

مقداد نے بتایا کہ حضرت علیؑ اس آگ کے قریب ہونے لگے۔ جوں جوں آپ آگے بڑھتے گئے پتھروں کی بارش میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر حضرت علیؑ نے ایک ایسی گرجدار تکبیر کہی کہ ہمیں ایسے محسوس ہوا جیسے آسمان پھٹ کر زمین پر گر جائے گا۔ پھر آپ نے لاحول ولا پڑھا۔ حضرت علیؑ نے قصر الذہب کی طرف جاتے ہوئے ہم سے فرمایا تھا کہ اگر عصر تک میں واپس آجاؤں تو فبہا ورنہ مدینہ جا کر آنحضورؐ کی خدمت میں میرے آخری سلام کہہ دینا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے آنحضورؐ کو سنا دینا۔

سعد کہتا ہے کہ تکبیر کے بعد ہمیں ایک ذوالفقار کی چمک۔ دوسرا حضرت علی کی دائیں بائیں چکراتی کلائی اور تیسرا صدائے تکبیر سنائی دیتی تھی۔ ہم دعا مانگ رہے تھے۔

بارالہا اپنا وعدہ پورا فرما۔ اپنے نبیؐ، دختر نبیؐ اور فرزندان نبیؐ کے دل شہادت علیؑ سے آشنا نہ فرما۔

عمار کہتا ہے کہ پھر آپ کی آواز آنا بند ہو گئی۔ ہمیں تو صرف آواز ہی کا سہارا تھا۔ جونہی آواز بند ہوئی۔ دھواں پہلے سے زیادہ بڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ اس پورے علاقہ پر اتنا دھواں چھایا کہ ہمیں اپنا جسم تک نظر نہیں آرہا تھا۔ ہم نے اپنے کان پوری طرح قصر کی طرف لگائے لیکن ہمیں نہ کچھ نظر آتا تھا اور نہ کچھ سنائی دیتا تھا۔

زبیر نے کہا:

دیکھو اب تک آرام سے بیٹھے رہے ہو اب مناسب یہی ہے کہ آہستہ آہستہ محل کی طرف بڑھو دروازہ کھولیں اور دیکھیں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ ہم سب نے زبیر کا مشورہ پسند کیا۔ اور آہستہ آہستہ محل کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جونہی ہم محل کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا۔ دروازہ سے ایک اژدہا نکلا۔ اور ہماری طرف بڑھنے لگا۔ ہم تو اسے آتا دیکھ کر پیچھے کو بھاگے اور اپنی پہلی جگہ پر آ کر دم لیا۔ اژدہا ہمارے قریب آیا۔ اور اپنے منہ سے نکلنے والی آگ سے ہمارے گھوڑوں کو جلا کر واپس چلا گیا۔ صرف سرور انبیاءؐ کا گھوڑا بچ گیا۔ باقی تمام گھوڑے جل گئے۔

اژدہا پھر واپس محل میں چلا گیا۔ اب ہم تقریباً حضرت علیؑ سے بالکل مایوس ہو گئے تھے۔ اور ہم سوچنے لگے کہ اب ہم کبھی حضرت علیؑ کو نہ دیکھ سکیں گے۔ یہ تصور کرتے ہی ہماری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

پھر ہمیں ذات احدیت کا آنحضورؐ سے کیا گیا وہ وعدہ یاد آجاتا کہ میں علیؑ کو تیرے پاس صحیح وسالم واپس پہنچاؤں گا یہ وعدہ یاد کر کے ہمیں کچھ حوصلہ آجاتا۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ دختر نبی جناب ام سلمہ کے حجرہ میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں ذات احدیت نے جناب زہراؑ کو قصر الذہب کا منظر دکھایا۔ قصر الذہب کے ہولناک مناظر اور حضرت علیؑ کو تنہا ان میں گھرا دیکھ کر جناب زہراؑ گھبرا کر اٹھیں۔ اور بیساختہ رو رو کر کہنے لگیں۔ اے ابوالحسنؑ میری جان آپ پر قربان۔ میری جان آپ پر قربان۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے بہت حوصلہ دیا لیکن جناب زہراؑ کا گریہ تھمنے میں نہ آیا میں نے فضہ سے کہا۔ فضہ جلدی مسجد میں جا اور سرور کونینؐ کو اطلاع دے کہ فاطمہؑ کی خبر لیجیئے۔

جناب فضہ نے جا کر جب آنحضورؐ کو اطلاع دی تو آپ اتنی جلدی میں آئے کہ نعلین زیب پا کرنے کی بجائے ہاتھ میں لے لیں۔ عبا دوش مبارک سے ایک طرف ڈھلک گئی۔ گھر تشریف لائے۔ دیکھا تو جناب زہراؑ کی آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح گر رہے تھے۔ آپ قریب آئے۔ جناب زہراؑ کا سر چوما۔ کندھے سے لگایا اور فرمایا۔ کیا بات ہے جناب زہراؑ صرف اتنا کہہ سکیں۔ بابا جان خدا کے لیے علیؑ کی امداد کیجئے کہیں میرے کمسن حسنینؑ یتیم نہ ہو جائیں۔ آپ کا دین تو بچ جائے گا۔ لیکن میرے یہ کمسن کہاں جائیں گے۔ بابا آپ کی زہراؑ کا سہارا کون ہوگا؟

نبی اکرمؐ نے سر کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹی بھلا کیسے ہو سکتا ہے علیؑ اتنی مصیبت میں گرفتار ہوا اور جبریل مجھے اطلاع نہ دے۔ میں نے علیؑ کو حکم خالق سے قصر الذہب بھیجا ہے۔ جب تک جبریل نہیں آئے گا میں کچھ بھی نہیں کروں گا۔ حوصلہ رکھ میری بچی اللہ علیؑ کا نگہبان ہے۔ میری دعائیں علیؑ کے ساتھ ہیں۔ کچھ بتا تو سہی ہوا کیا ہے

بی بی نے عرض کیا:

بابا میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں میں نے ابوالحسنؑ کو سرکش اور باغی جنات میں تنہا کھڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ جنگ بھی کر رہے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں۔ فاطمہؑ دیکھ رہی ہو میں تنہا ہوں اور یہ پچاس ہزار ہیں۔ اگر میں یہاں سے واپس نہ آسکا تو خود بھی میرا آخر سلام قبول کرلو۔ حسنینؑ کو بھی میری طرف سے پیار کر لینا اور اپنے بابا کو بھی میرے آخری سلام پہنچا دینا۔

بابا آپ مجھ پر ترس کھائیں میرے بچوں کی کمسنی پر رحم فرمائیں علیؑ کی مدد فرمائیں وہ انتہائی تکلیف اور مصیبت میں گھرے ہوئے کسی جنگ میں میں نے علیؑ کو اس طرح مایوس انداز میں نہیں دیکھا جیسے آج دیکھا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹی تجھے معلوم ہے کہ میں وحی الٰہی کے بغیر ایک لفظ بھی نہیں کہتا اور ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا میں وحی کے انتظار میں ہوں میرا اللہ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔

جناب حسنینؑ نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا۔ نانا جان آپ کو اپنی نبوتؐ کا واسطہ آپ ہمیں ہمارے بابا تک پہنچا دیں آپ کو اللہ نے اس قدرت سے نوازا ہے۔ ہمارا بابا تنہا ہے ہم اپنی جان بابا کے قدموں میں قربان کر دیں گے۔

آنحضورؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ پڑے دونوں شہزادوں کو اٹھا کر گود میں لیا دونوں کے منہ چومے اور فرمایا میرے بچو! تمہارے بابا تمہاری نسبت اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ عزیز ہیں۔

اتنے میں جبریل امینؑ نے آکر آنحضورؐ کو ذات احدیت کی طرف سے سلام پہنچانے کے بعد عرض کیا ارشاد قدرت ہے۔ فاطمہؑ میری کنیز سے کہو۔ اطمینان رکھے۔ علیؑ جس طرح مدینہ سے روانہ ہوا تھا اسی سلامتی و عافیت سے واپس مدینہ آئے گا۔ میں نے فتح کو علیؑ کے قدموں میں رکھا ہے۔

سرورِ انبیاءؐ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ بارالٰہا۔ میری درخواست ہے کہ اب مجھے۔ زہراؑ اور حسنینؑ کو قصر الذہب میں علیؑ کی جنگ اس طرح دکھا کہ ہم اسے لڑتا ہوا قریب سے دیکھ سکیں۔

جبریل نے آکر عرض کیا۔ ذات احدیت کا ارشاد ہے۔ میرے حبیب! مجھ سے دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے کائنات تیرے حکم کی تابع ہے زمین کو حکم دے وہ قصر الذہب اور مدینہ کے درمیان سے نیچے ہو جائے تو بھی دیکھ اپنی بیٹی کو بھی دکھا اور حسنینؑ کو بھی قصر الذہب کا منظر دکھا۔

آنحضورؐ سعد ابن عبادہ کے مکان کی چھت پر گئے، جناب حسنینؑ اور جناب زہراؑ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے زمین کو حکم دیا۔ زمین درمیان سے نیچے ہو گئی قصر الذہب ایک تیر کے فاصلہ پر نظر آنے لگا۔

آنحضورؐ نے دیکھا حضرت علیؑ درمیان میں ہیں اور گرد جنات ہیں حضرت علیؑ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں۔

عمار کا بیان ہے کہ میں نے آنحضورؐ کی صدائے تکبیر بھی سنی اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہوئے سنا یا علیؑ دائیں طرف سے ایک موذی اژدہا حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت علیؑ نے دائیں طرف حملہ کر کے اسے فی النار کیا۔ پھر ذات احدیت نے ہماری آنکھوں کے سامنے سے حجاب دور کر دیئے ہم بھی حضرت علیؑ کی جنگ آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ نے تین تکبیریں کہیں آپ کے ان ساتھیوں نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جو قصر الذہب سے باہر گڑھے میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔

ان تین تکبیروں کے بعد آگ بجھ گئی۔ دھواں ختم ہو گیا۔ مختلف شکلوں میں کچھ افراد نظر آنے لگے۔ جو مختلف قسم کی زبانیں بولتے تھے۔ اور حضرت علیؑ دائیں بائیں تلوار سے انہیں واصل جہنم کر رہے تھے کہ یکایک ان کی طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ امیر المومنینؑ الامان۔ امیر المومنینؑ الامان۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

امان مانگتے ہیں تم لوگوں نے بہت دیر کر دی ہے۔ اب تو امان کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کلمہ پڑھو۔ خلوص دل سے توحید اور رسالت محمدؐ کا اقرار کرو تو جان بچے گی۔

جنات عرض کرنے لگے۔ قبلہ آپ تلوار روکیں ہم کلمہ پڑھنے کو تیار ہیں۔ پھر باقی بچ جانے والے تمام جنات نے کلمہ پڑھا۔

جناب سیدہؑ جناب حسنینؑ اور آنحضورؐ یہ دیکھ کر خوش ہو گئے اور چھت سے اتر کر اپنے گھر واپس آ گئے

ادھر حضرت علیؑ بھی قصر الذہب کو فتح کر کے اپنے اصحاب کے پاس آ گئے۔ جونہی انہوں نے حضرت کو دیکھا دوڑ کر اٹھے آپ کے قدموں میں گر کر کبھی قدم چومتے تھے اور کبھی ہاتھوں کے بوسے لیتے تھے۔

قصر الذہب کے اطراف و نواح میں رہنے والے تمام قبائل آئے انہوں نے حضرت علیؑ کا شکریہ بھی ادا کیا اور کلمہ بھی پڑھا۔

حضرت تین دن تک قصر الذہب ہی میں قیام پذیر رہے تمام قبائل آ کر اسلام قبول کرتے گئے۔

اس کے بعد آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

۱۲۔ جلندی کا قتل:

بحار میں عمار یاسر سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے جب حضرت علیؑ کو عمان میں شاہ عمان جلندی کے مقابلہ میں بھیجا تو وہاں حضرت علیؑ کو کافی دن تک مصروف جنگ رہنا پڑا۔ جب جلندی جنگ سے اکتا گیا تو اس نے اپنے لندی نامی غلام سے کہا۔ دیکھ وہ سامنے جس شخص نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا ہے اور کمیت گھوڑے پر سوار ہے۔ اگر تو اسے قیدی بنا لائے یا قتل کر دے تو تیری شادی اپنی اس بیٹی سے کروں گا جس کی خواستگاری بڑے بڑے حکمرانوں نے کی ہے لیکن میں نے جواب دیدیا ہے۔

جلندی کے لشکر میں تیس ہاتھی تھے۔ جلندی خود ایک سفید ہاتھی پر سوار ہوا اور دیگر ہاتھیوں کو لے کر حضرت علیؑ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ جب حضرت علیؑ کی فوج نے ہاتھیوں کا حملہ دیکھا تو گھبرا گئے۔ حضرت علیؑ نے بھی اپنی فوج کی گھبراہٹ دیکھ لی۔ آپ گھوڑے سے اترے سر سے عمامہ اتارا اور ایسی گرجدار تکبیر کہی جس سے آتے ہوئے ہاتھی جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اور پورے میدان میں ایسی روشنی ہوئی کہ جس سے سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔ پھر آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ہاتھیوں کے قریب جا کر ایسی گفتگو کی جسے ہم نہ سمجھ سکے۔ اس گفتگو کے بعد ہاتھی اپنے مہاوتوں کے خلاف ہو کر لشکر جلندی پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس کے لشکر کو بھگا کر باب عمان تک پہنچا دیا پھر واپس پلٹ کر آئے اور فصیح عربی میں عرض کیا۔ اے امیرالمومنینؑ ہم آپ کو اور محمدؐ کو پہچانتے ہیں۔ آپ کی ولایت اور محمدؐ کی نبوت کے قائل ہیں۔ لیکن یہ سفید ہاتھی جس پر جلندی سوار ہے یہ آپ کی ولایت

اور محمدؐ کی نبوت کے قائل نہیں ہے۔

مصطفٰی کو مانتا ہے۔ حضرت علیؑ اس کے قریب گئے تلوار سے وار کرکے اس ہاتھی کو قتل کر دیا۔ کندی نیچے گرا آپ نے اسے گرفتار کر لیا جونہی آپ نے گرفتار کیا۔ مدینہ کی طرف سے سرورِ انبیاءؐ کی آواز آئی۔ یا علیؑ اپنا قیدی مجھے بخش دو۔

حضرت علیؑ نے کندی کو چھوڑ دیا۔

وہ حیرت سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ یا علیؑ! اس وقت آپ نے مجھے چھوڑ دیا ہے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کا دشمن ہوں اور آپ مجھے گرفتار کر چکے تھے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ذرا مدینہ کی طرف دیکھ۔ میں نے تجھے نہیں چھوڑا۔ میرے آقا نے مجھے تیری سفارش کی ہے۔

کندی نے جب مدینہ کی طرف دیکھا تو ذاتِ احدیت نے اس کے سامنے سے حجابات دور کر دیئے اسے بالکل اپنے قریب آنحضورؐ جنابِ حسنینؑ اور دیگر صحابہ سوئے مدینہ پر کھڑے نظر آئے جو سب جنگ دیکھ رہے تھے۔ کندی نے حیرت سے پوچھا۔ یا علیؑ! یہ کون ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جو سامنے کھڑے ہیں اور اس کے ہاتھ دو بچوں کے ہاتھوں میں ہیں یہی ہمارا آقا و مولا نبی کونین ہے دونوں بچے میرے حسنینؑ ہیں اور ارد گرد تمام صحابہ ہیں۔

کندی نے کہا۔ یہ کہاں کھڑے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اپنے گھر۔ مدینہ کی حد پر کھڑے ہیں۔

کندی نے پوچھا۔ یہاں سے مدینہ کتنا سفر ہے؟

آپ نے فرمایا: چالیس دن کا سفر ہے۔

کندی نے کہا۔ اور یہ چالیس دن کے سفر کے فاصلہ پر اپنے گھر کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے ہیں آپ سے باتیں بھی کر رہے ہیں اور آپ ان کی باتیں سن بھی رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

دیکھ لے۔ میں نے نبیؐ الٰہی کا حکم سن کر ہی تجھ کو چھوڑا ہے۔

کندی نے کہا۔ ایک مرتبہ آپ مجھے بھی ان کی آواز سنا دیں۔ تاکہ مجھے پورا اطمینان ہو جائے۔

آپ نے فرمایا: وہ تیری بات سن رہے ہیں۔ اگر انہوںؐ نے مناسب سمجھا تو تجھے جواب دیں گے ورنہ

میں انہیں مجبور نہیں کرسکتا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

کندی تو کس بات کا اطمینان کرنا چاہتا ہے؟

کندی حضرت علیؑ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ بس یا علیؑ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کا دین حق ہے۔ اور آپ کا نبیؐ نبی حق ہے۔ مجھے کلمہ پڑھائیں۔

آپ نے اسے کلمہ پڑھایا؛ پھر جلندی کو قتل کیا۔ کندی کی شادی جلندی کی اسی بیٹی سے کرائی جس سے جلندی نے وعدہ کیا تھا۔ بچ جانے والے اہل عمان مسلمان ہو گئے۔ آپ نے وہاں چند آدمی مامور کئے۔ جو انہیں احکام اسلام سکھائیں اور خود واپس پلٹ کر مدینہ آ گئے۔

۱۴۔ قاتلان نبیؐ:

امالی صدوق میں زید ابن علیؑ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی کونینؐ نماز صبح سے فارغ ہوئے تو تمام صحابہ سے فرمایا کہ تین افراد نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے کر لات و عزیٰ کی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ اپنے اپنے گھروں سے میری طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ اگرچہ انکی قسم جھوٹی اور ارادہ ناکام ہے لیکن تم میں سے کون ہے جو انہیں ان کے ارادہ میں ناکام کرے اور مجھ تک پہنچنے سے قبل انہیں قتل یا گرفتار کر لے۔ اس روز حضرت علیؑ کو بخار تھا وہ مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ کسی صحابی نے آپ کی حامی نہیں بھری سب خاموش ہو کر کھڑے رہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

آج علیؑ نظر نہیں آرہا۔

عامر ابن قتادہ نے عرض کیا۔ قبلہ رات سے حضرت علیؑ کو کچھ تکلیف تھی اگر اجازت دیں تو میں انہیں بلا لاؤں

آنحضورؐ نے فرمایا:

جیسے تیری مرضی ہو۔

عامر نے جا کر دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ نے سر پہ پٹی باندھ رکھی تھی۔ بخار سے جسم پھنک رہا تھا۔ عامر نے عرض کیا۔ آپ کو سرکار رسالتؐ نے یاد فرمایا ہے۔ آپ اسی طرح مسجد میں آ گئے۔

آنحضورؐ کو سلام کیا۔ اور عرض کیا قبلہ خیریت تو ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا:

یا علیؑ تین افراد نے غلاف کعبہ پکڑ کر لات و عزیٰ کی قسم کھائی ہے کہ مجھے قتل کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے

وہ گھروں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے صحابہ سے کہا ہے کہ کوئی ہے جو مجھے ان سے نجات دلائے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب خاموش ہیں۔ میں کئی بار ان سے پوچھ چکا ہوں لیکن کوئی بھی آمادہ نہیں ہو رہا۔ جب آپؐ کی خاموشی دیکھی تو تو یاد آ گیا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میں جاتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو لباس پہن لوں۔

آپ نے فرمایا: یہ لو تم میرا لباس پہن لو۔ یہ کپڑے ہیں یہ ذرہ ہے۔ یہ عمامہ ہے۔ یہ تلوار ہے۔ اور گھوڑا بھی میرا ہی لے جاؤ۔

آنحضورؐ نے خود حضرت علیؑ کو سوار کیا۔ حضرت علیؑ کو گئے ہوئے تین دن گزر گئے۔ لیکن کوئی اطلاع نہ آئی جناب زہراؑ اور حسنینؑ گھبرا کر نبی اکرمؐ کے پاس آئے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے علیؑ ابھی آنے ہی والا ہے۔ کچھ دیر بعد حضرت علیؑ پہنچ گئے آپ کے ہاتھ میں ایک سر تھا اور دو قیدی تھے۔

آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا۔ یا علیؑ تو واقعہ سنائے گا یا میں سناؤں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی زبان سے زیادہ مناسب رہے گا

آنحضورؐ نے فرمایا:

جب تو فلاں جگہ گیا تو یہ تینوں اونٹوں پر سوار تھے۔ انہوں نے تجھے دیکھ کر تجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور تو نے جواب میں انہیں بتایا کہ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ برادر رسولؐ ہوں۔

انہوں نے کہا۔ ہم کسی رسولؐ کو نہیں جانتے۔ ویسے ہم نے تیرے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ ہمارے لیے تو اور محمدؐ ایک ہی ہو۔ اگر تجھے مار لیا تو پھر محمدؐ کا مارنا مشکل نہیں رہے گا۔ یہ کہہ کر اس مقتول نے تجھ پر حملہ کیا۔ تیرے اور اس کے مابین کئی وار چلے۔ پھر ایک سرخ ہوا چلی اس سے آواز آئی جو میری آواز کے مشابہ تھی۔ یا علیؑ! اس کی ذرہ بغل کے نیچے سے پھٹی ہوئی ہے۔ اسی جگہ وار کر تو نے موقعہ پا کر اسی جگہ وار کیا۔ پھر زرد آندھی چلی اس سے آواز آئی یا علیؑ! میں نے اس کی ران سے ذرہ الٹ دی ہے۔ اس جگہ وار کر تو نے ران پر وار کیا۔ یہ گر گیا تو نے اس کا سر کاٹ لیا۔ پہلی آواز جبریل کی تھی اور دوسری میکائیل کی تھی پھر تجھے ان دونوں نے کہا کہ تو ہمیں قتل نہ کر ہم نے سنا ہے کہ محمدؐ بہت رحیم اور کریم ہے ہمیں اسی کے پاس لے چل جیسے وہ فیصلہ کر دے۔ ہمیں منظور ہوگا تو نے ان کی مشکیں کس لیں اور انہیں لے کے آ گیا۔

آنحضورؐ نے ایک گرفتار کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا۔ کلمہ پڑھ لے۔

اس نے کہا۔ میرے لیے کوہ ابو قبیس کو سر پر رکھ لینا آسان ہے لیکن کلمہ پڑھنا مشکل ہے۔

آنحضورؐ نے حکم دیا یا علیؑ اسے قتل کر دے۔ حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا۔

پھر آنحضورؐ نے دوسرے قیدی کو سامنے بلایا اور فرمایا کلمہ پڑھ لے۔

اس نے کہا۔ اے محمدؐ مجھے بھی اپنے دونوں ساتھیوں سے ملا دو۔

ابھی تک آنحضورؐ نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا کہ جبریل نے آکر عرض کیا۔ ذات باری کا ارشاد ہے اگر یہ کلمہ نہیں پڑھتا تو اسے اس کی دنیاوی نیکیوں کے عوض دنیاوی جزا کے بطور چھوڑ دو کیونکہ یہ اپنی قوم میں بہت بڑا سخی ہے۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ اسے چھوڑ دے۔

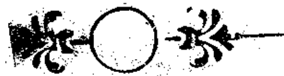
جب حضرت علیؑ نے چھوڑ دیا تو اس نے عرض کیا۔ محمدؐ! اب چھوڑنے کا کیا سبب ہے؟

آپ نے فرمایا:

میرے اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تو اپنی قوم میں سخی ہے۔ اور مشیت ایزدی یہی ہے کہ تجھے تیری اس نیکی کی جزا دنیا میں مل جائے۔

یہودی نے کہا۔ کیا واقعاً آپ کو یہ اطلاع اللہ ہی نے دی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے نہیں دی تو تو بتا کس نے دی ہے۔ یہودی نے کہا واقعاً مجھے ماننا پڑتا ہے کہ یہ اللہ کی اطلاع ہے کیونکہ میری سخاوت سے خود میری قوم بھی ناواقف ہے۔ میں نے ہمیشہ رات گئے وقت تاریکی میں ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کی ہیں۔ واقعاً آپ برحق نبیؐ ہیں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک محمد رسول اللہ۔





بعد از نبیؐ غزواتِ حیدریہ

۱۔ جنگ جمل:

نبیؐ اکرمؐ کی وفات کے بعد پچیس برس حضرت علیؑ خاموش گھر میں بیٹھے رہے۔ اس عرصہ میں امت مسلمہ نے جتنی جنگیں بھی لڑیں کسی جنگ میں حضرت علیؑ کو شامل نہیں کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ سیاسی مصالح کی وجہ سے تھا۔ ابوقتیبہ دینوری کی الامامت والسیاست کے مطابق عثمانؓ نے ملت مسلمہ کا شیرازہ اندرونی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا۔ اور امت مسلمہ اس حد تک کمزور ہو چکی تھی کہ اس میں کوئی سکت باقی نہ رہی تھی۔

قتل عثمانؓ کے بعد حالات اتنے نازک تھے کہ ان پر کنٹرول کرنا کسی کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ ان کٹھن حالات میں اہل مدینہ کے انہی ارباب بست و کشاد نے جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی تھی حضرت علیؑ کے ہاتھ پہ بیعت کر لی۔ ام المومنین عائشہؓ قتل عثمانؓ کا فتویٰ دینے کے بعد مکہ حج کو چلی گئیں تھیں۔ جب مصریوں نے خانہ عثمانؓ کا گھیراؤ کر رکھا تھا تمام اہل مدینہ گھروں میں بیٹھے تھے۔ کسی نے عثمانؓ کی حمایت میں ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔

حضرت علیؑ کو جب بیعت لینے کے لیے کہا گیا۔ تو آپ نے کھلے لفظوں میں انکار کر دیا۔ لیکن آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر مجبور کر کے آپ کو بیعت لینے کی درخواستیں کی گئی ان درخواست گزاروں میں سب سے آگے طلحہ اور زبیر تھے۔

اگرچہ شیعہ ذرائع سے بھی جنگ جمل کے واقعات موجود ہیں۔ لیکن ہم اس جگہ صرف اور صرف اہلسنت کے معروف مورخین کے منقولات میں سے مختصر سا خاکہ پیش کر رہے ہیں۔

کشف الغمہ از علی ابن عیسیٰ اربلی شافعی کے مطابق جب بیعت علیؑ پر جمع ہونے والوں نے بیعت کو توڑ دیا جس کا پورا کرنا ان پہ واجب تھا۔ ان لوگوں میں پیش پیش طلحہ اور زبیر تھے۔ یہی دونوں بیعت کرنے میں بھی

سب سے علیؑ کو مجبور کرنے والے تھے اور بیعت شکنی میں بھی یہی دونوں ابتداء کرنے والے تھے۔ انہوں نے قتل عثمان کو علیؑ کے گلے میں ڈالنے کی کوشش کی۔

ام المومنین عائشہؓ جو قتل عثمانؓ پر لوگوں کو آمادہ کرتی تھی اس کے پاس مکہ میں گئے۔ ام المومنینؓ مکہ سے واپس مدینہ آرہی تھی راستہ میں پہلے اسے قتل عثمانؓ کی اطلاع ملی۔ اس نے پوچھا۔ بیعت کس کی ہوئی ہے۔ بتایا گیا کہ علیؑ کی بیعت ہوئی ہے تو ام المومنینؓ نے کہا۔ عثمانؓ مظلوم قتل ہوا ہے۔ میں اس کے قتل کا بدلہ لوں گی۔

ساتھیوں نے عرض کیا۔ پہلے تو آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ عثمانؓ کو قتل کردو۔ اب آپ قتل عثمانؓ کے بدلہ کی بات کر رہی ہیں۔

ام المومنینؓ نے جواب دیا۔ عثمانؓ نے توبہ کرلی تھی۔

اسی شخص نے عرض کیا۔ آپ کو اس کی توبہ کا پتہ کیسے چلا جب کہ آپ فتویٰ دیکر مکہ چلی آئیں۔ قتل عثمانؓ کی اطلاع بھی آپ کو ابھی مل رہی ہے۔ کہیں بیعت علیؑ آپ کے غصہ کا باعث تو نہیں بن گئی؟

ام المومنینؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔

اتنے میں طلحہ اور زبیر بھی آملے۔ ان کے مشورہ سے ام المومنینؓ نے مدینہ کی بجائے بصرہ کا رخ کیا۔

جب حضرت علیؑ کو اطلاع ملی کہ ام المومنینؓ طلحہ اور زبیر فوج جمع کر رہے ہیں۔ تو آپ نے ایک خط طلحہ اور زبیر کو مشترکہ اور ایک خط ام المومنین عائشہؓ کو علیحدہ لکھا۔

طلحہ اور زبیر کے نام حضرت علیؑ کا مکتوب۔

اما بعد تم دونوں اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے لوگوں سے اپنی بیعت کرنے کی درخواست نہیں کی تھی۔ بلکہ لوگوں نے مجھ سے بیعت لینے کی درخواست کی تھی۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مجھے کتنا مجبور کیا گیا۔ تم دونوں بھی میرے بیعت لینے پر مجھے مجبور کرنے والوں سے تھے تم نے بھی بیعت کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم دونوں نے میری بیعت بلا کسی جبر واکراہ کے کی ہے اگر تو تم نے بقائمی ہوش وحواس اور بلا جبر واکراہ بیعت کی تھی تو اپنی بیعت شکنی پر توبہ کرو۔ اور اپنی موجودہ روش سے باز آجاؤ۔ اور اگر تم نے کسی جبر واکراہ کے پیش نظر بیعت کی تھی تو تم خود اس بات کا گویا اعتراف کر رہے ہو کہ تم نے ظاہراً حق کو تسلیم کیا لیکن باطن کو مضمر رکھا۔

اے زبیر آپ قریش کے شہواروں میں شمار ہوتے ہیں۔ اے طلحہ آپ کا مہاجرین میں ایک ممتاز مقام ہے۔ اگر تم سرے سے بیعت میں داخل ہی نہ ہوتے تو تمہارے لیے داخل ہونے کے بعد نکلنے سے بہتر تھا۔

تمہارا یہ الزام کہ میں قاتل عثمانؓ ہوں۔ تو اس سلسلہ میں آؤ مدینہ کے ان غیر جانبدار افراد کا فیصلہ قبول کرلو

جو اس وقت نہ میرے ساتھ ہیں اور نہ تمہارے ساتھ ہیں۔ پھر جس کا جتنا جرم ہوگا اسے اتنی سزا دے دی جائے گی۔

جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اگر واقعاً بقول آپ کے عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے ہیں تو تمہیں معلوم ہے کہ عثمانؓ کے شرعی وارث موجود ہیں تم دونوں نہ تو عثمانؓ کے شرعی وارث ہو اور نہ ہی تمہارے پاس عثمانؓ کا کوئی وصیت نامہ ہے۔ پہلے تم دونوں نے میری بیعت کی پھر بیعت توڑ دی۔ اور اپنی ماؤں کو چار دیواریوں میں بٹھا کر ماد رِامت کو کھلے میدان میں لے آئے ہو۔ تم جانتے ہو کہ نص قرآن کے مطابق اللہ نے مادرِامت کو گھر کی چار دیواری میں رہنے کی واضح ہدایت کی ہے۔ میری طرف سے تمہیں اللہ ہی کافی ہے۔

ام المومنینؓ کے نام حضرت علیؑ کا خط۔

اما بعد آپ خانہ نبوی سے باہر آگئی ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اللہ اور رسولؐ نے آپ کو اس گھر میں رہنے کا پابند کیا تھا۔ پھر آپ نے ایک ایسے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ جو کسی بھی لحاظ سے آپ کے فرائض سے نہیں ہے۔

آپ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں امت میں اصلاح کی کوشش کر رہی ہوں۔ اگر آپ واقعاً اصلاح کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ یہ بتائیں کہ یہ فوجیں کس لئے جمع کی جا رہی ہیں۔

اگر آپ قتل عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتی ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ عثمانؓ بے وارث نہیں تھے۔ اور نہ ہی آپ عثمانؓ کی شرعی وارثہ ہیں۔ عثمانؓ بنی امیہ سے تھے۔ اور آپ بنی تیم ابن مرہ سے ہیں۔ آپ تقویٰ اختیار کریں۔ گھر واپس آجائیں۔ اور پردہ میں آرام سے بیٹھی رہیں۔

ان دونوں خطوط کا حضرت علیؑ کو ایک جواب ملا جو یہ تھا

یا علیؑ ہم کسی بھی طرح آپ کی باتوں میں نہیں آئیں گے اور نہ ہی آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ جب یہ خط آپ کو ملا تو آپ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا اور انہیں یہ خطبہ دیا۔

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ان لوگوں کو جنگ سے باز رکھنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ میں نے ان کی کتنی منتیں کی ہیں اور کتنی قسمیں دی ہیں تاکہ جنگ نہ چھڑے۔ اور یہ لوگ اس روش سے باز آجائیں۔ میری ہر منت و سماجت کے جواب میں ہر دفعہ مجھے ان کی طرف سے یہی جواب ملا۔ علیؑ اب میدان میں نکل آ۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے نہ تو جنگ سے ڈرایا جا سکتا ہے نہ ہی میں کسی گھبراہٹ کا شکار ہو سکتا ہوں۔ میں وہی ابوالحسنؑ ہوں جس نے ان کی ہر دھار کو کند کیا ہے۔ میں نے ہی زمانہ کفر میں ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا تھا۔ آج بھی میری پسلیوں میں وہی دل ہے۔ اللہ کی طرف سے میرا موقف واضح اور حق ہے۔ مجھے اپنے موقف میں رائی برابر بھی شک نہیں

مجھے یہ بھی یقین ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنے والے موت سے بچ نہیں جاتے اور موت سے بھاگ جانے والے موت کو دھکیل نہیں دیتے جو قتل ہونے سے بچ جاتے ہیں وہ بھی مر ضرور جاتے ہیں مجھے اس موت سے بڑا پیار ہے جو تلوار سے آئے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مجھے ایک ہزار زخم کھا کر مرنا بستر کی موت کی نسبت کہیں زیادہ عزیز ہے۔

اس کے بعد آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

بارالہا! طلحہ ابن عبید اللہ نے برضا و رغبت میری بیعت کر کے توڑ دی ہے تو اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہے میرے اللہ! اب اسے مہلت نہ دے اور اسے جلد از جلد اپنا انجام دکھا۔

بارالہا! زبیر ابن عوام نے خود بیعت کر کے توڑ دی ہے۔ عہد شکنی کی ہے۔ میری قرابت کا پاس نہیں کیا میرے خلاف آتش جنگ بھڑکا دی ہے اسے یقین ہے۔ کہ وہ حق پر نہیں ہے۔ بارالہا! تو ہی اسے سنبھال جیسے چاہے اور جہاں چاہیے۔

حضرت علیؑ دونوں لشکروں کے مابین کھڑے ہوئے تھے دونوں لشکروں میں تنہا حضرت علیؑ تھے جنہوں نے زرہ وغیرہ کچھ بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ گلے میں قمیص تھی۔ کندھے پر عبا تھی۔ سر پہ سیاہ عمامہ تھا۔ گھوڑے پر سوار تھے۔

جب آپ نے دیکھا کہ ام المومنین عائشہؓ کے سپاہی نیزہ زنی اور تلوار زنی پر آمادہ ہیں۔ کوئی نصیحت اور اور کوئی موعظہ ان پر اثر انداز نہیں ہو رہا۔ تو آپ لشکر ام المومنین عائشہؓ کی طرف بڑھے۔ اور باواز بلند فرمایا۔ زبیر کہاں ہے ایک مرتبہ میرے پاس آئے۔ مالک اشتر نے عرض کیا قبلہ یہ سب لوگ آپ ہی کے خون کے پیاسے ہیں اور آپ بلا اسلحہ ان کی طرف جا رہے ہیں جب کہ ادھر ہر سپاہی اسلحے سے لیس ہے

آپ نے فرمایا:

مالک مطمئن رہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے سامنے ہاتھ اٹھانے کی ہمت کر سکے۔

آپ نے دوسری مرتبہ پھر زبیر کے نام آواز دی۔ زبیر فوج سے باہر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ زبیر تو دیکھ رہا ہے کہ میں لباس جنگ میں نہیں ہوں۔ میرے قریب آجا۔ جب زبیر قریب آگیا۔ تو

آپ نے فرمایا:

زبیر تو کیوں اس راستہ پر چل پڑا ہے؟

زبیر نے کہا۔ خون عثمانؓ کا انتقام ہمیں اس جگہ لے آیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو میں اس سے بے خبر ہوں؟ کیا تو طلحہ اور ام المومنین عائشہؓ قتل

عثمانؓ میں شریک نہیں ہو؟ ام المومنین عائشہؓ کا فتویٰ تمہارے پاس تھا۔ اور تو اور طلحہ مدینہ میں اس وقت موجود تھے۔ جب عثمانؓ کے گھر کا گھیراؤ ہوا۔ ایک دو دن نہیں چالیس دن گھیراؤ رہا۔ تو اور طلحہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور خاموش بیٹھ کر قتل عثمانؓ کا انتظار کرتے رہے۔ اگر تم قصاص عثمانؓ میں مخلص ہو تو پھر پہلے تم دونوں اپنے آپ کو بنی عثمانؓ کے پیش کر دو۔

بہر صورت یہ معاملہ اور ہے میں نے تجھے جس لیے بلایا ہے وہ اور بات ہے اور یہ ہے کہ میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے۔ جب نبی اکرمؐ نے تجھ سے پوچھا تھا۔ زبیر کیا تجھے علیؑ سے محبت ہے؟

اور تو نے کہا تھا۔ قبلہ علیؑ میرا خالہ زاد بھائی ہے مجھے علیؑ سے محبت میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے؟ اس وقت آنحضورؐ نے تجھے فرمایا تھا کہ ایک دن تو علیؑ کے خلاف صف آرا ہوگا اور تو ناحق ہوگا؟

زبیر نے کہا۔ مجھے وہ دن بھی یاد آ رہا ہے اور یہ بات بھی یاد آ رہی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میں تجھے اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے اپنے حبیب پر قرآن نازل کیا ہے اور جو معبود یکتا ہے۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے۔ جب آنحضورؐ ابن عوف کے پاس سے تشریف لائے تھے تو ان کے ساتھ تھا۔ تیرا ہاتھ آنحضورؐ کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے سامنے آکر آنحضورؐ کو سلام کیا تھا۔ سرور کونینؐ مجھے دیکھ کر مسکرا دیئے تھے اور میں آنحضورؐ کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔ اور تو نے کہا تھا۔ قبلہ! علیؑ کبھی طنز سے باز نہیں آتے

آنحضورؐ نے تجھے فرمایا:

زبیر ایسی بات نہ کر علیؑ کبھی طنز نہیں کرتا۔ تو ایک دن علیؑ کے خلاف محاذ آرائی کرے گا اور تو ناحق ہوگا؟

زبیر نے کہا:

بالکل مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے۔ اب میں آپ کے مقابلہ میں نہیں لڑوں گا اور میں ابھی ابھی لشکر سے نکل جاؤں گا۔ زبیر سر جھکا کر واپس آیا۔ ام المومنین عائشہؓ نے پوچھا۔ زبیر کیا بات ہے؟ زبیر نے کہا۔ مجھے پوری زندگی میں کبھی شک نہیں ہوا۔ لیکن آج علیؑ کے مقابلہ میں مشکوک ہو گیا ہوں۔ لہٰذا میں اس جنگ سے دست بردار ہوں۔ یہ کہہ کر زبیر صفوں سے نکل کر چلا گیا۔ مدینہ کی طرف آ رہا تھا۔ بنی تمیم کے ایک فرد عمرو ابن جرموز کے ہاں مہمان ٹھہرا جب سویا تو عمرو نے یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا کہ۔ امت مسلمہ کو دو لخت کر کے ان کے درمیان آتش جنگ کو بھڑکا کر اب خود یہاں آرام سے سو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں غیر جانبدار ہوں۔ اگر غیر جانبدار ہے تو پھر یہ جنگ کی آگ کس نے بھڑکائی ہے؟ ام المومنین کو گھر سے کون یہاں لایا ہے؟ اور علیؑ کی ہر مصالحانہ پیشکش کو کس نے ٹھکرایا ہے۔

طلحہ کو مروان نے موقعہ پا کر جنگ کے دوران تیر مارا وہ وہیں قتل ہو گیا۔

ام المومنین عائشہؓ کے لشکر سے عبداللہ نامی ایک شخص نکلا اور رجز خوانی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو دعوت جنگ دی۔ حضرت علیؑ اس کے مقابلہ میں آئے اور اسے قتل کیا۔ آپ واپس لشکر میں پلٹ رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی یا علیؑ کہاں جاتے ہو۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا تو ابن ابی خلف خزاعی کھڑا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ارے تم کہاں آ گئے؟

ابن ابی خلف نے کہا:

میدان میں آیا ہوں اور آپ سے لڑنے آیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ابن ابی خلف میں تجھے اس جگہ اس انداز میں بات کرتے ہوئے دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔

ابن ابی خلف نے کہا۔ یا علیؑ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ آپ باتیں کرنا چھوڑیں اور مقابلہ پر آئیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم میں سے جو بھی آئے گا میں کبھی پہل نہیں کروں گا پہلے وار پر دفاع کروں گا اور دوسرے وار پر حملہ کروں گا۔ میں نہ پہلے لڑنا چاہتا تھا اور نہ اب لڑنا چاہتا ہوں۔ اگر تجھے شوق ہے تو بسم اللہ پورا کرے۔ ابن ابی خلف نے حملہ کیا۔ آپ نے وار رد کیا پھر دوسرے حملہ میں اس کا دایاں ہاتھ کاٹا۔ دوسرے وار میں بایاں ہاتھ کاٹا۔ اور تیسرے وار میں سر تن سے جدا کر دیا۔ پھر گھسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ جو کتب تاریخ میں پوری تفصیل سے مذکور ہے۔

اس عالم پیری میں بھی حضرت علیؑ نے خود جا کر ام المومنین عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں کاٹے۔

مطالب السئول میں محمد ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ۔ ام المومنین عائشہؓ کی فوج میں تیس ہزار اور حضرت علیؑ کی فوج میں بیس ہزار سپاہی تھے۔ ام المومنین عائشہؓ کی فوج سے سولہ ہزار سات سو نوے قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کی طرف سے ایک ہزار ستر شہید ہوئے۔ جنگ ختم ہوئی آپ نے ام المومنین عائشہؓ کو انتہائی احترام سے محمل میں سوار کر کے مدینہ بھیج دیا۔ شرح فقہ اکبر کے مطابق ام المومنین عائشہؓ جنگ جمل کو یاد کر کے روتی رہتی تھیں۔

۲۔ جنگ صفین:

مقام جنگ صفین۔ سنہ جنگ ۳۷ھ مدت جنگ۔ چار ماہ۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ صفر

ابن جوزی کے مطابق لشکر امیر المومنینؑ۔ اسی ہزار۔ لشکر معاویہ۔ ایک لاکھ بیس ہزار

بدری صحابہ لشکر امیر المومنینؑ میں شامل تھے۔ ان کی تعداد ستاسی تھے۔ جن میں سے سترہ مہاجر اور ستر انصار تھے۔

معروف صحابہ جو جنگ صفین میں لشکر معاویہؓ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عمار یاسر۔ ہاشم ابن عتبہ۔ خزیمہ ابن ثابت اویس قرنی دیگر صحابہ حضرت علیؑ کے ساتھ اٹھارہ سو تھے۔ ان میں سے نوے وہ صحابی تھے۔ جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ کے لشکر سے کل پچیس ہزار شہید ہوئے۔ لشکر معاویہؓ سے ستر ہزار قتل ہوئے۔

ایک سو بیس دن کی اس جنگ میں ستر جنگیں ہوئیں۔

چونکہ ان جنگوں کو صرف شجاعت حیدریہ کے زیر عنوان پیش کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اختصار کو مدنظر رکھ رہے ہیں۔ ورنہ مذکورہ جنگوں میں ہر جنگ کے لیے ایک علیحدہ جلد کی ضرورت ہے اور مورخین کی یہ کاوش پہلے سے موجود ہے۔ جنگ صفین بھی ہم مختصراً کتب اہل سنت ہی سے پیش کر رہے ہیں۔ مقدمات جنگ۔ جنگ کا پس منظر اور پیش منظر۔ محرکات جنگ وغیرہ ہر شئے سے گریز کر کے ہم صرف اور صرف ایام پیری میں حضرت علیؑ کی شجاعت پیش کرتے ہیں۔

کمال الدین نے اپنی۔ جنگ صفین۔ نامی تالیف میں لکھا ہے کہ جب دونوں صفیں آراستہ ہو گئیں۔ تو معاویہؓ کی طرف سے معروف شجاع مخزان ابن عبدالرحمٰن نے سامنے آ کر مبارز طلبی کی۔ حضرت علیؑ کے لشکر سے مؤمل ابن عبید مرادی مقابلہ میں آیا رد و قدح کے بعد مؤمل مخزان کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ مخزان نے مؤمل کا سر کاٹ کر اسے زمین پر رگڑا اور اوندھا رکھ دیا۔ پھر مخزان کے مقابلہ میں مسلم ابن عبدربہ آیا مخزان نے اسے بھی شہید کیا اور اس کا سر بھی کاٹ کر زمین پر رگڑ کر اوندھا رکھ دیا۔

جب حضرت علیؑ نے مخزان کی یہ خباثت اور شقاوت دیکھی تو آپ خود اس کے مقابلہ میں آئے مخزان آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ ایک دو وار کے بعد حضرت علیؑ نے اسے اپنے کیفر کردار کو پہنچایا گھوڑے سے اترے اس کا سر کاٹا اور سیدھا کر کے رکھ دیا۔ پھر باری باری معاویہؓ کے لشکر سے بہادر آتے گئے اور حضرت علیؑ ان کے سر کاٹ کر آسمان کے رخ سیدھے رکھتے گئے۔ حتیٰ کہ سات سروں کی ایک قطار لگ گئی۔

حضرت معاویہؓ کا حرب نامی غلام تھا جس سے اسے بہت محبت تھی۔ معاویہؓ نے حرب سے کہا اس سے نجات دلا تو خود جا۔

حرب نے کہا۔

حضرت معاویہؓ میں اسے جانتا تو نہیں ہوں۔ لیکن اس کا انداز بتا رہا ہے کہ اگر ایک ایک کر کے تیرے لشکر سے لوگ اس کے مقابلہ میں جاتے رہے تو تیرے سوا کوئی نہ رہے گا۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میں اگر گیا تو قتل ہو جاؤں گا۔ جیسے آپ کا حکم ہو۔ میں تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ معاویہؓ نے کہا ذرا ٹھہر میں کسی اور کو بھیجتا ہوں۔ حضرت علیؑ

مبارز طلبی کر کے واپس چلے گئے۔

حضرت معاویہؓ کے لشکر سے کریب ابن صباح آیا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کے لشکر سے برقع خولانی آیا کریب کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ پھر حارث حکمی آیا وہ بھی شہید ہو گیا۔ اب حضرت علیؑ خود تشریف لائے۔ پہلے کریب کو وعظ و نصیحت کی۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ مقابلہ ہوا کریب اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ پھر چار آدمی اور آئے جو آپ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے۔

پھر حضرت علیؑ نے باواز بلند فرمایا!

معاویہؓ لوگوں کو نہ مرواؤ۔ تم خود آجاؤ میں اور تم مقابلہ کر لیں جو مارا جائے گا۔ دوسرا بلا شرکت غیرے حکمران ہو گا اور یہ نزاع ختم ہو جائے گا۔

عمرو عاص نے کہا:

معاویہؓ علیؑ نے بات انصاف کی ہے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

تو نے مجھے کبھی غلط مشورہ نہیں دیا۔ آج کیا تو حکومت شام کا خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ معاویہؓ نے عروہ ابن داؤد سے کہا۔ جا کیا دیکھ رہا ہے علیؑ مقابلہ کے لیے بلا رہا ہے۔ عروہ مقابلہ میں آیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ لگی کہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ایک دن حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو اجنبی بنا لیا۔ اور میدان جنگ میں مبارز طلبی کی۔ غلطی سے عمرو ابن عاص مقابلہ میں آگیا۔ حضرت علیؑ نے اسے آتا دیکھ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ عمرو سمجھا کہ مجھ سے ڈر گیا ہے اس نے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا۔ اور رجز خوانی کرنے لگا۔ آج تو اگر علیؑ بھی مقابلہ میں آتا تو میں اسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور فرمایا۔ عمرو اگر تو علیؑ ہی کو مارنا چاہتا ہے تو پھر آ میں ہی علیؑ ہوں یہ سن کر عمرو کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے گھوڑے کو دوسری طرف بھگا دیا۔ حضرت علیؑ نے تعاقب کر کے گھوڑا پیچھے لگا دیا۔ اور پیچھے سے نیزہ کا وار کیا۔ نیزہ ذرہ میں اٹک گیا۔ جونہی حضرت علیؑ نے نیزہ نکالنے کی خاطر جھٹکا دیا۔ عمرو گھوڑے سے گر گیا۔ اور گرتے ہی الٹا ہو کر کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت علیؑ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور واپس آگئے معاویہؓ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ معاویہؓ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ جب عمرو پہنچا اور معاویہ کو ہنستا دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا بات ہے؟ معاویہؓ نے کہا۔ اگر علیؑ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ پیچھے سے نیزہ گزار ہی دیتا لیکن یہ علیؑ کی حیا تھی کہ تو بچ کر آگیا ہے۔

حضرت معاویہؓ کا ایک پہلوان بسر ابن ارطاۃ بھی تھا۔ (اس سے صحاح ستہ میں کافی احادیث مروی ہیں۔ مترجم ایثر جارڑوی) اس نے اپنے غلام سے مشورہ لیا کہ علیؑ کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیرا کیا مشورہ ہے؟ غلام نے کہا اگر تو آپ زندگی سے اکتا چکے ہیں تو پھر بسم اللہ۔ اور اگر آپ اس خواہش میں جانا چاہتے ہیں کہ ممکن ہے آپ علیؑ

کو مار سکیں گے یہ خیال انتہائی خام ہوگا۔ بسر نے کہا۔ تعجب ہے تو مجھے موت سے ڈرا رہے ہو موت ہی ہے کوئی بلا تو نہیں مرنا تو بہر صورت ہے ہی تلوار سے نہیں تو بستر پر یہ کہہ کر بسر مقابلہ کے لیے میدان میں آگیا حضرت علیؑ نے جب اسے اپنے مقابلہ میں دیکھا تو آپ نے حملہ کیا۔ بسر پہلے حملہ ہی میں گھوڑے پر نہ ٹھہر سکا زمین پر گر گیا۔ جب بسر کو اپنا انجام نظر آنے لگا تو فوراً اوندھے منہ ہو گیا اور کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور چلے گئے۔ بسر جب سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے سر سے خود گر گیا۔ جب شیعیان علیؑ نے دیکھا تو عرض کیا۔ قبلہ! یہ تو بسر تھا۔ اسے تو کسی حالت میں نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا۔

آپ نے فرمایا:

دفع کرو۔ جو طریقہ جان بچانے کا ان لوگوں نے اختیار کیا ہے وہ انہی کو مبارک ہو مجھ سے بے شرمی نہیں ہو سکتی۔

حضرت معاویہؓ بسر کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ اور بسر شرمانے لگا۔ معاویہؓ نے کہا بسر شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے تو پہلا شخص نہیں بلکہ تجھ سے پہلے عمرو عاص بھی اسی ذریعہ سے جان بچا کر آیا ہے۔ بسر عمرو کو دیکھ کر اور عمرو بسر کو دیکھ کر ہنستا تھا۔ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے ایک نوجوان نے کہا۔

اے شامیو! تمہیں شرم ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ عمرو عاص نے تمہیں جان بچانے کا بنا گر سکھایا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

افی کل یوم فارس ذوکر یهتة۔	کیا جنگ کے ہر دن تمہارے جنگجو بہادر اسی طرح لڑیں گے
له عورة وسط العجاجة بادیه۔	کہ اس کی شرمگاہ بھرے میدان میں عوامی معائنہ کے لیے کھلی ہوگی۔
یکف لها عنه علی سنانه	اور ہر بہادر سے علیؑ اپنا تنا ہوا نیزہ اس حالت میں روک لے گا اور
ویضحك منها فی الخلا معاویه	حضرت معاویہؓ خیمہ میں تنہا بیٹھ کر۔ یونہی قہقہے لگاتے رہیں گے
فیا سوءها من حالة مستهانة	لعنت ہو اس توہین آمیز ایسی بری صورت حال پر
فضیحتها بین البریة باقیه	جس کی رسوائی تا قیامت نہ مٹے گی۔
ففولا لعمرو ابن اوطاة ابصرا	اب عمرو عاص اور بسر ابن ارطاق سے کہہ دو کہ اپنی راہ لو اور
سبیلکما لا تلقیا اللیث ثانیه	دوسری مرتبہ کبھی شیر کے سامنے نہ آنا
فلا تحمدا الا الحیا وفرجا کما	تم دونوں اور کسی کا شکریہ ادا نہ کرنا اگر شکریہ ادا کرنا تو اپنی

هما كانتا والله للنفس واقيه

علیؑ کے حیاء اور اپنی شرمگاہوں کا شکریہ ادا کرنا انہی دو چیزوں نے تمہیں دوسری زندگی دی ہے۔

فلولا سماكم تنجوا من سنانه
وتلك بما فيها عن العود ناهيه

اگر تمہاری شرمگاہ کی نمائش اور علیؑ کی حیا یہ دو چیزیں نہ ہوتیں تو تم نیزہ سے بچ نہیں سکتے تھے اور یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ علیؑ کو کبھی دوسرا وار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا جس کا نام احمر تھا وہ میدان میں مبارزطلبی کے لیے آیا۔ مقابلہ میں حضرت علیؑ کی فوج سے ایک مجاہد آیا۔ عثمانؓ کے غلام نے نیزہ کے وار سے اسے شہید کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ خود آگے بڑھے اس نے تلوار سے وار کرنا چاہا۔ آپ نے ڈھال پر تلوار کو روک کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اس کی ذرہ میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے سے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا اس کی ہڈیاں چٹخ کر ٹوٹ گئیں۔

معاویہؓ کا حریث نامی غلام بڑا بہادر تھا معاویہؓ نے اسے کہا علیؑ سے بچ کے رہنا۔ جب حضرت علیؑ کے مقابلہ میں کوئی آنے پر تیار نہ ہوا تو آپ نے لباس اور گھوڑا بدل لیا۔ اور میدان میں آ گئے۔ عمروعاص نے پہچان لیا کہ علیؑ ہے جو اجنبی بن کر کھڑا ہے۔ عمرو نے حریث غلام سے کہا۔ اس جوان کا مقابلہ کر۔ حریث مقابلہ میں آیا حضرت علیؑ کے ایک وار سے کھوپڑی اڑ کر دور جاگری۔ بعد میں جب معاویہؓ کو پتہ چلا کہ حریث کو عمرو ہی نے علیؑ کے مقابلہ میں عمداً بھیجا تھا تو معاویہؓ عمروعاص سے کہا کرتے تھے۔ حریث کا قاتل تو ہے۔

ایک مرتبہ عباس ابن ربیعہ مقابلہ میں آیا۔ معاویہؓ کی طرف سے مقابلہ کے لیے غرار ابن ادہم نکلا اور بڑے تکبر سے کہنے لگا۔ عباس او عباس مقابلہ کرو گے؟

عباس نے کہا تو کیا تو گھوڑے سے اتر کر مقابلہ کرے گا؟

غرار نے کہا۔ کیوں نہیں جیسے تو کہے ویسے کر لیتے ہیں دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے مقابلہ شروع ہوا کوئی ایک دوسرے کو زیر نہ کرسکا کافی دیر کے بعد عباس کو غرار کی ذرہ میں ایک شگاف نظر آیا۔ عباس نے اسی شگاف پر وار کرکے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

حضرت معاویہؓ نے اعلان کیا جو شخص اسے قتل کرے گا میں اسے اتنا انعام دوں گا۔ یمن سے بنی لخم کے دو شخص آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم اسے قتل کریں گے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

جاؤ جو پہلے قتل کرکے آیا انعام اسی کو دوں گا۔ دوسرے کو بھی محروم نہیں کروں گا جب دونوں عباس کے سامنے

آئے اور دعوت جنگ دی تو عباس نے کہا۔ میں جب تک اپنے آقا سے اجازت نہیں لوں گا۔ اس وقت تک نہیں لڑوں گا۔

انہوں نے کہا۔ پھر جا اور اجازت لے کے آ۔

عباس چلا گیا۔ حضرت علیؑ سے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا۔ تو اسی خیمہ میں بیٹھ اپنا لباس۔ اسلحہ۔ اور گھوڑا مجھے دیدے وہ دو ہیں ان کا مقابلہ میں خود کروں گا۔ حضرت علیؑ نے عباس کا لباس پہنا اسی کے گھوڑا پر سوار ہو کر میدان میں آئے جب لخمیوں نے دیکھا تو انہوں نے عباس ہی سمجھا۔ کہنے لگے۔ بس آگیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ہاں آگیا ہوں مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے ایک آدمی سامنے آیا۔ اس نے وار کیا حضرت علیؑ نے اس کا وار خالی دے کر اس کے پیٹ پر عرضاً وار کیا جس سے وہ دونیم ہو گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ علیؑ کا وار خالی گیا ہے۔ لیکن جب گھوڑے نے ایک قدم اٹھایا تو وہ شخص دو حصے ہو کر گر گیا۔ گھوڑا بدک کر حضرت علیؑ کے لشکر میں آگیا۔ پھر دوسرا آگے بڑھا۔ اسے بھی حضرت علیؑ نے بلا تاخیر اپنے ساتھی کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے عام حملہ کا حکم دیا۔ یہ وہ حملہ تھا جو تمام رات جاری رہا۔ اور لڑائی ہوتی رہی۔ اسی رات کو لیلۃ الہریر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تنہا حضرت علیؑ نے اس رات پانچ سو شامیوں کو قتل کیا۔ یہ وہ سنگین رات تھی جب صبح ہوئی اور لاشوں کو گنا گیا تو اس رات کے مقتولین کی تعداد چھتیس ہزار تھی۔

جابر انصاری سے مروی ہے کہ اسی رات ذوالفقار بار بار ٹیڑھی ہو جاتی تھی اور حضرت علیؑ فرماتے تھے اگر جبریل امین اور رسولؐ عالمین نے اس تلوار کی تعریف میں لاسیف الا ذوالفقار نہ کہا ہوتا تو آج میں اس سے جنگ نہ کرتا۔ بار بار اسے سیدھے کرنے میں میرا کافی وقت لگ جاتا ہے۔ دوسرے دن بھی جنگ جاری رہی دوسری رات بھی شدت جنگ میں فرق نہ آیا۔ حتیٰ کہ مسلسل جنگ چار دن اور تین راتیں رہی۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ نہ کسی کے پاس تیر رہا نہ کمان رہی۔۔ نہ نیزہ رہا نہ تلوار رہی۔ نہ ہاتھوں میں سکت تھی نہ قدموں میں طاقت رہی دونوں فریق ایک دوسرے کو کھڑے دیکھتے تھے اور کوئی کسی پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔

اتنی شدت کے باوجود بھی ہم نے حضرت علیؑ کے چہرے پر نہ تھکاوٹ کے آثار دیکھے اور نہ کہیں پریشانی نظر آئی۔

جب معاویہ نے اپنی فوج کی بدحالی دیکھی تو اس نے اشعث ابن قیس کندی ابوبکرؓ کے بہنوئی کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تجھ سے ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا۔ ادھر ہماری فوج کا برا حال ہے۔

ادھر معاویہ نے فوج کو حکم دیا کہ نیزوں پر قرآن بلند کرو۔ پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کیا گیا۔ اشعث نے حضرت علیؑ سے کہا اب قرآن کا فیصلہ ہوگا۔

حضرت علیؑ اور قرآن:

اس سلسلہ میں کتب اہلسنت کے مطابق جتنی آیات حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں ایک الگ کتاب علیؑ اور قرآن میں جمع کیا گیا ہے جسے ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ نے شائع کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

نبی الانبیاءؐ اور شہادت حضرت علیؑ کی پیشگوئی:

ا۔ امالی میں شیخ صدوق نے امام رضاؑ کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول کونینؐ مسجد نبوی میں منبر پر ماہ رمضان کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ اس ماہ میں افضل الاعمال کونسا عمل ہے؟

آپ نے فرمایا:

یا علیؑ افضل الاعمال محرمات الٰہیہ سے پرہیز ہے۔ یہ فرما کر آپ رونے لگے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسی ماہ رمضان میں تیرا خون بہایا جائے گا۔ مجھے وہ بدنصیب اس وقت بھی نظر آ رہا ہے آپ مصروف نماز ہیں سجدہ سے سر اٹھا رہے ہیں اور وہ ستون مسجد کی اوٹ سے نکل کر آپ کے سر پہ حملہ کر رہا ہے آپ کی ریش مبارک خون سے رنگین ہو گئی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میں دین و ایمان پہ ہوں گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

یا علیؑ تو دین و ایمان پہ ہو گا۔ یا علیؑ جو تجھے قتل کرے گا گویا اس نے مجھے قتل کیا ہے۔

جو تجھ سے بغض رکھے گا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا ہے۔

جو تجھے سب کرے گا گویا اس نے مجھے سب کیا ہے۔

کیونکہ تو میرا نفس ہے۔ تیری روح میری روح کا جز ہے۔ تیری طینت میری طینت کا حصہ ہے۔

اللہ نے تجھے اور مجھے ایک نور سے پیدا کیا ہے۔

اللہ نے مجھے نبوت کے لیے اور تجھے امامت کے لیے منتخب کیا ہے۔

یا علیؑ تیری امامت کا منکر گویا میری نبوت کا منکر ہے۔

یا علیؑ تو میرا وصی میرے بیٹوں کا باپ ہے۔ اور میری بیٹی کا شوہر ہے۔

یا علیؑ تو میری زندگی اور میرے بعد میری امت کا خلیفہ ہے۔

تیرا امر میرا امر اور تیری نہی میری نہی ہو گی۔

۱۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھے برحق مبعوث برسالت کیا ہے اور جس نے افضل کونینؐ قرار دیا ہے تو مخلوق خدا پر حجت خدا ہے۔ تو اسرار الٰہیہ کا امین ہے اور بندگان خدا پر خلیفہ خدا ہے۔

۲۔ فرحۃ الغری میں عبدالکریم ابن طاؤس نے ابن عباس کے سلسلۂ سند سے نبی کونینؐ سے روایت کی ہے کہ ایک دن سرور انبیاءؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علیؑ میری اور میرے اہلبیتؑ کی محبت ذات احدیت نے ارض وسما پر پیش کی۔ سب سے پہلے آسمان ہفتم نے ہماری محبت کو قبول کیا اللہ نے اسے عرش وکرسی سے مزین کیا۔ دوسرے نمبر پر چوتھے آسمان نے قبول کیا اسے اللہ نے بیت المعمور سے آراستہ کیا۔ تیسرے نمبر پر آسمان اول نے قبول کیا اسے اللہ نے ستاروں کا حسن عطا فرمایا:

چوتھے نمبر پر وادی حجاز نے قبول کی اللہ نے اسے بیت اللہ سے نوازا۔ پانچویں نمبر پر سرزمین شام نے ہماری محبت کو قبولیت کی سعادت بخشی چھٹے نمبر پر سرزمین عراق نے قبول کی اسے اللہ نے تیرے جسم کا امین قرار دیا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ کیا میں عراق میں دفن ہوں گا؟

آنحضورؐ نے فرمایا:

ہاں یا علیؑ وادی نجف تیرا مسکن ہوگی کوفہ میں تجھے عبدالرحمٰن ابن ملجم لعین میری امت کا شقی ترین شخص شہید کرے گا

۳۔ مناقب میں ہے جنگ خندق میں جب عمرو ابن عبدود کی ضرب سے حضرت علیؑ کا سر زخمی ہوا تو آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے سر پہ پٹی باندھی آپ کے آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا۔ یا علیؑ! کاش میں اس وقت بھی ہوتا جب تیری یہ ریش تیرے سر کے خون سے رنگین ہو گی۔

۴۔ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں روایت کی ہے کہ احمد نے بتایا ہے کہ ایک دن افضل الانبیاءؐ نے فرمایا یا علیؑ کیا تجھے معلوم ہے کہ اولین وآخرین میں سے بدنصیب ترین شخص کون ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا:

قبلہ! اللہ اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

یا علیؑ جو تیرے سر کے خون سے تیری ریش کو خضاب کرے گا وہ کائنات کا بدترین بدنصیب ہو گا۔

۵۔ خصال صدوق میں منقول ہے کہ جنگ نہروان کے بعد ایک یہود نے حضرت علیؑ سے مسجد کوفہ میں سوال کیا یا علیؑ کیا آپ واقعتاً وصی نبیؐ ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

میرے علاوہ کسی اور نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا۔

راس الیہود نے عرض کیا۔ یا علیؑ ہر نبیؐ کے وصی پر سات امتحانات حیات نبیؐ میں اور سات وفات نبیؐ کے بعد آتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حیات نبیؐ میں آپ پر کون کون سے سات مصائب آئے۔ اور وفات نبیؐ کے بعد کون سے سات مصائب آئے۔

حضرت علیؑ نے حیات نبیؐ میں سات امتحانات گنوائے۔ پھر وفات نبیؐ کے بعد چھ مصائب گنوا کر اپنے صحابہ سے تصدیق کرائی اور فرمایا۔ ساتواں ابھی باقی ہے۔ اور وہی ساتواں امتحان میرا اور میری زندگی کا آخری امتحان ہوگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

راس الیہود یہ سن کر رو دیا۔ انہیں روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ ہم نے عرض کیا قبلہ ممکن ہے راس الیہود کو تو اشارہ سے معلوم ہو گیا ہو لیکن ہمیں معلوم نہیں ہوا آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی بتا دیں۔

آپ نے فرمایا:

میری یہ ریش میرے سر کے خون سے خضاب ہوگی۔

راس الیہود نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ اور مسجد کوفہ میں رہنے لگا۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت وہ مسجد ہی میں موجود تھا۔ ضرب کے بعد جب ابن ملجم گرفتار ہو کر آیا تو راس الیہود نے عرض کیا۔

میرے آقا اسے فی النار کر دیں کیونکہ میں نے صحف موسیٰؑ میں پڑھا ہے کہ وصی محمدؐ کا قاتل۔ قابیل اور ناقہ صالح کے قاتل قیدار سے زیادہ بدتر شخص ہوگا۔

۵۔ ارشاد مفید میں عامر ابن واثلہ سے مروی ہے کہ کوفہ میں حضرت علیؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے جمع کیا۔ جب لوگ بیعت کرنے لگے تو ابن ملجم لعین بھی انہی میں تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ ابن ملجم کو واپس کیا۔ وہ دوسری مرتبہ آیا۔ آپ نے دوسری مرتبہ بیعت لیے بغیر واپس کر دیا۔ وہ تیسری مرتبہ آیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ واپس کر دیا وہ چوتھی مرتبہ پھر آیا۔ آپ نے بیعت لی اور بیعت لیتے وقت فرمایا۔ بخدا میری یہ ریش میرے خون سر سے خضاب ہوگی۔ جب ابن ملجم واپس جانے لگا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

اشدد حیازیمک للموت	(۱) موت کے لیے کمر بستہ ہو جا۔
فان الموت لاقیکا	موت تجھ سے ملاقات کر کے رہے گی۔
ولا تجزع من الموت	(۲) جب موت تیرے صحن میں قدم رکھ لے۔
اذا حل بوادیکا۔	تو پھر اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

۶۔ ارشاد ہی میں اصبغ سے مروی ہے کہ جب ابن ملجم لعین بیعت کر کے واپس جانے لگا تو حضرت علیؑ نے اسے

واپس بلایا اس سے مزید وعدے اور حلف لی کہ بیعت شکنی نہیں کرے گا۔ جب وہ تیسری مرتبہ جانے لگا تو آپ نے پھر واپس بلا کر بیعت نہ توڑنے کے سنگین وعدے اور قسمیں لیں۔ اس وقت ابن ملجم لعین نے کہا۔ اے امیر المومنینؑ آپ نے میرے سوا اور کسی سے بھی ایسا سلوک نہیں کیا۔

آپ نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا۔ اتنی تاکید اور توثیق کے باوجود مجھے تجھ میں بیعت کی وفا نظر نہیں آ رہی جا کام کر۔

۷۔ کشف الغمہ میں ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ نہروان سے واپس آئے تو امام حسنؑ سے پوچھا بیٹے ماہ رمضان سے کتنے دن گزر گئے ہیں؟

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ قبلہ تیرہ دن گزر گئے ہیں۔

پھر امام حسینؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹے ماہ رمضان کے باقی کتنے دن رہتے ہیں؟

امام حسینؑ نے عرض کیا:

اے امیر المومنینؑ سترہ دن رہ گئے ہیں۔

ابن ملجم لعین مسجد میں زیر منبر ہی بیٹھا تھا۔ آپ نے ابن ملجم لعین کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ شقی امت محمدؐ اس ریش کو اس سر کے خون سے خضاب کرے گا۔ یہ فرما کر آپ نے ابن ملجم لعین کی طرف دیکھا۔ ابن ملجم لعین اٹھا منبر کے سامنے آیا اور کہا۔

یا امیر المومنینؑ آپ ایک عرصے سے میری طرف دیکھ کر ہمیشہ یہ فرمایا کرتے ہیں۔ یہ میرے ہاتھ ہیں اور یہ میں ہوں۔

آپ چاہیں تو میرے ہاتھ کاٹ دیں اور چاہیں تو مجھے قتل کر دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی تک تو نے ارتکاب جرم نہیں کیا۔ اچھا ایک بات بتا۔ بچپنے میں تیری دایہ یہودیہ تھی۔

ابن ملجم لعین نے عرض کیا۔ یہودیہ ہی تھی۔

آپ نے فرمایا: ایک دن تو نے کسی بات پر اسے ناراض کیا اور اس نے غصہ میں تجھے کہا تھا اے ناقہ صالح کو قتل کرنے والے سے زیادہ بدنصیب انسان؟

ابن ملجم لعین نے کہا امیر المومنینؑ اس نے بالکل اسی طرح کہا تھا۔

۸۔ ارشاد ہی میں بنی کندہ کے بوڑھوں سے مروی ہے کہ ہم نے مسجد کوفہ میں بیس سے زیادہ مرتبہ حضرت علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ وہ کہاں گیا جو ناقہ صالح کے قاتل سے بھی زیادہ سیاہ بخت ہے تا کہ میری ریش کو میرے سر کے خون سے خضاب کر دے۔





شہادت، وصیت اور غسل و جنازہ

سنہ ۴۰ھ ۱۹ ماہ رمضان شب جمعہ مسجد کوفہ میں ابن ملجم لعین نے نماز صبح کے نوافل میں سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد سر پہ تلوار سے وار کیا جس سے آپ زخمی ہوئے اور تیسرے دن ۲۱ ماہ رمضان کو رحلت فرمائی ابن ملجم لعین کے ساتھ کوفہ میں تعاون کرانے والے چار افراد تھے جن میں سے تین مرد اور ایک عورت تھی۔

مرد۔ وردان ابن مجالد۔ شبیب ابن بجیرہ اور ابوبکر کا بہنوئی اشعث لعین ابن قیس تھے۔ اور عورت قطام لعین بنت اخضر تھی۔

یہ وہی اشعث ہے جس نے جنگ صفین کو اپنے منطقی انجام سے پہلے فوج حضرت علیؑ میں پھوٹ ڈال دی تھی۔ اور بیس ہزار سپاہی کو آمادہ کیا تھا کہ اگر حضرت علیؑ معاویہ سے صلح پر تیار نہ ہو تو علیؑ کو قتل کر دیا جائے۔ پھر اسی اشعث لعین نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی علیؑ کی طرف سے ثالث ابوموسیٰ ہو وہی ہم قبول کریں گے پھر یہی اشعث لعین ہے جس نے تحکیم قبول کرنے پر حضرت علیؑ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اور خوارج کو حضرت علیؑ سے جنگ پہ آمادہ کیا۔ ابوبکر کا بہنوئی اشعث لعین ہی تھا جس نے ابن ملجم کو اپنے گھر مہمان رکھا اور اس نے خلیفہ رسولؐ کو محراب مسجد میں بحالت نماز شہید کیا۔

وقت شہادت عمر حضرت علیؑ :	۶۵ برس۔	
مکہ میں اعلان نبوت سے پہلے	۱۴ برس	مکہ میں کل زندگی ۲۴ برس کم
مکہ میں اعلان نبوت کے بعد	۱۳ برس	
مدینہ میں آنحضورؐ کے ساتھ	۱۰ برس	مدینہ میں کل زندگی ۳۶ برس کل زندگی ۶۵ برس
مدینہ میں آنحضورؐ کے بعد	۲ برس	
کوفہ میں مسند اقتدار پہ	۵ برس	
مزار مبارک	کوفہ کی پشت پہ کوہ طور اور کوہ جودی کے مابین وادی نجف میں۔	

وصیّت :

منجملہ دیگر وصایا کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ نشان قبر ظاہر نہ کیا جائے۔ ابتداء میں کسی کو معلوم نہ تھا عباسی دور حکومت میں امام صادقؑ کی نشاندہی پر مزار کو ظاہر کیا گیا۔ پہلے محمد ابن زید نے مختصر سی چار دیواری بنائی پھر عضدالدولہ نے مزید وسعت دیکر پرعظمت زیارتگاہ تعمیر کرائی۔

آنحضورؐ کی خاطر حضرت علیؑ نے اپنی زندگی کی پہلی جنگ مکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں کی۔

باب خیبر کو ۲۹ برس کی عمر میں اکھیڑا۔

غسل :

جناب حسنینؑ نے غسل دیا۔ اور محمد حنفیہ نے آب غسل مہیا کیا۔

حیات نبیؐ میں کفار سے برسرپیکار رہے اور شہادت رسولؐ کے بعد ناکثین۔ مارقین۔ اور منافقین سے برد آزما رہے۔

کیفیت شہادت :

یوں تو مورخین نے شہادت حضرت علیؑ پر پردہ ڈالنے کی خاطر واقعات کی تراش خراش میں کافی عرقریزی کی ہے اور شہادت حضرت علیؑ کو خارجی سازش قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں تین خارجیوں کا نام بھی لیا جاتا ہے کہ انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر قسم کھائی تھی۔ حضرت علیؑ۔ عمرو عاص۔ اور معاویہ ہر سہ کو قتل کریں گے اور منصوبہ کے مطابق انیس ماہ رمضان کی رات طے پائی تھی۔

لیکن جب ایک منصف اور حقیقت تجزیہ نگار ان واقعات کا جائزہ لیتا ہے تو اسے یہ سب کچھ خود ساختہ کہانی نظر آتی ہے۔ اور حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خارجی سازش نہ تھی۔ بلکہ اس سازش کی جڑیں کہیں اور تھیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ قسم کھانے والے تین افراد میں سے صرف ایک کامیاب ہوتا ہے اور دو اسی طرح ناکام ہوتے ہیں کہ انیس ماہ رمضان کی صبح کو معاویہ کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ وہ سرے سے مسجد میں نماز پڑھانے ہی نہیں آتا۔ اور عمرو عاص پر وار کیا جاتا ہے لیکن وار اوچھا پڑتا ہے۔ اور وہ بچ جاتا ہے۔ اس کے بعد قسم کھانے والے صفحات تاریخ سے مٹ جاتے ہیں اور پھر کبھی انہیں اپنی وہ قسم یاد تک نہیں آتی۔

اشعث ابن قیس کندی کا کردار مختصر ہی آپ دیکھ چکے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ ہوتے

کے باوجود معاویہؓ کے لیے کام کرتا ہے۔ اور معاویہ سے مربوط ہے۔ امام حسنؑ کے حالات میں دیکھیں گے کہ ابوبکرؓ کی بھانجی اور اپنی لخت جگر بیٹی جعدہ کو مدینہ میں خود اشعث لعن ہی شام سے زہر پہنچانے گیا تھا۔ تاریخ کربلا میں دیکھیں تو محمد ابن اشعث لعن یزیدی دربار سے گہرے تعلقات کا حامل نظر آئے گا۔

کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ یہ بھی اتفاق ہے کہ قطام لعن بنت اخضر ابن ملجم لعن سے حق مہر میں علیؑ کا سر مانگتی ہے یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ قطام لعن دس ماہ رمضان سے مسجد کوفہ میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگا کر بیٹھی ہے؟ یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ شبیب ابن بجرہ اور ابن ملجم لعن کے ساتھ اشعث لعن انیس ماہ رمضان کی رات کو قطام لعن کے خیمے میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔

یہ بھی اتفاق ہے کہ اشعث لعن پو پھٹتے ہی ابن ملجم لعن سے کہتا ہے کہ کام جلدی ختم کر صبح رسوا کر دے گی۔ اور حجر ابن عدی یہ بات سن لیتا ہے۔

یہ ایک سازش تھی جس کے آلہ کار خارجی تھے۔ اور خارجی اپنی خارجیت کا معاوضہ اموی دستر خوان سے لیتے تھے۔ بہرصورت ہم واقعہ شہادت کو جیسے کوفہ میں پیش آیا ہے۔ تھوڑے سے سیاق کے ساتھ پیش کر رہے ہیں چونکہ اسے کوفہ میں اپنے گروہ کو بھی تحفظ دینا تھا۔ اور حصول مقصد تک کوئی ٹھکانا بھی بنانا تھا اس لیے یہ قطام لعن بنت اخضر پہ فریفتہ ہو جاتا ہے۔ قطام لعن کا باپ اخضر جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں فی النار ہوا تھا قطام لعن اپنے باپ کے غم میں سیاہ پوش ہو کر سوگوار بنی ہوئی تھی؛

ابن ملجم لعن قطام لعن سے شادی کی درخواست کرتا ہے۔

قطام لعن جواب میں کہتی ہے۔ میرا حق مہر بہت زیادہ مہنگا ہے تو ادا نہیں کر سکے گا۔

ابن ملجم لعن کہتا ہے۔ تو مانگ کیا حق مہر مانگتی ہے؟

قطام لعن نے کہا؛

مجھے تین ہزار درہم ایک نوکر اور علیؑ کا سر چاہیے۔ (اگر پہلے سے ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی نہ ہو تو بھلا کون ایسی حرکت کر سکتا ہے کہ مملکت اسلامیہ کے حکمران کا سر مہر میں مانگے۔ قطام لعن کو کیا معلوم تھا کہ ابن ملجم لعن میری اس بات کو راز میں رکھے گا۔ (مترجم)

ابن ملجم لعن نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔

قطام لعن نے بنی تیم الرباب کے ایک فرد وردان ابن مخالد کو بلایا۔ اسے ابن ملجم لعن سے تعاون پر آمادہ کیا وردان آمادہ ہو گیا۔ قطام لعن مسجد کوفہ میں اعتکاف میں جا بیٹھی۔ انیس ماہ رمضان کی رات وردان۔ شبیب اور ابن ملجم لعن تینوں قطام لعن کے پاس اس کے خیمہ میں آئے۔ قطام لعن نے انہیں تحفظ کی خاطر ریشم کے تین ٹکڑے مہیا کیے جو انہوں نے اپنے سینوں پہ باندھے۔ تلواریں لٹکائیں اور خیمہ سے باہر نکل آئے۔

انیس ماہ رمضان کی شب اشعث لعین ابن قیس بھی ظاہراً عبادت کی خاطر اور باطناً ان سے تعاون کی خاطر مسجد کوفہ میں آ گیا۔ جب سحر کا وقت ہوا۔ اشعث لعین نے ابن ملجم لعین سے کہا۔ کیا دیکھ رہے ہو اپنا کام کر گزرو۔

اس وقت حضرت علیؑ تہجد سے فارغ ہو کر اہالیان مسجد کو نماز کے لیے جگا رہے تھے۔ آپ لوگوں کو جگا کر محراب میں آئے نوافل شروع کیں۔ ادھر حجر ابن عدی اشعث لعین کی بات سن کر پریشان ہو گیا۔ اور جلدی سے اٹھا تاکہ حضرت علیؑ کو اشعث لعین کی بات سے مطلع کرے۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ حجر ابھی آپ تک پہنچا نہیں تھا کہ تلوار کی چمک دیکھی۔ پھر حضرت علیؑ کی آواز سنی۔ ابن ملجم وغیرہ کو بھاگنے نہ دینا۔

پہلا وار شبیب لعین نے کیا۔ جو خطا ہو گیا۔ دوسرا وار ابن ملجم لعین نے کیا جو اسی جگہ لگا جہاں عمرو ابن عبدود کی تلوار جنگ خندق میں لگی تھی۔ مسجد سے تو شبیب لعین فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن جب اپنے چچازاد کے گھر پہنچا تو ہانپ رہا تھا۔ اسے شک پڑ گیا۔ اس نے پوچھا۔ کہیں امیر المومنینؑ کے قتل میں تو تو نہ تھا؟

شبیب لعین بدحواسی میں کہہ گیا ہاں میں تھا۔

اس کے چچازاد نے اسی کی تلوار سے اسے واصل جہنم کر دیا۔

ابن ملجم لعین نے بھی فرار کی کوشش تو کی لیکن ایک ہمدانی نے تعاقب کرتے ہوئے اپنی عبا اس پر پھینکی جس میں ابن ملجم الجھ کر گرا اور ہمدانی نے اسے گرفتار کر لیا۔ تلوار ہاتھ سے چھین لی۔ اور حضرت علیؑ کے پاس لے آیا

وردان لوگوں میں گم ہو گیا وہ کسی کے ہاتھ آ سکا اور نہ ہی اشعث لعین کسی کو ملا۔

مسجد میں ہر طرف قتل امیر المومنینؑ قتل امیر المومنینؑ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جناب حسنینؑ آپ کو گھر لے گئے جناب لبابہ آپ کے سرہانے اور جناب ام کلثوم زینبؑ آپ کے پاؤں کی جانب بیٹھ گئیں۔

آپ ایک دن افطار امام حسنؑ کے گھر دوسرے دن امام حسینؑ کے گھر اور تیسرے دن جناب ام کلثوم زینبؑ کے گھر کرتے تھے۔ یہ رات جناب ام کلثوم زینبؑ کے ہاں تھی۔

جب ابن ملجم کو آپ کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا!

حسنؑ بیٹے! اگر میں زندہ رہا تو خود اس سے نمٹ لوں گا اور اگر زندہ نہ رہا تو اسے قتل کر کے جلا دینا۔

ابن ملجم لعین نے کہا۔ یا علیؑ! آپ جو وصیت کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ میں جانتا ہوں۔ آپ زندہ نہ بچ سکیں گے میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں خریدی تھی۔ ایک ہزار کے خرچ سے اسے زہر آلود کیا ہے۔

ابن ملجم کو زندان میں ڈال دیا گیا۔

امالی شیخ طوسی کے مطابق اصبغ سے مروی کہ ابن ملجم کی ضرب کے بعد جب حضرت علیؑ کو گھر لے جایا گیا تو میں حارث سوید ابن غفلہ اور کچھ دیگر اصحاب امیر المومنینؑ کے دروازہ پہ بیٹھے رو رہے تھے۔ امام حسنؑ دروازہ پر تشریف لائے۔ اور فرمایا حضرت امیر المومنینؑ فرما رہے ہیں کہ۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ باقی تمام چلے گئے

لیکن میں بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد امام حسنؑ دوبارہ دروازہ پر آئے اور فرمایا۔ کیا آپ کے مولا نے آپ کو جانے کے لیے نہیں فرمایا:

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اجن کے پاؤں ساتھ دیتے تھے وہ چلے گئے ہیں۔ لیکن میرا نہ تو دل جانے پر آمادہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ٹانگیں ساتھ دے رہی ہیں۔ آپ مجھے ایک مرتبہ زیارت کی اجازت لے کر دیں۔

امام حسنؑ اندر گئے۔ پھر باہر آکر فرمایا۔ آپ تشریف لے آئیں۔ میں اندر گیا۔ آپ کی ریش مبارک اب رنگین نہیں تھی شاید بیٹیوں ہی نے خون صاف کیا ہوگا۔ میں اپنے پر قابو نہ رکھ سکا اور بے ساختہ رونے لگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اصبغ کیوں رو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو تو ہمارے عوض اچھی جگہ مل جائے گی لیکن میں اپنی بدنصیبی کو رو رہا ہوں کہ اب ہمارا کیا ہوگا۔ ہمیں کہاں باب مدینہ علم نبیؐ نظر آئے گا۔ قبلہ اگر زحمت نہ ہو تو مجھے اس وقت نبی اکرمؐ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنا دیں تاکہ جب وہ حدیث کسی کو سناؤں تو آپ کی یاد بھی تازہ ہو جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہاں اصبغ ایک دن آنحضورؐ نے مجھے فرمایا۔ یا علیؑ مسجد میں جاؤ۔ میرے منبر پر میری جگہ بیٹھ کر لوگوں کو بلاؤ جب وہ جمع ہو جائیں تو انہیں بتانا کہ۔ میں رسولؐ خدا کا قاصد ہوں وہ فرما رہے ہیں۔

اللہ۔ ملائکہ۔ انبیاءؑ اور میں محمدؐ اس شخص پر لعنت کرتے ہیں جو غلط نسب اختیار کرے۔ اپنے آقا کو چھوڑ دے اور مزدور کی اجرت ادا نہ کرے۔

چنانچہ میں نے آکر آپ کا وہ پیغام پہنچایا۔ دوسرے لوگ تو سن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن عمر ابن خطاب نے کہا۔ یا علیؑ مجمل پیغام ہے۔

میں نے کہا۔ اگر مجھے تفسیر کی اجازت ہوتی تو کر دیتا۔ اب جا کر تیری یہ بات آنحضورؐ کو بتاتا ہوں۔

میں نے جا کر آپ کو مطلع کیا۔

آپ نے فرمایا: یا علیؑ جا کر اسے بتا۔ کہ میں تمہارا باپ ہوں۔ میں تمہارا آقا ہوں۔ اور میں تمہارا مزدور ہوں میرے سوا کسی کو باپ نہ بنانا۔ میرے سوا کسی کو آقا نہ بنانا۔ اور میری اجرت میں خیانت نہ کرنا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں سلیم ابن قیس سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو وصیت کی میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے امام حسنؑ کو وصیت میں امام حسینؑ۔ محمد حنفیہ تمام اولاد اور اپنے تمام شیعوں کو گواہ بنا کر وصیت کی۔

پہلے حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو تبرکات انبیاءؑ دیئے۔ پھر فرمایا:

بیٹے مجھے رسول کونین نے یہ سب کچھ تیرے سپرد کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ میں تجھے حکم دوں کہ دم آخر یہ تبرکات اپنے بھائی حسینؑ کے سپرد کرے گا۔ پھر آپ کمسن سجادؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ بیٹے تجھے اپنے نبیؐ نانا کا اور میرا حکم ہے کہ تو دم آخر یہ تبرکات اپنے بیٹے محمدؑ کے سپرد کر کے اسے نبی کونینؐ اور میری طرف سے سلام بھی کہہ دینا۔

پھر آپ امام حسنؑ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

بیٹے میرے بعد تو اولی الامر ہے .... میرے قصاص کا بھی تو ہی مالک ہے ...... پھر فرمایا بیٹے لکھ لے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ میں اللہ کے واحد اور محمدؐ کے خاتم الانبیاءؐ ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ میری نماز۔ میری عبادت۔ میری زندگی۔ اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

حسنؑ تجھے۔ اپنی تمام اولاد۔ اور تمام ان مومنین کو جن تک میری یہ وصیت پہنچ جائے میں وصیت کرتا ہوں کہ ... تقویٰ نہ چھوڑیں ...... مسلمان ہو کر مریں ...... حبل اللہ سے تمسک رکھیں ...... اللہ کی اس نعمت کو نہ بھولیں جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اللہ نے تمہیں بھائی بنایا ...... میں نے نبی اکرم سے سنا ہے کہ باہمی محبت نماز و روزہ سے افضل ہے ...... بغض دین کی تباہی اور باہمی محبت کی زہر ہے ...... صلہ رحمی کیئے رکھنا قبر کے حساب میں تخفیف ہو گی ...... یتیموں کا خیال رکھنا ان کے منہ سے لقمہ نہ چھیننا ...... میں نے بھی اکرمؐ سے سنا ہے جو شخص اتنی یتیم پروری کرے کہ وہ خود کفیل ہو جائے اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے ...... مال یتیم کھانے والے کے لیے جہنم واجب ہوتی ہے ...... خیال رکھنا عمل بالقرآن نہ چھوڑنا ...... پڑوسی کا خیال رکھنا اللہ اور رسولؐ نے پڑوسی کی وصیت کی ہے ...... نماز کی پابندی کرنا یہ ستون دین ہے ...... زکوٰۃ ادا کیئے رکھنا غضب الٰہی کی ڈھال ہے ...... ماہ رمضان کے روزوں کا تحفظ کرنا آتش جہنم کی ڈھال ہیں ...... فقراء اور مساکین کو اپنی معیشت میں شریک سمجھنا ...... مال اور جان سے جہاد فی سبیل اللہ میں جی نہ چرانا ...... ذریت رسولؐ پر ظلم سے بچنا ...... ان اصحاب نبیؐ کا احترام نہ بھولنا جنہوں نے کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا ...... نبی کونینؐ نے اپنے اصحاب سے احسان کرنے کے ساتھ ساتھ بدعات کے مرتکب پر لعنت بھی کی ہے ...... اپنی بیویوں سے حسن سلوک فراموش نہ کرنا ...... غلاموں پر سختی نہ کرنا ...... احکام الٰہیہ میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرنا ...... اللہ کے سلسلہ میں کبھی بدگمان نہ ہوتا ...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ...... عنقریب بدترین افراد تمہارے حکمران بننے والے ہیں تمہاری کسی دعوت خیر کو قبول نہ کریں گے ...... بیٹو! ایک دوسرے سے محبت رکھنا ...... ایک دوسرے پر خرچ کرنا ..

ایک دوسرے کی بدگوئی نہ کرنا۔۔۔۔ اختلاف سے اجتناب کرنا۔۔۔ تقویٰ اور نیکی میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔۔۔۔۔۔ کسی کے گناہ پہ امداد نہ کرنا۔۔۔۔۔۔ اے اہلبیتؑ نبیؐ اللہ تمہارا محافظ ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔۔۔۔ اچھا سلام علیکم خدا حافظ۔

امالی میں حبیب ابن عمرو سے مروی ہے کہ میں آپ کے زخمی ہونے کے بعد آپ کی عیادت کو گیا۔ آپ نے سر کا زخم کھول کر دکھایا۔

میں نے ازراہ تسلی عرض کیا۔ قبلہ آپ جیسے باحوصلہ شخص کے لیے یہ معمولی زخم ہے جلد اچھا ہو جائے گا آپ مطمئن رہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حبیب بھلا علیؑ کو کسی تسلی کی ضرورت ہے؛ میں چند گھنٹوں کا مہمان ہوں۔ میں نے پس پردہ سے صدائے گریہ سنی۔

آپ نے فرمایا:

بیٹی کیوں رو رہی ہو؟

اندر سے آواز آئی۔ بابا جان! جس بیٹی کا باپ سفر میں شہید کر دیا جائے اور وہ روئے تو بھلا اس بیٹی سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تو کیوں رو رہی ہے۔

آپ کے آنسو نکل آئے اور فرمایا۔ بیٹی حوصلہ رکھو۔ تیری زندگی تو کانٹوں پر ہے تجھے تو بہت کچھ برداشت کرنا ہے۔ مقتل ابو مخنف کے مطابق صعصعہ ابن صوحان کہتا ہے کہ میری موجودگی میں کوفہ کا معروف۔ ایثر۔ نامی جراح آیا۔ جب اس نے زخم دیکھا۔ تو رو دیا اور دست بستہ عرض کی قبلہ! آپ جو وصیت کرنا چاہیں وصیت فرمالیں۔ زخم بھی اگرچہ گہرا ہے لیکن جس زہر سے تلوار کو زہر آلود کیا گیا ہے۔ یہ وہ زہر ہے جس کا ایک ذرہ اگر دریا میں ڈالا جائے تو ایک میل تک آبی جانور تڑپ کر باہر آجائیں۔

جونہی ایثر نے یہ بات کی۔ پردہ کے اندر سے ماتم کا ایک طوفان اٹھا۔ اور واعلیاہ واحمزاہ کی دلدوز صدائیں بلند ہوئیں۔

فرحۃ الغری میں عبدالکریم ابن طاؤس نے سعد اسکاف سے روایت کی ہے۔ کہ میں عمرو ابن یسع کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کوئی حدیث ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں ہے۔

میں نے کہا پھر نوازش فرمائیے۔

اس نے کہا۔ مجھے امام حسینؑ نے بتایا ہے کہ جب حضرت علیؑ کا وقت وفات قریب آیا۔ تو آپ نے تنہائی میں مجھے اور حسنؑ بھائی سے فرمایا۔ جب میری تغسیل۔ تجہیز اور تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو انتظار کرنا۔ میرے تابوت کا اگلا حصہ خود بخود اٹھے گا۔ پچھلا حصہ تم اٹھا لینا۔ جہاں اگلا حصہ رک جائے وہاں رک جانا۔ تمہیں ایک کھدی

ہوئی قبر ملے گی۔ مجھے اس میں رکھ دینا۔ جب سرہانے کی آخری اینٹ بند کرنے لگنا تو بند کرنے سے پہلے قبر میں دیکھنا اور سننا۔

چنانچہ حسب وصیت جب ہم آپ کو قبر کے سپرد کر چکے۔ آخری اینٹ رکھنے سے پہلے جب حسنؑ بھائی نے قبر میں جھانکا تو انہیں قبر خالی نظر آئی۔ قبر سے ایک آواز آئی۔ اے فرزندان وصی رسولؐ پریشان نہ ہوں۔ آدمؑ سے لے کر آج تک اللہ کی یہ سنت ہے کہ جہاں بھی کوئی وصی نبی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اللہ وصی نبیؑ کو اپنے نبیؐ کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد پھر وصی نبیؑ کو اپنے مقام میں لایا جاتا ہے۔

فرحۃ الغری ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا تھا بیٹے بنی امیہ سے زیادہ بدطینت فرد کوئی نہیں۔ میرے بعد تو یہ وست و پا کردیا جائے گا۔ مجھے رات کے وقت دفن کرنا۔ جہاں دفن کرنا وہاں نشان قبر باقی نہ رکھنا۔ ویسے لوگوں سے چار قبریں تیار کروانا۔ ایک مسجد کوفہ میں۔ ایک بیرون کوفہ قبرستان میں ایک جعدہ ابن ہبیرہ کے گھر میں۔ اور ایک نجف میں۔

فرحۃ الغری ہی میں جناب ام کلثوم زینبؑ سے مروی ہے کہ میرے بابا نے تنہائی میں جو وصیت میرے بھائی حسنؑ اور بھائی حسینؑ کو کی تھی۔ اس وقت میرے بابا کا سر میری جھولی میں تھا۔ حسب وصیت جب میرے بھائیوں نے دیکھا کہ تابوت کا اگلا حصہ اٹھ رہا ہے تو انہوں نے پچھلا حصہ اٹھا لیا۔

میں نے دونوں بھائیوں کی خدمت میں دستہ بستہ عرض کیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بابا کے جنازہ کے ساتھ چلی آؤں دونوں بھائیوں نے مجھے اجازت دے دی۔ جب ہم نجف پہنچے تو ایک مقام پر تابوت کا اگلا حصہ زمین پر جھکا میرے بھائیوں نے پچھلا حصہ زمین پر رکھ دیا۔ حسن بھائیؑ نے ایک جگہ کدال سے زمین کو کھودا تو ایک پتھر برآمد ہوا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔

یہ قبر نوحؑ نے طوفان سے سات سو برس قبل وصی مصطفیٰؐ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لیے تیار کی ہے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر پتھر ہٹایا۔ بابا کو سپرد قبر کیا۔ مجھے آج تک وہ آواز یاد ہے۔ ہاتف غیبی نے کہا۔

اے اہلبیتؑ نبی اللہ آپ کی تعزیت ہے فرمائیے۔ پھر آواز آئی اب آپ واپس گھر جائیں قبر درست ہو جائے گی۔



بحار الانوار کے مطابق شہادت حضرت علیؑ:

جناب ام کلثوم زینب سے مروی ہے کہ ماہ رمضان میں امیرالمومنینؑ کا معمول تھا کہ ایک دن حسنؑ بھائی کے ہاں۔ ایک دن حسینؑ بھائی کے ہاں اور ایک دن میرے ہاں افطار فرماتے تھے۔ اٹھارہ ماہ رمضان کی رات افطار میرے ہاں تھا۔ میں جو کی دو روٹیاں۔ دودھ کا ایک پیالہ اور نمک لائی۔ نوافل سے فارغ ہونے کے

بعد افطار کی طرف متوجہ ہوئے۔ کھانے کو دیکھا۔ سر کو جنبش دی اور بے ساختہ باآواز بلند رونے لگے۔ اور فرمایا:

کبھی کوئی بیٹی اپنے باپ سے ایسا سلوک کرتی ہے جیسا تو نے کیا ہے؟۔

میں لرز گئی اور قریب آکر عرض کیا۔ بابا جان یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں اور آپ سے اچھا سلوک نہ کروں؟

بابا نے فرمایا:

بیٹی کیا تو روٹی کے ساتھ کھانے کے لیے دو چیزیں دودھ اور نمک لائی ہے تاکہ میدان حشر میں تیرا بابا حساب کی خاطر زیادہ دیر رکا رہے؟ بیٹی تجھے معلوم ہے کہ میں اپنے آقا و مولا کے نقش قدم پر چلتا ہوں اور انہوں نے پوری زندگی اپنے دستر خوان پر روٹی کے ساتھ کھانے کی خاطر دو چیزیں جمع نہیں کی تھیں۔ بیٹی جس شخص نے اچھا کھایا۔ اچھا پہنا۔ اور اچھا پیا۔ میدان محشر میں اسے حساب دینے کی خاطر کافی وقت رکنا پڑے گا بیٹی مجھے وہ وقت یاد ہے جب بعثت کے بعد کفار نے میرے آقا کو ناداری کا طعنہ دیا تھا۔ تو جبریل نے آکر عرض کیا تھا ذات باری کا سلام کے بعد ارشاد ہے کہ پورا کرہ ارض تیرے تابع ہے جتنی دولت چاہے حاصل کر لے تیرے مراتب میں رائی برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔

میرے آقا نے جبریل سے پوچھا تھا۔ جبریل اگر میرے لیے تمام کرہ ارض سونا بن جائے اور میں اس سے خرچ کروں آخر انجام کیا ہوگا؟

جبریل نے عرض کیا تھا۔ انجام تو بہر صورت دنیا سے رحلت ہی ہوگا۔

میرے آقا نے فرمایا:

جبریل اللہ سے کہدے مجھے اس فانی دولت کی کوئی ضرورت نہیں میں چاہتا ہوں ایک دن بھوک میں گزرے اور ایک دن کھانے کو مل جائے تاکہ بھوک والے دن اللہ سے مانگوں اور کھانے کے دن اس کی نوازش کا شکریہ ادا کروں۔

بیٹی! یہ دنیا مصائب کا گھر ہے۔ بیٹی میں اس وقت تک روٹی کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جب تک تو ایک چیز اٹھا نہ لے گی۔

میں نے بابا کی رغبت نمک میں دیکھی میں نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔

نمک سے آپ نے کھانا کھایا شکر الٰہی کرنے کی بعد مصروف دعا و نوافل ہو گئے۔ وقفہ وقفہ کے بعد آپ حجرہ سے باہر نکلتے آسمان کی طرف دیکھتے انتہائی پریشانی سے واپس آجاتے۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو دل میں خیال کیا۔ آج بابا کا انداز نیا ہی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی مصلی بچھا لیا اور شب بیداری کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے سورہ یٰسین کی تلاوت کی وہیں مصلی پر لیٹ گئے۔ زیادہ سے زیادہ چند منٹ ہی سوئے ہوں گے میں نے دیکھا بابا کانپ کر بیدار ہوئے۔ پہلے لاحول ولا قوۃ پڑھا۔ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور معروف

نوافل ہو گئے۔ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ پھر تعقیبات میں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی۔ پھر جھرجھری لے کر آنکھیں کھولیں۔ یہ رات پوری آپ نے جاگ کر نوافل اور ذکر خدا میں گزاری کبھی باہر آتے آسمان کی طرف دیکھتے پھر مصلی پر آجاتے۔ اور فرماتے۔ بخدا! آج تک میں نے کبھی نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ جھٹلایا گیا ہوں میں نے بابا کی بے چینی میں اضافہ دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔

اور میں نے عرض کی۔ بابا جان! میں قربان جاؤں خیریت تو ہے۔ آج آپ خلاف معمول بے چین نظر آرہے ہیں آتنی رات گزر گئی ہے اور سونے کا ارادہ تک نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹی! اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

میں نے عرض کیا:

بابا جان! کیا آپ اپنی خبر موت دے رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

بیٹی ہر انسان کو ایک دن دربار خالق میں جانا ہی تو ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب وقت قریب تر ہو رہا ہے۔ یہ سن کر میں بے ساختہ رونے لگی۔

آپ نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا پھر بوسہ دیا اور فرمایا۔ بیٹی اس میں رونے کی کیا بات ہے جو کچھ میرے آقا نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے وہی کچھ کہا ہے۔ ابھی نہ رو۔

پھر آپ مصلی پہ سو گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ بیٹی تو بھی میرے ساتھ ہی جاگتی رہی ہے۔ اب میں کچھ دیر کے لیے سونے لگا ہوں۔ جب اذان کا وقت قریب ہو تو مجھے جگا دینا۔ اور آپ سو گئے۔

میں وقت اذان کا انتظار کرنے لگی۔ جب وقت قریب ہوا۔ میں آفتابہ میں پانی لے کے آئی بابا کو جگایا انہوں نے تجدید وضو کی۔ عمامہ سر پہ رکھا۔ عبا کندھے پہ ڈالی اور دروازہ سے باہر آئے۔ حسینؑ بھائی کو کسی معتقد نے بطخوں کا ایک جوڑا دیا تھا۔ جونہی بطخوں نے آپ کو باہر جاتے دیکھا تو بے تحاشا چیخنا شروع کر دیا اور بار بار آپ کے دامن عبا سے لپٹنے لگیں۔

بابا نے فرمایا:

ہاں ہاں اب تم نوحہ خوانی کر لو پھر تمہارے ساتھ اور بھی شریک ماتم ہو جائیں گے۔ آپ نے دروازہ کی زنجیر کھولی۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب دروازہ میں نصب شدہ میخیں خود سے باہر نکل آئیں اور آپ کی عبا سے چمٹ گئیں۔

میں آپ کے پیچھے ہی تھی۔ بطخیں چلا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو بیٹی اگر ان بطخوں کے دانہ اور پانی کا خیال رکھ سکو تو انہیں رکھنا ورنہ انہیں آزاد کر دینا جو مقدر ہوگا۔ اپنی کاوش سے تلاش کر کے کھا لیں گی۔ پھر

آپ نے دہلیز سے قدم باہر رکھا اور بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

اللھم بارک لنا فی الموت

اللھم بارک لی فی لقائک

جب میں نے یہ لفظ سنے تو میرے منہ سے بیساختہ واغوثاہ کی فریاد نکل گئی۔ اور میں نے عرض کیا۔ بابا جان! ابتدائے شب سے آپ اپنی خبر موت دے رہے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے؟

آپ نے فرمایا:

بیٹی! یہ موت کی خبر نہیں ہے چند علامات ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ فرما کر جلدی سے باہر نکل گئے۔

میں حسنؑ بھائی کے پاس آئی وہ پہلے سے مصروف نوافل تھے۔ انہیں بابا کی تمام رات کی کیفیت سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ابھی رات کافی باقی ہے اور بابا ابھی سے مسجد میں چلے گئے ہیں۔ حسنؑ بھائی جلدی سے باہر گئے۔ ابھی بابا مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے ان کے قریب جا کر عرض کیا۔

بابا جان! خیریت تو ہے ابھی تو تہائی رات باقی ہے آپ کیوں اس قدر جلدی مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے میرا نور چشم! میں بھی جانتا ہوں کہ میں جلدی آرہا ہوں لیکن کیا کروں ایک خواب دیکھا ہے جس کے بعد آرام نہیں کر سکا اور مسجد میں چلا آیا۔

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو خیر ہی دکھاتا ہے کیا خواب تھا؟

بابا نے فرمایا:

بیٹے میں نے جبریل کو دیکھا ہے وہ کوہ ابوقبیس پر اترا ہے وہاں سے اس نے دو پتھر اٹھائے ہیں وہاں سے وہ بیت اللہ کی چھت پر آیا۔ دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر مارا۔ دونوں ریزہ ریزہ ہو گئے۔ پھر اس خاک کو ہوا میں اچھال دیا۔ بیٹے میں نے دیکھا ہے مکہ اور مدینہ میں کوئی ایسا گھر نہ بچا جس میں وہ خاک نہ گئی ہو

حسنؑ بھائی نے عرض کیا۔ بابا جان! اللہ خیر کرے۔ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے ویسے تو ارشاد قدرت ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں جان دے گا اگر میرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیرا باپ شہید ہوگا اور اس کا غم شہادت میں مکہ اور مدینہ کے ہر گھر ماتم کدہ بن جائے گا۔

حسنؑ بھائی نے عرض کیا۔ بابا جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسا کب ہوگا؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے جو کچھ میرے آقا اور آپ کے نانا نے مجھے بتایا تھا وہ یہی ہے کہ ماہ رمضان کے دوسرے عشرہ کے آخر میں ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں میری شہادت ہوگی۔ بیٹے اب واپس جا کر سو جاؤ ابھی کافی رات باقی ہے۔

حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا آپ مجھے اجازت دیں میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔

بابا نے فرمایا:

بیٹے تجھے میرے حق کا واسطہ ہے واپس گھر چلے جاؤ۔

حسنؑ بھائی واپس آیا۔ میں دروازہ پر کھڑی تھی۔ اور چونکہ رات تاریک تھی۔ کسی طرف سے پردے کی فکر نہ تھی میں حسنؑ اور بابا کی باتیں سنتی رہی تھی۔ جب حسنؑ بھائی اندر آیا تو ہم دونوں بہن بھائی بیٹھ کر اسی موضوع پہ باتیں کرنے لگے۔

مولف کے مطابق ابن ملجمؑ نے شبیبؑ ابن بجیر۔ وردانؑ ابن مخالد اور اشعثؑ ابن قیس کے ساتھ یہ رات مسجد کوفہ میں گزاری۔ حضرت علیؑ نے اذان صبح کہی۔ منبر اذان سے نیچے آئے۔ حسب معمول مسجد میں سونے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کو جگایا۔ جب آپ اس ملعون کے پاس پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ منہ کے بل لیٹا ہوا ہے

آپ نے فرمایا:

او بندہ خدا! یہ شیطان کا انداز ہے۔ اہل جہنم اس طرح سوتے ہیں۔ علماء کی طرح دائیں کروٹ یا دانشمند حکماء کی طرح بائیں کروٹ اور یا پیٹھ کے بل انبیاءؑ کی طرح سویا کر۔

یہ خبیث اس طرح ہلا جیسے اٹھنا چاہتا ہو۔

آپ نے فرمایا:

آج تو نے وہ ارادہ کر رکھا ہے جس سے عرش الٰہی لرز جائے گا۔ زمین میں زلزلہ آجائے گا۔ پہاڑ بکھر جائیں گے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں کہ تو نے کپڑوں کے نیچے کیا چھپا رکھا ہے۔

یہ فرما کر آپ آگے کو بڑھ گئے۔ محراب میں آئے نوافل صبح شروع کیں۔ جب اس خبیث نے دیکھا کہ حضرت علیؑ مصروف نوافل ہو گئے ہیں۔ تڑپ کر اٹھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ستون کے قریب آیا جہاں آپ مصروف نماز تھے آپ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ میں جا رہے تھے کہ اس خبیث نے تلوار کو لہرا کر سر مبارک پر وار کیا۔ تلوار اسی جگہ پڑی جہاں جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود کی تلوار نے زخم لگایا تھا۔ جب آپ کو ضرب لگی آپ نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا۔ آہستہ آہستہ جھکتے چلے گئے اور فرماتے رہے۔

بسم اللہ وباللہ علی ملۃ رسول اللہ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ فزت برب الکعبۃ

پھر فرمایا: مجھے ابن ملجمؑ نے قتل کر دیا ہے۔ لوگو خیال رکھنا بھاگنے نہ پائے۔ مسجد میں ہر طرف بھگدڑ مچ گئی

مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ حضرت علیؑ فرش مسجد سے مٹی لے کر جبین پر لگانے لگے زمین لرزنے لگی۔ مسجد کے دروازے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ جب لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے تو اس وقت اپنی عبا سے سر کو باندھ رہے تھے۔ ملائکہ نے آسمان پر واویلا شروع کیا۔ سیاہ اندھی چلنے لگی۔ جبریل نے زمین و آسمان کے مابین نوحہ پڑھا جس سے کوفہ کا ہر باسی تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

تهدمت والله اركان الهدى	خدا کی قسم ہدایت کا ستون گر گیا
وانطمست والله نجوم السماء	بخدا! آسمان کے تارے گہن زدہ ہو گئے۔
انفصمت والله العروة الوثقى۔	بخدا! عروۃ الوثقیٰ ٹوٹ گئی۔
قُتل ابن عم المصطفى۔	برادر رسولؐ قتل ہو گیا۔
قُتل الوصى المجتبى۔	وصی رسولؐ قتل ہو گیا
قُتل على المرتضى۔	علیؑ مرتضیٰ قتل ہو گیا۔
قتل والله سيد الاوصياء۔	خدا قسم! سید الاوصیاءؑ مارا گیا
قتله اشقى الاشقياء۔	اسے سیاہ بختوں کے سیاہ بخت نے شہید کیا ہے۔

جب ام کلثوم جناب زینبؑ نے جبریل کا مرثیہ سنا منہ پیٹ لیا سر میں خاک ڈال لی۔ فریاد کی۔ وا ابتاہ وا علیاہ وا محمداہ۔ وا سیداہ۔ پھر بھائیوں کے پاس آئی وہ پہلے ہی مرثیہ جبریل سن کر رو رہے تھے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

بہن زینبؑ ذرا حوصلہ کرو۔ ہمیں مسجد میں جانے دو۔ جب دونوں شہزادے مسجد میں آئے تو ہر طرف لوگ مصروف گریہ وزاری تھے۔ اور وا اماماہ وا امیر المومنیناہ کی فریادیں کر رہے تھے۔

جب شہزادوں نے لوگوں کی صدائے گریہ سنی خود بھی رونے لگے۔ محراب مسجد میں آئے تو دیکھا تو جعدہ ابن ہبیرہ اور چند دیگر افراد آپ کو اٹھا کر بٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ آج کی یادگار نماز کو آپ کی اقتداء میں پڑھ لیں۔ مگر آپ کھڑے نہ ہو سکے۔ آپ نے امام حسنؑ کو حکم دیا۔ بیٹے نماز پڑھاؤ۔ امام حسنؑ نے نماز پڑھائی۔ حضرت علیؑ نے اشارہ سے نماز پڑھی۔ سیدھے بیٹھ بھی نہ سکتے تھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں جھک جاتے تھے۔ کبھی اپنے چہرہ اور کبھی ریش مبارک سے بہتا ہوا خون صاف کرتے تھے۔

امام حسنؑ نماز سے فارغ ہوئے تو بیساختہ رونے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹے مت رو۔ ذرا دیکھ میرے ارد گرد کون بیٹھے ہیں۔ تیرا نانا۔ تیری ماں تمہاری نانی۔ چچا حمزہؑ اور بھائی جعفر طیارؑ آئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یا علیؑ ہم عرصہ سے انتظار کر رہے ہیں۔

جونہی حضرت امیر المومنینؑ کی اطلاع کوفہ کے گھروں میں پہنچی لوگ دوڑ دوڑ کر مسجد میں آنے لگے۔ حتیٰ کہ عورتیں اور

کمسن بچے بھی جمع ہو گئے۔ امام حسنؑ نے آپ کا سر اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ زخم سے خون صاف کر دیا گیا۔ سر پہ پٹی باندھ دی گئی تھی۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ آپ کی نگاہیں سوئے آسمان تھیں اور زبان مصروف تسبیح رب ذوالجلال تھی۔ اسی دوران آپ کو غش آ گیا۔ امام حسنؑ رو رو کر بابا کا منہ چومنے لگے۔ امام حسنؑ کے آنسو حضرت علیؑ کے چہرہ پر گرے آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا بیٹے کیا تو میرے ایک زخم پر روتا ہے جب کہ تو زہر سے شہید ہو گا۔ تیرے جنازہ پر تیر برسیں گے۔

تیرا حسینؑ بھائی بھوکا اور پیاسا شہید ہو گا۔

امام حسنؑ نے عرض کیا؛

بابا جان! کیا آپ ہمیں بتائیں گے کہ یہ شقاوت کس نے کی ہے؟

آپ نے فرمایا؛

بیٹے عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے۔

امام حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا! کیا آپ نے دیکھا تھا کہ وہ کس راستہ سے گیا ہے؟

آپ نے فرمایا؛

بیٹے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی کو اس کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت ہے وہ ابھی چند لمحوں بعد باب کندہ سے تمہارے پاس آ جائے گا۔

یہ کہہ کر حضرت علیؑ کو پھر غش آ گیا۔

تمام لوگوں کی نگاہیں باب کندہ کی طرف لگیں کہ کچھ دیر بعد باب کندہ پر ایک شور بلند ہوا۔ چند لوگ اس خبیث کو اپنے گھیرے میں لا رہے تھے۔ اس کی زبان بند تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔

شدت غم اور جذبات میں لوگوں کا برا حال تھا۔ جونہی یہ خبیث سامنے آیا۔ کوئی طمانچہ مارتا تھا کوئی لعنت کرتا تھا کوئی اس کے منہ پر تھوکتا تھا۔ بعض لوگوں نے شدت جذبات میں اس کے جسم میں دانت تک گاڑ رہے۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پیچھے بندھے ہوئے تھے لوگوں کے طمانچوں کی وجہ سے اس کے چہرے سے خون بہنے لگا تھا۔

حذیفہ نخعی لوگوں کو دور ہٹا کر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ لیکن لوگ تھے کہ بپھر بپھر کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ آخر حذیفہ نے تلوار میان سے نکال لی۔ اور کہا دیکھو! یہ قاتل امام ہے۔ یہ قاتلِ امیرالمومنینؑ ہے

شعبی کہتا ہے کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کی شکل ایسے نظر آ رہی تھی۔ جیسے مجسم شیطان ہو۔

حذیفہ اسے امام حسنؑ کے سامنے لایا۔ امام حسنؑ نے دیکھ کر صرف اتنا فرمایا؛

اے ملعون! اے دشمن خدا! تو نے ہمیں سفر میں یتیم کر دیا ہے۔ بھلا خود ہی بتا۔

کیا امیر المومنینؑ نے تجھ سے کبھی نفرت کی تھی ؟
کیا امیر المومنینؑ نے تجھے دوسروں پر ہمیشہ ترجیح نہیں دی تھی؟
کیا امیر المومنینؑ تیرے محسن نہ تھے ؟
کیا امیر المومنینؑ تیرے اچھے امام نہ تھے ؟
کیا محسن کی جزا یہی ہوتی ہے جو تو نے دی ہے۔

ابن ملجمؒ نے جواب میں صرف ایک جملہ کہا۔ اے ابو محمدؑ جو شخص جہنم میں جانے کی قسم کھا چکا ہو بھلا آپ اس کو بچا سکتے ہیں ؟

یہ سنتے ہی ہر طرف سے صدائے گریہ وزاری بلند ہو گئی۔ آپ نے لوگوں کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی اور حذیفہ نخعی سے پوچھا یہ تجھے کہاں ملا ہے ؟ اور تو نے اسے کیسے گرفتار کیا ہے ؟

ابن ملجمؒ کی گرفتاری:

حذیفہ نے عرض کیا۔ قبلہ میں سو رہا تھا میری بیوی بیدار تھی۔ جب ایک دردناک آواز آئی قتل علیؑ المرتضیٰ آئی میری بیوی نے مجھے جھنجھوڑ کر جگایا اور کہا۔

ارے جلدی اٹھ حضرت علیؑ شہید ہو گئے ہیں۔

میں جلدی سے اٹھا عورت کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا خبردار ایسی بکواس نہ کرنا۔ بھلا علیؑ کی کسی سے کیا دشمنی تھی۔ وہ یتیموں کا سہارا۔ بیواؤں کا معاون۔ غریبوں کی دولت۔ بے سہاروں کی نصرت مظلوموں کا دادخواہ اور مسافروں کا مہمان نواز تھا۔

میری بیوی نے کہا۔ میں کب کہتی ہوں کہ مولا میں یہ اوصاف نہ تھے میں نے جو کچھ سنا ہے تجھے بتا دیا ہے اب اٹھ جا کے پتہ تو کر میرا دل بیٹھ رہا ہے۔

ہم اسی جھگڑے میں تھے کہ پھر آواز آئی قتل امیر المومنینؑ۔ اب مجھے کوئی شک نہ رہا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہ ہو گا۔ جس میں یہ آواز نہ گئی ہو گی۔ میں نے کپڑے پہنے تلوار اٹھائی اور باہر کو دوڑا۔ جب میں راستہ پر آیا۔ تو اس خبیث کو راستہ کے عین وسط میں اندھوں کی طرح ادھر ادھر پھرتے ہوئے پریشان دیکھا۔

میں نے کہا۔ ارے تو کون ہے ؟
اس نے مجھے اپنا نام غلط بتایا۔
میں نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہا ہے ؟
اس نے کہا گھر سے آ رہا ہوں۔

میں نے کہا اس وقت کہاں جارہا ہے؟

اس نے کہا حیرہ کو جارہا ہوں۔

میں نے کہا ابھی نماز کا وقت ہے امیر المومنینؑ کی اقتداء میں نماز ادا کر کے کیوں نہیں جاتا؟

اس نے کہا کام بڑا ضروری ہے اگر دیر ہو گئی تو کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

میں نے کہا۔ میں نے ایک آواز سنی ہے کہ حضرت علیؑ قتل ہو گئے ہیں کیا تجھے بھی کچھ معلوم ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔

میں نے کہا پھر آنا چل کر مسجد میں پتہ کریں کہ یہ سچ ہے یا نہیں؟

اس نے کہا میرا کام اس تحقیق سے بہت ضروری ہے۔

جب اس نے یہ جواب دیا۔ اس وقت میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہا ارے ظالم تیرا کام کیا اتنا اہم ہے کہ قتل امیر المومنینؑ کی تحقیق اس سے کم ہے۔ یہ کہہ کر میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ مجھ سے پھسل گیا۔ اسی اثنا میں ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ جس سے اس کی چادر اڑی۔ میں نے دیکھا تو چادر کے نیچے چمک نظر آئی میں نے تلوار دیکھ کر کہا۔ ظالم یہ بغیر نیام کے تلوار تو نے کیوں چھپا رکھی ہے۔ کیا تو ہی تو بدنصیب قاتل نہیں۔

مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس نے انکار کے بجائے اقرار کیوں کر لیا۔ کہنے لگا۔ ہاں میں ہی قاتل ہوں۔ میں نے تلوار نکال کر وار کیا۔ اس نے بھی تلوار نکال لی۔ لیکن یہ وار کر نہ سکا کہ میں چلانے لگا میری آواز سن کر محلہ والے نکل آئے میں نے کہا۔ یہ امیر المومنینؑ کا قاتل ہے۔ اندھا ہو چکا ہے اسے راستہ نہیں مل رہا لیکن یہ مجھے پکڑنے نہیں دیتا تمام لوگ جمع ہو گئے انہوں نے گرفتار کرنے میں مجھ سے تعاون کیا۔ میں نے اس کی مشکیں باندھیں اور اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

امام حسنؑ حضرت علیؑ پر جھکے آپ کی زخمی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔ بابا جان! یہ دشمن خدا حاضر ہے۔

آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

اے ابن ملجم کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا؟

کیا میں نے تجھے شکایت کا موقع دیا تھا؟

کیا جب لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے میں نے بھی تجھ سے کبھی نفرت کا اظہار کیا تھا؟

کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے کئی مرتبہ تجھے سنا کر کہا تھا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ مگر میں نے کبھی تجھے کچھ نہ کہا تھا؟

جب لوگ تیرے متعلق مجھے بہت کچھ کہتے تھے میں کسی کی نہ سنتا تھا اور تو اچھی طرح جانتا ہے۔

تو غریب تھا کیا میں نے تجھے دولت مند نہیں بنایا تھا۔

کیا میرے تمام احسانات کی تیرے پاس یہی جزا تھی؟

اس کے بعد آپ نے فرمایا: مجھے گھر لے چلو۔ اسے زندان میں قید کردو۔ اگر میں تندرست ہو گیا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تمہیں معاف کرنے اور قصاص لینے میں اختیار ہے۔

صحابہ نے آپ کو اٹھانا چاہا۔ لیکن فرزندان جناب امیرؑ نے فرمایا۔ ہم موجود ہیں۔ ہم خود ہی اٹھا کر لے جائیں۔ عبا بچھائی گئی۔ آپ کو اس پر سلایا گیا۔ چار بیٹوں نے چاروں کونوں سے اٹھایا۔ اور گھر لائے۔ جونہی ام کلثوم زینب نے بابا کو اس حالت میں دیکھا تو بابا بابا کر کے دوڑیں۔ اور پر گر گئیں کبھی زخمی پیشانی چومتی تھیں۔ کبھی ریش مبارک چومتی تھیں۔

حضرت علیؑ نے شہزادی کو گلے میں ہاتھ ڈال کر بی بی کا سر اپنے سینے سے لگایا۔ اور فرمایا بیٹی زینب ابھی تک تو یہ تیری دوسری مصیبت ہے اور ابھی سے تو اس قدر رونے لگی ہے۔ تیری ماں کی مصیبت سے میری مصیبت ضرور زیادہ ہوگی۔ لیکن تو رونے میں آزاد ہے۔ میری تیمارداری کر رہی ہے۔ میرے پاس بیٹھی ہے۔ بیٹی ایک وقت وہ آئے گا جب تو کچھ بھی نہ کر سکے گی۔ بیٹی ابھی تو ایک ایک جنازہ دیکھ رہی ہے تجھے حسنؑ کے جنازہ سے تیر نکالنا ہیں۔ کربلا میں اپنے سامنے لاشوں کا انبار دیکھنا ہے۔ بیٹی حوصلہ کر صبر سے کام لے۔

پھر آپ کو غش آگیا۔ کافی دیر بعد آنکھ کھولی۔ امام حسنؑ نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ پینے کی خاطر منہ کے قریب لے گئے۔ لیکن پھر ہٹا لیا۔ اور فرمایا۔ حسنؑ بیٹے پہلے اپنے قیدی کو پلاؤ۔ بیٹے تجھے میرے حق کی قسم میری زندگی تک اسے وہی کھلانا جو خود کھاؤ وہی پلانا جو خود پیو۔ کھانے اور پینے میں کسی قسم کی سختی نہ کرنا۔ امام حسنؑ اس کے پاس دودھ لے گئے اور اسے حضرت علیؑ کا حکم سنا کر دودھ پلایا۔

جناب محمد حنفیہ سے مروی ہے کہ بیس ماہ رمضان کی رات ہم نے بابا کے ساتھ جاگتے ہوئے گزاری۔ زہر کے اثرات چہرہ سے آگے پھیل کر تمام جسم میں پھیل گئے تھے۔ آپ نماز بیٹھ کر پڑھتے رہے ہمیں وصیتیں کرتے رہے۔ اور تسلی دیتے رہے۔ بیس کی صبح کو مومنین کو اجازت دی۔ تمام لوگ سلام کر کے قدم بوسی اور دست بوسی کا شرف حاصل کرتے رہے۔

آپ نے تمام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی میرے چلے جانے سے پہلے جو پوچھنا ہو آج بھی پوچھ لو۔ حجر ابن عدی نے آگے بڑھ کر نبی اکرمؐ اور آل نبیؐ کی مدح میں چند اشعار پڑھے۔

آپ نے اشعار سن کر فرمایا:

حجر اللہ تجھے اہلبیت نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو انتہائی مصیبت میں گرفتار ہے۔ تجھ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مجھ سے اعلان براءت کر۔ مگر تو براءت نہیں کر رہا۔ حجر نے عرض کیا۔ قبلہ! میں قسم بخدا کھا کر کہتا ہوں اگر مجھے ریزہ ریزہ کر دیا جائے۔ پھر آگ میں جلا کر میری راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا جائے۔ میں اسے اپنے لیے آسان سمجھوں گا۔ لیکن آپ سے اعلان براءت میرے لیے مشکل ہوگا۔

جناب محمد حنفیہ فرماتے ہیں کہ دن گزر گیا اور اکیس کی رات آگئی۔ آپ نے ایک ایک کو فرداً فرداً وصیت

فرمائی ایک ایک سے فرداً فرداً الوداع کہی۔ سب سے زیادہ توجہ آپ کی امام حسینؑ اور ام کلثوم زینبؑ پر رہی پھر امام حسنؑ کو وصیت فرمائی۔ (سابقاً پیش کی جا چکی ہے)

آپ نے دودھ مانگا ہم نے پیش کیا۔ پورا پیالہ پی کر فرمایا بیٹے میں نے عمداً اس میں سے تمہارے قیدی کے لیے کچھ نہیں بچایا کیونکہ تمہاری دنیا سے میرا بس یہ آخری توشہ تھا۔ لیکن بیٹے مجھے اس وقت اطمینان ہوگا جب تو اپنے قیدی کو بھی اتنا ہی دودھ پلا دے۔ امام حسنؑ نے پیالہ پر کیا اور ابن ملجم کے پاس لے گئے اس نے دودھ پی لیا۔ ہم نے آپ کے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہ زہر کے اثر سے سرخ ہو چکے تھے۔ اور پیشانی عرق آلود ہونے لگی۔ آپ اپنے ہاتھ سے پسینہ صاف کرنے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ بابا پسینہ آرہا ہے؟

آپ نے فرمایا:

ہاں بیٹے میں نے اپنے مولا سے سنا ہے کہ جب مومن کا دنیا سے آخری وقت قریب آتا ہے تو اس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرات نمودار ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی اولاد میں سے ایک ایک کو قریب بلایا۔ ہر ایک سے الوداع کیا۔ اور غیر فاطمی اولاد کو بالعموم اور فاطمی اولاد میں سے امام حسینؑ کو بالخصوص امام حسنؑ کے سپرد فرمایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے تیرا حسینؑ بھائی ہم سب میں زیادہ مظلوم ہے۔ پھر ام کلثوم زینبؑ کو قریب بلا کر فرمایا۔ بیٹی تمام اہلبیتؑ کا بالعموم اور حسنینؑ کا بالخصوص تو ہی خیال رکھنا۔

جناب زہراؑ کے علاوہ دوسری ماؤں کی اولاد سے فرمایا۔ دیکھو کبھی اولاد زہراؑ کی مخالفت نہ کرنا۔

امام حسنؑ نے عرض کیا:

بابا جان! آپ ایسی باتیں کیوں فرما رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

بیٹے اٹھارہ کی رات میں نے خواب میں اپنے آقا کو دیکھا تھا اور عرض کیا تھا۔ قبلہ میں اب تھک گیا ہوں میرے آقا نے مجھے فرمایا تھا۔ یا علیؑ! ہم بھی آپ کے فراق میں غمزدہ ہیں بس تین راتیں صبر کر لے تو ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ بیٹے تین راتیں گزر چکی ہیں۔ بیٹے میرے فراق کے بعد مجھے غسل و کفن دے کر اسی کافور سے حنوط کرنا جو آپ کے نانا نے دی تھی۔

جناب ام کلثوم زینبؑ نے عرض کیا:

بابا جان! آپ تو جب تھک گئے۔ آپ نے اپنے آقا سے شکوہ بھی کر لیا۔ لیکن آپ مجھے بتائیں کہ اگر میں تھک جاؤں تو کسے شکوہ کروں گی۔

آپ نے بیٹی کا سر اپنے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا میری بچی تو کبھی نہ تھکنا اگر تو تھک گئی تو پھر قافلہ اہلبیتؑ کا سہارا کون ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے جناب زینبؑ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا:

اچھا اب خدا حافظ میرا آخری سلام:

پھر فرمایا:

علیکم السلام یا رسول ربی لمثل ھذا فلیعمل العاملون ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

یہ پڑھ کر آپ قبلہ رخ ہوئے۔ پیشانی پر پسینہ کے چند قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہوئے۔ آپ نے آنکھیں بند کیں۔ پاؤں سیدھے کیے۔ دونوں بازو دراز کیے۔ اور پڑھا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ واشھد ان علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ خاموش ہوگئے۔ اور گھر میں کہرام ماتم مچ گیا۔ تمام کوفہ کے گلی کوچوں میں صدائے ماتم بلند ہوئی۔

اہل کوفہ مرد۔ عورتیں اور بچے گروہ در گروہ ماتم کرتے ہوئے آنے لگے۔ جناب حسنینؑ نے غسل دیا۔ جب غسل وکفن دیا جا چکا تو امام حسنؑ نے پکار کے فرمایا:

بہن زینبؑ! بابا بتا رہے تھے کہ نانا اور ماں سے بچا ہوا کافور آپ کے پاس ہے۔ لے آیئے۔

جناب زینبؑ نے کافور لا کر دیا۔ جناب حسنینؑ نے حنوط کیا۔ تمام اہل کوفہ سے کہا گیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ تمام اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ تمام اہل کوفہ واپس چلے گئے۔ جناب حسنینؑ نے انتظار کیا چونکہ حکم یہی تھا کہ مدفن پوشیدہ رکھا جائے اور کسی کو مطلع نہ کیا جائے اس لیے جب تمام مرد اور عورتیں واپس چلے گئے۔ تو تابوت کا اگلا حصہ از خود اٹھنے لگا۔ اسے اٹھتا دیکھ کر جناب حسنینؑ نے پچھلا حصہ اٹھا لیا۔ اور کوفہ کے عقب کی طرف روانہ ہوگئے چونکہ بابا کا حکم یہی تھا کہ حسنینؑ کے سوا کوئی میرے جنازہ کے ساتھ نہ آئے اگر حسنینؑ کسی کو مناسب سمجھیں تو صرف ایک کو ساتھ لا سکتے ہیں۔ اس لیے ہم تمام بھائی اس انتظار میں تھے کہ ممکن ہے ہمیں فرمائیں لیکن جناب ام کلثوم زینبؑ نے امام حسنؑ سے کہا۔ بھیا! آپ کو معلوم ہے کہ بابا نے صرف ایک آدمی کی اجازت دی تھی جو آپ کے ساتھ آ سکتا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

زینبؑ مجھے معلوم ہے۔

بی بی نے فرمایا۔

کیا وہ ایک میں نہیں ہو سکتی؟

امام حسنؑ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: زینبؑ اگر چل سکتے تو آ۔

رات کا وقت تھا۔ کوفہ کے گلی کوچے خاموش تھے۔ لیکن کسی گھر میں آگ نہ جلی تھی۔ ہر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی

ہوئی تھی۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ ہم جس درخت یا دیوار کے قریب سے گزرتے تھے۔ درخت کی شاخیں جھک جاتی تھیں اور دیوار سایہ بن جاتی تھی۔

جب ہم نجف پہنچے قبر کے کنارے تابوت کا اگلا حصہ جھکنے لگا۔ ہم نے پچھلا حصہ رکھ دیا۔ میں نے بابا کی وصیت کے مطابق سات تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھا۔ جونہی ہی ہم جنازہ سے فارغ ہوئے دیکھا تو صعصعہ بن صوحان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ میں نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ صعصعہ نے از خود عرض کیا۔ میرے آقا! آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں مجھے میرے آقا نے یہ جگہ پہلے سے دکھائی ہوئی تھی۔ اور مجھے خود انہی نے اجازت تھی۔ میں یہاں کئی بار آپ کے ساتھ آچکا ہوں۔ میرے علاوہ بھی کئی افراد کو یہ مقام معلوم ہے۔ لیکن ان کو آج یہاں آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لیے وہ آج نہیں آئے۔ آخر آپ تو کوفہ چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں گے۔ جب ظہور مزار کا وقت آئے گا تو لوگوں کو کون بتائے گا کہ سلطان کائنات کی آخری آرامگاہ یہ ہے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے تابوت کو قبر میں اتارا۔ صعصعہ نے مزار پر کھڑے ہو کر عرض کیا۔

یا علیؑ! مبارکباد ہو آپ تو اپنے حصہ کا امتحان دے کر چلے گئے۔ اب ہم ہیں اور حوادث زمانہ آج سے ہر شر کھل کر سامنے آجائے گا۔

جب آپ واپس ہوئے تو لوگ تعزیت کے لیے جمع تھے اور شکوہ بھی کر رہے تھے کہ ہمیں تشیع جنازہ کا موقعہ نہیں دیا گیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

ہمیں حکم یہی تھا۔ عنقریب آپ کو پتہ چل جائے گا کہ مزار کو کیوں مخفی رکھا گیا ہے۔

ابن ملجم لعین کا انجام:

جب امام حسنؑ دفن سے فارغ ہو کر واپس آئے اور لوگ تعزیت کر چکے تو آپ نے حکم دیا کہ ابن ملجم لعین کو لایا جائے ابن ملجم لعین کو لایا گیا۔ اس کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے تھے۔ جب امام حسنؑ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا:
اے دشمن خدا اور رسولؐ تو نے امیر المومنینؑ کو قتل کیا ہے۔ کرہ ارض کو وصی رسولؐ سے محروم کر دیا ہے۔

ابن ملجم لعین نے کہا: اے فرزندان امیر المومنینؑ اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: تجھے امام المومنینؑ کے قصاص میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔

ابن ملجم لعین نے کہا۔ آپ کے جی میں جو آئے کریں۔ آپ مجھ پر ترس نہ کھائیں نہ ہی میں قابل ترس ہوں۔ مجھے شیطان نے راہ حق سے بھٹکا دیا تھا۔ مجھے کئی مرتبہ کہا گیا اور میں نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ مگر اس مرتبہ مجھے اس انداز میں آمادہ کیا گیا کہ میں انکار نہ کر سکا۔ حالانکہ مجھے اس وقت بھی انجام نظر آرہا تھا۔ اور اب بھی میں دائمی جہنم اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

ان لوگوں پر شیطان غالب تھا۔ وہ ذکر خدا بھول چکے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں اب میرا کسی کا نام لینا قابل قبول نہ ہوگا ورنہ مجھے معلوم ہے کہ شام کے کس لوہار نے تلوار بنائی تھی۔ اسے زہر کس نے مہیا کیا تھا۔ کتنی مرتبہ زہر میں بجھائی گئی تھی؟ شام سے یہاں کون لایا تھا؟ کب لایا تھا؟ مجھے کس کے ہاتھ سے ملی تھی؟ بہرصورت چونکہ میرے ہاتھ میں تھی۔ میں ہی امیر المومنینؑ کا قاتل ہوں۔ اب مجھ سے جیسے چاہیں قصاص لیں۔ حکومت کسے ملی ہے؟ اور قتل کون ہو رہا ہے؟

یہی باتیں کر پایا تھا کہ ہر طرف سے لعن وطعن شروع ہو گئی۔ در مسجد پر لایا گیا۔ لوگوں کا رش تھا۔ امام حسنؑ نے گردن پرواز کرنا چاہا لیکن دھکم پیل کی وجہ سے گردن کٹ نہ سکی۔ گر کر تڑپنے لگا۔

امام حسینؑ آگے بڑھے اور عرض کی۔ بھیا! جتنا آپ کا حق تھا اتنا ہی میرا بھی حق ہے۔ خدا کے لیے ایک ضرب تو مجھے بھی لگانے دیں۔ امام حسنؑ نے تلوار امام حسینؑ کو دی۔ امام حسینؑ نے ایک وار کیا اور گردن کٹ گئی۔ پھر تو لوگ ٹوٹ پڑے اور تلواروں۔ نیزوں۔ اور خنجروں سے اس کی تکا بوٹی کر دی۔ پھر ایک گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا گیا اہل کوفہ کئی ماہ تک اس کی قبر سے کتے کی سی بھونکیں سنتے رہے۔





بعد از شہادت

خلافت نبویہ ختم ہو گئی:

امالی شیخ صدوق میں صحابی رسولؐ اسید ابن صفوان سے مروی ہے کہ جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے اس دن کوفہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں صف ماتم نہ بچھی ہو۔ اور کوئی گلی یا کوچہ ایسا نہ تھا جس میں رونے والوں کی کمی ہو۔ ایک شخص انتہائی حسین وجمیل آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ رہا تھا۔ حضرت علیؑ کے دروازہ پر آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

آج براہ راست خلافت نبویہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ اے ابوالحسنؑ! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ۔ ۔ ۔ آپ اول المومنینؑ تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ مخلص المومنین تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا یقین ہر ایک سے محکم تھا۔ ۔ ۔ ۔ اللہ سے خوف میں سب سے زیادہ تھے۔ ۔ ۔ ۔ مصائب برداشت کرنے میں بردبار تھے۔ ۔ ۔ ۔ حفاظت رسولؐ میں بے نظیر تھے۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب نبیؐ کے خیر خواہ تھے۔ ۔ ۔ ۔ فضائل میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ۔ ۔ ۔ مراتب میں سب سے بلند تر تھے۔ ۔ ۔ ۔ نبی اکرمؐ سے اقرب تر تھے۔ ۔ ۔ ۔ ہدایت۔ سیرت۔ کردار۔ اور گفتار میں شبیہ نبیؐ تھے۔ ۔ ۔ ۔ اللہ آپ کو اسلام۔ رسول کو نبیؐ اور امت مسلمہ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ ۔ ۔ ۔ جب تمام صحابہ کمزور پڑ جاتے تھے۔ آپ اس وقت بھی مضبوط ہوتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ جب کوئی صحابی آگے نہ بڑھتا تھا آپ اس وقت بڑھ جاتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ جب دیگر صحابہ کمزور پڑتے تھے آپ اس وقت بھی طاقتور رہتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ جب دیگر صحابہ دائیں بائیں ہونے لگتے تھے آپ اس وقت بھی نبی اکرمؐ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ برحق خلیفہ رسولؐ تھے۔ ۔ ۔ ۔ منافقین کی خواہشات کے علی الرغم آپ نے کسی بھی مقام پر امت مسلمہ میں تفریق کو گوارا نہ کیا۔ ۔ ۔ ۔ جب دوسروں کی زبان حق گوئی میں ہتلانے لگتی تھی آپ بیباکی سے حق گوئی کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ آواز کے اعتبار سے کم اور عمل کے لحاظ سے ہر ایک سے زیادہ تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ کم گو تھے مگر راست باز تھے۔ ۔ ۔ ۔ از روئے ہمت آپ شجاع تھے۔ ۔ ۔ ۔

از روئے عمل آپ لاثانی تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ دین کا یعسوب تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنگ میں آپ صف اول میں رہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب دوسرے بھاگ جاتے تھے آپ پھر بھی میدان میں رہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ مومنین کے مہربان باپ تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو دوسرے نہیں اٹھا سکتے تھے آپ اٹھا لیتے تھے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں۔ اللہ کی قضا کے سامنے ہمارے سر خم ہیں۔

بخدا! آپ کی شہادت جیسی عظیم مصیبت سے امت مسلمہ کبھی دوچار نہ ہوگی۔

جب تک وہ شخص کہتا رہا لوگ سنتے بھی رہے۔ اور روتے بھی رہے۔ پھر وہ خاموش ہو کر چلا گیا تلاش بسیار کے باوجود بھی پھر وہ کسی کو نظر نہ آیا۔

بحار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

مومن کی موت پر زمین و آسمان چالیس دن تک روتے ہیں۔

عالم کی موت پر چالیس ماہ روتے ہیں۔

نبی کی موت پر ارض و سماء چالیس برس روتے ہیں۔

یا علیؑ تیری موت پر کائنات چالیس برس تک روتی رہے گی۔

- ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آسمان سے تین دن تک خون کی بارش ہوتی رہی ہے۔
- سعد ابن مسیب سے مروی ہے کہ شہادت امیرالمومنینؑ کے بعد چالیس دن تک زمین خون اگلتی رہی۔
- عبدالملک ابن مروان نے زہری سے پوچھا کہ علیؑ تو کوفہ میں واصل بحق ہوا تھا۔ مدینہ اور دیگر علاقوں میں موت علیؑ کا علم کیسے ہوا تھا؟

زہری نے کہا۔ چالیس دن تک زمین خون اگلتی رہی تھی۔

کامل الزیارت میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہشام نے میرے والد کو بلایا اور کہا کہ میں آپ سے ایک ایسا سوال کرنا چاہتا ہوں جس کا جواب کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔

آپ نے فرمایا:

پوچھ کیا پوچھنا ہے۔

ہشام نے کہا۔ حضرت علیؑ کی شہادت علم کوفہ کے علاوہ دور دراز کے لوگوں کو کیسے ہوا تھا؟

آپ نے فرمایا:

جس رات حضرت علیؑ کو ضرب لگی اس رات سے لے کر چالیس دن تک زمین نے خون اگلا

جس رات جناب ہارونؑ شہید ہوئے تھے اس رات سے چالیس دن تک زمین نے خون اگلا تھا۔

جس رات یوشع ابن نونؑ شہید ہوئے تھے اس رات سے چالیس دن تک زمین نے خون اگلا تھا۔

جس رات حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا۔

جس دن جناب شمعونؑ کو شہید کیا گیا تھا اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا۔

جس دن حضرت علیؑ شہید ہوئے اس دن بھی زمین سے خون ابلا تھا اور

جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے اس دن بھی زمین نے خون ابلا تھا۔

- خرائج میں ابوالوفا سے مروی ہے کہ میں بیت اللہ میں تھا۔ میں نے دیکھا تو مقامِ ابراہیمؑ پر لوگوں کا بے تحاشا اجتماع ہوگیا۔

میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ایک عیسائی راہب مسلمان ہوا ہے اور لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس راہب کے پاس گیا۔ دیکھا تو بہت کافی عمر رسیدہ شخص تھا اونی کپڑے پہن رکھے تھے اور سر پر ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ میں جب وہاں پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا۔

ایک دن میں اپنے گرجا میں بیٹھا تھا غیر خیالی طور پر میں نے نیچے جھانکا میں نے گدھ جیسا ایک پرندہ دیکھا جو کنارہ سمندر پر رکھے ایک پتھر پر بیٹھا تھا اس نے قے کی جس سے ایک انسان کا چوتھا حصہ اس کے منہ سے گرا پھر وہ اڑا کچھ دیر بعد آ کر پھر قے کی اور چوتھے حصہ گرا۔ پھر اڑ گیا۔ پھر آیا اور قے کی تو آخری چوتھا حصہ گرا۔ پھر وہ چاروں حصے ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔ اور جیتا جاگتا انسان اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اس کے قریب ہوا اور پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا تجھے خالق کی قسم ہے۔ بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں ابن ملجم لعین ہوں۔

میں نے پوچھا تو نے کیا عمل کیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے؟

اس نے کہا۔ میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو شہید کیا تھا اس دن سے لے کر آج تک یہ پرندہ روزانہ مجھے قتل کرتا ہے۔ نگلتا ہے۔ پھر اگلتا ہے۔

ابھی وہ یہی بات کر ہی رہا تھا کہ وہی پرندہ آیا اور اس نے اس پر حملہ کر کے چوتھا حصہ اڑا لیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے وہ آتا رہا اور جاتا رہا اور ایک ایک حصہ لے جاتا رہا۔

میں نے بعد میں لوگوں سے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ وصی رسولؐ تھے۔ چنانچہ میں اس صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا ہوں۔

—— ·:· ——



اولادِ حضرت علیؑ

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ تاریخ آلِ محمدؐ پر وفاتِ رسولؐ کے بعد پہلے اموی اور پھر عباسی گرد چڑھی رہی اور یہ عرصہ سالوں پر نہیں صدیوں پر محیط ہے۔ اس لیے کسی بھی مؤرخ کے لیے یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے یہی حقیقت حقہ ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب اموی اور عباسی اقتدار میں تاریخ سازی تو اپنے مقام پر رہی حدیث سازی کا کاروبار بھی پیشہ ورانہ بنیادوں پر کیا گیا ہو۔ کم و بیش نو سو برس تک دشمنانِ آلِ محمدؐ تاریخ آلِ محمدؐ کو مسخ کرنے میں مصروفِ عمل رہے۔

حضرت علیؑ کی اولاد بھی اسی اختلاف کی نذر ہو گئی۔ بہرصورت جو کچھ متعدد کتب تاریخ سے مل سکا ہے وہ پیشِ خدمت ہے کمی و بیشی اللہ ہی معاف فرمائے گا۔

ازواج:

۱۔ فاطمہ زہراؑ بنت محمدؐ رسول اللہ۔

۲۔ خولہ بنت جعفر حنفیہ۔
۳۔ صہبائے ثعلبیہ۔
۴۔ بنت مسعود دارمیہ۔
۵۔ اسماء بنت عمیس
۶۔ ام سعد بنت عروہ ثقفیہ
۷۔ امامہ بنت ابوالعاص خثعمیہ

(۲ تا ۷) ان میں سے کچھ کنیزیں ہیں۔

۸۔ ام حبیبہ بنت ربیعہ
۹۔ فاطمہ بنت حزام کلابیہ





ضریح مطہر پر معجزات

ا۔ مزار علیؑ کو کھودو:

ابوالحسن علی ابن حسینؑ ابن حجاج سے مروی ہے کہ میں اور کچھ دیگر افراد میرے چچازاد ابو عبداللہ محمد ابن عمران ابن حجاج کی محفل میں بیٹھے تھے۔ اس محفل میں کوفہ کے کچھ ایسے بزرگ بھی موجود تھے جو عباس ابن احمد عباسی کے ہاں موجود رہتے تھے۔ یہ لوگ میرے چچازاد کو ۲۷۳ھ کے ذی الحجہ میں امام حسینؑ کے روضۂ مبارک کی چھت گرنے کے بعد میرے چچازاد کے بچ جانے پر اسے مبارکباد دینے آئے تھا۔ کیونکہ اس وقت وہ بھی زیر چھت ہی تھا۔

مذہبی عنوان پر باتیں ہو رہی تھیں کہ اسماعیل ابن عیسیٰ عباسی بھی آگیا۔ چونکہ ہم تمام محبان اہلبیتؑ تھے اور ہمیں ہر وقت ہر عباسی سے خوف رہتا تھا۔ اس لیے اس کے آتے ہی ہم سب خاموش ہو گئے۔

اسماعیل کافی دیر بیٹھا رہا اور کسی نے کوئی بات نہ کی۔ وہ اکتا گیا اور کہنے لگا

شاید میں تمہاری محفل میں مخل ہوا ہوں اس لیے تم چپ ہو گئے ہو؟

اس وقت ابوالحسن علی ابن یحییٰ سلانی بزرگ ہونے کے ناطے ہمارا صدر محفل بنا ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ یقین کیجئے ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے میری طرح ہر شخص موضوع گفتگو سوچ رہا ہو گا کہ کیا بات کریں۔

ہم سب نے اس کی تائید کی۔

اسماعیل نے کہا:

اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ ویسے حالات کا تقاضا بھی یہی ہے اور تم لوگ واقعاً معذور ہو آج کل تمہارے لیے انتہائی سنگین وقت ہے۔ ہماری حکومت نے تم لوگوں کی زندگی دو بھر کر رکھی ہے۔ لیکن یقین جانو جہاں تک مسلک اور عقیدت کا تعلق ہے میں بھی تم جیسا اور تمہارا پیر بھائی ہوں۔ پھر اس نے ایسی عظیم قسمیں کھائیں

کہ ہمارے پاس اس کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

موضوع گفتگو چونکہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے باتیں شروع ہوئیں اور مختلف مسائل پر مذاکرات ہوتے رہے بالآخر اسماعیل نے کہا۔ تم لوگوں کے پاس تو فضائل علیؑ اور آل علیؑ کی روایات ہیں میرے پاس یہ آنکھوں دیکھا ایک واقعہ ہے۔ امید ہے وہ سن کر تمہیں کم از کم میرے بارے کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

ہم تمام سراپا سوال بن گئے۔

اس نے کہا۔ ایک جمعہ کو میں اپنے چچا داؤد کے ساتھ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آ رہا تھا جب ہم اپنے گھروں تک پہنچ کر جدا ہونے لگے تو اس نے کہا۔ تم لوگ جو چاہو کرو اور جہاں چاہو جاؤ لیکن غروب آفتاب سے قبل تم سب میرے پاس آؤ گے۔

ہم نے کہا ٹھیک ہے غروب آفتاب سے قبل ہم اس کے پاس آ گئے۔ وہ ہمارا منتظر تھا۔ جب ہم سب جمع ہو گئے تو اس نے دو افراد کا نام لے کر کہا۔ انہیں بھی بلا لاؤ۔ جب وہ دونوں آئے تو ان کے پاس کدال وغیرہ جیسے آلات تھے جن سے زمین کھودی جاتی ہے۔

پھر اس نے کہا میرے غلام جمل کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور ابھی جاؤ۔ نجف میں کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ دفن ہیں۔ اور آج کل وہاں لوگ لاتعداد آنے جانے لگے۔ جاؤ قبر کھود کر جو کچھ اس میں ہو میرے پاس لے آؤ۔

ہم نے جمل کو ساتھ لیا۔ یہ حبشی غلام تھا۔ اور غضب کا طاقتور اور بیباک تھا۔ ہم نجف پہنچے جو معروف جگہ تھی وہاں گئے۔ دونوں مزدوروں نے کھودنا شروع کیا۔ کھودتے کھودتے وہ ایک چٹان پر پہنچے ان غریبوں نے بہت زور لگایا۔ لیکن نتیجہ صفر رہا۔ آخر انہوں نے جمل کو بلایا۔ اس نے کھنتی ہاتھ میں لی اور اس سے چٹان پر ایک وار کیا۔ اس ضرب سے ایسی گرج پیدا ہوئی کہ ہم گھبرا گئے۔ جمل نے دوسری ضرب لگائی پہلے سے بھی زیادہ گرج پیدا ہوئی۔ جونہی اس نے تیسری ضرب لگائی اس کی چیخ بلند ہوئی۔ ہم دوڑ کر آئے وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ اسے اسی کی مدد سے باہر نکالا دیکھا تو اس کے دائیں بازو سے خون بہہ رہا تھا ہم نے بہت کوشش کی لیکن کہیں بھی زخم نظر نہ آیا۔ اسے کیلئے چلنا ممکن نہ تھا۔ زبان سے گونگا ہو چکا تھا۔ ہم نے خچر پہ لادا۔ اور واپس بغداد کی راہ لی۔ راستہ میں اس کے دائیں جانب سے آہستہ آہستہ گوشت جھڑنا شروع ہو گیا۔ ہم داؤد چچا کے پاس پہنچے خوف سے ہمارا برا حال تھا۔

اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

ہم نے کہا۔ غلام جمل کو خود دیکھ لے۔ بات ہم سناتے ہیں۔ جب ہم نے اسے پورا واقعہ سنایا اور اس نے جمل کی حالت دیکھی اپنے سابقہ عقیدہ سے توبہ کی۔ موالیان حضرت علیؑ سے ہو گیا اور ہم بھی اسی دن سے اپنے کو عقیدت مندان حضرت علیؑ سے شمار کرتے ہیں۔ غلام اسی دن ہی مر گیا۔ اور میرے چچا نے مزار جناب

امیر پر ایک صندوق بنوا دیا۔

۲۔ حیوانوں کی پناہگاہ:

ارشاد شیخ مفید میں عبداللہ ابن حازم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہارون کے ساتھ ہم شکار پر گئے۔ صحرا میں کافی دور نکل آئے۔ سامنے ایک ٹیلہ نظر آیا اس ٹیلہ کے اردگرد کافی تعداد میں ہرنیاں پھر رہی تھیں۔ ہم خوش ہو گئے کہ وافر تعداد میں شکار مل گیا ہے۔ ہم نے باز اور کتے چھوڑ دیئے۔ جونہی باز اور کتے ان کے قریب گئے۔ ہرنیاں اطمینان سے ٹیلہ کے گرد جا کر کھڑی ہو گئیں اور باز ایک طرف بیٹھ گئے اور کتے دور ہٹ گئے۔ ہم حیران ہوئے لیکن زیادہ فکر نہ کی۔ کتوں کو واپس بلایا۔ باز ہاتھ میں آ گئے۔ جب ہرنیوں نے دیکھا کہ کتے اور باز نہیں جا رہے تو وہ پھر ٹیلے کے گرد سے ہٹ کر چرنے میں مصروف ہو گئیں۔ ہم نے پھر کتے اور باز چھوڑے ہرنیاں پھر ٹیلے کے پاس چلی گئیں۔ اور کتے اور باز واپس آ گئے۔ اب ہم نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا کہ ٹیلے میں کیا بات ہے کہ ہرنیاں خوف نہیں کھاتیں اور کتے اور باز وہاں جاتے نہیں ہیں جب ہرنیوں نے دیکھا کہ کتے اور باز نہیں آ رہے ہے وہ پھر ٹیلے سے ہٹ کر چرنے لگیں۔ ہم نے تیسری مرتبہ پھر کتے اور باز چھوڑے ہرنیاں پھر ٹیلے کے گرد چلی گئیں اور کتے اور باز واپس آ گئے۔ اب ہمیں یقین ہو گیا کہ اس ٹیلے میں کچھ ہے۔ ہارون نے ہمیں کہا گھوڑوں پر بیٹھو اور ہر طرف پھیل جاؤ۔ اس علاقہ میں جو بھی ملے اسے میرے پاس لے آؤ۔

ہمیں ایک بوڑھا ملا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ ہم اسے ہارون کے پاس لائے۔

ہارون نے اس سے پوچھا۔ تو اسی علاقہ کا باشندہ ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ ہاں کوفہ کے مضافات ہی میں رہتا ہوں۔

ہارون نے کہا۔ یہاں ٹیلے میں کیا ہے۔ کتے اور باز ٹیلے کے قریب نہیں جاتے۔

بوڑھے نے کہا۔ اگر جان کی امان دو تو جو معلوم ہے بتا دوں گا۔

ہارون نے کہا۔ تجھے امان ہے بتا کیا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ یہ اللہ اور رسولؐ کی طرف سے ایک مقدس حرم ہے۔ یہاں کوئی درندہ اور نجس جانور نہیں جا سکتا۔

ہارون نے کہا تو پہیلیاں نہ بجھا بتا یہ کیسا حرم ہے اور اس میں کیا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ ٹیلے میں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا مزار ہے۔ جو چیز بھی اس کی پناہ لیتی ہے محفوظ ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر ہارون گھوڑے سے اترا پانی لیا۔ وضو کیا۔ وہاں نماز پڑھی اور اپنی پیشانی خاک پر رگڑ کر دعا مانگی

۳۔ یہ یہودی ہے اسے نکالو:

ارشاد ہی میں طحال مقدادی سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؑ کے مزار کا کلید بردار تھا۔ ایک دن ایک شخص انتہائی مقدس لباس اور مقدس شکل میں میرے پاس آیا۔ مجھے دو دینار دیئے اور کہا۔

ایسا کر میں یہاں خلوت چاہتا ہوں تو در مزار باہر سے بند کر دے اور مجھے اندر تنہا رہنے دے۔

میں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا اور سو گیا۔ خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا۔

انہوں نے فرمایا:

میرے مزار پر نصرانی کو کیوں بٹھا رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے تو معلوم نہیں تھا اور نہ اس نے بتایا ہے کہ میں نصرانی ہوں۔

آپ نے فرمایا:

اسے ابھی میرے مزار سے باہر نکال۔

میں گھبرا کر اٹھا۔ دروازہ کھولا دیکھا تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

تو نے بڑا ظلم کیا ہے کہ مجھے بتایا نہیں۔

میں نے کہا۔ تو نصرانی ہے اور تجھے معلوم نہیں کہ غیر مسلم نجس ہوتے ہیں اور کوئی نجس حرم مطہر میں نہیں آسکتا

اس نے کہا۔ میں کب نصرانی ہوں۔ میں نہیں نصرانی۔ تو جا۔

میں نے کہا۔ کیا تو مجھے دو دینار دے کر فریب دیتا ہے یہ لے اپنے دینار اور چل اٹھ یہاں سے۔

اس نے کہا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نصرانی نہیں ہوں۔

میں نے غصہ سے کہا۔ کیا تو میرے آقا کو جھوٹا کہہ رہا ہے؟

اس نے کہا۔ کون آقا؟

میں نے کہا۔ حضرت علیؑ۔

اس نے کہا۔ وہ تو اس مزار میں آرام کر رہے ہیں۔ میں انہیں کیسے جھٹلا سکتا ہوں؟

میں نے کہا۔ ابھی ابھی انہوں نے خواب میں مجھے بتایا کہ تو نصرانی ہے اور انہوں نے مجھے نکالنے کا حکم دیا ہے۔

وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔ کیا واقعاً تجھے حضرت علیؑ نے بتایا کہ میں نصرانی ہوں؟

میں نے کہا۔ اور کیا۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا تو میں تجھے کب جانے دیتا تھا۔

اس نے کہا۔ اب میرے لیے حقانیت اسلام کی اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ پورے شام اور عراق میں کسی کو علم نہیں کہ میں نصرانی ہوں۔

اس کے بعد اس نے کلمۂ شہادت پڑھا حضرت علیؑ کی ولایت اور خلافت بلافصل کی گواہی دیگر مسلمان ہوگیا۔

۴۔ میرے دوست کے لیے دروازہ کھول:

ارشاد مفید میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمران ابن شاہین کی عضدالدولہ سے سیاسی طور پر ان بن ہوگئی۔ عمران عضدالدولہ کے خوف سے چھپ چھپا کر نجف میں آگیا۔ ادھر عضدالدولہ نے عمران کو کافی تلاش کیا لیکن عمران اس کے ہاتھ نہ لگا۔

عمران نے خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ فنا خسرو جو عضدالدولہ کے نام سے معروف ہے کل میری زیارت کو آئے گا۔ تو میرے حرم کے اس گوشہ میں زیر قبہ کھڑا ہو جانا وہ تجھے نہ دیکھ پائے گا۔ وہ زیارت کے بعد دعا مانگے گا اور دعا میں مجھے محمدؐ کی قسم دے گا کہ وہ تجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

تو اس کے قریب جا کر کہنا اے بادشاہ یہ کون شخص ہے جس کی تلاش میں کامیابی پر آپ صاحب مزار کو محمدؐ کی قسم دے رہے ہیں؟

وہ جواب میں کہے گا کہ میرا ایک سیاسی حریف ہے جو حکومت میں مجھ سے حصہ مانگتا ہے۔

تو اس سے پوچھنا۔ اگر کوئی آپ کو وہ شخص تلاش کر کے دیدے تو آپ اسے کیا انعام دیں گے؟

وہ جواب دے گا۔ کہ اگر تلاش کر کے دینے والا اس مفرور کی جان کی امان بھی مانگے تو میں دیدوں گا۔

جب یہ کہے۔ تو اپنا تعارف کرا کے سامنے آجانا۔ تو جو چاہتا ہے تجھے اس سے مل جائے گا۔

عمران کا بیان ہے کہ دوسرے دن بالکل ویسے ہوا جیسے خواب میں آقا نے مجھے بتایا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا۔ کہ وہی مفرور میں ہوں۔ تو اس نے پوچھا تجھے کس نے بتایا ہے کہ میرا نام فنا خسرو ہے؟

میں نے کہا۔ سب کچھ اس صاحب قبہ نے رات خواب میں مجھے بتایا ہے اور اسی کی ہدایت کے مطابق میں آپ کے سامنے آیا ہوں۔

عضدالدولہ نے کہا تجھے اس صاحب قبہ کی قسم ہے تو سچ کہہ رہا ہے کہ تجھے اسی نے میرا نام فنا خسرو بتایا ہے؟

میں نے کہا۔ مجھے اس کے حق کی قسم ہے مجھے انہی نے یہ نام بتایا ہے۔

عضد الدولہ نے کہا۔ اگر تو حق امیر کی قسم نہ بھی کھاتا تو میں مان لیتا کہ میرا یہ نام اللہ کے علاوہ مجھے۔ میری ماں اور میری دایہ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔

عضد الدولہ نے عمران کو اپنا وزیر بنا کر خلعت وزارت دی۔ اور عمران کو لے کر کوفہ چلا گیا۔ عمران نے منت مان رکھی تھی کہ اگر عضد الدولہ نے اسے معاف کر دیا تو وہ سر و پا برہنہ حضرت علیؑ کی زیارت کو آئے گا چنانچہ جب رات چھا گئی تو عمران اٹھا اور سر و پا برہنہ زیارت کے لیے چلا آیا۔

میرا دادا علی ابن طحال اپنے بستر پر سو رہا تھا۔ اس نے خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا انہوں نے فرمایا۔ اٹھ میرا دوست عمران ابن شاہین میری زیارت کو آرہا ہے دروازہ کھول دے۔ جب میں اٹھا اور دروازہ کھولا تو عمران دروازہ پر پہنچ چکا تھا۔

میرے دادا نے جھک کر اسے سلام کیا اور کہا بسم اللہ میرے آقا تشریف لائیے۔

عمران نے کہا۔ مجھے پہچانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں۔ ایسے آقا کہہ رہا ہے۔

میرے دادا نے کہا۔ آپ عمران ابن شاہین نہیں ہیں؟

عمران نے کہا ہاں میں عمران ہی ہوں۔

میرے دادا نے کہا۔ پھر جسے میرا مولا اپنا دوست کہے میں اسے آقا نہ کہوں تو کیا کہوں؟

عمران نے کہا یہ کیا کہہ رہا ہے؟

میرے دادا نے اسے بتایا کہ ابھی خواب میں مولا نے مجھے دروازہ کھولنے کا فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا دوست عمران ابن شاہین آرہا ہے دروازہ کھول۔

عمران یہ سن کر دہلیز پر گر کر بوسے دینے لگا۔ اور پھر بیرونی رواق تعمیر کرایا۔ جو رواق عمران ابن شاہین کے نام سے معروف ہے۔

۵۔ یا علیؑ تیری امان ہوں؛

۵۷۵ھ میں امیر مجاہد الدین سنقر کے واقعات میں لکھا ہے کہ گورنر کوفہ سنقر اور بنی خفاجہ میں عداوت ہو گئی۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ دونوں گروہوں میں سے جو بھی نجف اشرف میں حضرت علیؑ کی زیارت کو آتا تھا۔ تنہا نہ آتا تھا۔ اپنے ساتھ دو تین نگران رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ بنی خفاجہ سے دو عرب زیارت کو آئے اور ادھر سنقر بھی زیارت کو آیا۔ بنی خفاجہ کا ایک عرب زیارت کے لیے ضریح مقدس میں گیا اور دوسرا باہر حفاظت کے لیے کھڑا تھا کہ سنقر آگیا۔ باہر والے عرب نے دیکھا کہ سنقر کے ساتھ آدمی زیادہ ہیں ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی ایرانی آگئے ہیں میں نے کہا ان کی تعداد زیادہ

ہے اب واپس آجا۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگادی اور بھاگ گیا جو عرب اندر مصروف زیارت تھا۔ اس کے نکلنے کے تمام راستے سنقر نے بند کر دیئے کیونکہ اس نے ہر دروازہ پر اپنے سپاہی مقرر کر دیئے۔ اس عرب نے جب دیکھا تو اندر حضرت علیؑ کی ضریح کے پاس ٹھہر گیا۔

سنقر گھوڑے پر سوار صحن میں داخل ہوا۔ ضریح کے سامنے گھوڑے سے اترا اور سپاہیوں سے کہا جاؤ عرب کو پکڑ لاؤ۔ جب سپاہی اندر گئے۔ تو عرب نے حضرت علیؑ کی ضریح کو پکڑ لیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ یا علیؑ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں آپ کی زیارت پہ آیا تھا۔ اب آپ کی امان میں ہوں۔ مجھے معلوم ہے آپ اپنی امان ضائع نہیں کرتے۔ دخیلک یا علی. دخیلک یا علی۔

سنقر کے سپاہیوں نے اسے پکڑا اور باہر لانے کیلئے کھینچنے لگے۔ اس عرب نے حضرت علیؑ کی ضریح کے پنجرہ میں ہاتھ ڈال لیا۔ وہ ہاتھ چھڑاتے تھے اور عرب ہاتھ نہیں نکالتا تھا۔ بالآخر وہ زیادہ تھے یہ تنہا تھا انہوں نے اس کی انگلیاں توڑ موڑ کر پنجرہ سے نکالیں اور گرفتار کر کے لے آئے۔

سنقر نے اس کی مشکیں کسوائیں اور اپنے ساتھ کوفہ لایا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اُسے ابھی قتل کر دوں پھر کسی خیال سے ارادہ بدل دیا اور دوسرے دن پر ملتوی کر دیا۔ ابھی رات آدھی باقی تھی کہ سنقر گھبرا کر اٹھا۔ اپنے نائب سے کہا۔

جا ابھی زندان سے عرب کو لے آ۔ جب وہ عرب کو لے آیا۔ تو عرب تھر تھر کانپ رہا تھا۔ سنقر نے اسے اپنا شاہانہ لباس ایک گھوڑا اور بیشمار دولت دے کر واپس گھر بھیج دیا۔ اور نائب سے کہا۔ ابھی بہت سا سامان لے جا اور مولا علیؑ سے میرے اس جرم کی معافی مانگ کر میں نے ان کے حرم سے ان کے زائر کو گرفتار کیا ہے نائب نے پوچھا۔ آخر بات کیا ہے؟

سنقر نے بتایا۔ کہ ابھی خواب میں حضرت علیؑ آئے تھے۔ بڑے ناراض تھے۔ ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ جس نے میری امان لی تھی اگر تو نے اسے قتل کیا۔ تو یہ خنجر تیرے پیٹ میں اُتر جائے گا

۲۔ عزت کا پاسبان:

منتخب میں زید نساج سے مروی ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا جو بہت سن رسیدہ تھا۔ ہر وقت مصروف عبادت رہتا تھا کسی سے ملتا جلتا تک نہ تھا۔ صرف جمعہ کے دن گھر سے باہر آتا تھا میں جمعہ کے دن امام زین العابدینؑ کی زیارت کو گیا۔ جب میں طہارت کے لیے گیا۔ تو غسل خانہ میں اسی بوڑھے کو دیکھا جس نے قمیص اتارا ہوا تھا اور غسل کی تیاری میں مصروف تھا۔ پانی بھرنا چاہتا تھا۔ لیکن سن رسیدگی کی وجہ سے

قاصر ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بہت بڑا زخم دیکھا جس سے پیپ رس رہا تھا جب اس کی مجھ پر نگاہ پڑی تو میں ذرہ شرمندہ سا ہوا۔ اور کہنے لگا ذرا مجھے پانی بھرنے میں مدد دے تاکہ میں غسل کروں میں نے کہا۔ میں فارغ نہیں ہوں۔ اگر مجھے یہ بتادے کہ یہ زخم کیسے لگا ہے اور کس نے لگایا ہے پھر غسل میں مدد کروں گا۔

اس نے بہت ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب میں اڑ گیا تو کہنے لگا ایسا کر مجھے غسل کرادے۔ پھر بتا دوں گا کوئی اور نہ آجائے میں نے پانی بھر کے دیا اس نے غسل کیا۔ جب غسل سے فارغ ہو گیا تو باہر کھلی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔

اس نے کہا۔ بیٹے میرے تجھ پر دو حق ہیں۔ میں تیرا پڑوسی بھی ہوں۔ اور تجھ سے عمر میں بھی بڑا ہوں۔ مجھ سے ایک وعدہ کر کہ میری زندگی تک کسی کو نہیں بتائے گا۔

میں نے وعدہ کیا۔

اس نے بتایا کہ جوانی میں میرا شمار اچھے خاصے لفنگے قسم کے افراد سے ہوتا تھا۔ ہم دس جوانوں کا ایک گروپ تھا۔ ہم نے کبھی کچھ کمایا نہ تھا۔ بس کسی کو لوٹ لیا۔ کسی کے کپڑے اتار لیے۔ اور گزارا کر لیا۔ ہم دس آدمی کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے بلکہ روزانہ ایک آدمی کے گھر کھانا ہوتا تھا۔ اور ہم سب مل کر کھاتے تھے۔ ایک رات میں شراب پی کر سو رہا تھا کہ مجھے میری بیوی نے جگا کر کہا۔

تو بڑے آرام سے سو رہا ہے۔ کل کھانا ہمیں پکانا ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے۔

یہ سن کر میرا نشہ ہرن ہو گیا۔ اور میں نے بڑبڑاتے کے انداز میں کہا۔ اب کیا ہو گا۔ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟

بیوی نے کہا۔ آج شب جمعہ ہے اور مولا علیؑ کی ضریح پر ساری رات زائر آتے رہتے ہیں۔ راستے میں بیٹھ جا اگر اور کچھ نہ ملے تو کسی کے کپڑے ہی اتار کر لے آ۔ کل بازار میں بیچ کر کھانا پکا لیں گے۔

مجھے مشورہ پسند آگیا۔ تلوار لے کر میں گھر سے نکلا اور صحرا میں راستہ پر بیٹھ گیا۔ بادل بھی تھا۔ بجلی بھی چمک رہی تھی۔ بجلی کی چمک میں مجھے دور دو سائے نظر آئے میں خوش ہو گیا کہ چلو کام بن گیا۔ میں پھر بجلی کے انتظار میں رہا کہ دیکھوں ان کے پاس کون سے ہتھیار ہیں۔ جب دوسری مرتبہ بجلی چمکی اور میں نے دیکھا تو مارے خوشی کے اچھل پڑا کیونکہ وہ دونوں عورتیں تھیں۔

میں راستہ پر آگیا۔ جب وہ قریب آئیں تو میں نے کہا۔ کتنے پیسے ہیں؟

انہوں نے کہا۔ ہم عورتیں ہیں ہمارے پاس کیا ہو گا۔ کچھ بھی نہیں ہے۔

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ اگر نقدی نہیں ہے تو کپڑے اتار دو۔ جلدی کرو۔ دونوں نے کپڑے اتار دیئے۔

بجلی کی چمک میں ہی میں نے ان کے جسم پر زیورات دیکھ لیے۔ میں نے کہا، زیور بھی اتار دو۔ دونوں نے زیور اتار دیئے۔ میں یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ ایک بالکل نوجوان لڑکی تھی اور دوسری بڑھیا تھی۔ شیطان نے مجھے اس حسینہ کو یونہی چھوڑ دینے سے روکا۔ چنانچہ میں اس حسینہ کے گرد پھرنے لگا۔ اور اسے اسی جگہ برائی پر آمادہ کرنے لگا

بڑھیا نے کہا۔ تو نے جو کچھ لے لیا ہے، ہم اس کا نام بھی نہیں لیں گے تجھے معاف کرتی ہوں لیکن ہماری عزت سے نہ کھیل۔ یہ بیچاری یتیم بچی ہے۔ میری بھانجی ہے۔ اس کی ماں اور باپ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ کل اس کی چچا زاد کے ساتھ شادی ہے۔ آج اس نے میری منت کی ہے کہ خالہ کل میں بیاہ کر شوہر کی محکوم بن جاؤں گی۔ خدا معلوم وہ کب مجھے اجازت دے کب نہ دے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایک مرتبہ آقا کی زیارت کرلوں میں اس کی منت مان کر اس کے ساتھ چلی آئی۔ اب تو احسان کر اور ہمیں واپس گھر جانے دے۔ بیچاری کو اپنی قوم و قبیلہ میں رسوا نہ کر۔

میں نے کہا۔ بڑھیا اپنی چونچ بند رکھ اور دور کھڑی ہو جا۔ میں نے اس بڑھیا کو دھکا دیا۔ وہ لڑکی بیچاری بڑھیا کا سہارا لیتی تھی۔ اور میں لڑکی پر دست درازی کرنے لگا تھا۔ آخر وہ لڑکی ہی تھی میں نے اسے زمین پر گرایا اس کے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے ازار بند کھولنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ وہ بیچاری میرے ہاتھوں میں پھڑک پھڑک کر کہنے لگی۔

المستغاث بک یا اللہ المستغاث ربک یا علی ابن ابیطالب نجنی من ید ھذا الظالم۔

فریاد یا اللہ۔ فریاد یا علیؑ! مجھے اس ظالم کے ظلم سے نجات دو۔

جونہی اس کی فریاد پوری ہوئی مجھے اپنے عقب میں بالکل قریب گھوڑے کے سموں کا احساس ہوا۔ میں نے مڑ کے دیکھا تو ایک شہسوار نیزہ بدست میرے قریب کھڑا تھا۔ میں نے دل میں سوچا یہ بھی تنہا ہے اور میں بھی تنہا ہوں اس ایک پر قابو پا لوں گا

میں نے دیکھا اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اس کے لباس سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔

مجھے کہا۔ چھوڑ دے لڑکی کو۔

میرے سر میں بھوت تھا۔ میں نے کہا۔ جا جا۔ اپنی خیر منا۔ دوسروں کے پھڈے میں ٹانگ نہ اڑا۔

میرا اتنا کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک سے میری پیٹھ پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ میں گر گیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا۔ جیسے میں نہ زمین پر ہوں اور نہ آسمان پر ہوں۔ میرے بولنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ البتہ دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا۔

اس نے دونوں عورتوں سے کہا۔ اٹھو اپنے کپڑے پہنو۔ زیور اٹھاؤ اور واپس گھر جاؤ۔

بڑھیا نے کہا۔ اللہ آپ کی مدد کرے۔ آپ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے۔ اتنا احسان اور بھی کر دیں۔ ہمیں مولا کی ضریح تک پہنچا دیں تا کہ شب جمعہ ہے ہم زیارت سے محروم واپس نہ جائیں۔

اس نے مسکرا کے کہا تمہاری زیارت قبول ہے۔ جس کی زیارت کو جا رہی تھیں میں وہی ہوں اب گھر جاؤ۔

یہ سنتے ہی دونوں دوڑیں، آپ کے قدموں پر گریں۔ قدم بوسی کی دست بوسی کی اور واپس روانہ ہو گئیں۔

میں جیسے بیہوشی سے ہوش میں آ گیا۔ اور میری زبان بھی کھل گئی۔

میں نے عرض کیا۔ میرے آقا آج سے میں توبہ کرتا ہوں، آپ معاف فرما دیں۔

انہوں نے فرمایا:

اگر تو نے خلوص سے توبہ کی ہے تو اللہ یقیناً قبول کرے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میں اللہ کو گواہ بنا رہا ہوں۔

آپ واپس جانے لگے میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ تو مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ زخم مجھے مار ڈالے گا۔

آپ واپس مڑے مٹی کی ایک مٹھی بھری میرے زخم میں رکھی، ہاتھ سے مس کیا۔ اسی وقت گوشت پیدا ہو گیا میں نے کہا۔ یہ کیسا گوشت ہے ابھی تک تو اتنا زخم موجود ہے۔

میں نے عرض کیا تھا۔ قبلہ ابھی پورا زخم تو نہیں بھرا۔

انہوں نے فرمایا۔ یاد کے بطور اتنا چھوڑ رہا ہوں۔ تا کہ تو کبھی نہ بھولے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِوِلَايَةِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (نثار)



امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ سلام

۱۔ ولادت امام حسنؑ

مقام ولادت ۔ مدینہ منورہ ۔ سنہ ولادت ۳ھ ۔ ماہ ولادت ۔ رمضان ۔ تاریخ ولادت ۔ ۱۵ رمضان
نام حسنؑ ۔ باپ ۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ ۔ ماں ۔ فاطمہ زہراؑ بنت رسول اللہؐ ۔ کنیت ۔ ابو محمد ۔ القاب ۔ سید سبط ۔ تقی ۔ طیب ۔ زکی ۔ ولی ۔

۲۔ قبل از ولادت :

بحار میں ام الفضل جناب عباس ابن عبدالمطلب کی زوجہ سے مروی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کونینؐ کے اعضاء میں سے ایک عضو جدا ہو کر میری جھولی میں آ گیا میں بڑی پریشان ہوئی ۔ آنحضورؐ کو خواب بتایا اور تعبیر پوچھی ۔

آپ نے فرمایا :
گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میری زہراؑ کے ہاں بیٹا ہو گا جس کی پرورش تو کرے گی ۔

۳۔ بعد از ولادت :

خرائج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب حسنینؑ نے مدت رضاعۃ تک جناب سیدہؑ کا دودھ نہیں پیا سرورِ کونینؐ نے منع فرما رکھا تھا کہ انہیں کوئی دودھ نہ پلائے چوبیس گھنٹے میں آنحضورؐ ایک مرتبہ تشریف لاتے تھے ۔ زبان رسالت منہ میں دیتے اور شہزادے سیر و سیراب ہو جاتے ۔
بحار میں برہ بنت امیہ خزاعیہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونینؐ کسی کام کی خاطر بیرون مدینہ تشریف لے جا رہے تھے ۔ آپ جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا :

بیٹی میں کسی کام سے باہر جا رہا ہوں۔ میری عدم موجودگی میں اللہ تجھے فرزند سے نوازے گا مجھے تین دن باہر لگ جائیں گے۔ میری واپسی تک بیٹے کو کچھ نہ پلانا۔

امام حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ جناب سیدہؑ نے تین دن صبر کیا۔ اتفاقاً سرورِ انبیاءؐ کو تین دن سے زیادہ لگ گئے۔

جناب سیدہؑ نے چوتھے دن مامتا سے مجبور ہو کر شہزادے کو دودھ پلا دیا۔

آنحضورؐ جب پانچویں دن واپس تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے معذرت کے ساتھ عرض کیا۔ بابا جان! میں مجبور ہو گئی تھی۔

آپ نے فرمایا:

بیٹی مجھے حکم باری سے ہی رکنا پڑ گیا تھا مشیت ایزدی یہی تھی کہ نسل امامت ذریت حسینؑ میں رہے۔ اچھا اب نام کیا رکھا ہے؟

بی بی نے عرض کیا:

بابا جان! بھلا علیؑ کے ہوتے ہوئے میں کیا نام رکھ سکتی تھی۔ میں نے علیؑ سے پوچھا ہے کہ بچے کا نام کیا ہو گا؟ انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا پر سبقت نہیں کرتا۔ ہم آپ ہی کے منتظر تھے۔

آپ نے فرمایا:

میں کیسے اللہ سے سبقت کر سکتا ہوں۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ جب تک وحی نہیں آئے گی اس وقت تک میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔

آپ جب گھر تشریف لے گئے تو وحی نازل ہوئی۔ جبریل نے سلام رب قدیر عرض کرنے کے بعد عرض کیا کہ چونکہ علیؑ مثیل ہارونؑ ہے اس لیے اس کے بچوں کے نام بھی جناب ہارونؑ کے بچوں کے نام پر ہوں گے

سرورِ کونینؐ نے فرمایا:

ان کے نام تو شبّر و شبّیر تھے۔ لیکن وہ عبرانی نام ہیں اور ہماری زبان عربی ہے۔

جبریل نے عرض کیا:

ذات احدیت نے ان کا عربی میں ترجمہ بھی بتا دیا ہے۔ اور فرما دیا ہے کہ میں نے یہ دو نام تمام عرب سے پوشیدہ رکھے تھے۔ اور کسی کو یہ نام رکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ شبر کا ترجمہ حسنؑ ہے اور شبیر کا ترجمہ حسینؑ ہے۔

آپ نے نام حسنؑ تجویز فرمایا:

اذان و اقامت کہی۔

ساتویں دن شہزادے کے سر سے بال اتروائے۔ بالوں کو چاندی سے وزن کیا وہ چاندی صدقہ دی۔ اور رووونبے عقیقہ کیا۔

۴۔ نقش انگشتر:

امام حسنؑ کا نقش انگشتر : العزۃ اللّٰہ۔

امام حسینؑ کا نقش انگشتر : ان اللّٰہ بالغ امرہ۔

امام زین العابدینؑ امام حسینؑ کی انگوٹھی پہنتے تھے اور امام محمد باقرؑ امام حسنؑ کی انگوٹھی زیب دست کرتے تھے۔ ارشاد کے مطابق امام حسنؑ شبیہ سردار انبیاءؐ تھے۔





فضائل ومناقب امام حسنؑ

۱۔ پشت نبیؐ اور امام حسنؑ:

نسائی نے شداد سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ نماز عشاء پڑھا رہے تھے دوران سجدہ امام حسنؑ بحالت سجدہ پشت نبیؐ پہ بیٹھ گئے۔ سجدہ طویل ہو گیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو امام حسنؑ پشت رسولؐ پر سوار تھے۔ میں دوبارہ سجدہ چلا گیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو دیگر صحابہ نے عرض کیا۔

قبلہ! آج سجدہ بڑا طویل ہو گیا تھا۔ کہیں وحی آ گئی تھی۔ یا آپ سر اٹھانا بھول گئے تھے؟

آپ نے فرمایا:

نہ وحی آئی تھی۔ نہ سر اٹھانا بھولا تھا۔ حسنؑ سجدہ میں میری پشت پر بیٹھ گیا تھا۔ اس لیے میں نے اسے اتارنا مناسب نہ سمجھا۔ جب حسنؑ اپنی مرضی سے اترا تو میں نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

ترمذی اور نسائی میں بریدہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کونینؐ منبر پہ بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ دونوں شہزادے گھر سے برآمد ہوئے کمسنی کی وجہ سے شہزادوں کے قدم ڈگمگا گئے آنحضورؐ نے خطبہ چھوڑ دیا۔ منبر سے اترے دونوں کو اٹھایا۔ گود میں لیا۔ منبر پر آئے ایک کو دائیں زانو پر دوسرے کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ امام حسنؑ کا منہ چوما۔ امام حسینؑ کا گلا چوما۔ پھر فرمایا۔ لوگو یہ نہ سمجھنا کہ میں نے انہیں نواسے سمجھ کر اٹھایا ہے بلکہ یہ دونوں میرے دین کے نگران ہیں۔

۲۔ جن کی خدمت:

امالی صدوق میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کونینؐ کو معمولی سی جسمانی تکلیف ہوئی جناب سیدہؑ رات کے وقت دونوں بچوں کے ساتھ عیادت کو گئیں۔ جاتے ہی امام حسنؑ آنحضورؐ کے دائیں اور امام حسینؑ

بائیں بازو پر سو کر نانا کے سینہ سے لگ گئے کافی دیر بیٹھنے کے بعد جناب سیدہؑ واپسی کے لیے اٹھیں تو بی بی نے فرمایا:

آؤ میرے بچو! اپنے گھر چلیں۔

دونوں شہزادوں نے عرض کیا۔ ماں ہم تو ابھی سیر نہیں ہوئے جب سیر ہو جائیں گے تب آئیں گے۔ کچھ دیر بعد دونوں شہزادے سو گئے۔ حجرہ ام المومنین عائشہؓ تھا۔ جناب سیدہؑ کچھ دیر بعد واپس گھر آ گئیں۔ شہزادے جلدی جاگ گئے۔

دونوں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا۔ ہماری ماں!

بی بی نے فرمایا:

وہ تو اسی وقت چلی گئیں تھی۔ جب تمہیں نیند آئی۔

دونوں شہزادے اٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور باہر نکلے۔ باہر دیکھا تو آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا اور بجلی چمک رہی تھی اور بادل گرج رہا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بجلی کی چمک میں شہزادے چلتے آئے اور آپس میں باتیں بھی کرتے آئے۔ باتوں باتوں میں خیال نہ رہا۔ بجلی کی چمک کا سہارا لے کر جب امام حسنؑ نے ادھر ادھر دیکھا تو پتہ چلا کہ ہم شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔ ساتھ ہی ایک درخت تھا اس کے نیچے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سو گئے۔

نبی اکرمؐ بیدار ہوئے تو انہوں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا۔ میرے بچے کہاں گئے؟

بی بی نے عرض کیا:

وہ کافی دیر سے جا چکے ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں گئے ہیں؟

بی بی نے عرض کیا۔ گھر گئے ہوں گے اور اس وقت کہاں جائیں گے۔

آپ نے فرمایا:

کس کے ساتھ گئے ہیں؟

بی بی نے عرض کیا۔ قریب ہی تو گھر ہے۔

آپ فوراً اٹھے جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ دق الباب کیا اندر آئے۔ جناب سیدہؑ سے پوچھا بیٹی حسنینؑ آ گئے ہیں؟

بی بی نے عرض کیا بابا جان! وہ تو آپ کے پاس سو رہے تھے۔ گھر تو نہیں آئے۔

آنحضورؐ واپس ہوئے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ اللھم انت وکیل علیھما، بار الہا تو ہی دونوں کا

محافظ ہے۔ ایک روشنی نمودار ہوئی۔ آنحضورؐ اس روشنی میں چلنے لگے۔ حدیقہ بنی نجار میں آگئے۔ بارش زوروں سے برس رہی تھی۔ آپ نے آکر دیکھا تو دونوں شہزادے ایک درخت کے نیچے ایک دوسرے کو گلے لگا کر سو رہے تھے۔ بارش کا ایک قطرہ بھی شہزادوں پر نہیں گرا تھا۔ بہت ہیبتناک گھنے بالوں والے ایک اژدہا نے دونوں کے اوپر پھن پھیلا رکھا تھا۔ جو چھت کی مانند دونوں کو گھیرے ہوئے تھا۔

آنحضورؐ نے اژدہا کو دیکھا تو آپ کھنکارے۔ اژدہا نے آپ کو دیکھا تو سمٹ کر ایک طرف چلا گیا اور کہنے لگا بارالہا! تو اور تیرے ملائکہ اس بات کے گواہ رہیں کہ میں نے تیرے نبی کے دونوں بیٹوں کی حفاظت کی اور انہیں صحیح سالم تیرے نبیؐ کے سپرد کر دیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

اے اژدہا تو کون ہے؟

اژدہا نے عرض کیا۔ قبلہ میں قوم جن سے ہوں اور انہی کی طرف سے قاصد بن کر آپ کے پاس آیا تھا۔

آپ نے فرمایا:

جنوں کے کس علاقہ اور کس قبیلہ سے ہے۔ اور کس لیے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ بنی مُسیح سے ہوں۔ نصیبین میں ہمارا قیام ہے۔ ہمیں ایک سورت سے چند آیات بھول گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے بھیجا ہے تاکہ وہ آیات یاد کر کے آؤں۔ جب اس جگہ پہنچا تو میرے کانوں میں ایک آواز آئی۔

اے اژدہا یہ دونوں نبی کونینؐ کے بیٹے سو رہے ہیں۔ وہ انہیں لینے آئیں گے۔ ان کی آمد تک ان کی حفاظت کر۔ میں آپ کا انتظار بھی کرتا رہا۔ اور ان کا پہرہ بھی دیتا رہا۔ اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے۔ میں اللہ کی اس نعمت کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے آپؐ کی ذریت کے تحفظ کا شرف بخشا ہے اور میری نسلوں تک یہ فخر حاصل رہے گا۔ مجھے وہ آیات یاد کرا دیں تاکہ میں واپس جاؤں۔

آپؐ نے اسے مطلوبہ آیات یاد کرائیں وہ واپس ہوا۔

آپؐ نے امام حسنؑ کو دائیں اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھا کر واپسی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ چند صحابہ اور حضرت علیؑ بھی آگئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ! ایک بچہ مجھے دے دیں آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا!

جہاں تک بوجھ کی بات ہے تو کبھی کسی انسان کے لیے اس کی آنکھیں بوجھ نہیں ہوتیں اور جہاں تک تیرے خلوص کا تعلق ہے تو اللہ نے تیری وہ بات سن لی تھی جو تو نے اس وقت کہی جب میں ان کی تلاش میں آ رہا تھا کہ یوں تو محمدؐ بیٹھ کر عرش کی اور شمال و جنوب کی خبریں دیتا ہے۔ اور آج اسے یہ معلوم نہیں کہ اس

کے اپنے بچے کہاں گئے ہیں؟

پھر دوسرے نے عرض کیا۔ قبلہ ایک شہزادہ مجھے دے دیں تاکہ میں بھی اس شرف سے مشرف ہو جاؤں۔

آپ نے مسکرا کے فرمایا: تو بھی اپنے ساتھی کی طرح ہی مخلص ہے اور علیؑ کے پہنچنے سے پہلے تم دونوں ہی تو تھے تو جو یہ تبصرہ کر رہے تھے۔

پھر آپ نے امام حسنؑ سے پوچھا۔ بیٹے باپ کے پاس جاؤ گے؟

شہزادے نے عرض کیا:

نانا جان! اگر آپ تھک نہ جائیں تو میں آپ کے دوش ہی پر رہنا پسند کریں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ایک اچھی جگہ کر چھوڑ کر کم جگہ پر جانا پسند نہیں کرتا۔

آنحضورؐ نے فرمایا:

بیٹے وہ تمہارے بابا ہیں۔ کم جگہ کیسے ہوتی؟

شہزادے نے عرض کیا۔ قبلہ رشتہ کے اعتبار سے آپ نانا ہیں اور وہ بابا ہیں لیکن مرتبہ کے اعتبار سے آپ نبی ہیں۔ وہ امام ہیں۔ آپ آقا ہیں وہ آپ کے غلام ہیں وہ آپ کے کلمہ گو ہیں۔ آپ امیر ہیں۔ وہ وزیر ہیں۔ نانا جان! مجھے بھی معلوم ہے کہ دوش امام کی نسبت دوش نبی۔ دوش غلام کی نسبت دوش آقا، دوش کلمہ گو کی نسبت دوش رسولؐ اور دوش وزیر کی نسبت دوش امیر برتر ہوتا ہے۔

پھر آپ نے امام حسینؑ سے پوچھا بیٹے تم اپنے بابا کے پاس جاؤ گے؟

شہزادے نے عرض کیا: نانا جان پہلی بات تو میں بھی ابھی عرض کروں گا۔ جو میرے بھائی نے عرض کی ہے۔ البتہ ایک بات کا میں اضافہ کروں گا اور وہ یہ کہ۔ آپ کے ساتھ ہمیں بہت کم عرصہ مزید رہنا ہے۔ بابا کے ساتھ کافی عرصہ رہنا ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس کم مدت میں جتنا زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں رہ لوں۔ پھر تو قیامت ہی کو ملاقات ہو گی۔

آپ دونوں کو جناب زہراؑ کے گھر لائے۔

کشف الغمہ میں سلیمان ہاشمی سے منقول ہے کہ ایک دن ہم ہارون کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا تو ہارون کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں علیؑ اور اولاد علیؑ سے بغض ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ ہم نے اولاد علیؑ ہی کے انتقام میں بنی امیہ کو تباہ و برباد کیا ہے۔ اب تو صرف ہم اپنی حکومت کے تحفظ کی خاطر ہی سب کچھ کرتے ہیں۔ اگر ہمیں اولاد علیؑ سے خطرہ نہ ہو تو ہمیں ان سے عقیدت ہے۔

میں نے کہا۔ آپ ویسے ہی خطرہ محسوس کرتے رہتے ہیں ورنہ انہوں نے تو آپ کے خلاف کبھی بھی کچھ نہیں کیا۔

ہارون نے کہا شاید تجھے معلوم نہیں کہ الملک عظیم۔ ورنہ میں نے اپنے آباء کے ذریعہ میں جد اعلیٰ عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب حسنینؑ گھر سے باہر نکلے دونوں کی واپسی میں کچھ دیر ہوگئی جناب سیدہؑ نے پریشان ہو کر نبی اکرم کو عرض کیا۔

آپ نے فرمایا:

بیٹی پریشان نہ ہو۔ تیری نسبت ان دونوں کیلئے اللہ زیادہ شفیق ہے اتنے میں جبرئیل نے آکر بتایا وہ دونوں بیرون مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں سو رہے ہیں۔

۳۔ بجلی کی راہنمائی:

عیون المعجزات میں مروی ہے کہ ایک رات دونوں شہزادے کافی دیر تک نبی اکرمؐ کے پاس رہے رات گئے آنحضورؐ نے فرمایا۔ میرے بچو! اب جا کر گھر آرام کرو۔

دونوں نے عرض کیا: نانا جان باہر کتنی تاریکی ہے۔

آپ نے فرمایا:

تم باہر قدم رکھو اللہ تمہیں تاریکی میں نہیں چلنے دے گا۔

جونہی دونوں شہزادوں نے دہلیز سے باہر قدم رکھا، روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی جو دونوں کے آگے آگے چلنے لگی اور شہزادے اس کرن کی روشنی میں اپنے گھر پہنچ گئے۔

۴۔ ہبہ نبوتہ:

خصال میں زینب بنت ابو رافع سے مروی ہے کہ ایک دن جناب سیدہؑ اپنے دونوں بچوں کو آنحضورؐ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا بابا جان! انہیں اللہ نے بہت کچھ دیا ہے۔ کچھ آپ بھی عنایت فرما دیں۔

آپ نے فرمایا:

بیٹی! میں اپنی ہیبت اور سرداری حسنؑ کو اور اپنی جرائت اور سخاوت حسینؑ کو دیتا ہوں۔

۵۔ محبت حسنینؑ:

ارشاد شیخ مفید میں جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

میں اپنے ان دونوں بیٹوں سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے ہر ایسے شخص سے محبت ہے جو انہیں محبوب رکھے۔

جسے میں محبوب سمجھوں گا وہ محبوب خدا ہوگا۔ جو محبوب خدا ہوگا وہ داخل جنت ہوگا

جو ان سے عداوت رکھے اسے میں اپنا دشمن سمجھونگا جسے میں دشمن سمجھوں اسے اللہ دشمن سمجھے گا۔ اور جسے اللہ دشمن سمجھے اس کا ٹھکانا دائمی جہنم ہوگا۔

ترمذی وغیرہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے جناب حسنینؑ کے ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا: جسے مجھ سے۔ ان دونوں میرے بچوں سے ان کے باپ سے اور ان کی ماں سے محبت ہوگی وہ جنت میں ہمارا ہی پڑوسی ہوگا۔

لباس عید:

امالی عبداللہ نیشاپوری میں ہے کہ ایک مرتبہ عید آئی اور دونوں شہزادوں کے کپڑے بوسیدہ تھے دونوں شہزادوں نے جناب سیدہؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

کیوں ماں کل عید ہے ناں؟

بی بی نے فرمایا۔ ہاں میرے بچو کل عید ہے۔

شہزادوں نے عرض کیا۔ کل پورے مدینہ میں صرف دو بچے ایسے ہوں گے جن کے پاس نئے لباس نہیں ہوں گے۔

جناب سیدہؑ سمجھ گیئں۔ فرمایا۔ میرے بچو! تم ابھی کیوں گھبرا گئے ہو۔ تمہارے کپڑے خیاط کے پاس ہیں وہ صبح لے آئے گا۔ تمہارے بھی دیگر مدنی بچوں کی طرح نئے لباس ہوں گے۔

ابھی رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ کہ دق الباب ہوا۔ کنیز نے دروازہ کھول کر پتہ کیا کہ کون ہے؟

دروازہ پر کھڑے ہوئے شخص نے عرض کیا۔ میں خیاط الحسنینؑ ہوں شہزادوں کے لباس عید لایا ہوں۔

کنیز نے ہاتھ بڑھایا۔ ایک رومال میں بندھے ہوئے لباس لیے اور جناب سیدہؑ کو آکر پیش کیے۔ جناب سیدہؑ نے رومال کھولا۔ دو قمیص دو شلواریں۔ دو صدریاں۔ دو چادریں، دو عمامے اور دو جوڑے موزوں کے تھے۔

صبح ہی صبح بی بی نے دونوں بچوں کو غسل کرنے کو فرمایا۔ دونوں شہزادوں نے جوڑے پہن لیے۔ سرور انبیاؐ تشریف لے آئے۔ اور آپ نے پوچھا۔ بیٹی حسنینؑ نے لباس پہن لئے ہیں؟

دونوں بچے قریب آئے سلام کیا۔ کپڑے دکھائے۔ آپ نے دونوں کو گلے لگایا۔ اور پیار کیا۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا جان! آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا: رضوان جنت ہی کپڑے لایا تھا۔ واپسی پر وہ مجھے سلام کرنے آیا تو اس نے مجھے بتایا۔

شہزادوں نے عرض کیا۔ نانا جان! کپڑے تو امی نے منگوا دیئے ہیں۔ اب سواری کا انتظام بھی ہونا چاہیئے

آپ نے فرمایا: بیٹے ابھی نماز عید سے فارغ ہو جاتے ہیں وہیں مسجد ہی میں سواری کا انتظام بھی ہو جائیگا۔

نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد نبی کونینؐ نے امام حسنؑ کو دائیں کندھے اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پہ بٹھا لیا در مسجد سے در بتول تک آئے امام حسینؑ نے عرض کیا۔ نانا ہر سواری کی مہار ہوتی ہے۔

آنحضورؐ نے عمامہ اتارا۔ دائیں جانب کی زلف امام حسنؑ کے ہاتھ میں اور بائیں جانب کی زلف امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیدی امام حسنؑ نے عرض کیا۔ نانا جان! سواریاں بولتی بھی ہیں۔

آنحضورؐ نے چلتے ہوئے العفو العفو کی تسبیح پڑھنا شروع کر دی۔

جب سیدہؑ کو معلوم ہوا کہ میرے دونوں بچے نانا کے دوش نبوت پر سوار ہیں تو بی بی نے عرض کیا۔ یا علیؑ کتنا گرم موسم ہے اور آپ کے لاڈلے میرے بابا کے دوش پہ سوار ہیں۔

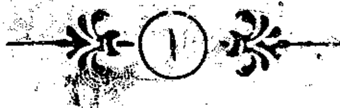
جناب امیرؑ اٹھے مسجد میں تشریف لائے دیکھا آپ کبھی مسجد کے دروازہ پر آتے ہیں اور کبھی در بتولؑ پر تشریف لاتے ہیں آپ نے شہزادوں سے کہنا چاہا کہ اب بس کرو نانا کو زیادہ تکلیف نہ دو۔

لیکن سرور انبیاءؐ نے پہلے فرما دیا یا علیؑ یہ میرا اور حسنینؑ کا معاملہ ہے۔ تم ہمارے درمیان نہ آؤ یہی تو ان کے ناز کے دن ہیں۔

نصوص امامت امام حسنؑ:

کافی میں سلیم ابن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو وصیت کی اس میں اپنی تمام اولاد اور شیعہ کی اکثریت کو گواہ بنایا۔ اور فرمایا:

بیٹے مجھے نبی کونینؐ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ میں دم آخر صحف انبیاءؑ اور دیگر اشیاء وغیرہ جو کچھ انہوں نے میرے سپرد کیا تھا۔ آپ کے سپرد کر دوں۔ اور یہ بھی انہی کا حکم ہے کہ تو یہ تمام تبرکات اپنے بھائی حسینؑ کے سپرد کرے گا۔ پھر امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ آپ کو نانا کا حکم ہے یہ تمام تبرکات انبیاءؑ اپنے بیٹے سجادؑ کے حوالے کرنا جناب سجادؑ جو اس وقت لڑکپن ہی میں تھے سے فرمایا۔ بیٹے تو یہ تبرکات انبیاءؑ اپنے بیٹے محمدؑ کو دینا اور اسے میری طرف سے اور نانا کی طرف سے سلام بھی کہنا۔



معجزات امام حسنؑ

۱۔ خشک کھجور:

بصائرالدرجات میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ بیرون مدینہ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اولاد زبیر میں سے ایک شخص تھا اور وہ آپ کی امامت کا قائل تھا۔ ایک مقام پر جا کر ایک خشک کھجور کے سایہ میں بیٹھے قلت آب کی وجہ سے وہ کھجور خشک ہو چکی تھی۔

امام حسنؑ کے لیے ایک کھجور کے نیچے اور زبیری کے لیے دوسری کھجور کے نیچے دری بچھا دی گئی زبیری نے خشک کھجور کو دیکھ کر کہا۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ سرسبز ہوتی اور اس پر کھجور بھی لگی ہوتی تو آج کھا لیتے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کیا تو کھجور کھانا چاہتا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ دل تو تھا۔

امام حسنؑ نے دست دعا بلند کئے۔ کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا۔ اور اس پر پھل لگ کر پک بھی گئے۔ آپ کے ساتھ جو جمال تھا اور جس کا اونٹ کرایہ پر لے کر آپ سفر کر رہے تھے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہا، یہ تو عجیب جادو ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

اللہ تجھے ہدایت دے۔ یہ جادو نہیں ہے۔ نبیؐ زادے کی دعا ہے۔ چڑھ جا اور کھجوریں اتار کر لے آ وہ چڑھا۔ کھجوریں اتاریں۔ تینوں نے بیٹھ کر کھائیں۔

۲۔ علم غیب:

خرائج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ سے فرمایا۔ فلاں

تاریخ کو فلاں میرے بیٹے نیز بیٹے اور عبداللہ ابن جعفر طیار کے بیٹے کچھ ہدایا اور نقد رقم لے کر آجائے گا
چنانچہ جس دن تاریخ اور وقت کی تعیین امام حسنؑ نے کر دی تھی۔ اسی دن وہ ہدایا پہنچے گئے۔

۳۔ ماکان ومایکون:

خرائج ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا رات تو نے فلاں شخص سے ایسی باتیں کی ہیں۔
اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ تو ہر شخص کا ماضی جانتے ہیں۔
آپ نے فرمایا:
صرف ماضی نہیں بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہم وہ بھی جانتے ہیں۔ کیونکہ ذات احدیت نے آنحضورؐ کو علم ماکان ومایکون سے نوازا تھا۔ آپ نے حضرت علیؑ کو تمام علوم سے نوازا ہے اور آپ نے ہمیں وہ تمام علم عطا کیا ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمارے قائمؑ تک چلتا رہے گا۔

۴۔ زہر سے شہادت:

خرائج میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ نے اپنے اہلبیتؑ کو بتایا کہ میری شہادت زہر سے ہوگی۔
کسی نے عرض کیا۔ آپ کو کون زہر دے گا؟
آپ نے فرمایا:
میری بیوی جعدہ۔ اسے معاویہ ایک لاکھ درہم نقد اور یزید سے شادی کا لالچ دیں گے۔ لیکن یہ سب غلط ہوگا
اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ اسے اس وقت سے پہلے سزا کیوں نہیں دیتے؟
آپ نے فرمایا:
کسی کو جرم سے پہلے سزا دینا خلاف اسلام ہے۔
اس نے عرض کیا: کم از کم گھر سے تو نکال دیں۔ طلاق دے دیں۔
آپ نے فرمایا۔ طلاق کے لیے بھی تو شرعی جواز چاہیے۔ جب کہ اس وقت تک اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔

۵۔ عرب سے مکالمہ:

بحار میں حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ تشریف فرما تھے۔ آپ کی محفل میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور

دیگر اکثر صحابہ تشریف فرما تھے۔ کہ گھر کے دروازہ سے امام حسنؑ باہر آئے۔ بچپنے کے باوجود انتہائی وقار و متانت سے چل رہے تھے۔ آنحضورؐ نے امام حسنؑ دیکھ کر آپ کی تعریف میں چند کلمات فرمائے آپ نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک بدوی آ رہا تھا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

یہ بدوی آ رہا ہے۔ انتہائی بداخلاقی سے گفتگو کرے گا۔ تم لوگ اپنے غصہ پر قابو رکھنا۔

اتنے تک وہ پہنچ گیا۔ اس نے آنحضورؐ کو سلام تک نہ کیا۔ اور کہنے لگا۔

تم میں سے محمدؐ کون ہے؟

ہم نے کہا کیا کہنا چاہتا ہے؟

تو سرور انبیاءؐ نے فرمایا۔ بتا میں محمدؐ ہوں۔ کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ جب میں نے تجھے نہیں دیکھا تھا اس وقت میرے بغض کا عالم اور تھا لیکن اب تجھے دیکھ کر تو ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا بغض کئی سو گنا بڑھ گیا ہے۔

ہمیں غصہ آ گیا۔ کچھ لوگ تو بدوی سے ترش کلامی پر آمادہ ہوئے۔ لیکن آنحضورؐ نے فرمایا میں نے تمہیں پہلے بتا دیا تھا جو حوصلہ سے بیٹھ سکتا ہے وہی بیٹھے۔ اور خاموش رہو۔ یہ مجھ سے گفتگو کر رہا ہے تم سے نہیں

آپ بدوی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

بدوی نے کہا۔ او محمدؐ! تو سمجھتا ہے کہ تو نبی ہے؟ حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے تیرے پاس نبوت کی ایک دلیل بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

تجھے کیسے معلوم ہوا ہے کہ میرے پاس نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے؟

بدوی نے کہا۔ تو یہ نہ پوچھ۔ اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کر تاکہ میں مان جاؤں۔

آپ نے فرمایا:

اگر تو پسند کرے تو میرا ایک عضو ہی تجھے میری نبوت کی دلیل دے دے

بدوی نے کہا۔ کیا اعضا بھی بولتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ آج یہ بھی دیکھ لے کہ اعضاء بولتے ہیں یا نہیں؟ پھر فرمایا۔ حسنؑ بیٹے بدوی سے بات کرو۔

بدوی نے اسے اپنی توہین سمجھا۔ اور کہنے لگا کیا تو میرے ساتھ اس بچہ کو بلوائے گا؟

اتنے میں امام حسنؑ اس بدوی سے مخاطب ہوتے فرمایا۔

ما غبیًا سئلت و ابن غبی بل	تیرا مخاطب نہ خود غبی ہے اور نہ غبی باپ کا بیٹا ہے۔
فقیہا اذأ وانت الجہول فان	بلکہ تیرا مخاطب فقیہ ہے البتہ تو جاہل ہے۔
تك قد جہلت فان عندی شفاء	اگر تو کسی بات سے جاہل ہے تو یقین رکھ میرے پاس
الجہل ما سئل السئول وبحر الا	جہالت اور ہر سائل کے سوال کا حل موجود ہے۔
تقسمہ الدوالی تراثا کان اورثہ	یہ ایسا سمندر ہے جو ڈولوں سے نہیں ناپا جا سکتا بلکہ
الرسول۔	یہ وہ میراث ہے جو نبی اکرمؐ کی طرف سے عطا کردہ ہے

تیری زبان گستاخ ہے ...... تیری عادات بگڑی ہوئی ہیں ...... تو فریب خوردہ ہے۔ تجھے بتا دوں کہ سب کچھ کے باوجود تو یہاں سے دولت ایمان لے کر جائے گا۔

بدوی نے مسکرا کے کہا۔ چلو یہی فرض کر لیتے ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

تم لوگوں نے ایک محفل کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ تمہارے مابین بہت سی باتیں ہوئیں۔ تو نے کہا کہ محمدؐ بڑا بردبار ہے۔ عرب تمام اس کے دشمن ہیں۔ لیکن تم میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو محمدؐ سے جا کر انتقام لے لے تو نے کہا میں خود اسے جا کر قتل کرتا ہوں۔ اب میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو یہاں تک کیسے آیا۔ جب تو تاریک رات میں گھر سے نکلا تو انتہائی تیز و تند آندھی چلی۔ اس آندھی سے راستہ مزید تاریک ہو گیا۔ اور رات کی سیاہی میں اضافہ ہو گیا۔ تو حیران و پریشان ہو گیا۔ نہ تیرے پیچھے آ گئے۔ بڑھنا ممکن رہا اور نہ پیچھے ہٹنا ممکن تھا۔ نہ تجھے کسی چلنے والے کی آواز سنائی دیتی تھی اور نہ کہیں تجھے آگ کی چنگاری نظر آتی تھی۔ شب تاریک کی سیاہی تجھ پر چھا گئی تھی۔ اور ستارے گرد کے پیچھے تیری آنکھوں سے چھپ گئے تھے۔ نہ تو کسی ستارے سے راہنمائی حاصل کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی تجھے کوئی راہ سجھائی دیتی تھی۔ تو ٹیلوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ جب آندھی رک گئی تو تجھے پتہ چلا کہ تو کتنا بھٹک چکا ہے۔ کانٹوں نے برا حال کر رکھا تھا۔ ٹیلوں سے تجھ پر لرزہ طاری تھا۔ رات ختم ہو گئی تو اسی طرح بھٹکتا پھر رہا تھا کہ تجھے ہم یہاں بیٹھے ہوئے نظر آ گئے۔ تو خوش ہو گیا۔ تیری راہ تیرے سامنے تھی۔ تیرا غم ختم ہو گیا۔

بدوی نے کہا۔ اے بچے! تو نے تو اسی طرح بتایا ہے جیسے تو پورے سفر میں میرے ساتھ بھی تھا اور میرے اندر بھی تھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! جس طرح میرے اندرونی خوف کا نقشہ تو نے کھینچا ہے اسی طرح تو کوئی میرا ساتھی بھی نہ بتا سکتا۔

یہ علم غیب کہاں سے لیا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ مخزن علم ہی ہے جس کی آغوش میں بیٹھتا ہوں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بدوی نے کہا۔ بچے بھلا اسلام کیا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسلام ہے۔

بدوی نے فوراً کلمہ پڑھا۔

آنحضورؐ نے حسب ضرورت اسے احکام اسلام تعلیم فرمائے۔ اور واپس بھیجدیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ اپنی قوم کے چند افراد کو بھی ساتھ لایا۔ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

۶۔ حاملہ گائے:

فرج الہموم میں ابن عباس سے مروی کہ ہم امام حسنؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک قصاب ایک گائے لے کر گزرا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ گائے حاملہ ہے۔ اس کے پیٹ میں بچھڑی ہے۔ جس کی پیشانی اور دم کی سر سفید ہے ہم اٹھ کر قصاب کے عقب میں چلے گئے اس نے گائے ذبح کی امام حسنؑ کے مطابق ویسی بچھڑی نکلی۔

ہم نے عرض کیا۔ کیا اللہ کا ارشاد ہے کہ رحم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ علم غیب ہے اور اللہ کے سوا علم غیب کوئی نہیں جانتا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟

آپ نے فرمایا:

مایعلم المخزون المکنون المجزوم المکتوم الذی لم یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل غیر محمد وذریتہ۔ اللہ کے مخفی پوشیدہ حتمی اور چھپے ہوئے اس علم سے صرف محمدؐ اور اس کی ذریت ہی عالم ہے جسے نہ کوئی ملک مقرب جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

۷۔ کھجور کے دانے:

فرج الہموم میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ ایک امام صادقؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ امام حسنؑ اور معاویہ کا تذکرہ ہوا۔ امام صادقؑ نے فرمایا۔ جب امام حسنؑ کی معاویہ سے صلح ہوگئی تو معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا حسنؑ میں نے سنا ہے کہ نبی اکرمؐ اپنے علم سے کھجور کے دانے بھی بتا دیتے تھے۔ آپ کے پاس بھی وہ علم ہے؟ آپ کے شیعہ کہتے پھرتے ہیں کہ ارض و سما میں کوئی بھی چیز آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہتی۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

معاویہؓ جو علم اللہ نے نبی اکرمؐ کو دیا تھا انہوں نے بخل نہیں کیا اور ہمیں بتا دیا ہے۔ ان سے تو لوگ کھجور کے پھل کا اندازہ سیروں میں لگواتے تھے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے دانوں کی تعداد بھی بتا دوں۔ یہ انہی کا دیا ہوا علم ہے۔

معاویہؓ نے کہا۔ اس کھجور پر کتنے دانے ہیں؟

آپ نے فرمایا: چار ہزار چار۔

معاویہؓ نے عبداللہ ابن عامر سے کہا۔ خوشے کا ٹوپیاں لاؤ اور گنو۔ جب سامنے آئے اور عبداللہ گننے لگا تو اس نے ایک دانہ اپنی مٹھی میں چھپا لیا۔ گننے پر چار ہزار تین دانے سامنے آئے۔

معاویہؓ تو انگشت حیرت کاٹنے لگے۔ لیکن امام حسنؑ نے فرمایا۔ بخدا! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی جھٹلایا گیا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک دانہ کم ہو۔ آپ اٹھے اور عامر سے فرمایا۔ مٹھی کھول۔

عامر نے کہا حسنؑ مجھے ایک دانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر ایک دانہ کم ہو بھی گیا ہے تو کیا فرق پڑا ہے آپ کا علم پھر بھی قابل داد ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

اب تو خود وہ دانہ دکھائے گا جو تیری مٹھی میں ہے یا میں اسے ظاہر کروں۔؟

عامر نے جب دیکھا کہ امام حسنؑ غصے میں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت نہ آجائے اس نے فوراً مٹھی کھولی اور کہا کہ واقعتاً میں نے ایک دانہ چھپا لیا تھا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ نہ سمجھنا کہ میں نے کمسنی میں آنحضورؐ سے کیا سیکھا اور کیا پڑھا ہوگا۔ معاویہؓ اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری زندگی کے آخری لمحہ تک ایک ایک بات بتا دوں۔ لیکن تم سب بھول جاؤ گے۔ ایک دو موٹی موٹی چیزیں بتائے دیتا ہوں جب وہ وقت یاد آئے تو میرے نانا کی صداقت کو یاد کر لینا۔

معاویہؓ تم زیاد کو غلط طریقہ سے اپنا بھائی بناؤ گے۔

تمہارے دربار میں عراق سے صحابی رسولؐ عمرو ابن حمق خزاعی کا سر نوک نیزہ پر لا کر تمہیں ہدیہ دیا جائے گا۔

تم حجر ابن عدی کو صرف میرے بابا سے محبت کے جرم میں شہید کرو گے۔

۸۔ ابن اصغر کا جواب:

خرائج میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ منبر کوفہ پر تشریف فرما تھے خطبہ دے رہے تھے۔ زیر منبر سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا۔ یا علیؑ میں بھی آپ کی رعیت سے ہوں اور آپ ہی کے علاقہ کا باسی ہوں۔

آپ نے فرمایا:

غلط کہہ رہا ہے۔ نہ تو میری رعیت سے نہ میرے علاقہ کا باشندہ ہے۔ تیرا نام فلاں ہے۔ تیرے باپ کا نام فلاں ہے۔ اطراف شام میں فلاں بستی میں تو رہتا ہے۔ اپنے علاقہ میں تو بڑا مکار اور عیار معروف ہے۔ ابن اصغر قیصر روم نے معاویہؓ سے چند مسائل پوچھے ہیں۔ انہیں ان کا جواب نہیں آتا تھا۔ انہوں نے تجھے بڑا مکار اور عیار سمجھ کر میرے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تو اپنی طرف سے وہ مسائل پوچھے۔ ان کے جو جواب تجھے میں دوں تو جا کر معاویہؓ کو بتلائے اور معاویہؓ ابن اصغر کو وہ جواب لکھے اور یوں ان کا بھرم رہ جائے۔ یہ تھا تیرا سابقہ اب لاحقہ یہ ہے کہ تو جواب لے جائے گا۔ قیصر روم ان سوالوں کے جواب معاویہؓ کی طرف سے تسلیم نہ کرے گا۔ اور نہ ہی معاویہ کو وہ خلیفہ رسولؐ تسلیم کرے گا۔

اب یہ مجھے تنگ نہ کر جو سوال ہیں میرے ان دونوں بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اس نے کھڑے ہو کر اقرار کیا۔ اور عرض کیا۔ یا علیؑ واقعاً آپ نے درست کہا ہے۔ کاش اہل شام آپ کو پہچان لیتے۔

آپ نے فرمایا:

سوال پوچھ لے کس سے پوچھے گا؟

اس نے عرض کیا۔ اگر اجازت دیں تو آپ کے بڑے صاحبزادے سے پوچھونگا

آپ نے فرمایا:

میں نے تجھے اختیار دیا ہے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اس نے امام حسنؑ کی طرف رخ کر کے عرض کیا۔ اے فرزند امیرالمومنینؑ آپ میرے سوالوں کے جواب دینا پسند کریں گے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

چونکہ بابا جان تجھے فرما چکے ہیں اس لیے میرے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ میں ایک ترمیم کروں گا کہ تو آرام سے بیٹھا رہ۔ میں تیرے سوالات بھی بتاتا ہوں اور ان کے جوابات بھی بتاتا ہوں تاکہ جا کر معاویہؓ سے کہہ دینا۔ ہم نے زبان رسالت چوس چوس کر علوم رسالت حاصل کئے ہیں۔

اس شخص نے عرض کیا۔ قبلہ پہلے آپ کے بابا نے مجھے پہچان کر حیرت زدہ کر دیا تھا۔ اور جو کمی رہ گئی تھی آپ نے وہ بھی پوری کر دی ہے۔ میں حیران ہوں کہ اتنے علم اور اتنی قدرت کے باوجود آپ معاویہؓ کے مقابلہ میں کمزور کیوں ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

ہم ہرگز کمزور نہیں ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ نہ کسی کو جبراً مطیع کریں اور نہ کسی سے جبراً اطاعت لیں اگر ایسا کریں تو سلسلہ جزا و سزا مکمل نہیں ہوتا۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ جو ہماری اطاعت کرے مجبور ہو کر نہ کرے ہمیں اپنی عقل و فکر کے مطابق اہل اطاعت سمجھ کے کرے۔ اور اگر کوئی نافرمانی کرے تو بھی اپنی صوابدید سے کرے اس نے عرض کیا۔ یہ بھی درست ہے۔ آپ میرے سوالات اور ان کے جوابات فرمایئے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ تو یہی پوچھنے آیا ہے کہ۔

۱۔ حق و باطل کے مابین کتنا فرق ہے؟

۲۔ ارض و سما کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟

۴۔ قوس قزح کیا ہے؟

۵۔ مؤنث کیا ہے؟

۶۔ وہ دس چیزیں کون سی ہیں جن میں ایک دوسری پر غالب ہے؟

اس نے عرض کیا بالکل معاویہؓ نے مجھے یہی سوالات دیکر بھیجا ہے اب ان کے جوابات مرحمت فرمایئے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

۱۔ حق و باطل کے مابین چار انگلی کا فاصلہ ہے۔ جو آنکھوں نے دیکھ لے وہ یقیناً حق ہوتا ہے۔ اور جو کانوں سے سنے ضروری نہیں ہوتا کہ ہمیشہ حق ہو۔

۲۔ زمین و آسمان کے مابین مظلوم کی فریاد کا فاصلہ ہے۔ مظلوم زمین سے فریاد کرتا ہے اور وہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ یا یوں کہیے ایک انسان کی حد نگاہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

۳۔ مشرق و مغرب کے مابین سورج کی ایک دن کی مسافت ہے۔

۴۔ قوس اللہ کا نام ہے۔ لہذا اسے قوس اللہ کہنا چاہیئے کیونکہ آسمان پر یہ کمان خوشحالی کی علامت ہونے کے علاوہ سیلابوں کی غرقابی سے تحفظ کی الٰہی علامت ہوتی ہے۔ قزح ابلیس کا نام ہے اور قوس قزح کی ترکیب خلاف اسلام ہے۔

۵۔ مؤنث۔ وہ انسان ہے جسے اپنے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلے ایسے انسان کا تا بلوغ انتظار کیا جائے اگر مرد ہوگا تو اسے احتلام ہوگا۔ اگر عورت ہوگی تو اسے ماہواری آئے گی اور پستان رونما ہوں گے۔ اگر یہ علامات ظاہر نہ ہوں تو اسے دیوار کے قریب کھڑا کر کے پیشاب کرایا جائے۔ اگر مرد ہوگا تو اس کا پیشاب دیوار پر جائے گا۔ اگر عورت ہوگی تو اونٹ کی طرح رانوں پر بہہ جائے گا۔

۶۔ وہ دس چیزیں جن سے ایک دوسری پر غالب ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا سخت پتھر ہے۔

ب۔ پتھر کے بعد لوہا سخت ہے جس سے پتھر توڑا یا کاٹا جاتا ہے۔

ج۔ لوہے پر آگ غالب ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔

د۔ آگ پر پانی غالب ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے

ر۔ پانی پر بادل غالب ہے جو اسے اٹھائے پھرتا ہے۔

و۔ بادل پر ہوا غالب ہے جو بادل کو اڑاتی ہے۔

ز۔ ہوا پر وہ ملک غالب ہے جو ہوا کا حکمران ہے۔

ح۔ ملک پر ملک الموت غالب ہے۔ جو ملک ہوا کی روح قبض کرے گا۔

ط۔ ملک الموت پر موت غالب ہے جو ملک الموت کو بھی نہیں چھوڑے گی۔

ی۔ موت پر امرِ خدا غالب ہے جو موت کو روک سکتا ہے۔





مرد عورت اور عورت مرد

۱۔ مجھے عورت بنادے:

ثاقب المناقب میں مروی ہے کہ شام سے ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ امام حسنؑ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے فرزند ابو تراب! میں سنتا رہتا ہوں تم بہت باتیں بناتے ہو۔ تیرا باپ بھی اسی طرح تھا۔ تیرا نانا بھی بہت باتیں کرتا تھا۔ خدا معلوم یہ باتیں تم کہاں سے لیتے ہو۔ (اس نے بے ہودہ گوئی شروع کردی) اگر تم لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو مجھے عورت بنادے اور یہ میری بیوی ہے اسے مرد بنادے۔

امام حسنؑ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور فرمایا۔ سوچ لے۔ واقعاً اسی طرح آزمانا چاہتا ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں ہاں میں نے سوچ لیا ہے۔ اگر کچھ ہے تو ابھی کرکے دکھا۔

امام حسنؑ نے پھر فرمایا۔ آزمائش کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ یہ صرف میرا امتحان نہیں ہوگا۔ تو اپنے کو مذاق بنارہا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ ایسی ہی باتیں کریں گے۔ آپ میری فکر نہ کریں اگر کچھ ہے تو مجھے عورت بنادو۔

امام حسنؑ نے زیر لب کچھ پڑھا۔ پھر اس کی طرف دیکھ کر فرما۔ کن امرأۃ باذن اللہ۔ پھر اس کی بیوی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کونی رجلا باذن اللہ۔

پہلے تو وہ ہنس رہا تھا۔ پھر جونہی اس نے اپنی طرف توجہ کی تو عورت کی طرح منہ کو چھپالیا اور باہر دوڑ گئی اس کی بیوی نے بتایا کہ میں مرد ہوں۔

آپ نے فرمایا:

جا اپنی عورت کو تلاش کر۔

وہ باہر نکلا تلاش کیا۔ گھر لایا۔ ایک بچہ پیدا ہوا۔ سال کے بعد دونوں میاں بیوی امام حسنؑ کے پاس آئے توبہ کی معافی مانگی۔ اور درخواست کی ہمیں اپنی پہلی حالت پر واپس لائیے۔

امام حسنؑ نے دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔

اللھم ان کانا صادقین فی توبتھما فتب علیھما وحولھما علی ما کانا علیہ۔

اے اللہ اگر یہ اپنی توبہ میں مخلص ہیں تو ان کی توبہ قبول فرما اور انہیں اپنی پہلی حالت پر واپس لا۔

وہ دونوں اپنی پہلی حالت پر واپس آگئے اور گھر چلے گئے۔

۲۔ کون ایسا کرسکتا ہے؛

بحار میں عیسیٰ ابن حسن سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے امام حسنؑ سے عرض کیا کہ آپ معاویہؓ کی طرف سے اس قدر مصائب کیوں برداشت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

تاکہ جو ہمیں مانے اپنی مرضی سے یا با بصیرت ہو کر ملنے اور جو انکار کرے وہ بھی اپنی مرضی سے انکار کرے ورنہ اگر میں چاہوں اور اللہ سے دعا کروں تو اللہ شام کو عراق۔ عراق کو شام۔ مرد کو عورت اور عورت کو بنا دے۔ ایک شامی بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ اے فرزند علیؑ وہی بات کیا کرو جو ہو سکنے والی ہو۔ بھلا کبھی مرد بھی عورت بنا ہے یا کوئی عورت بھی کبھی مرد بنی ہے؟

آپ نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

انھضی الا تستحیین ان تقعدی بین الرجال۔

اے بے شرم عورت اٹھ جا یہاں سے تجھے مردوں میں بیٹھے ہوئے شرم نہیں آتی۔

جب اس نے اپنی طرف دیکھا تو وہ عورت تھی۔

آپ نے فرمایا:

تیری بیوی مرد بن چکی ہے۔ تیرے شکم سے ایک بچہ ہوگا جو خنثیٰ ہوگا۔

کچھ عرصہ بعد وہ دونوں خنثیٰ بچے کو اٹھائے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے توبہ کی۔ آپ نے دعا کی وہ پھر اپنی اپنی اصلی حالت میں آگئے

۳۔ داڑھی جھڑ گئی؛

خرائج میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو عاص نے معاویہؓ سے کہا۔ حسنؑ ابن علیؑ اتفاقاً شام میں آیا ہوا ہے

جب یہاں شام میں ابوذر کچھ عرصہ رہا ہے وہ اپنی نجی محفلوں اور بازاروں کی تقریروں میں آل محمدؐ کے فضائل چھوڑ گیا ہے۔ دبے دبے الفاظ میں اہل شام آل محمدؐ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ تو ایسا کر شام کے عوام کو کل کھلے دربار کی اجازت دیدے۔ جب مجمع اچھا خاصا ہو جائے تو فرزند ابو تراب سے کہہ کر ان لوگوں کو موعظہ کر دے۔

معاویہؓ نے کہا۔ اگر ایسا ہو گیا اور حسنؑ نے وعظ کر دیا تو کیا ہو گا؟

عمرو عاص نے کہا۔ آپ کو نہیں معلوم حسنؑ کبھی منبر پر نہیں گئے۔ یہ وعظ نہیں کر سکے گے لوگوں کی آنکھیں نہیں کھل جائیں گی۔

حضرت معاویہؓ نے کہا سوچ لے۔ یہ زبان رسالت کے پروردہ ہیں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔

عمرو عاص نے کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ جب حسنؑ سے خطبہ نہ دیا گیا تو لوگوں کے دلوں سے عقیدت کم ہو جائے گی

حضرت معاویہؓ نے دربار عام کا اعلان کر دیا۔ دربار معمول سے زیادہ آراستہ کیا گیا۔ کچھ لوگوں کو خصوصی دعوتیں دی گئیں جب دربار بھر گیا تو معاویہؓ نے امام حسنؑ سے کہا۔ اے فرزند رسولؐ آج ذرا ان شامیوں کو کچھ وعظ و نصیحت تو کر دیں۔

امام حسنؑ مسکرائے پھر اٹھے منبر پر آئے اور فرمایا۔ جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے۔۔۔۔۔ اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتا دوں۔۔۔۔۔۔۔ میں حسنؑ ابن علیؑ ہوں۔۔۔۔۔۔ میں حسنؑ ابن فاطمہؑ بنت رسولؐ ہوں۔۔۔۔ میں فرزند رسولؐ ہوں۔۔۔۔۔۔ میں پسر نبیؐ ہوں۔۔۔۔۔ میں سراج منیرؐ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں رحمۃ للعالمینؐ کا سپوت ہوں۔۔۔۔۔ میں رسولؐ جن و انس کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ میں افضل کونینؐ کا دلبند ہوں۔۔۔۔۔۔ میں صاحب فضائل کا لال ہوں۔۔۔۔ میں صاحب معجزات کی ذریت ہوں۔۔۔۔۔۔ میں امیر المومنینؑ کا جگر گوشہ ہوں۔۔۔۔۔ میں وہ ہوں جس سے حق چھین لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ میں جوانان جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں۔۔۔۔۔ میں رکن و مقام کا فرزند ہوں۔۔۔۔۔۔۔ میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔۔ میں مشعر و عرفات کا لاڈلا ہوں۔۔۔۔۔ میں نبیؐ شفیع کا لخت جگر ہوں۔۔۔۔۔۔ میں اس کا پارہ دل ہوں جس کی کمان میں ملائکہ نے جہاد کیا ہے۔۔۔۔ میں اس کا جگر پارہ ہوں جس نے قریش کی گردنیں جھکا دی تھیں۔۔۔۔۔ میں امام حق کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ جب آپ یہاں پہنچے تو مجمع میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگوں کے چہرے اتر گئے۔ معاویہؓ نے کہا۔ اے ابو محمدؑ آج اتنا ہی کافی ہے۔ آپ منبر سے اتر آئے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ تمہیں خلیفہ مان لیا جائے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا، کسی کے ماننے یا ماننے سے فرق نہیں پڑتا۔ اگر خلافت منصب الٰہی ہے تو وہ میرے پاس ہے اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اگر خلافت لوگوں کی عطا ہے تو اس کی مجھے ضرورت نہیں ویسے تجھے بتا دوں خلیفہ وہ ہو سکتا ہے۔ جو کتاب خدا کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا سکے اور سنت رسولؐ پر عمل کر سکے وہ الٰہی خلیفہ نہیں ہوتا جو ظلم و جور سے حکومت حاصل کرے۔ مکر و فریب سے اقتدار پر قبضہ کرے۔ احکام خدا کو پس پشت ڈال دے۔ سنت نبویہ کو معطل کر دے۔ اور دولت کو ماں باپ سمجھ لے۔ ایسی حکومت کا مالک ہو جس کا فائدہ چند روزہ اور وبال دائمی ہو۔

اس محفل میں ایک اموی نوجوان بیٹھا تھا۔ اس امام حسنؑ اور حضرت علیؑ کو سب و شتم شروع کر دیئے چونکہ اس اموی دربار میں اس کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لیے جتنی باتیں کر سکتا تھا اس نے کیں۔

امام حسنؑ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا۔

اللھم غیر عند النعمۃ واجعلہ انثیٰ لیعتبر بہ۔ بار الٰہا اس سے نعمت سلب کرلے اسے عورت بنادے تاکہ باعث عبرت ہو جائے۔

پھر آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

اعزب مالک ومحفل الرجال فانک امراۃ ۔ نکل جا یہاں سے تیرا مردوں کی محفل میں کیا واسطہ تجھے نہیں معلوم کہ تو عورت ہے۔

اب جو اس نے خود اور لوگوں نے دیکھا تو اس کے منہ پر نہ داڑھی رہی نہ مونچھیں۔ سینہ ابھر چکا تھا۔ بچے تالیاں بجانے لگے لوگ ہنسنے لگے۔ وہ اٹھ کر چلی گئی۔

امام حسنؑ بھی دربار سے باہر جانے لگے۔ عمرو عاص نے کہا حسنؑ ذرا دیر کو تو بیٹھیں میں ایک دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

امام حسنؑ بیٹھ گئے اور فرمایا۔ جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔

عمرو عاص نے کہا۔ مجھے کرم۔ شجاعت اور مروت کے متعلق بتایئے کہ یہ کیا ہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

مانگنے والے کے مانگنے سے قبل دینے کا نام کرم ہے۔

شجاعت اسلام اور اپنے ناموس کے تحفظ اور مصائب میں صبر کا نام ہے۔

مروت۔ دین کے تحفظ۔ کمینگیوں سے اجتناب۔ حقوق کی ادائیگی اور سلام کی ابتداء کا نام ہے۔ یہ فرما کر آپ اٹھے اور تشریف لے گئے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ میں تجھے نہ کہتا تھا کہ کام بگڑ جائے گا لوگوں کے دلوں میں عقیدت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔

عمرو عاص نے کہا۔ تجھے اس کی فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ اہل شام تیرے سامنے سر نہیں اٹھاتے کیونکہ انہیں دھمکانے کی خاطر اور سر جھکانے کی خاطر دولت چاہیئے اور یہ دونوں چیزیں تیرے پاس ہیں۔ حسنؑ کی باتوں میں کوئی بھی نہیں آتا۔ اس اموی جوان کی بیوی آئی اس نے امام حسنؑ کے پاؤں پکڑ لیے اور اپنے شوہر کی طرف سے معافی مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اسے لے آ۔

جب وہ آئی تو حیا سے سر جھکایا ہوا تھا۔ آپ کے پاؤں پر پڑ گئی۔ اور معافی مانگی۔ آپ نے اللہ سے دعا کی وہ مرد ہو گیا۔

۱۔ شاہ چین کی بیٹی زندہ ہو گئی:

اکسیر العادات میں مروی ہے کہ امام حسنؑ کے زمانہ میں جو شاہ چین تھا۔ اس کی بیٹی انتہائی حسین و جمیل تھی۔ وزیر کا بیٹا تھا جو اپنے وقت میں لاثانی حسین تھا بادشاہ کو دونوں سے بے انتہا محبت تھی۔ جب ان دونوں نے ایک دوسرے کا حسن و جمال سنا تو پہلے غائبانہ طور پر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے پھر یہ سلسلہ بڑھا اور وہ ایک دوسرے سے خفیہ طور پر ملنے لگے۔ کسی طرح ان کی محبت کا راز افشا ہو گیا۔ کانوں کان یہ خبر بادشاہ تک بھی پہنچ گئی۔

بادشاہ نے دونوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ دونوں قتل ہو گئے۔ قتل کے بعد بادشاہ بڑا پشیمان ہوا۔ اس نے وزیر اور دوسرے عمائدین مملکت کو بلا کر انہیں پہلے تو بتایا۔ پھر ان سے کہا۔ کہ اب میں بڑا پشیمان ہوں۔ کوئی ایسی ترکیب بتایئے کہ وہ دونوں زندہ ہو جائیں۔

تمام دم بخود تھے۔ کوئی بادشاہ کو پاگل سمجھنے لگا کسی نے کوئی خیال کیا اور کسی نے کوئی۔ انہی میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو سفارتی سلسلہ میں ایک دو مرتبہ شام اور ایک مرتبہ کوفہ آ چکا تھا وہ شام سے بھی کمالات آل محمدؐ سن چکا تھا۔ اور کوفہ سے بھی سن کے گیا تھا۔ اس نے کہا اس وقت کرہ ارض پہ ایک شخص ہے اگر وہ ہم تک پہنچ جائے یا ہم اس تک پہنچ جائیں تو دونوں زندہ ہو سکتے ہیں۔

تمام وزراء اور عمائدین حکومت نے کان کھڑے کئے اور اس کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگے۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے کبھی مردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟

اس نے کہا۔ میں نہیں جانتا ہوئے یا نہیں جس شخص کے متعلق میں کہہ رہا ہوں وہ کر سکتا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا وہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ یہ تو آپ نے سنا ہے کہ عرب میں محمدؐ نامی ایک شخص نے دعوائے نبوت کیا تھا ہمارے

ان سے سفارتی تعلقات بھی تھے؟

اس نے کہا سنا ہے۔

وزیر نے کہا۔ اس کا نواسہ ہے۔ بیٹا کہلاتا ہے۔ ویسے علیؑ کا بیٹا ہے اس کا نام حسنؑ ہے۔ اس وقت مدینہ میں رہتا ہے۔ میں ایک دو مرتبہ سفارتی سلسلہ میں گیا ہوں۔ اسے دیکھنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ اس میں تمام وہ کمالات موجود ہیں جو ان کے نبیؐ میں تھے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ مدینہ کا یہاں سے کتنا سفر ہے؟

اس نے بتایا۔ چھ ماہ کا سفر ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ زادِ راہ لے۔ اور یہاں سے ابھی روانہ ہو جا چھ ماہ بعد مجھے حسنؑ ابن علیؑ چاہیئے اور اسی جگہ چاہیئے۔

اس نے سر جھکا لیا اور عرض کیا سرکار! ہم ضرورت مند ہیں اسے ضرورت نہیں ہے اگر وہ آنے پر راضی نہ ہوا تو میں کیا کروں گا۔

بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ اتنا باکمال ہے تو اسے یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے وہ وہیں سے ہماری آرزو پوری کر سکتا ہے۔ یہ بیچارہ بیدلی سے چلا۔ زادِ راہ لیا۔ چلتا بھی رہا اور سوچتا بھی رہا کہ چھ ماہ کا سفر بھلا پندرہ دنوں میں کیسے ممکن ہے۔ جب بیرون شہر آ گیا تو اسے کوئی خیال آیا۔ گھوڑے سے اترا سر برہنہ کیا۔ اور سوئے آسمان منہ کر کے کہنے لگا۔ اے ربِ محمدؐ! اے ربِ علیؑ! اے ربِ حسنؑ۔ میری اور میرے بچوں کی زندگی کا معاملہ ہے۔ اگر تو برحق ہے تو اپنے نمائندہ حسنؑ کو اسی جگہ بھیج دے۔ اگر تو قادر ہے جیسا کہ میں نے مسلمانوں سے سنا ہے تو میرے لیے سب کچھ مشکل ہے اور تیرے لیے آسان ہے تو وہ کر سکتا ہے۔ جس کا کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ اوندھے منہ بحالت سجدہ ہو گیا۔ اور اپنی طرف سے جو دعا ہو سکتی تھی مانگی اسی عالم سجدہ میں تھا کہ کسی نے پاؤں پر چھڑی مار کر کہا۔ اٹھ کیوں یوں فریاد کر رہا ہے۔ کیا بات ہے؟

یہ حیران ہو کر اٹھا۔ دیکھا تو ایک خوش پوش عرب کھڑا ہوا ہے اس نے سلام کیا۔

اس نے جواب سلام دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ اگر تو وہ ہے جس کی دعا میں نے مانگی ہے تو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں آپ کو میری آرزو معلوم ہو گی۔ اگر وہ نہیں ہے تو اپنی راہ لے مجھے نہ ستا۔

اس وقت امام حسنؑ مسکرائے اور فرمایا۔ میں ہی حسنؑ ابن علیؑ ہوں۔ جا شاہ چین کو اطلاع دے میں یہیں تیرا انتظار کرتا ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ آپ کے قدموں پر گرا۔ اپنی آنکھیں آپ کے قدموں پر ملنے لگا اور کہنے لگا۔ پہلے مجھے

اپنے دین کا کلمہ پڑھا دیجئے پھر دوسری بات کریں گے۔

امام حسنؑ نے کلمہ پڑھایا؛

وہ واپس شہر میں گیا۔ شاہ چین کو بتایا۔ شاہ چین شاہانہ استقبال سے آپ کو لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اور کام بھی ہیں۔ تو دونوں لاشیں منگوا۔ لاشیں منگوائی گئیں۔ امام حسنؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ اے مردوں کو زندہ کرنے والے ان دونوں کو زندگی عطا فرما۔ وہ دونوں اٹھ بیٹھے امام حسنؑ کے قدمبوس ہوئے۔ آپ نے شاہ چین سے کہا۔ ان دونوں کی آپس میں شادی کرا دینا اب میں چلتا ہوں۔ یہ کہتے ہی آپ اٹھے۔ اور چند لمحوں میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

بحار میں محمد ابن اسحاق سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ مجھے آپ سے کام ہے۔

آپ نے فرمایا۔ بتا کیا کام ہے؟

ابوسفیان نے کہا۔ آپ نبی اکرمؐ کے پاس چل کر ہماری سفارش کر دیں کہ ہمیں کچھ تحریر کر دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا؛

اگر تجھے نبی کونینؐ کی زبان اور وعدہ پر اعتبار نہیں تو تو تحریر پر کیا اعتبار کرے گا۔ جب آنحضورؐ نے فرما دیا ہے۔ پھر تجھے کس بات کی فکر ہے۔ جو لوگ کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ ان کے لیے آنحضورؐ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ تمہاری تحریروں سے زیادہ پکا ہوتا ہے۔

امام حسنؑ کا سن چودہ ماہ کا تھا اور حضرت علیؑ کی آغوش میں کھیل رہے تھے۔ ابوسفیان نے ازراہ مذاق امام حسنؑ سے کہا۔ آپ کے بابا تو ہماری سفارش نہیں کرتے آپ ہی کر دیں۔

امام حسنؑ حضرت علیؑ کی آغوش سے اٹھ کھڑے ہوئے ایک ہاتھ ابوسفیان کی داڑھی پر رکھا۔ دوسرا اس کی ناک پر رکھا اور فرمایا۔ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دے۔ میں تیری سفارش کر دوں گا۔

حضرت علیؑ نے شہزادے کا منہ چوم کر فرمایا۔ اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے یحییٰؑ کی طرح بچپنے میں مبلغ علم غیب بیٹا عطا فرمایا:

۳۔ شہد اور دودھ:

اکسیر العبادات میں ابراہیم ابن کثیر سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ مسجد میں تشریف فرما تھے انہیں پیاس لگی۔ انہوں نے غلام سے پانی لانے کو کہا۔ پانی لانے میں کچھ دیر ہو گئی۔ انہوں نے ستون مسجد پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا۔ بار الہا تیرے نبیؐ کا فرزند پیاسا ہے میں نے دیکھا ستون سے پانی بہنے لگا آپ نے خود پیا

پھر ہمیں بھی پلایا۔ ہمیں پیاس نہیں تھی لیکن شوقیہ پینے لگے کہ اس کا ذائقہ کیسا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو تمہیں اسی ستون سے شہد اور دودھ بھی پلا سکتا ہوں ہم نے عرض کیا فرزند رسولؐ۔ ہم ضرور پئیں گے نوازش فرمایئں۔ آپنے پھر دست دعا بلند کئے ستون مسجد پر ہاتھ رکھا۔ ستون سے دودھ اسی طرح جاری ہوا جس طرح نالی چلتی ہے جب ہم نے پیا تو اس میں شہد آمیختہ تھا۔



اخلاق و علم

۱۔ تعلیم وضو ؛

عیون المجالس میں رویانی سے مروی ہے کہ جناب حسنینؑ نے ایک بوڑھے کو وضو کرتے دیکھا۔ جو غلط کر رہا تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے تکرار کرنے لگے۔

امام حسنؑ نے کہا۔ حسینؑ تجھ سے میں زیادہ اچھا وضو کرتا ہوں۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ بھیا جیسے آپ فرمائیں ویسے وضو میں اچھا کرتا ہوں۔

دونوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ اس بزرگ کو ثالث بنا لیتے ہیں۔ آپ بھی اس کے سامنے وضو کریں میں بھی وضو کرتا ہوں۔ دونوں کا وضو دیکھ کر یہ بزرگ فیصلہ کرے گا کہ کس کا وضو اچھا ہے۔

وہ بوڑھا دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ دونوں فرزند رسولؐ ہیں۔ شہزادے اس کے قریب آئے اپنا مدعیٰ پیش کیا۔ اور درخواست کی آپ ہماری ثالثی کریں۔

دونوں نے وضو سے دکھا دکھا کے کرنا شروع کیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو دونوں نے پوچھا۔ بزرگ آپ فیصلہ دیں اس بوڑھے نے جھک کر سلام کیا۔ اور عرض کیا۔ واقعتاً رحمت عالمینؐ کی زبان رسالت کی تعلیم کا اثر یہی ہونا چاہیئے۔ تھا۔ مجھے پتہ چل گیا ہے۔ آپ مجھے وضو سکھانا چاہتے تھے۔ آپ کی مہربانی پھر کبھی غلط وضو نہیں کروں گا۔

۲۔ زاہد زمانہ ؛

ابن بابویہ نے امالی میں امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ

امام حسنؑ اپنے وقت میں زمانہ کے عابد ترین فرد تھے۔

زہد وورع میں آپ کا نظیر کوئی نہیں تھا۔
حج پر پیدل جاتے بعض اوقات پاؤں سے جوتے بھی اتار دیتے۔
موت حشر ونشر اور پل صراط کا تذکرہ کر کے رو دیتے۔
جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پورا جسم لرزتا رہتا تھا۔

۳۔ اگر ضرورت مند ہے تو بتا:

بحار میں ابن عائشہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ گھوڑے پر سوار آ رہے تھے ایک شامی نے آپ کو دیکھا تو سامنے آیا۔ گھوڑا روک لیا۔ اور آپ کو اور حضرت علیؑ کو سب کرنے لگا۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ تھک گیا تو امام حسنؑ نے مسکرا کر فرمایا:

اے بزرگ آپ سن رسیدہ ہیں شاید آپ کو اشتباہ ہو گیا ہے۔
اگر تو مسافر ہے اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہم وہ ضرورت پوری کریں گے۔
اگر تجھے راہنمائی کی ضرورت ہے تو ہم راہنمائی بھی کر سکتے ہیں۔
اگر تو بھوکا ہے تو ہم تجھے کھانا کھلا دیں گے۔
اگر تجھے لباس کی ضرورت ہے تو ہم لباس بھی فراہم کیے دیتے ہیں۔
اگر تو نادار ہے تو ہم مقدور بھر تجھے دولت دیتے ہیں۔
اگر تجھے کسی سے خطرہ ہے تو ہم تجھے پناہ دینے کو تیار ہیں۔
اگر تو ہمیں موقعہ دے اور ہمارے گھر آئے تو ہم امکانی طور پر تیری مہمان نوازی کریں گے۔ ہمارے پاس کافی کھلی جگہ ہے۔

جب اس شخص نے یہ باتیں سنیں تو آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھا۔ اور عرض کرنے لگا

فرزند رسولؐ!

میں نے تو آپ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ میں نے شام میں جو سنا تھا اس کے مطابق آپ کو اور آپ کے باپ کو سب کیا ہے۔ لیکن آپ تو بالکل برعکس ظاہر ہوئے ہیں۔ میری سابقہ خطائیں معاف فرمائیں۔ ایک وقت تھا جب آپ اور آپ کے باپ سے زیادہ میرے دل میں بغض کسی کے لیے نہیں تھا لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کے باپ سے زیادہ میرے دل میں محبت کسی کے لیے نہیں ہے۔

☆

۴۔ دنیا مومن کے لئے زندان؛

مطالب السئول میں مروی ہے کہ ایک دن امام حسنؑ انتہائی فاخرہ لباس پہن کر اچھے گھوڑے پر سوار ہو کر بیرونِ مدینہ کسی کام سے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک انتہائی بد حال۔ بھوکا۔ اور سن رسیدہ یہودی ایک بھاری سا تھیلا پشت پر لادے آ رہا تھا۔ جب اس نے امام حسنؑ کو دیکھا تو اس غربت اور بدحالی کے باوجود اس کی رگ یہودیت پھڑکی اور کہنے لگا۔

اے فرزند رسولؐ!

آپ کے نانا کے بقول میرا اور آپ کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ وہ کیسے؟

یہودی نے کہا۔ آپ کے نانا کا قول ہے کہ دنیا مومن کے لیے زندان اور کافر کے لیے جنت ہے آپ اپنے لباس وغیرہ کو بھی دیکھ لیں اور میرا حال بھی دیکھ لیں۔ پھر اپنے نانا کی حدیث سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

میرے نانا نے سچ فرمایا ہے۔ تجھے سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے جو کچھ میرے لیے اللہ نے جنت میں مقدر کر رکھا ہے۔ اگر تو اسے دیکھ لے تو یہ تسلیم کرے گا کہ میرا موجودہ لباس وغیرہ کسی قیدی سے کم نہیں۔ اور جو کچھ اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے۔ اگر تو اسے دیکھ لے تو یقین کر لے تیری موجودہ کس مپرسی کی زندگی انتہائی اچھی اور خوش حال ہے۔

۵۔ ٹڈی کے پر:

خرائج میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور عبداللہ ابن عباس ایک دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ٹڈی دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئی۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ یہ ٹڈی کے پروں پر جو دھاریاں ہیں یہ یونہی بے مقصد ہیں یا ان کا کوئی معنی ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا!

آپ کا کیا خیال ہے ٹڈی کے پر مخلوق خدا ہیں یا نہیں؟

جناب ابن عباس نے عرض کیا۔ یقیناً مخلوق خدا ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کیا از روئے قرآن مخلوق خدا میں سے کوئی چیز بے مقصد اور بے معنی ہے؟

عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا۔ کوئی مخلوق بے مقصد نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

جب کوئی مخلوق بے مقصد نہیں ہے تو پھر یہ پر کیسے بے مقصد ہیں؟

ابن عباس نے عرض کیا۔ پھر اس کے پروں میں ان دھاریوں کا کیا مقصد ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

یہ قدرت کی ایک تحریر ہے جسے ملائکہ مقربین انبیاءؑ مرسلین اور اوصیائے رحمۃ للعالمین ہی پڑھ سکتے ہیں

ابن عباس نے عرض کیا۔ کیا ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کیا لکھا ہے؟

آپ نے فرمایا:

اس کے دائیں پر پہ لکھا ہے۔ میں رب رحیم ہوں اس ٹڈی کو بعض اوقات لوگوں کی غذا بناتا ہوں۔ اور بائیں پر پہ لکھا ہوا ہے۔ میں رب جبار ہوں۔ بعض اوقات اس ٹڈی کو سرکش قوم پر عذاب بنا کے بھیجتا ہوں۔

۶۔ حفظ وحی:

بحار میں ابو الفتوح سے منقول ہے کہ امام حسنؑ سات برس کی عمر میں نبی کونینؐ کے پاس مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ اور جو احکام دین آنحضورؐ بیان فرماتے تھے انہیں حفظ کر کے واپس جا کر دختر رسولؐ کو سناتے تھے۔ جب جناب امیرؑ گھر تشریف لاتے تھے تو جناب سیدہؑ اس دن کا جملہ علم تنزیل حضرت علیؑ کو سنا دیتی تھیں۔

ایک دن حضرت علیؑ نے پوچھا۔ زہراؑ قرآن مسجد میں نازل ہوتا ہے تو گھر میں رہتی ہے میرے آنے سے پہلے تجھے کیسے آیات و احکام نازلہ کا علم ہو جاتا ہے؟

بی بی نے عرض کیا۔

یا علیؑ میرا حسنؑ لال روزانہ مجھے آکر مسجد میں بیان کئے جانے والے احکام دین سے مطلع کر دیتا ہے ایک دن جناب امیرؑ اس شوق میں کہ میں اپنے بیٹے کا انداز بیان سنوں۔ امام حسنؑ سے پہلے گھر تشریف لائے۔ جناب سیدہؑ کو بتایا اور دوسرے حجرہ میں بیٹھ گئے۔

امام حسنؑ معمول کے مطابق آئے اور دختر رسولؐ کو آیات و احکام سنانا شروع کئے۔ زبان تتلا گئی دوسری مرتبہ کوشش کی۔ پھر زبان تتلا گئی۔

جناب سیّدہؑ نے فرمایا۔ جان مادر! آج خیریت تو ہے؟

شہزادے نے عرض کیا۔ اماں جان! میرا خیال اگر درست ہے تو میرا کوئی بزرگ آج سن رہا ہے۔

جناب سیّدہؑ نے فرمایا:

ہاں بیٹے تیرا خیال درست ہے تیرا بابا جان تیرا اندازِ بیان سننے کی خاطر حجرہ کے اندر موجود ہے۔

عبادت امام حسنؑ:

عبادات الٰہیہ تین اقسام کی ہوتی ہیں۔ صرف جسمانی۔ مثلاً نماز روزہ وغیرہ صرف مالی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ اور جسمانی اور مالی سے مرکب! مثلاً حج وغیرہ۔ امام حسنؑ بفضل باری ہر سہ عبادات میں وافر حصہ رکھتے ہیں۔

جہاں تک مالی عبادت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیم کی یہ روایت ہی کافی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنی پوری زندگی میں تین مرتبہ اپنے پورے مال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف خود رکھا اور نصف راہِ خدا میں خیرات کیا۔ جہاں تک جسمانی عبادت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں حافظ ابونعیم کی حلیہ میں یہ روایت کافی ہے کہ آپ نے زندگی میں بیس حج پیدل کیے۔

زہد امام حسنؑ:

۱۔ روضۃ الواعظین میں میں مروی ہے کہ امام حسنؑ جب درِ مسجد پر تشریف لاتے تو دست دعا بلند کر کے عرض کرتے۔ بار الٰہا تیرا بے سر و پا یہ مہمان تیرے دروازہ پر آیا ہے۔

۲۔ بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ مقام ابواء میں مصروف نماز تھے کہ ایک بدوی عورت آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئی۔ اور وہ نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ جب آپ نے نماز ختم کی تو اس سے پوچھا۔

کیا کوئی کام ہے؟

اس نے مسکرا کے عرض کیا۔ اگر کام نہ ہوتا تو اتنی دیر انتظار کیوں کرتی۔

امام حسنؑ نے فرمایا: بتا کیا کام ہے؟

اس نے کہا۔ جو کام ایک بے شوہر اور جوان عورت کو کسی حسین اور نوجوان مرد سے ہوتا ہے۔

امام حسنؑ نے اسے فرمایا:

جا دفع ہو جا یہاں سے۔ تو مجھے جلانے آئی ہے۔

اس نے فضول بکنا شروع کر دیا۔ اور آپ رونے لگے آپ کی صدائے گریہ رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی عورت

بھی آپ کو اس شدت سے روتے دیکھ کر متاثر ہو گئی اور اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد امام حسینؑ تشریف لے آئے آپ بھی بیٹھ کر رونے لگے۔ پھر صحابہ آنے لگے اور بیٹھ کر رونے لگے۔ سلسلہ گریہ کافی طویل رہا۔ اسی دوران وہ عورت اٹھ کر چلی گئی۔ ہیبت کی وجہ سے کوئی امام حسنؑ سے رونے کا سبب نہ پوچھ سکا ایک رات نیند سے جاگنے کے بعد امام حسنؑ اپنے بستر پر روتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

امام حسینؑ بیدار ہوتے پوچھا۔ بھیا اس وقت خیریت تو ہے رونے کا کیا سبب ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا:

جان برادر ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اس نے رلا دیا ہے۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ کون سا ایسا خواب تھا جس نے آپ کو رلا دیا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

ابھی خواب میں میں نے جناب یوسفؑ کو دیکھا ہے۔ لوگ جناب یوسفؑ کے حُسن و جمال کو دیکھنے کی خاطر ٹوٹ رہے تھے۔ میں نے جب آگے بڑھ کر حُسن یوسفؑ دیکھا تو مجھے زلیخا کا واقعہ یاد آگیا اور بیساختہ آنکھیں بہنے لگیں۔ جناب یوسفؑ نے پوچھا۔ میرے ماں باپ قربان جائیں اس وقت رونے کا سبب کیا ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ مجھے زلیخا کے آپ سے سلوک کی یاد نے رلا دیا ہے۔

اس نے کہا۔ کیا وہ بدویہ عورت والا واقعہ جو مقام ابواء پہ پیش آیا تھا۔ یاد نہیں آیا۔

نزہتہ الابصار میں ابن مہدی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں چند غرباء دستر خوان پر خشک ٹکڑے بیٹھے کھا رہے تھے۔ انہوں نے امام حسنؑ کی خدمت عرض کیا۔ فرزند رسولؐ آیئے بسم اللہ کھانا حاضر ہے۔ آپ یہ کہہ کر گھوڑے سے اترے۔ ان اللہ لا یحب المتکبرین پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمانے لگے۔ جب سیر ہو گئے تو اُٹھے اور فرمایا آج رات کا کھانا قبول کرو اور میرے پاس آکر کھا لینا۔ جب وہ کھانے پر آئے تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے انہیں ایک ایک جوڑا لباس بھی عنایت کیا۔

سہیل سکینہ

حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸

ذی روح کو کھلانا:

بحار میں نجیح سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا امام حسنؑ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اور ایک کتا آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ایک لقمہ خود کھاتے اور ایک کتے کو ڈالتے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ کتے کو بھگا دوں؟

امام حسنؑ نے فرمایا:
نہیں اسے کھانے دو مجھے شرم آتی ہے کہ میں کھاؤں اور کوئی ذی روح دیکھتا رہے اور اسے نہ کھلاؤں۔

مروان کو جواب:

ایک مرتبہ امام حسنؑ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے مروان آگیا۔ اور لگا سب کرنے۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے جب وہ تھک کر خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا۔ مروان میں تجھے جواب دے کر تیرے نامہ اعمال سے کسی گناہ کو دھونا نہیں چاہتا جو کچھ تو نے کہا ہے اگر سچ ہے تو اللہ تجھے سچ کی جزا دے اور اگر جھوٹ ہے تو اللہ تجھے جھوٹ کی سزا دے میں جانتا ہوں اللہ بہترین انتقام لینے والا ہے۔

جود و کرم امام حسنؑ:

مطالب السئول میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ ایک شخص کے قریب سے گزرے وہ اللہ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا آپ خاموشی سے گھر آئے اور دس ہزار درہم اس کو بھجوا دیئے۔
مطالب السئول میں ہے کہ ایک شخص آپ سے کچھ مانگنے آیا۔ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ آج کا رکھ لو اور باقی اسے دیدو۔
سائل سے فرمایا: جا مزدور لے کے آ۔ وہ مزدور لایا۔ آپ نے فرمایا۔ چادر بچھا۔ جو کچھ درہم و دینار تھے آپ نے اسے دیدے۔ اور اپنی عبا اسے دی تاکہ اسے مزدور کو اجرت میں دے دینا۔
غلام نے عرض کیا۔ قبلہ اپنے پاس تو کچھ نہیں بچا۔
آپ نے فرمایا:
جب اللہ ہے تو سب کچھ ہے۔

سنبلِ سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر C1-8

اسی مطالب السئول میں ہے کہ ایک سفر حج میں امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفر طیار تینوں اکٹھے جا رہے تھے کہ راستے میں زاد راہ ختم ہو گیا۔ صحرا میں ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں آئے دیکھا تو ایک تنہا بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کچھ کھانے پینے کو ہے۔
اس نے کہا۔ ہمارا تذکرہ تو صرف یہ بکری ہے۔ دودھ نکال کر پی لو۔
انہوں دودھ پیا۔ پھر پوچھا۔ کچھ کھانے کو بھی ہے؟
اس نے کہا یہی بکری ہے ذبح کر دو میں پکا دیتی ہوں۔

انہوں نے بکری ذبح کی۔ عورت نے گوشت تیار کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد مکہ کی راہ لی اور اسے کہا ہم قریش سے ہیں اگر کبھی ضرورت ہو تو مدینہ آجانا۔

بعد میں اس کا شوہر آیا۔ عورت نے اسے اپنی مہمان نوازی کا بتایا۔ وہ سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کیا معلوم وہ کون تھے۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ واقعاً قریش تھے یا کوئی اور بڑی خوش ہو رہی ہے کہ میں نے مہمانی کی ہے۔

اس نے کہا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انہوں نے سچ کہا ہے یا غلط بیانی کی ہے یقین رکھ ان کی صورتیں ایسی تھیں کہ میں غلط بیانی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

کافی عرصہ گزر گیا۔ عورت سب کچھ بھول بھال گئی۔ ایک مرتبہ کچھ خرید و فروخت کے لیے دونوں میاں بیوی مدینہ آئے اتفاقاً امام حسنؑ اپنے دروازہ پر کھڑے تھے آپ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا۔ غلام سے کہا جا اس بڑھیا کو ایک مرتبہ واپس بلا کر لا غلام گیا۔ اسے واپس بلا لایا۔

امام حسنؑ نے پوچھا۔ بڑھیا تو نے مجھے پہچانا ہے؟

بڑھیا نے کہا۔ میں آپ کو کیسے پہچان سکتی ہوں آپ مدینہ کے رئیس معلوم ہوتے ہیں اور میں صحرا کی غریب عورت ہوں۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

تجھے فلاں سال یاد ہے۔ حج کے موقعہ پر تین قریشی تیرے مہمان ہوئے تھے اور تو نے بکری کا دودھ پینے کو اور بکری کھانے کو دی تھی۔

بڑھیا نے کہا۔ ہاں یاد ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ ان تینوں میں سے ایک میں ہوں۔ پھر آپ نے غلام کو حکم دیا۔ ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار لے آ۔ غلام لایا۔ آپ نے اسکے حوالہ کیا اور فرمایا۔ میرے ساتھ دوسرا میرا چھوٹا بھائی حسینؑ تھا۔ اس کے پاس ضرور جا۔ بڑھیا امام حسینؑ کے پاس گئی۔ امام حسینؑ نے بھی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار عطا کئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ ہمارا تیسرا ساتھی ہمارا چچازاد عبداللہ ابن جعفر تیار تھا اس کے پاس ضرور جانا۔ جب جناب عبداللہ کے پاس آئی تو آپ نے دو ہزار بکریاں دیں۔ اور کہا۔ کاش تو پہلے میرے پاس آتی۔ اب میں اپنے دونوں آقاؤں سے سبقت کیسے کروں۔ وہ بڑھیا چار ہزار بکری اور دو ہزار دینار لے کر اپنے شوہر کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی تیری ایک بکری تھی۔ جس پر تو نے مجھ جسمانی تشدد بھی کیا تھا۔ اب لے ایک بکری کے عوض ہمارے مہمانوں نے چار ہزار بکری اور دو ہزار دینار عطا کیے ہیں۔

اس نے پوچھا۔ کہیں وہ مہمان اولاد رسولؐ سے تو نہیں؟

بڑھیا نے کہا۔ دو تو رسولؐ کے بیٹے حسنینؑ تھے اور تیسرا جعفر طیار کا فرزند عبداللہ تھا۔

جرأت امام حسنؑ:

حضرت معاویہ ایک مرتبہ مدینہ آئے اور وہ اہل مدینہ کو ولی عہدی یزید کے سلسلہ میں ہموار کرنے آئے تھے۔ انہوں نے شاہانہ انداز میں حکم دیا کہ جو مجھے ملنے کو آئے اسے کم از کم پانچ ہزار درہم دیئے جائیں بعض افراد کو ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ امام حسنؑ سب سے آخر میں ملاقات کو آئے۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ کیا تم اس لیے آخر میں آئے ہو کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور قریش میں میری توہین ہوگی پھر غلام سے کہا۔ اس وقت جتنا مال اہل مدینہ پر تقسیم کیا ہے وہ سب جمع کر کے اتنا صرف امام حسنؑ کو دے دے۔ پھر امام حسنؑ کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپ کو معلوم ہے۔ میں ہند کا بیٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا غلام سے کہدے کچھ بھی نہ لائے۔ میں قبول ہی نہیں کرتا۔ میں زہراؑ کا بیٹا ہوں۔

یہ سن کر معاویہ کھسیانا ہو گئے۔

خچر کی خواہش:

کامل مبرد میں ہے کہ امام حسنؑ کی سواری خچر بڑا قیمتی تھا۔ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ مروان نے ایک دن ابن ابی عتیق سے کہا۔ حسنؑ کا خچر بھی بڑا قیمتی ہے۔ اور بڑا اچھا ہے۔ لیکن فروخت نہیں کرتا۔ جب دیکھتا ہوں دل کرتا ہے۔ کاش یہ میرے پاس ہوتا۔ ابن ابی عتیق نے کہا۔ اگر میں خچر مفت دلا دوں تو میری تین حاجتیں میں سے ایک پوری کر دے گا؟

مروان نے کہا۔ ضرور کر دوں گا۔

ابن ابی عتیق نے کہا۔ اچھا آج جب امام حسنؑ مسجد میں آئے تو میں دیگر بنی ہاشم کے فضائل بیان کروں گا لیکن امام حسنؑ کا نام نہ لوں گا۔ تو مجھ پر اعتراض کرنا۔ کہ تو نے امام حسنؑ کے فضائل بیان ہی نہیں کیے کیا وجہ ہے؟ بس آگے میں خود سنبھال لوں گا۔

جب امام حسنؑ مسجد میں آئے تو پروگرام کے مطابق ابن ابی عتیق نے بنی ہاشم میں سے ایک ایک فرد کا نام لے کر فضائل گنوانا شروع کر دیئے لیکن امام حسنؑ کا نام نہ لیا۔ مروان نے طے شدہ بات کی۔

ابن ابی عتیق نے جواب دیا۔ اگر ہمارا موضوع بیان انبیاءؑ ہوتے تو میں امام حسنؑ کا تذکرہ اولیا میں کرتا۔ اب ہمارا موضوع ہی عام سے افراد ہیں

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد امام حسنؑ اٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا پیچھے سے ابن ابی

ابن ابی عتیق بھی پہنچ گیا۔

امام حسنؑ نے مسکرا کے فرمایا۔ کوئی کام ہے؟

ابن ابی عتیق نے عرض کیا۔ آپ کا خچر بڑا پسند ہے۔

امام حسنؑ نے رکاب سے پاؤں نکال لیا۔ اور فرمایا۔ اگر مروان خود بھی مانگ لیتا تو میں دینے سے انکار نہ کرتا۔ بہرصورت چلوا سے اگر یہی طریقہ پسند ہے تو اس کی مرضی۔ یہ فرما کر آپ چلے گئے۔

دشمن سے انتقام:

کتاب العدد یہ میں مروی ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ یا ابن رسولؐ اللہ آپ کو اپنے اس رب کریم کا واسطہ ہے جس نے آپ کو انعامات اور نعمات جلیلہ سے نوازا ہے میرے تعاقب میں میرا انتہائی ظالم۔ جسار۔ اور جفا کار جو دشمن ہے۔ جس سے بھی اس کے خلاف مدد مانگتا ہوں وہی منہ پھیر لیتا ہے۔ آپ نوازش فرمائیں۔ مجھے پناہ دیں۔

آپ نے فرمایا:

تیرے دشمن کا نام کیا ہے تاکہ اس سے تجھے پناہ دی جائے؟

اس نے عرض کیا۔ قلت۔ غربت۔ ناداری۔ فقیر۔

آپ نے غلام سے فرمایا۔ اس وقت جو کچھ بھی ہے لے آ۔ جب غلام لایا تو پانچ ہزار درہم تھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لے جا اور پھر بھی جب کبھی تیرا دشمن تیرے سامنے دانت نکالے میرے پاس آ جانا میں تجھے پناہ دوں گا

عثمانؓ کے پانچ روپے:

خصال صدوق میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل آیا۔ عثمانؓ غنی مسجد میں بیٹھے تھے اس سے سوال کیا۔ اس نے پانچ درہم دیئے۔

سائل نے کہا۔ آپ کی سخاوت تو انتہا ہے کسی اور سخی کا پتہ تو بتا دیجئے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا۔ وہ دیکھا ہے۔ تین نوجوان اکٹھے بیٹھے کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں ان کے پاس جا ممکن ہے تجھے کچھ مل جائے وہ آیا اس نے سلام کیا۔ جواب سلام کے بعد کچھ مانگا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

کسی کے سوال کے جواب کی شرعاً تین صورتیں ہیں تو کس جائز صورت میں مانگ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ وہ کون سی ہیں۔

یا قتل خطا کی دیت دینا ہو اور وسائل میسر نہ آئیں۔

یا دل شکن غربت ہو اور کوئی دوسرا پہلو نظر نہ آئے۔

یا اتنا قرضہ ہو کہ وسائل ساتھ نہ دے سکیں۔

اس نے عرض کیا ان تین میں سے ایک سبب ہے۔ آپ نے اسے پچاس دینار دیئے۔ امام حسینؑ نے انچاس دینار دیئے اور جناب عبداللہ نے اڑتالیس دینار دیئے۔

وہ واپس پلٹا۔ عثمانؓ نے پوچھا۔ سنا کیا بنا ہے؟

اس نے کہا۔ آپ کو تو معلوم ہے۔ جو سلوک آپ نے کیا ہے ان میں سے جو قدرے بڑا ہے اس نے مجھے مانگنے کے تین جائز اسباب بتائے اور پوچھا کہ ان تین جائز اسباب میں سے تو کس سبب کی بنیاد پر مانگ رہا ہے؟

میں نے کہا ان تین میں سے ایک ہے۔ بڑے نے پچاس، چھوٹے نے انچاس اور تیسرے نے اڑتالیس دینار دیئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے کہا۔ تمہیں کیا معلوم کہ علم ان لوگوں کی گھٹی میں شامل ہوتا ہے۔

موتی دو نیم:

بحار میں مروی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ایک دن آپس میں خوشخطی کا مقابلہ کیا۔ امام حسنؑ کا دعویٰ تھا کہ خط میرا خوبصورت ہے اور امام حسینؑ کا دعویٰ تھا کہ خط میرا خوبصورت ہے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ نانا کو چل کر دکھاتے ہیں جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں قبول ہوگا۔ دونوں بھائی آنحضورؐ کے پاس آئے آپ نے کسی کی دل شکنی برداشت نہ کی اور فرمایا۔ بابا علیؑ کے پاس جاؤ۔ جب حضرت علیؑ کے پاس آئے اور بتایا کہ نبی اکرمؐ نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ سمجھ گئے۔ کہ انہوں نے کسی کی دل شکنی گوارا نہیں کی۔ اس لیے میرے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹے تم دونوں اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ اور دونوں ماں کے پاس آئے۔ اور انھیں بتایا کہ ہمیں نانا جان نے بابا کے پاس بھیجا تھا اور بابا نے آپ کے پاس بھیجا ہے بی بی نے بھی یہ سوچا کہ ان دونوں نے ان میں کسی کی دل شکنی نہیں۔ پھر سوچا جب انہوں نے فیصلہ نہیں کیا اور میں کیسے کروں۔ چنانچہ بی بی نے اپنے گلے سے سات موتیوں کا ہار اتارا اور فرمایا:

میرے بچو میں ہار کے دانے بکھیرتی ہوں جو زیادہ چن لے گا۔ اسی کا خط خوبصورت ہوگا۔ یہ کہہ کر بی بی نے ساتوں دانے بکھیر دیئے۔ تین امام حسنؑ نے اور تین امام حسینؑ نے اٹھائے ایک دانہ باقی تھا ایک طرف سے امام حسنؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ دوسری طرف سے امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ ذات احدیت

نے جبریل سے فرمایا جنکی دل شکنی میرا حبیب میرا محبوب اور میری کنیز کو گوارا نہیں اُن کی دل شکنی میں کیسے کروں گا۔ تو جاکر ساتویں موتی کو کسی کا ہاتھ پڑنے سے پہلے دو نیم کر دے تاکہ آدھا حسنؑ لے لے آدھا حسینؑ دونوں کا خط برابر ہو جائے۔ جبریل نے پر مار کر موتی کو دو نیم کر دیا۔ یوں آدھا امام حسنؑ نے اور ادھا امام حسینؑ نے اٹھا لیا۔ اور کسی کی دل شکنی نہ ہوئی۔

جنّت کا سیب:

بحار میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب ام ایمن دونوں شاہزادوں کو مسجد میں لائی اور آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا دونوں شہزادے بھوکے ہیں۔ آنحضورؐ نے پوچھا بیٹے کیا بہت زیادہ بھوک ہے؟ دونوں نے عرض کیا۔ نانا جان! واقعاً بھوک ستارہی ہے۔ آپ نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا اللھم اطعمہما بار الہا انہیں کھلا دے۔ میں نے دیکھا آنحضورؐ کے ہاتھ جب نیچے آئے تو ان پر ایک سیب رکھا تھا۔ آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ادھا حسنؑ کو آدھا حسینؑ کو دیکر فرمایا لو بیٹو اللہ نے تمہارے لیے جنت سے سیب بھیجا ہے۔



صلح معاویہ

ابن ابی الحدید کے مطابق حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ نے اپنے تمام گورنروں کو ایک ہی مضمون کا خط لکھا مضمون یہ تھا۔

اما بعد! اللہ نے تمہیں تمہارے دشمن کے شر سے بچا لیا ہے۔ تمہارا خلیفہ قتل ہو چکا ہے ایک شخص نے ہمت کر کے علیؑ کو قتل کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے معتبر افراد کے خطوط مجھے مل رہے ہیں جس میں انہوں نے مجھ سے اپنی اور اپنے قبیلے کے لیے امان کی درخواست کی ہے جب میرا خط پہنچے تو فوراً میرے پاس پہنچو اپنا تمام لشکر اور تمام اسلحہ بھی ساتھ لیتے آنا۔ انتقام پورا ہو چکا ہے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئی ہیں۔ سرکش اور باغی مارے جا چکے ہیں۔ والسلام

اس خط کے بعد ہر طرف سے معاویہ کے پاس فوجیں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ جب لشکر جمع ہو گیا تو معاویہ نے عراق کا رخ کیا۔

علل الشرائع کے مطابق معاویہ نے عمرو ابن حریث۔ اشعث ابن قیس۔ حجر ابن حجر اور شبیب ابن ربعی کو علیحدہ علیحدہ خط لکھا۔ اور اپنے جاسوسوں کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچائے ان تمام خطوط کا مضمون بھی ایک تھا۔ لیکن اس میں خط کو صیغہ راز میں رکھنے کی خصوصی ہدایت بھی تھی۔ خط یوں تھا۔

انك ان قتلت الحسنؑ ابن علیؑ فلك ماتان الفان درهم

اگر تو حسنؑ ابن علیؑ کو قتل کر دے تو دو لاکھ درہم لشکر کی

وجند من اجنا د الشام و بنت من بناتی ۔

سالاری اور اپنی بیٹی سے شادی تیرا انعام ہو گا۔

امام حسنؑ کو معلوم ہو گیا کہ معاویہ نے اپنے پرانے نمک خواروں کو نیا لالچ دیا ہے۔ چنانچہ آپ حفظ ماتقدم کے بطور جب بھی گھر سے باہر نکلتے ذرہ اور خود پہن کر باہر آتے۔ حتیٰ کہ نماز بھی ذرہ اور خود کے ساتھ پڑھاتے

ابتدا میں تو بعض جذباتی افراد نے اعتراض کیا۔ لیکن ایک دن جب بحالت نماز تیر آ لگا اور زرہ کی وجہ سے موثر نہ ہو سکا تو پھر اعتراض ختم ہو گیا۔

ابن ابی الحدید کے مطابق امام حسنؑ کو یہ اطلاع بھی مل گئی کہ معاویہ فوج لے کر شام سے سوئے عراق کوچ کر چکے ہیں تو آپ نے اپنے گورنروں کو خطوط لکھے اور حجر ابن عدی کو ان کے پاس بھیجا۔ لوگوں کو معاویہ کے خلاف آمادہ جنگ کیا۔ مسجد کوفہ میں الصلوٰۃ جامعہ کی منادی کرائی۔ جب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو گئے تو امام حسنؑ منبر پر تشریف لائے۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد حسب ذیل خطبہ دیا۔

اللہ نے اپنے بندوں پر جہاد فرض کیا ہے ۔ ۔ ۔ پھر مجاہدین سے فرمایا ہے صبر کرو اللہ صابرین کا حامی ہے ۔ ۔ ۔ اے لوگو! تم جو چاہتے ہو وہ صبر ہی سے حاصل کر سکو گے ۔ ۔ ۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ معاویہ آپ لوگوں کے ساتھ جنگ کی خاطر شام سے روانہ ہو چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ لوگ اپنا پڑاؤ مقام نخیلہ پر لگائیں تاکہ وہاں جو مناسب ہو انجام دیا جائے۔

اس کے بعد آپ خاموش ہو کر منبر سے اتر آئے۔ عدی ابن حاتم طائی کھڑا ہوا اور اس نے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور کہا جسے آنا ہو میں حکم امامؑ کے مطابق نخیلہ کی طرف جا رہا ہوں آ جائے۔

پھر قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری، معقل ابن قیس ریاحی اور زید ابن صعصعہ تیمی نے بھی ایسی تقریر کی اور نخیلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو جاتا دیکھ کر کوفہ کے عوام بھی مسلح ہو کر نخیلہ جانے لگے۔

آخر میں امام حسنؑ خود بھی لشکر کی طرف روانہ ہوئے کوفہ میں مغیرہ ابن نوفل ابن حارث ابن عبد المطلب کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ سے روانہ ہو کر دیر عبد الرحمن میں قیام کیا۔

وہاں جب فوج جمع ہو گئی تو آپ نے پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

دیکھو جس طرح تم لوگوں نے مجھ سے قبل میرے والد سے دھوکا کیا تھا اور عین اس وقت تم نے دھوکا دیا۔ جب جنگ اپنے انجام کے آخری مرحلہ پر تھی۔ اس طرح مجھ سے دھوکا نہ کرنا۔ اگر تم لوگ میرے ساتھ مل کر جہاد نہیں کرتے تو بھلا بتاؤ میرے علاوہ کس امام حق کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے۔

یقین رکھو! اگر تم نے مجھ سے دھوکا کیا تو تمہارے سروں پر بنی امیہ مسلط ہو جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ تک اسلام کی قدم قدم پر مخالفت کی۔ اور فتح مکہ پر بھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہتھیار ڈالے ہیں اور بقول رسول عالمین اگر بنی امیہ میں سے کرہ ارض پر ایک کثر پشت بڑھیا بھی رہ جائے تو وہ بھی عداوت اسلام پر ہی مرے گی۔

اس کے بعد آپ نے بنی کندہ میں سے ایک شخص کو چار ہزار کا سالار بنا کر روانہ کیا اور اسے فرمایا:

انبار میں پڑاؤ ڈالنا۔ اور جب تک میرا حکم نہ آئے اس وقت تک کوئی اقدام نہ کرنا۔

جب کندی انبار پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ اور معاویہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کندی کو پیغام بھیجا کہ اگر تو میرے ساتھ آملے تو۔ اولاً تجھ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ ثانیاً اضلاع شام میں سے جو ضلع تو پسند کرے گا اس کی گورنری بھی دوں گا۔ علاوہ ازیں پیشگی پانچ لاکھ درہم ہے یہ فوراً لے لے۔

کندی نے مال لے لیا۔ اپنے مخصوص دو سو افراد کو لے کر معاویہ کی فوج سے جا ملا۔

جب امام حسنؑ کو پتہ چلا تو آپ نے پھر خطبہ دیا اور فرمایا۔ کندی نے نہ صرف مجھ سے فریب کیا ہے بلکہ آپ لوگوں سے بھی دھوکا کیا ہے اور وہ پانچ لاکھ میں دین فروخت کر کے معاویہ سے جا ملا ہے اگرچہ میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے اطمینان کے لیے ایک اور شخص کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیج رہا ہوں اور مجھے معلوم ہے اس کا انجام بھی کنڈی سے مختلف نہیں ہوگا۔

پھر آپ نے بنی مراد سے ایک شخص کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا۔ اسے بھی وہی نصیحت کی۔ اور ساتھ ہی فرمایا میں تجھے اس علم کے باوجود کہ تو بھی کندی سے مختلف نہیں نکلے گا صرف اس لیے بھیج رہا ہوں کہ اہل کوفہ کو یقین ہو جائے کہ میں کتنا بے بس ہوں اور میری طرف سے اتمام حجت ہو جائے۔

یہ بھی انبار میں جا کر خیمہ زن ہوا۔ معاویہ نے اسے بھی گورنری کا لالچ اور پانچ لاکھ نقد کی پیشکش کر دی۔ یہ بھی پیسے وصول کر کے معاویہؑ سے جا ملا۔

پھر آپ نے عبید اللہ ابن عباس کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اور اس کے ساتھ قیس ابن سعد اور سعید ابن قیس کو بھیجا اور فرمایا۔ اگر معاویہ جنگ شروع کرنا چاہے اور ابتداء اس کی طرف سے ہو تو پیچھے نہ ہٹنا۔ اگر تجھے کچھ ہو جائے تو تیرے بعد قیس ابن سعد امیر لشکر ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ قیس کو بھی کچھ ہو جائے تو اس کی جگہ سعید ابن قیس امیر لشکر ہوگا۔ میں بہت جلدی تمہارے پاس آجاؤں گا۔

عبید اللہ لشکر کو لے کر آیا اور معاویہ کے بالمقابل خیمہ زن ہو گیا۔ امام حسنؑ نے بھی کوچ کیا اور مقام ساباط پر آکر قیام کیا۔ یہاں آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو معاویہ کے لوگ جو لشکر میں موجود تھے اور لوگوں کو بھڑکا رہے تھے جن میں اشعث ابن قیس پیش پیش تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لشکر معاویہ کے مقابلہ میں پہنچے سے قبل ہی کام ہونا چاہیئے۔ ان لوگوں کے تیار کردہ چند غنڈے اٹھے اور انہوں نے تخریب کاری شروع کر کے امام حسنؑ پر حملہ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے خیمہ لوٹ لیا۔ اور کچھ لوگ امام حسنؑ کے گرد ہو گئے۔ جراح ابن سنان نے آپ پر نیزہ کا وار کیا جو آپ کی ران میں لگا۔ آپ گھوڑے پر تھے۔ آپ نے گھوڑے سے زمین پر آتے آتے اسے تلوار ماری وہ بھی وہیں گر گیا۔

حضرت معاویہ نے عبید اللہ کو پیغام بھیجا کہ۔ حسنؑ نے مجھے پیغام صلح دیا ہے۔ اگر تو آج میرے ساتھ شامل ہو جائے تو تیرا مقام وہ ہوگا جو سبقت کرنے والے کا ہوتا ہے۔ اور اگر حسنؑ کے بعد تو میرے ساتھ شامل ہوا تو پھر تیرا

مقام وہ ہوگا جو کسی کے ساتھ آنے والے کا ہوتا ہے۔ اگر ابھی ابھی چلا آئے تو دس لاکھ درہم دوں گا۔ نصف اس وقت اور بقیہ نصف کوفہ میں داخل ہوتے ہی دیدوں گا۔

عبیداللہ رات کی تاریکی میں اپنے لشکر کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

جب امام حسنؑ کو عبیداللہ کی بیوفائی کا پتہ چلا تو آپ مدائن میں زیر علاج تھے۔ آپ نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ ادھر معاویہ نے امام حسنؑ کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ آپ کے کچھ سالاران لشکر تو میرے ساتھ آملے ہیں جن کا تجھے علم ہو چکا ہے۔ اور دیگر کوفہ کے تمام معتبر افراد کے خطوط میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔ اطمینان کی خاطر یہ تمام خطوط آپ دیکھ لیں آپ نے وہ تمام خطوط اپنے معتمد اور جانثاروں کو دکھائے اور عبداللہ ابن حارث ابن نوفل ابن عبدالمطلب کو معاویہ کے پاس پیام صلح دے کر بھیجدیا۔

جواب میں معاویہ نے لکھا کہ آپ جن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں وہ لکھدیں میں اپنی مہر ثبت کر دوں گا امام حسنؑ نے حسب ذیل صلح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما صالحہ حسن ابن علی ابن ابیطالب معاویۃ ابن ابی سفیان صالحہ علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ لیس لمعاویۃ ابن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ عھد بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین وعلی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ فی شامھم وعراقھم وحجازھم ویمنھم وعلی ان اصحاب علی وشیعتہ آمنون علی انفسھم واموالھم ونساءھم واولادھم وعلی معاویۃ ابن سفیان بذلک عھد اللہ ومیثاقہ وما اخذ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاویہ یہ وہ صلح ہے جس کے مطابق حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ معاویہ ابن ابوسفیان سے صلح کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ معاویہ امت مسلمہ میں۔ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق عمل کرے گا۔ معاویہ ابن ابی سفیان کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ از خود کسی کو ولیعہد بنائے۔ بلکہ معاویہ کے بعد مسئلہ امارت مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے طے ہوگا۔ معاہدہ کی شرط یہ ہے کہ لوگ جہاں بھی ہیں وہ امن سے رہیں گے۔ خواہ وہ شام میں ہوں یا عراق میں۔ اور حجاز میں ہوں یا یمن میں۔ معاویہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے شیعہ کو معاویہ امن فراہم کرے گا معاویہ کے لیے یہ معاہدہ اللہ سے وعدہ ہوگا اللہ سے میثاق ہوگا اور اللہ نے اپنی مخلوق پر جس عہد کی وفا کو واجب کیا ہے۔ یہ وہی الٰہی عہد ہوگا معاہدہ میں یہ شرط بھی ہے کہ معاویہ حسنؑ ابن علی حسینؑ ابن

علی احد من خلقه بالوفاء وعلی ان لا ینبغی لحسن ابن علی ولا لاخیه الحسین ولا لاحد من اهلبیت رسول الله غائلة لاسرًّا ولا جهرًا ولا یخیفن احدا منهم فی افق من الآفاق وان یوصل الی کل ذی حقها حقه۔ واشترط علیه ترک سب امیرالمومنین وعلی شیعته والله ورسوله شاهدان علی ذلک۔ شهد بذلک عبدالله ابن حارث وعمرو ابن ابی سلمه وعبدالله ابن عامر ابن کریز وعبدالرحمن ابن ابی سمره وغیر ذلک۔

علیؑ اور اہلبیتؑ رسولؐ میں سے کسی فرد کے خلاف کوئی سازش نہ خفیہ اور نہ کھلم کھلا کرے گا۔ ان کو ہراساں نہیں کرے گا۔

ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرتا رہے گا۔

معاہدہ کی یہ بھی شرط ہے کہ معاویہ امیرالمومنین علیؑ اور اس کے شیعہ پر سب نہیں کرے گا۔ اللہ اور رسولؐ اس معاہدہ کے شاہد ہیں۔ معاویہ نے اس پر مہر لگا دی اور بطور گواہ عبداللہ ابن حارث۔ عمرو ابن ابی سلمہ عبداللہ ابن عامر ابن کریز اور عبدالرحمن ابن ابی سرہ وغیرہ کے دستخط بھی کرا دیئے۔

شیخ مفید کے مطابق جب معاویہ نے شرائط امام حسنؑ کے مطابق معاہدہ صلح پہ دستخط کر دیئے اپنے مقام نزول سے چل کر نخیلہ پہ آیا۔ اور وہاں خطبہ دیا۔

انی والله ما قاتلتکم لتصلو ولا لتصوموا ولا لتحجوا ولا لتشرکوا۔ ولکنی قاتلتکم لا تامر علیکم وقد حصلت لی الامارة وانتم لها کارهون انی عاهدت الحسن واعطیته باشیاء وجمیعها تحت قدمی لا افی بشیٔ منها۔

بخدا میری تم سے جنگ کا مقصد ہرگز یہ نہیں رہا کہ تم نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔

اور نہ اس لیے کہ تم مشرک نہ ہو۔ میرا مقصد جنگ صرف اور صرف حصول اقتدار تھا جو تمہارے نہ چاہنے کے باوجود بھی مجھے حاصل ہو گیا ہے۔

یہ بھی یقین رکھو۔ جو معاہدہ میں نے حسنؑ سے کیا ہے وہ بھی صرف ایک چال تھی وہ میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ میں کسی بھی شرط کو پورا نہیں کروں گا۔

اس کے بعد وہ کوفہ آیا۔ کچھ دن قیام کیا۔ ایک دن امام حسنؑ سے کہا کہ آپ خود بھی اپنے معتقدین کو صلح سے آگاہ کریں۔

امام حسنؑ منبر پر آئے اور فرمایا:

ان اکیس الکیس التقی واحمق الحمق الفجور۔ انکم لو طلبتم ما بین جابلقا وجابلسا رجلا جده رسول الله ما وجدتم

سب سے زیادہ دانشمند وہی ہوتا ہے جو متقی ہو اور سب سے زیادہ احمق وہی ہوتا ہے جو فاجر ہو اگر تم لوگ جابلقا اور جابلسا کے مابین کسی ایسے شخص کو تلاش

غیری وغیر اخی الحسین وقد	کہ جس کا جدامجد رسول اکرمؐ ہو تو تمہیں میرے اور
علمتم ان اللہ ھدا یکم	میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ ایسا شخص نہیں ملے گا تمہیں
بجدی محمد فانقذکم بہ من	معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں میرے جدامجد کے ذریعہ
الضلالۃ ورفعکم بہ من	ہدایت دی۔ تمہیں گمراہی سے نکالا تمہیں جہالت سے
الجھالۃ واعزکم بہ بعد	نکالا۔ تم ذلیل تھے تمہیں معزز کیا۔
الذلۃ وکثرکم بہ بعد	تم تعداد میں کم تھے تمہاری تعداد میں اضافہ کیا معاویہ
القلۃ وان معاویۃ نازعنی	نے مجھ سے میرے حق میں جھگڑا کیا جو اس کا قطعاً نہیں
فی حقی ھولی دونہ فنظرت	تھا میرا تھا۔ میں نے امت کی بہتری اس میں دیکھی۔
لصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ	کہ فتنہ جنگ ختم ہو جائے۔ تم لوگوں نے میری اس بات
وقد کنتم بایعتمونی علی	پر بیعت کی تھی کہ جس سے میری صلح ہوگی تم بھی اس
ان تسلموا من سالمت وتحاربوا	سے صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی
من حاربت فرأیت ان اسالم	اس کے ساتھ جنگ کرو گے۔ میں نے یہی مناسب
المعاویۃ واضع الحرب بینی	سمجھا کہ معاویہ سے صلح کر لوں اور اپنے اور اس کے
وبینہ قد سالمتہ ورائیت	مابین جنگ کو ختم کر دوں۔ میں نے اس سے صلح کر
ان حقن الدماء خیر من	لی ہے اور میں نے خون بہانے کی نسبت خون بچانے
سفکھا ولا ارد بذلک الا	کو زیادہ مناسب سمجھا ہے۔
اصلاحکم وبقائکم وان	میرا مقصد صرف تمہارا امن اور تمہاری زندگی تھی اگرچہ
ادری لعلہ فتنۃ لکم	مجھے معلوم ہے کہ مستقبل میں یہ فتنہ تمہارے لیے
ومتاع الی حین۔	موجودہ جنگ کے فتنہ سے کہیں عظیم ہوگا اور یہ امن
	چند روزہ ہوگا۔

پھر معاویہ نے خطبہ دیا۔ جس میں پہلے تو اس نے حضرت امیرالمومنینؑ پر خوب سب کیے بعد میں امام حسنؑ پر سب کیے۔

امام حسینؑ جواب کی خاطر اٹھنے لگے امام حسنؑ نے انہیں بٹھا دیا اور خود اٹھ کر فرمایا۔

ایھا الذاکر علیًا انا الحسن وابی	اے علیؑ کو سب سے یاد کرنے والے! میں حسنؑ
علیؑ وانت معاویہ وابوک صخر	ہوں میرا باپ علیؑ ہے تو معاویہ ہے۔ تیرا باپ صخر ہے
وامی فاطمہ وامک ھند وجدی	میری ماں فاطمہؑ ہے اور تیری ماں ہند جگر خوار ہے میرا دادا

رسول اللہ وجدک حرب و جدتی حذیجہ وجد تک تفسیلہ فلعن اللہ اخملنا ذکراً والأمنا حسبا

رسولؐ خدا ہے اور تیرا دادا حرب ہے۔ میری دادی خدیجۃ الکبریٰ سے اور تیری دادی نفیلہ ہے۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو ہم دو میں سے رذیل تر ہو

معاویہ نے کہا۔ حسنؑ تو تو بیعت نہیں کرتا کیا حسینؑ بھی میری بیعت نہ کرے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

معاویہ! حسینؑ کے سامنے تو بیعت کا نام تک نہ لینا یہ کٹ جائے گا لیکن بیعت نہیں کرے گا۔

احتجاج میں زید ابن وہب جہنی سے مروی ہے کہ جب امام حسنؑ مدائن میں زخمی تھے میں ان کی عیادت کو گیا اور عرض کیا قبلہ لوگ بڑے پریشان ہیں اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟

آپ نے فرمایا:

اے جہنی! جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان کے دل میرے ساتھ ہیں۔ لیکن جو لوگ قبائلی صورت میں عوام پر مسلط ہیں وہ سب معاویہ سے مل چکے ہیں۔ اس لیے عوام کے دل ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود ان کی تلوار ہمارے خلاف ہی رہے گی۔

یہ وہی عوام ہی تھے جن کے دل ہمارے ساتھ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے بڑوں کے کہنے سے میرا خیمہ لوٹ لیا۔ اور مجھے زخمی کر دیا۔ چند ایک مخلص ہیں جو اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ اگر ان چند مخلصین کو لے کر میں معاویہ سے لڑوں تو ان بیچاروں کیلئے مسئلہ بن جائے گا۔ اگر میرا تحفظ کریں گے تو معاویہؑ سے نہیں لڑ سکیں گے اور اگر معاویہ سے لڑیں گے تو میرا تحفظ ان سے نہ ہو سکے گا۔ معاویہ کا پیسہ ہر جیب میں پہنچ چکا ہے۔

مجھے ایک دن اپنے بابا علیؑ نے کسی بات پر خوش دیکھا تو فرمایا۔ حسنؑ خدا معلوم اس وقت تیرا کیا حال ہو گا۔ جب تو اپنے باپ کو اپنے سامنے شہید دیکھے گا۔ یا اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب اقتدار بنی امیہ میں سے ایسے شخص کے ہاتھ میں آجائے گا جس کا حلق بے اندازہ وسیع اور پیٹ حد سے زیادہ بڑا ہو گا۔ جو کھا کھا کے تھکے گا۔ اور تھک تھک کر کھائے گا لیکن شکم سیر نہیں ہو گا۔ جب مرے گا تو آسمان میں اس کا کوئی معاون اور زمین پر کوئی عذر قبول کرنے والا نہ ہو گا۔

وہ مملکت اسلامیہ کے مشرق و مغرب کا مالک ہو گا۔ عوام میں اسی کے دین کی ترویج کریں گے۔ اس کی حکومت بڑی طویل ہو گی۔ بدعت کا موجد ہو گا۔ حق اور سنت رسولؐ کا قاتل ہو گا۔ دولت صرف انہی لوگوں

یں تقسیم کرے گا جو اس کے نظریات کی ترویج کریں گے۔ مستحقین کو ایک پائی تک نہ دے گا۔ اس کی حکومت میں مومن ذلیل ہوں گے۔ مال خدا کو اپنے معتقدین کی وراثت سمجھے گا۔ بندگان خدا کی پرواہ تک نہ کرے گا۔ اس کی حکومت میں حق مذموم اور باطل ممدوح ہو گا۔ جو اسے حق بات کرے گا اسے قتل کرے گا جو اس کے ہر باطل کی تائید کرے گا اسے انعام دے گا۔ اللہ کے نیک بندوں پر سب کرے گا اور دوسروں کو سب کرنے کا حکم دے گا۔ اور یہ سلسلہ پھر اس قدر طول پکڑ جائے گا کہ اس کی مخالفت کرنے والے ہر دور میں ناکام رہیں گے حتیٰ کہ آخری زمانہ میں جب لوگ حق سے ناآشنا ہو چکے ہوں گے اللہ ایک شخص کو مبعوث کرے گا اللہ ملائکہ سے اس کی مدد کرے گا۔ اس کے پاس معجزات بھی ہوں گے۔ اللہ اس دین کو غالب کرے گا۔ طوعاً وکرھاً ہر شخص اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ کرہ ارض ظلم و جور کے بعد عدل و انصاف سے پر ہو جائے گا۔



احتجاجات

۱۔ احتجاج:

احتجاج میں شامل افراد:

معاویہ۔ عمرو ابن عاص۔ عمرو ابن عثمان۔ عتبہ ابن ابی سفیان۔ ولید ابن عقبہ۔ مغیرہ ابن شعبہ احتجاج طبرسی کے مطابق ایک دن معاویہ کے پاس مذکورہ افراد جمع تھے۔ اور انہوں نے معاویہ سے کہا۔ آجکل حسنؑ ابن علیؑ شام میں آیا ہوا ہے۔ اتفاق سے ہم تمام اموی بھی ہیں اگر آج حسنؑ کو اس محفل میں بلا لیتا تو ہم باری باری اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے۔ علیؑ کو بھی سب کرنے کا اچھا موقعہ ہاتھ آجاتا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا سوچ لو۔ وہ ہاشمی ہے۔ زبان رسالت چوس کر پلا ہے۔ علیؑ و زہراؑ کا بیٹا ہے۔ علمی اعتبار سے وہ بشمول ہمارے ہر ایک کا مرجع ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے ساتھ مجھے بھی خراب کر جائے تم تو صرف اسے اور اس کے باپ کو گالی دو گے۔ لیکن اس کی ایک ایک بات تمہاری گالیوں سے وزنی ہوگی۔ تم اس کے نانا۔ نانی۔ اور ماں کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہہ سکو گے۔ لیکن تمہیں بھی معلوم ہے اور میں بھی جانتا ہوں حسنؑ کے سامنے ہمارے سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تمہارا میدان انتہائی محدود ہے اور اس کا میدان بڑا کھلا ہے۔

عمرو عاص نے کہا تو اسے بلا تو سہی پھر دیکھ لینا کہ آج ہم حسنؑ کو کس طرح خاموش کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ بلانے کو میں بلا لیتا ہوں لیکن میری بات یاد رکھنا حسنؑ تمہیں ایسے بری طرح رگیدیگا کہ تم قبر دن تک نہ بھولو گے۔

عتبہ نے کہا۔ آپ اسے ایک مرتبہ بلا کر تو دیکھیں۔

حضرت معاویہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک مرتبہ یہاں تشریف لائیں۔

جب آپ کو پیغام ملا تو آپ نے پیغام دینے والے سے پوچھا معاویہ کے پاس اور کون بیٹھا تھا؟
پیغام دینے والے نے تمام کے نام بتائے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

اللہ انہیں ذلیل کرے انہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ مجھ سے کیا لیتے ہیں۔ آپ نے لباس تبدیل کیا۔ اور جانے کے لیے تیار ہوئے۔ پھر یہ دعا پڑھی۔

اللهم انی ادرء بك فی نحورهم واعوذ بك من شرورهم و استعین بك علیهم فاکفنیهم بما شئت وانی شئت من حولك وقوتك یا ارحم الراحمین۔	اے اللہ! میں تیرے ذریعہ ان کے سینوں کے لیے دفع کرتا ہوں۔ میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں تو ہی ان کے مقابلہ میں جس طرح چاہے اور جب چاہے اپنی قوت و طاقت سے کفایت کرنا تو ارحم الراحمین ہے

آپ معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے آپؑ کا استقبال کیا۔ اپنے ساتھ جگہ دی اور مصافحہ کیا

امام حسنؑ نے فرمایا:

شاید تمہیں معلوم ہو کہ سلام میں عافیت اور مصافحہ میں امن ہوتا ہے۔

معاویہ نے کہا۔

اے ابو محمدؑ! آج میں نے آپ کو نہیں بلایا۔ بلانے والے یہ لوگ ہیں میں نے انہیں بار بار منع کیا ہے کہ آج حسنؑ کو نہ بلاؤ۔ لیکن انہوں نے ہر مرتبہ اصرار کیا اور ان کے اصرار کے سامنے مجھے بے بس ہونا پڑا ہے۔ یہ لوگ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور آج میرا لحاظ کئے بغیر آپ انہیں جواب دے سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ! یہ گھر آپکا گھر ہے۔ جب آپ ان کے سامنے بے بس ہیں تو میں کس کھاتے میں ہوں گا ویسے اگر مجھے پہلے بتا دیا جاتا تو میں دو چار ہاشمی ساتھ لے آتا کہ ان کی دہن دریدگی کا جواب وہ دیتے۔

بہر صورت:

ان اللہ ولی الیوم وفیما بعد الیوم۔ آج بھی اور آئندہ اللہ ہی میرا ولی ہے۔

جو کہنا چاہتے ہیں کہیں میں سنتا ہوں۔

عمرو ابن عثمان ابن عفان نے کہا مجھے حیرت ہے کہ بنی امیہ کے انیس افراد کے قاتل علیؑ کی اولاد آج زمین پر ہے اور بنی امیہ کے مقتولوں کا بدلہ لینے والا ابھی کوئی نہیں ہے۔ پھر میرا باپ بھی انہی کے ہاتھوں قتل ہوا ہے

عمرو ابن عاص نے کہا۔ اے فرزند ابو تراب ہم نے تجھے صرف اس لیے بلایا ہے کہ تجھے اور تیرے باپ

کو سب کریں ہم نے تیرے باپ کو تو ایک طرف کر دیا ہے اور اب اگر تجھے بھی ہم قتل کر ڈالیں تو میرے خیال میں ہم قطعاً معذور ہوں گے اور ہمارا کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

عتبہ ابن ابوسفیان برادر معاویہ نے کہا۔ اے حسنؑ پورے بنی ہاشم میں تیرے باپ سے زیادہ برا کوئی نہیں تھا۔ قتنی جنگیں بھی لڑی گئی ہیں۔ تیرے باپ نے بدر سے لے کر فتح مکہ تک کبھی اقرباء کا خیال تک نہیں رکھا اپنے ان مقتولین بدر کے قصاص میں اگر تیرے باپ کی طرح تجھے بھی قتل کر دیں۔ تو ہم قصور وار نہیں ہوں گے۔

ولید ابن عقبہ اور مغیرہ ابن شعبہ نے قتل عثمانؓ کا الزام لگا کر معاویہ کو ولی عثمانؓ قرار دیا اور کہا کہ اگر تجھے اور تیرے بھائی حسینؑ کو عثمانؓ کے انتقام میں قتل کر دیا جائے تو ہمارا حق ہو گا۔

امام حسنؑ نے آغاز گفتگو کیا اور فرمایا:

الحمد للہ الذی ھدیٰ اولکم با ولنا و اخوکم باخرنا۔ وصلی اللہ علی جدی محمد النبیؐ۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہارے اوائل کو میرے اوائل سے اور تمہارے اواخر کو میرے اواخر سے ہدایت دی ہے۔ اللہ میرے نبی نانا پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔

تم لوگوں نے جو کہنا تھا کہہ چکے۔ اس سے کہنے کے لیے تمہارے پاس مزید کچھ نہیں رہا۔ اب میری بات سنو۔ اور معاویہ میں اپنی گفتگو کا آغاز تجھ ہی سے کرتا ہوں۔

تجھے بھی معلوم ہے اور ہر سننے والے کو یقین ہو جائے گا کہ جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے یہ سب تیرے چپائے ہوئے لقمے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ گالیاں اور سب مجھے بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ تو نے ہی دیئے ہیں اور یہ صرف تیری بغاوت سرکشی۔ اور ہم آل محمدؐ سے حسد کا نتیجہ ہے۔ اے بدچشم! اگر میں اور یہ لوگ مسجد نبویؐ میں ہوتے۔ ہمارے ارد گرد مہاجرین و انصار میری اور ان کی باتیں سننے والے ہوتے تو انہیں اتنی لاف زنی کی جرأت نہ ہوتی۔

اے میری مخالفت پر جمع ہونے والو! میری باتیں سنو میری غلط بات کی تصدیق نہ کرنا اور میری صحیح بات کی تردید نہ کرنا۔ معاویہ میں تیرے متعلق اس سے کم ہی کہہ سکوں گا جو کچھ تو ہے۔

میں تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جس شخص کو تم سب کرتے رہتے ہو۔

کیا اس نے نبی اکرمؐ کی اقتداء میں ہر دو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی؟ کیا یہ بیدینی ہے؟ اور تو اس وقت لات و عزیٰ کے چرنوں میں پیشانی رگڑتا تھا؟ کیا یہی دین ہے؟

کیا میرے بابا نے بیعت رضوان اور بیعت فتح ہر دو کا شرف حاصل کیا تھا؟ جب کہ تو بیعت اول کا انکاری تھا اور دوسری بیعت کو توڑ دیا ہے۔

کیا جس دن تمہاری اسلام کی پہلی لڑائی میں آنحضورؐ سے مقابلہ کے وقت مقام بدر میں میرے بابا کے ہاتھ میں نبوی علم اور تیرے ہاتھ میں مشرکوں کا علم نہ تھا۔ اور کیا تو اس وقت لات و عزیٰ کے پجاریوں سے نہ تھا؟ اور تو اس وقت رسولؐ خدا اور مومنین سے جنگ کو اپنے لیے فرض عین نہ سمجھتا تھا؟

جنگ خندق میں جب تمہاری ملاقات میرے بابا سے ہوئی تو اس وقت اس کے ہاتھ میں نبوی علم اور میرے ہاتھ میں مشرکوں کا علم نہ تھا؟ ان میں سے ہر مقام پر تو شخص غضب نبویؐ کا مرکزی نقطہ ہوا کرتا تھا۔

جب نبی کونینؐ نے خیبر میں یہودیوں کا محاصرہ کیا عمرؓ کو مقابلہ میں بھیجا وہ ناکام واپس آیا۔ پھر سعد ابن معاذ کو بھیجا وہ میدان سے زخمی لایا گیا۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ کل علم اسے دوں گا جو محبوب خدا اور رسولؐ اور محب خدا و رسولؐ ہوگا۔ اور فاتح لوٹے گا۔ اور وہ علم میرے بابا کو ملا اور خیبر کی فتح اس کے ہاتھوں ہوئی۔ اور تو اس وقت مکہ میں عداوت خدا اور رسولؐ کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔

بھلا ایک ایسا شخص جس نے زندگی کا بیشتر حصہ عداوت نبویہ میں گزارا اور قدم قدم پر آپ کی مخالفت کرتا رہا وہ اور ایسا شخص جس نے قدم قدم پر اپنی جان نبیؐ کے قدموں پر قربان کی۔ برابر ہو سکتے ہیں؟

پھر فتح مکہ کے وقت تو نے نبی کونینؐ کی رسالت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ہتھیار ڈالے تھے۔

تجھے اللہ کا واسطہ ہے سچ سچ بتا کیا۔ غزوہ تبوک میں نبی عالمینؐ نے علیؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑا تھا اور فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی تو میرے لیے ایسے ہے جیسے ہارونؑ کے لیے موسیٰؑ تھا۔ بس میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔

پھر آنحضورؐ نے فرمایا تھا: لوگو جس نے مجھ سے تولّیٰ رکھا اس نے اللہ سے تولّیٰ رکھا۔ اور جس نے علیؑ سے تولّیٰ رکھا گویا اس نے مجھ سے تولّیٰ رکھا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے مجھ سے محبت کی گویا اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔

تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا حجۃ الوداع سے پلٹتے ہوئے حکم خدا سے نبی کریمؐ نے یہ فرمایا تھا کہ۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ کتاب خدا اور اپنی عترت ان کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا۔ قرآن کے محکمات پر عمل کرنا متشابہات پر ایمان رکھنا۔ میرے اہلبیتؑ سے محبت رکھنا ان کے دوست کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن سمجھنا۔ قرآن اور اہلبیت حوض کوثر کے پہنچنے تک تمہارے درمیان باہم مربوط رہیں گے پھر آپ نے دعا مانگی۔۔۔۔ اے اللہ! محب علیؑ سے محبت اور عدو علیؑ سے عداوت رکھنا۔ دشمن علی کو جہنم کے آخری طبقہ میں رکھنا۔

میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضورؐ نے میرے بابا کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے تو لوگوں کو اس طرح بھگا رہا ہو گا جس طرح اجنبی اونٹ کو گلے سے بھگایا جاتا ہے؟

میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا کہ کیا آنحضورؐ دم آخر میرے بابا کو دیکھ کر رو نہ دیئے تھے۔ اور میرے بابا کے پوچھنے پر بتایا تھا۔

یا علیؑ! میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تیرے خلاف لوگوں کے دلوں میں کینے ہیں۔ جو میرے بعد کھل کر سامنے آجائیں گے؟

تجھے اللہ کا واسطہ ہے کیا نبی اکرمؐ نے آخری وقت میں۔ میری ماں۔ میرے بھائی۔ میرے بابا۔ اور مجھے جمع کر کے یہ نہیں فرمایا تھا۔ اے اللہ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں۔ ان کے دوست کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن رکھنا۔ میرے اہلبیتؑ کشتی نوح کی مانند ہیں جو سوار ہو جائیں گے نجات پا جائیں گے اور جو مخالفت کریں گے۔ غرق جہنم ہوں گے؟

تجھے اللہ کا واسطہ یہ بتا کہ تو نے دیگر صحابہ کے ساتھ میرے بابا کو امیر المومنین کہہ کر سلام نہیں کیا تھا۔

تجھے اللہ کا واسطہ سچ بتا کہ نبی اکرمؐ نے تجھے لکھنے کے لیے بلایا تھا تو اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ دوسری مرتبہ تجھے آنحضورؐ کا آدمی بلانے آیا تھا۔ تو کھانا کھا رہا تھا۔ پھر تیسری مرتبہ آدمی آیا تھا اور تو کھانا رہا تھا اور اس وقت آنحضورؐ نے تجھے بد دعا دی تھی۔ لا اشبع اللہ بطنک۔ اللہ کبھی تیرا پیٹ نہ بھرے۔ اور اس دعا کا اثر آج تک موجود ہے کہ کھاتے کھاتے تھک جاتا ہے۔ مگر سیر نہیں ہوتا۔

معاویہ براہ خدا سچ بتا۔ جب تو سرخ اونٹ پر اپنے باپ کو بٹھا کر آگے چل رہا تھا۔ اور تیرا یہ بھائی جو اس وقت تیرے پہلو میں بیٹھا ہے۔ اونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا تھا تو اس وقت آنحضورؐ نے اونٹ کھینچنے والے اونٹ پر سوار اور اونٹ ہانکنے والے تم تینوں سے بیزاری کی تھی؟

تجھے اللہ کا واسطہ سچ بتا کیا تجھے معلوم نہیں کہ آنحضورؐ نے سات مقامات پر تیرے باپ سے بیزاری کی تھی۔

۱۔ آنحضورؐ مکہ سے مدینہ آرہے تھے اور ابوسفیان شام سے واپس آرہا تھا اس نے نبی اکرمؐ کو نازیبا الفاظ سے یاد کیا تھا اور آپ نے بیزاری کی تھی۔

۲۔ جس دن ابوسفیان نے آنحضورؐ کا اونٹ بھگا دیا تھا۔ آنحضورؐ نے بیزاری کی تھی۔

۳۔ جنگ احد میں جب ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارے پاس ہمارا معبود عزیٰ ہے لیکن تمہارے پاس تمہارا خدا نہیں تو آپ نے بیزاری کی تھی۔

۴۔ جنگ حنین میں جب ابوسفیان قبائل عرب کو آنحضورؐ کے خلاف جمع کر لایا تھا آپ نے بیزاری کی تھی۔

۵۔ جب تیرے باپ نے دیگر قریشیوں کو ساتھ ملا کر آنحضورؐ کو حج نہ کرنے دیا تھا۔ آپ نے اس سے بیزاری کی تھی

۶۔ جنگ خندق میں جب تیرا باپ قبائل عرب کو آنحضورؐ کے خلاف جمع کر کے لایا تھا۔ آپ نے بیزاری کی تھی

۷۔ وادی عقبہ میں جب آنحضورؐ حجۃ الوداع سے واپس آ رہے تھے اور تم بارہ آدمیوں نے مل کر درہ سے پتھر لڑھکائے تھے تاکہ ناقہ بدک جائے آنحضورؐ گر جائیں اور تم اوپر پتھر برسا دو۔ سات بنی امیہ سے تھے جن میں ساتواں تیرا باپ تھا۔ اور پانچ قریش سے تھے۔ آنحضورؐ نے ان سے بیزاری کی تھی۔

میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں سچ بتا کیا ابوسفیان نے بیعت عثمانؓ ہو جانے کی بعد عثمانؓ کے پاس آکر یہ نہیں پوچھا تھا۔ کہ بھتیجا کوئی اور بھی ہے؟ عثمانؓ نے جواب دیا تھا کوئی نہیں ہے تو ابوسفیان نے کہا تھا حکومت ہاتھ آئی ہے بنی امیہ میں تقسیم کر دینا۔ کوئی جنت وجہنم نہیں ہے۔؟

تجھے اللہ کا واسطہ ہے سچ بتا کیا بیعت عثمانؓ کے بعد ابوسفیان نے میرے حسینؑ بھائی کے ہاتھ سے پکڑ کر نہیں کہا تھا۔ کہ مجھے ایک مرتبہ بقیع غرقد میں لے جا۔ جب میرا بھائی اسے لے کے گیا تو ابوسفیان نے شہدائے احد کی قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا اے قبروں والو! جس حکومت پر تم ہم سے لڑتے تھے آج وہی حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے اور تم قبروں میں خاکستر ہو چکے ہو! یہ سن کر میرے بھائی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اگر نعمان ابن بشیر اس کا ہاتھ پکڑ کر نہ لاتا تو وہ وہی قبروں میں بھٹک کر مر جاتا۔

معاویہ! تجھے عمرؓ نے شام کا گورنر بنایا۔ پھر عثمانؓ نے تجھے برقرار رکھا جب عثمانؓ کا محاصرہ ہوا اور چالیس دن تک محاصرہ رہا وہ تجھے بلاتا رہا گیا تو شام سے چالیس دن میں مدینہ نہیں پہنچ سکتا تھا جب کہ ایک ہفتہ سے زیادہ کا سفر نہیں لیکن تو صرف اقتدار کے انتظار میں رہا کہ وہ قتل ہو تو میدان تیرے لیے ہموار ہو جائے۔

معاویہ بخدا!

سچ بتا! کیا تو نے قتل عثمانؓ میں اہم کردار ادا نہیں کیا؟ کیا تو نے چند افراد کو خطوط لکھ کر انہیں خلافت کی لالچ نہیں دی؟ کیا تو نے ان لوگوں کو قتل عثمانؓ پر آمادہ نہیں کیا جنہیں تو نے خلافت کی لالچ دی تھی۔۔۔

میرے خیال میں معاویہ تجھے اتنا ہی کافی ہوگا۔

اے عمرو ابن عثمان! اللہ کی شان ہے اب تو بھی یہ سمجھنے لگا ہے کہ میں کسی کھاتے میں ہوں۔ اگر تو سمجھ سکے تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے۔

علیؑ کے حسب میں کوئی کمی آجائے گی؟

کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے علیؑ نبی اکرمؐ سے دور ہو جائے گا؟

کیا تیرے علیؑ کو سب کرنے سے تجھے دنیا میں کچھ مل جائے گا یا علیؑ کی آخرت میں کوئی کمی آجائیگی؟

تو نے اپنے مقتولین بدر کی بات کی ہے۔ وہ مشرکین تھے۔ آج تو چاہتا ہے کہ ان کفار کا بدلہ بنی ہاشم سے

لے۔ یہ اس وقت ممکن ہو گا جب تو میرے نانا کے دین سے نکل جائے۔ ویسے تم لوگ بنی ہاشم کے بھی انہیں شہید کرو گے۔

اے عمرو عاص تو ببانگ دہل کہا کرتا تھا کہ میں دشمن محمدؐ ہوں۔ تیرے باپ نے کہا تھا محمدؐ ابتر ہے۔ تیرے ہی متعلق اللہ نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ فرمایا ہے۔ ہر جنگ میں تو پیش پیش رہا۔ تیری عداوت نبویہ اس حد تک پہنچی کہ حبشہ میں نجاشی کے پاس جعفر اور اس کے ساتھ دیگر مہاجرین کو قتل کرانے پہنچ گیا۔ تو نے سرور کونینؐ کی ہجو و توہین میں ستر شعر کا قصیدہ لکھا۔ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ میرے اللہ! مجھے اشعار کہنا پسند نہیں ہے عمرو عاص پر ہر مصرعہ کے عوض ہزار لعنت بھیج۔ ہمیں تجھ سے نہ یہ شکوہ ہے کہ ہم سے محبت کیوں نہیں کرتا۔ اور نہ یہ شکوہ ہے کہ تو ہم سے عداوت کیوں رکھتا ہے۔ تیرا خمیر ہی ایسا ہے۔

تیرا یہ کہنا کہ علیؑ قتل عثمانؓ میں شریک تھا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم خاموش رہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حالات سے بھی بے خبر رہتے ہیں۔ کیا تو نے جگہ جگہ عثمانؓ کی برائیاں بیان نہیں کیں؟

کیا تو نے لوگوں کو عثمانؓ کے خلاف نہیں بھڑکایا؟

کیا وہ تیرے مظالم ہی نہ تھے جن کا شکوہ لے کر مصری عثمانؓ کے پاس آئے تھے؟

کیا محاصرہ کے وقت جب تیری بھڑکائی گئی آگ کے شعلے بلند ہوئے تو تو عثمانؓ کے بعد معاویہ کا بغل بچہ بن کے معاویہؓ کے پاس نہیں آبیٹھا۔

ولید ابن عقبہ تجھے عداوت علیؑ پر میں ملامت نہیں کروں گا کہ وہ علیؑ ہی تھا جس نے شراب خوری پر تجھے اسی کوڑوں کی حد لگائی تھی۔ تیرا باپ بھی جنگ بدر میں علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا تجھے ہی تو اللہ نے قرآن میں فاسق کہا ہے۔ تو اہل صفوریہ کے ذکوان نامی شخص کا بیٹا ہے۔ لیکن اگر تو اپنی ماں سے باپ کا نام پوچھے تو وہ شہرت کے پیش نظر تجھے ذکوان کا نام نہیں بتائے گی۔ بلکہ وہ تجھے عقبہ ابن ابی معیط کا بیٹا بتائے گی۔

تیرا یہ کہنا کہ علیؑ قتل عثمانؓ میں شریک تھے۔ بخدا یہ بات تو طلحہ۔ زبیر اور ام المومنین عائشہؓ نے بھی نہیں کی۔ کیونکہ انہیں حقیقت حال کا علم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا کیا دھرا ہے۔

ولید تجھے تو جو کچھ تیری ماں نے تیری ولادت کا حال بتایا تھا اس کے پیش نظر کسی کو سب کرتے ہوئی شرم

آنا چاہیئے تھی۔ ظاہراً تو عقبہ سے منسوب ہے لیکن کیا تیری ماں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تیرا باپ عقبہ سے بھی بدتر تھا۔

عتبہ تجھے تو میں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تجھ سے بات کروں۔ اگر تو علیؑ پر سب کرے تو تو قصور وار نہ ہوگا کیونکہ تیری ولادت جیسی ولادت والا ہر بچہ یہی کرتا ہے

تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اگر تو اتنا ہی غیور ہے تو پھر اس شخص کو کیوں قتل نہ کیا تھا جو تیرے بستر پر سو رہا تھا۔

تیرا یہ کہنا کہ علیؑ شر قریش تھا۔ ویسے جا کر مکہ۔ مدینہ۔ اور کوفہ سے پوچھ لے علیؑ نے کبھی کسی غریب کو حقیر نہیں سمجھا تھا۔ اور کبھی کسی مظلوم کو قتل نہیں کیا تھا۔ چونکہ تیرا بھائی علیؑ کے ہاتھوں مارا گیا ہے اس لیے تجھے اسلام کا نہیں بھائی کی موت کا درد ہے۔ اور یہی انتقام تجھے علیؑ کے خلاف اکساتا رہتا ہے۔

مغیرہ تیرے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تیرے خلاف عادل گواہوں نے گواہی دی تجھ پر رجم واجب ہو گیا تھا۔ لیکن سیاسی مصالح نے رجم کو ختم کر دیا۔ تو نے دختر نبیؐ کے پہلو پر وار کر کے زخمی کیا تو نے زندگی میں تو عثمانؓ کی امداد نہیں کی۔ جب کہ اگر تو چاہتا تو کر سکتا تھا۔

یہ کہہ کر آپ اٹھے اور فرمایا۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات گروہ کے لیے ہے۔

پھر آپ چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد معاویہ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اب چکھ لیا ہے مزہ؟

ولید نے کہا۔ ذائقہ تو تیرے منہ میں بھی ہوگا۔ تنہا ہم نے کب چکھا ہے۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ میں نے تم سے کہا تھا۔ یہ لوگ وحی کے پلے ہوئے ہیں۔ تم ان سے کسی بھی حیثیت میں بازی نہیں لے جا سکتے صرف فریب دے سکتے ہو۔

مروان نے جب سنا کہ آج حسنؑ نے تمام امویوں کو خراب کیا ہے تو وہ معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے کیا سنا ہے؟

حضرت معاویہ نے کہا۔

تو نے جو کچھ سنا ہے سچ سنا ہے۔ میں ان سے بار بار کہتا رہا تھا کہ تم حسنؑ کو نہ چھیڑو۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی اور نتیجہ میں ان کے ساتھ میں بھی رسوا ہوا۔

مروان نے کہا۔ اب بلا اسے۔ میں اسے وہ سناؤں گا کہ زندگی تک یاد رکھے گا۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ آج رہنے دے اتنا کافی ہے جو کچھ ہو چکا ہے پھر کبھی سنا لینا۔

مروان نے کہا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میری زبان سے بڑے بڑے خائف رہتے ہیں۔ حسنؑ کو ابھی بلا

اور سن لینا کہ میں حسنؑ کو اور اس کے باپ کو ایسا سب کروں گا کہ وہ جواب تلاش کرتا رہ جائے گا۔

حضرت معاویہ نے آپ کو ایک مرتبہ پھر پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا معلوم یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں جس بات سے بار بار بچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آج یہ شخص بار بار مجھے اسی پر مجبور کر رہا ہے۔

آپ تشریف لے آئے۔ دیکھا تو ابھی تک یہ تمام اسی جگہ بیٹھے تھے۔ صرف مروان کا اضافہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہوئی؟

حضرت معاویہ نے کہا۔ اب بھی پہلے کی طرح میں نے نہیں بلایا۔ پہلے ان لوگوں نے مجھے کہا تھا اور اب مروان آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

مروان نے کہا۔ اے حسنؑ کیا تو قریش کے معزز افراد کو سب کرتا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا۔ سب سے تیری کیا مراد ہے۔ اگر تیری مراد گالی ہے تو پورا عالم عرب گواہ ہے کہ میری نسلوں میں تجھے سب کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اور میں تو زبان رسالت چوس کر پلا ہوں۔ میں بھلا کسی کو سب کر سکتا ہوں اور اگر سب سے مراد مہذب اور شائستہ انداز میں حقائق کی نقاب کشائی ہے تو جو کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ معزز ہو یا غیر معزز اور قریشی ہو یا غیر قریشی وہ سب کے لیے برابر ہے۔

مروان نے کہا۔ حسنؑ یاد رکھیں تجھے۔ تیرے باپ اور تیرے باپ کی صلب سے تا قیامت آنے والی ذریت کو ایسے سب کروں گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ مروان تو اس طرح کر بھی سکتا ہے اور سب کرنے میں تو واقعاً ماہر ہے اور تجھے ماہر ہونا چاہیے۔ لیکن میں تجھے سب نہیں کرتا کیونکہ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ ہی تجھے کافی ہے۔ اس نے اپنے نبی صادقؐ کی زبان سے تجھے تیرے باپ کو تیرے اہل بیتؑ کو اور تا قیامت تیری نسل سے پیدا ہونے والی ذریت کو سب کر دیا ہے۔ مروان بخدا! نہ تو تو اللہ کی اس بیزاری سے انکار کر سکتا ہے اور نہ اس محفل میں موجود کوئی اور شخص اس لعنت سے انکار کر سکتا ہے۔ مروان تیرا تو حق تھا کہ تو اس لعنت سے عبرت حاصل کرتا۔ لیکن عبرت کے بجائے تیری سرکشی اور بغاوت میں اضافہ ہی ہوا ہے سچ فرمایا ہے اللہ نے قرآن میں۔

قرآن میں شجرہ ملعونہ کے افراد کو تو جتنا بھی خوف خدا سے ڈرائے گا ان کی سرکشی اور بغاوت میں اضافہ ہی ہوگا۔ مروان میرے نانا حق پر قرآن نازل ہوتا تھا اور جو تفسیر قرآن فرماتے تھے کہ بقول قرآن میں شجرہ ملعونہ کا مصداق تو ہی ہے۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس تشریف لے آئے۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ مروان میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ بنی ہاشم پر صرف مکر و فریب سے ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔ دنیا کا ہر قبیلہ تم سے مرعوب ہو سکتا ہے کیونکہ اس قبیلہ کی برائیاں تم سے یا زیادہ ہوں گی یا برابر۔ لیکن بنی

ہاشم ان میں سے بالخصوص اولاد ابو طالبؑ پھر ان میں سے بھی بالخصوص اولاد علیؑ و زہراؑ تم سے مرعوب نہیں ہو سکتی کیونکہ جس طرح تم برائیوں میں گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہو یہ لوگ نیکیوں اور اچھائیوں میں تیرتے ہیں۔

۲۔ احتجاج :

ایک مرتبہ۔ معاویہؓ۔ مروان۔ مغیرہ ابن شعبہ۔ ولید ابن عقبہ۔ عتبہ ابن ابوسفیان اور امام حسنؑ باہم بیٹھے تھے کہ ان لوگوں نے اشاروں اشاروں میں مشورہ کیا اور قدیم عرب مراسم کے مطابق باہمی مفاخرہ کرنے کی ٹھان لی۔ ان تمام امویوں میں سے ہر ایک نے بنی امیہ کو بنی ہاشم سے افضل اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کی اور بالآخر اپنے پسندیدہ موضوع یعنی حضرت علیؑ اور امام حسنؑ پر سب کرنے پر آ گئے۔

امام حسن نے فرمایا۔ میں عرب کے بہترین قبیلہ کی بہترین شاخ کا ثمر ہوں۔ وہ میرے ہی آباء تھے جن کے سامنے ہمیشہ پورا عرب جھکتا رہا۔ نسب ہو یا حسب ہر دو لحاظ سے ہم فخر کر سکتے ہیں۔ وہ ہمارا ہی درخت ہے جس سے شاخ نبوت پھوٹی۔ ہم علم نبیؐ و نبوت کے وارث ہیں۔ جب ہم سے مصنوعی وقار چھین بھی لیا جائے ہم پھر بھی معزز و محترم رہتے ہیں۔ ہم صفات کمال کے ناپید اکنار سمندر رہیں۔ ہم فخر کے وہ عظیم پہاڑ ہیں جن کی بلندی تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

مروان نے کہا۔ تو نے اپنی تعریف آپ کی ہے۔ حسنؑ! ہم حکمران ہیں۔ ہم سردار ہیں اور ہم معزز قائد ہیں۔

مغیرہ ابن شعبہ نے کہا۔ حسنؑ میں نے معاویہؓ کے معاملہ میں تمہارے باپ کو مشورہ دیا تھا۔ لیکن انہوں نے میرا مشورہ قبول نہ کیا تھا۔ اگر مجھے خیال قرابت نہ ہوتا تو جنگ صفین میں میں بھی شامی فوج میں ہوتا۔ اور پھر تمہارے باپ کو پتہ چل جاتا کہ وہ کتنے بہادر ہیں۔ میرے پاس بنی قیس کی شجاعت۔ بنی ثقیف کا علم اور دیگر عرب کے تجربات تھے

امام حسنؑ نے فرمایا۔ مروان کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کسی بزدلی۔ شرمندگی۔ یا کمزوری کے باعث اپنی تعریف کی ہے۔ اولاً تو جو موضوع تم نے خود چھیڑا ہے اسی کر تم لوگ مفاخرت کہتے ہو اور مفاخرت میں شخص اپنے شخصی اور نسبی کمالات بیان کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کمالات ہر شخص اپنی زبان ہی سے بیان کرتا ہے جس طرح تم لوگوں نے اپنے کمالات گنوائے ہیں۔ ثانیاً۔ اگر میں نے اپنے کمالات اپنی زبان سے بھی بیان کیے ہیں تو مجھے اس کا حق ہے کیونکہ اللہ نے جن فضائل سے مجھے نوازا ہے ان سے اور کسی کو نہیں نوازا۔

میں فرزند رسولؐ ہوں۔ میرے اور میرے بھائیؑ کے علاوہ اگر کوئی اپنے کو فرزند رسول کہلانے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے تو بتا میں جوانان جنت کا سردار ہوں۔ اگر میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ کوئی یہ فخر کر سکتا ہے تو پیش کر۔ جذبات میں تمہاری عقل گھاس چرنے لگتی ہے۔ تکبر اور تمدح کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے جو اپنے کو دوسروں سے برتر ثابت کرنا چاہتا ہو جبکہ ہمیں اس چیز کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم

نے کبھی سوچا ہے۔ ہم اہل بیتؑ رحمت ہیں ہم معدن کرامت ہیں۔ ہم اللہ کے مختار ہیں۔ ہم اسلام کا اسلحہ ہیں۔ ہم دین کی تلوار ہیں۔ بہتر ہوگا اگر تو میرے منہ نہ لگے تو ورنہ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ

جنگ بدر میں جب تو بھاگا تھا اور ڈر کے مارے ہذیان بولتا تھا کیا یہ تیری شاہانہ عزت تھی؟

کیا تمہارا ملوکانہ وقار بے شرمی سے جان بچا کر بھاگنا اور مال غنیمت تمہاری بچی ہوئی جان نہیں ہوتی؟

کیا تو بتا سکتا ہے کہ اس دن کس تلوار سے بھاگے تھے اور وہ تلوار کس کے ہاتھ میں تھی؟

کیا یہی تیری سردارانہ عظمت و عزت تھی کہ تو نے طلحہ سے دھوکا کیا اور جنگ جمل میں جبکہ وہ تیرا ہی حامی و ناصر تھا تو نے اس کے پہلو میں نیزہ مار کر قتل کر دیا تھا؟

اپنے حامی و ناصر کو دھوکا دینا بادشاہوں میں سے کس قسم کے خمیر کے حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ تجھے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے تھا۔ لیکن تو ناک کا کتنا پکا اور چہرے کا کتنا بے شرم ہے کہ آج تک تجھے شرم تک نہیں آئی! یہ سن کر مروان نے سر جھکا لیا اور مغیرہ حیرت سے مروان کو دیکھنے لگا۔

پھر آپ مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے بنی ثقیف کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے! تو اگر قریش سے ہوتا جب بھی میں تجھ پر مفاخرت کرنے کو اپنی توہین سمجھتا۔ اللہ تجھے حق سمجھائے! کیا تو مجھے نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میں سیدۃ النساءؑ اور فخر النساءؑ کا فرزند ہوں ـــــ ہم نے علم نبوت سے غذا حاصل کی ہے۔ تاویل قرآن کے ہم عالم ہیں۔ ہم مشکل کشا ہیں۔ ہماری عزت کے لنگر آسمان پر ہیں۔ ہمارا ذکر تا قیامت رہے گا۔ تو ایسے قبیلے سے جنہیں زمانہ جاہلیت میں بھی اپنا نسب کبھی نصیب نہ ہوا۔ اور مذہبی دور اسلام میں کبھی انہوں نے کوئی اہم مقام حاصل نہیں کیا ہے۔ ایک بھگوڑے غلام کا بھلا فخر سے کیا تعلق۔ ہم سردار ہیں۔ ہم غریبوں کے حامی رہے ہیں ہم قائد رہے ہیں۔ ہم اپنے محافظ خود رہے ہیں۔ میری نسل میں آدمؑ تک تجھے کوئی بدعمل ماں نہ ملے گی جبکہ تیری نسل میں حوا کے علاوہ کوئی شریف ماں نہ ملے گی۔

تو کہتا ہے کہ میں نے خاتم الانبیاءؐ کے وحی اور علم لدنی کے حامل کو مشورہ دیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا تھا اپنے مشورہ کے وقت سے لے کر آج تک کے اس لمحہ تک تو اپنے مشورہ پر اب بھی غور کر لے۔ کیا اس میں فریب نہ تھا؟ کیا تیرے مشورہ میں بددیانتی نہ تھی کیا تیرے مشورہ میں مکر و جل نہ تھا؟ تجھے نہیں معلوم کہ وحی خیر الانبیاءؐ نے کب کسی گم کردہ راہ کو اپنا مشیر بنایا تھا۔

تو یہ سمجھتا ہے کہ اگر تو جنگ صفین میں ہوتا تو علیؑ کا مقابلہ کرتا۔ صفین سے قبل جنگ بدر سے لے کر فتح مکہ تک کی وہ کون سی جنگ تھی جس میں تو موجود نہ رہا تھا اور اپنے مکر و فریب سے دوسروں کو ولی خدا کے مقابلہ میں بھیجتا رہا لیکن خود نہ آیا اس وقت تو تو جوان تھا۔ اگر صفین میں بھی ہوتا تو دو چار کم عقلوں ہی کو بھیجتا۔ وہ زمانہ نبیؐ کی جنگوں کی طرح جنگ صفین بھی خود تلوار بدست تیرے آقا کو دعوت جنگ دیتے رہے تھے

معاویہ سامنے بیٹھا ہے اس سے پوچھ کہ انہوں نے بھرے لشکر میں نہیں کہا تھا امت مسلم کو نہ مروا تو اور میں مقابلہ کر لیتے ہیں۔ جو دوسرے کو قتل کر دے گا وہ بلا شوکت بڑا حکمران بن جائیگا۔ تو سمجھتا ہے کہ تیرے پاس بنی قیس کی شجاعت ہے۔ بھلا تجھے بنی قیس سے کیا نسبت ہے اور کیا تعلق ہے؟ تجھے تو تیرے باپ کا علم بھی نہیں۔ بنی ثقیف کا بھگوڑا غلام ہے۔ اور اپنے کو شعبہ کے بلور شطبہ کا بیٹا ظاہر کر کے بنی ثقیف میں شامل کر لیا ہے۔ تو کوئی اور باپ تلاش کر۔ تو بنی ثقیف سے نہیں ہے۔

تو سمجھتا ہے کہ قریش کا رشتہ دار ہے۔ تو غلط سمجھا ہے قریش نے کبھی تجھے اپنا رشتہ دار نہ سمجھا ہے اور نہ آئندہ کوئی قریشی ایسی غلطی کریگا۔

مغیرہ بھڑک گیا۔ اور فحش پر اترنے لگا۔ معاویہ نے کہا۔ خبردار حسنؑ درست کہہ رہا ہے۔ اگر بات کر سکتا ہے تو اخلاق سے جواب دے۔ ورنہ خاموش رہ جا۔

بحار میں مروی ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا۔ میں آپ سے افضل ہوں۔

امام حسنؑ نے پوچھا۔ کس بات میں اے پسر ہند تو افضل ہے؟

معاویہ نے کہا۔ تمام امت مسلم نے میری حکومت پر اتفاق کر لیا ہے جب کہ تیری حکومت پر اتفاق نہیں کرتے تھے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری حکومت پر اتفاق کرنے والے کون ہیں؟

معاویہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ یہی امت مسلمہ ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ ہے تو امت مسلمہ ہی۔ لیکن میں تجھے بتاؤں تیری حکومت پر اتفاق کرنیوالوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ افراد ہیں جو دل و جان سے تیری حکومت پر راضی ہیں۔ اور اس حقیقت سے تو خود بھی اور وہ لوگ بھی واقف ہیں تیری اطاعت کر کے وہ اللہ اور رسولؐ کے نافرمان ہیں۔ اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو تجھے حکمران ماننے پر مجبور ہیں۔ ایسے افراد اللہ کے ہاں معذور ہیں۔

البتہ تو میرے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے جب کہ میں تیرے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ تیرے ساتھ مفاخرت کریں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تجھے نیکی چھو کر نہیں گئی اور شہادت قرآن کے مطابق برائی میرے قریب نہیں آسکتی۔ اللہ نے مجھے رذائل سے اس طرح دور رکھا ہے جس طرح تجھے فضائل سے دور رکھا ہے

بحار میں سفیان ثوری نے واصل ابن عطا سے واصل نے حسن ابن عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن یزید نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ

اس کی کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے کبھی محبت نہیں کر سکا اور آپ کا بغض کبھی میرے دل سے نکل نہیں سکا؟

امام حسنؑ نے فرمایا۔ قرآن میں اللہ نے ابلیس سے فرمایا ہے۔

تیری عبادت کا معاوضہ یہ ہے کہ تجھے اتنی طاقت ہو گی کہ میرے گمراہ بندوں کے مال اور اولاد میں تو شریک ہو سکے گا۔ تیرے پردادا حرب کے ساتھ شیطان شریک ہوا تیرا دادا صخر پیدا ہوا۔ اسے میرے نانا رسولؐ سے بغض تھا۔ تیرے دادا صخر کے ساتھ ابلیس شریک ہوا تو تیرا باپ پیدا ہوا وہ ہمیشہ میرے باپ سے بغض رکھتا تھا اور تیرے باپ معاویہ کے ساتھ شیطان شریک ہوا تو پیدا ہوا اس لیے تجھے ہم اہل بیتؑ سے بغض ہے۔

۳۔ ابن عباس، معاویہ اور عمرو عاص:

بحار میں عبدالمالک ابن مروان سے مروی ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ مدینہ سے کچھ بنی ہاشم بھی آئے ہوئے تھے۔ ان میں عبداللہ ابن عباس بھی تھا۔ معاویہ نے عبداللہ ابن عباس سے کہا۔ میں تجھ سے تیری چار خصوصیات کی وجہ سے محبت کرتا ہوں اس لیے میں نے آپ کے چار جرائم معاف کر دیئے ہیں۔

ابن عباس نے کہا۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

۱۔ محبت اس لیے ہے کہ تو اقربائے نبیؐ سے ہے۔

۲۔ محبت اس لیے ہے کہ تو اگرچہ دور کا سہی میرا رشتہ دار ہے۔

۳۔ محبت اس لیے ہے کہ میرا باپ تیرے باپ کا دوست تھا۔

۴۔ محبت اس لیے ہے کہ تو قریش کی بیباک زبان ہے۔

اور اس محبت کی وجہ سے تیرے جو چار جرائم میں نے معاف کر رکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایک جرم یہ ہے کہ تو جنگ صفین میں میرے مقابلہ پر آیا تھا۔

۲۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ عثمانؓ کی مخالفت کرنے والوں میں سے تو ایک تھا۔

۳۔ تیسرا جنگ جمل میں ام المومنین عائشہؓ کے مخالف لشکر میں تو شامل تھا۔

۴۔ چوتھا جرم یہ ہے کہ میں نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا ہے اور تو نے اس کی مخالفت کی ہے۔

ابن عباس نے جواب میں کہا۔ معاویہ جہاں تک تیری محبت کی چار باتیں ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کا میں تجھے جواب دوں۔ اگرچہ جو اسباب تو نے بتائے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا اہم سبب نہیں ہے۔

جب سعد آکر بیٹھ گیا۔ تو معاویہ کے ہم نشینوں نے حضرت علیؑ پر سب و شتم شروع کر دیئے۔ سعد یہ سن کر رونے لگا۔

حضرت معاویہ رضؓ نے پوچھا کیا بات ہے۔ سعد تجھے رونا کیوں آگیا۔

سعد نے کہا۔ اس وقت جس شخص پر تم لوگ سب کر رہے تھے۔ مجھے اس کی مظلومیت پر رونا آ رہا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم لوگ آغوش کفر میں کھیل رہے تھے۔ اور نبی اکرمؐ کی راہ میں کانٹے بچھا رہے تھے انہی کانٹوں میں چلتے ہوئے۔ رسول کونینؐ نے خیبر میں علیؑ کو۔ محبوب خدا اور رسولؐ اور محب خدا و رسولؐ کے لقب سے نوازا تھا۔ اور پھر جنگ تبوک میں جب علیؑ کو مدینہ میں رہنے کا فرمایا تھا تو فرمایا۔

یا علی اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔

مجالس شیخ مفید میں مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابن عباس معاویہؓ کے پاس آئے حضرت معاویہ نے کہا۔ اے ابن عباس۔ تم مجھ سے اور دیگر لوگوں سے اس لیے ناراض رہتے ہو کہ وہ امامت کا منصب تمہیں نہیں دیتے۔ جب کہ تم یہ چاہتے ہو کہ نبوت کی طرح امامت بھی تمہارے پاس ہو۔ حالانکہ نبوت اور امامت ایک خاندان میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

علاوہ ازیں امامت کے سلسلہ میں تمہاری دلیل بھی کمزور ہے۔ تمہارا استدلال یہ ہے کہ چونکہ اہلبیتؑ بنی ہاشم میں ہیں لہذا امامت بھی بنی ہاشم میں رہنا چاہیئے۔ یہ ایک اشتباہ ہے جس سے ایک تو حق پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور دوسرا عدل الٰہی کے خلاف ہے کہ نبوت و امامت ہر دو ایک ہی گھر میں رکھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امامت تمام قبائل عرب کا مشترکہ حق ہے جو عوام کی رضا اور خواہش کے شوریٰ سے طے کی جائے۔

ابن عباس نے کہا۔ معاویہ تم نے یہ بات خود چھیڑی ہے اب اگر میں جواب دوں تو تم ناراض تو نہیں ہو گے؟

حضرت معاویہ نے کہا۔ میں بالکل ناراض نہیں ہوں گا۔

ابن عباس نے کہا جہاں تک نبوت و امامت کے ایک گھر میں جمع ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے تو یہ استدلال وہ شخص کر سکتا ہے جس نے نبوت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہو تم بنی امیہ نے نبوت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا۔ فتح مکہ کے وقت بے بس ہو کر تم نے ہتھیار ڈالے تھے اور کلمہ صرف اس لیے پڑھا تھا کہ اگر کلمہ نہ پڑھتے تو یا تم قتل ہو جاتے اور یا غلام بن کر کبھی آزاد نہ ہوتے۔ وہ تمہارے ہی الفاظ ہیں جو قرآن میں تا قیامت پڑھے جاتے رہیں گے۔ کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں ہوتا۔ محمدؐ کی غربت کو تم نے فقط بہانا بنایا تھا۔ فی الواقع تمہارے دل میں۔ بنی ہاشم کے خلاف قبائلی عداوت کی آگ تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبوت اور امامت کے ایک خاندان میں جمع ہونے یا نہ ہونے کا سوال اس وقت پیدا ہوتا۔ جب اللہ جو عہدہ نبوت عطا کرتا ہے اس نے قرآن میں کہیں یہ فرمایا ہوتا کہ، دین کے دیگر تمام احکام میں نے اپنی مرضی سے دیئے ہیں۔ حتیٰ کہ نبیؐ بھی میں نے اپنی مرضی سے دیا ہے اب امام تم اپنی مرضی سے بنالو۔

تو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ اللہ نے انتخاب امام کا حق قرآن میں مخلوق کے سپرد نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی نبی اکرمؐ نے یہ فرمایا تھا کہ امام خود بنا لینا۔

اگر تجھے یاد ہو تو جب مقام غدیر خم پر نبی اکرمؐ نے مَن کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تھا تو اس وقت جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان میں تو بھی صف اول میں تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ۔ غدیر خم پر جو کچھ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ تیرے اور تیرے بڑوں کے خیال میں اپنی طرف سے فرمایا تھا یا اللہ کے حکم سے؟

حضرت معاویہ خاموش ہوگئے۔

ابن عباس نے کہا:

مجھے معلوم ہے تو اس کا کوئی جواب نہ دے گا کیونکہ تیرے نزدیک محمدؐ نبی بھی نہ تھا۔

جہاں تک تیرے اس استدلال کا تعلق ہے کہ نبوت و امامت ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں تو یہ بھی تیرا اپنا نہیں ہے تجھے جبی وراثت سے یہ ملا ہے۔ اور اس پر میں ان لوگوں سے کافی گفتگو کر چکا ہوں۔ یہ استدلال صرف علیؑ کے خلاف دوسرے قبائل عرب کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر گھڑا گیا۔ ورنہ تم نے کیا دوسرے قبائل عرب کو امامت میں شریک کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس استدلال کا سہارا لے کر تم نے ہی صریح نصوص امامت حضرت علیؑ کو ہضم کرلیا ہے۔ تمہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ قرآن کی مخالفت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

حضرت معاویہ نے کہا قرآن کی مخالفت کیسے ہوئی ہے۔

ابن عباس نے کہا۔ ارشاد قدرت ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و ملکا عظیما۔ کیا یہ لوگ۔ ان لوگوں سے ہماری نوازشات پر حسد کرتے ہیں جن سے ہم نے انہیں نوازا ہے۔ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب بھی دی ہے۔ حکمت بھی دی ہے۔ اور ملک عظیم بھی دیا ہے۔

کتاب سے مراد نبوت ہے۔ حکمت سے مراد اتباع سنت ہے اور ملک سے مراد امامت ہے۔

اور ہم آل ابراہیمؑ ہیں۔ لہٰذا نبوت۔ سنت اور امامت آل ابراہیمؑ کے ایک ہی گروہ میں رہیں گے۔

یہ اشتباہات تم لوگوں نے پیدا کئے ہیں کیونکہ علیؑ نے تیرے بھائی تیرے دادا۔ تیرے ماموں اور تیرے چچا کو قتل کیا ہے۔ فی الواقع تیری فکر میں انتقام کی یہ آگ ہے جو ہر وقت بھڑکتی رہی ہے۔ حالانکہ تجھے ان ارواح پر آنسو نہیں بہانا چاہیئے تھا جو جہنم کی آگ میں معذب ہیں۔

تمہیں ان خونوں کا انتقام نہیں لینا چاہیئے تھا جو شرک کے تحفظ میں قربان ہوئے۔

اگر تم نے اسلام کو دل سے قبول کیا ہوتا تو اپنے دل سے وہ قتل ختم کر دیئے ہوتے جو کفر کی بدولت جائز تھے۔

جن مقتولین کا خون اسلام کی تلوار سے ہوا ہے ان کا بدلہ نہیں ہوتا لیکن تم لینا چاہتے ہو۔

ہمارے نزدیک حصول اقتدار امامت نہیں ہے۔ یہ الٰہی عہدہ ہے۔ آئمۂ اہلبیتؑ منصب الٰہی پر فائز ہو کر تیرے جیسے افراد کے سامنے محروم اقتدار رہ سکتے ہیں۔

یہی وہ اشتباہ ہے جو تم لوگوں کو ہوا ہے تم نے اقتدار کو امامت سمجھ لیا ہے۔ جب تم نے اقتدار پر قبضہ کر لیا تو تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم امام بن گئے ہیں۔ جب کہ امام امت کے لیے اوصاف امامت کا ہونا ضروری ہے۔ جو تم میں نہیں ہیں اسی لیے تم نے امامت اور علم کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے۔ امام کوئی ہوتا ہے فتویٰ کوئی دیتا ہے۔ حالانکہ منصوص من اللہ امام اگر صاحب اقتدار ہو تو حکمران بھی خود ہوتا ہے اور مفتی بھی خود ہوتا ہے

اختصاص شیخ مفید میں عبداللہ ابن یزید غسانی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کوفہ اور بصرہ سے شیعیان حضرت علیؑ کا ایک وفد معاویہؓ کے پاس آیا۔ کوفہ میں سے حاتم طائی کا بیٹا عدی اور بصرہ سے احنف ابن قیس اور صعصعہ ابن صوحان تھا۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا۔ ان لوگوں کا خیال رکھنا یہ شیعیان علیؑ ہیں۔ جنگ جمل وصفین میں تیرے خلاف لڑ چکے ہیں۔ معاویہ نے انہیں خصوصی ملاقات کے لیے بلایا۔ اور کہا۔

خوش آمدید۔ تم لوگ ایک مقدس سرزمین پر آئے ہو جو انبیاءؑ و رسل کی زمین ہے جو سرزمین حشر و نشر ہے۔

صعصعہ ابن صوحان نے کہا۔ شاید تجھے معلوم نہیں کہ کوئی زمین اپنے باسیوں کو مقدس نہیں کرتی بلکہ اعمال صالحہ ہی مقدس بناتے ہیں۔

جہاں سرزمین شام کے لیے یہ فخر ہے کہ یہ سرزمین انبیاءؑ و رسل ہے تو وہاں سرزمین شام کی پیشانی پر یہ داغ بھی ہے کہ اس میں منافقین، مشرکین، جابر حکمرانوں اور فرعونوں کی تعداد انبیاءؑ و رسل سے زیادہ رہی ہے۔ جہاں تک سرزمین حشر و نشر کا تعلق ہے تو یہ درست ہے لیکن تجھے یقین رکھنا چاہیئے کہ کسی

مومن کو اس کا میدان حشرونشر سے دور ہونا نقصان نہیں دے گا اور کسی کافر و منافق کو سرزمین حشرونشر کا قرب فائدہ نہیں دے گا

حضرت معاویہ نے کہا۔ اگر کرہ ارض کے تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوئے تو تمام دانشمند اور ہدایت یافتہ ہوتے صعصعہ نے کہا۔ تو غلط سمجھا ہے۔ ابوسفیان سے زیادہ مقدس۔ لائق اور محترم آدمؑ تھے اور یہ سب ان کی اولاد ہے۔ اگر ایک معصوم کی تمام اولاد دانشمند اور ہدایت یافتہ نہ رہ سکی تو تیرے ماں باپ کی اولاد کب دانشمند اور ہدایت یافتہ ہو سکتی تھی۔

یہ جواب سن کر معاویہؓ کھسیاتا ہو کر خاموش ہو گئے۔

معاویہ اور اہل مدینہ:

احتجاج میں سلیم ابن قیس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اپنے دور اقتدار میں معاویہ مدینہ آئے۔ اہل مدینہ سے غرباء اور نادار معاویہ کے استقبال کو آئے۔ معاویہؓ نے جب استقبال کرنے والوں کو دیکھا تو اسے ان میں قریش سے ایک فرد بھی نظر نہ آیا۔ اور نہ ہی انصار میں سے کوئی شخص استقبال میں موجود تھا۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا:

مجھے انصار میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا کیا بات ہے؟

کسی نے جواب دیا۔ بیچارے انصار آجکل ناداری میں مبتلا ہیں ان کے پاس کوئی سواری ہی نہ تھی۔

حضرت معاویہ نے کہا۔ ان کے پاس پانی بھر کر لانے والے اونٹ تو ہوں گے۔

سید الانصار قیس ابن سعد ابن عبادہ نے کہا۔ پانی لانے والی اونٹنیاں تو بدر سے لے کر فتح مکہ تک کے اس عرصہ میں کام آ گئی تھیں جب انصار تمہارے اور تمہارے باپ کے خلاف مصروف جہاد ہوا کرتے تھے حتیٰ کہ اسلام غالب آ گیا۔ تم مغلوب ہو گئے۔ اور مجبور ہو کر تم اور تمہارے باپ نے کلمہ پڑھ کر اپنی جان بچائی تھی۔

اس جواب کے بعد معاویہؓ کے پاس بولنے کو کچھ نہ رہا تھا۔ وہ تو خاموش ہو گئے لیکن قیس ابن سعد نے کہا۔

معاویہؓ تمہارا اقتدار ہمارے لیے حیرت انگیز نہیں کیونکہ نبی کونینؐ ہمیں بتا چکے تھے کہ اسلام اور امت مسلمہ کی بد نصیبی کا دور شباب تیری حکومت سے شروع ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ہمیں کچھ ہدایات بھی دی تھیں۔

حضرت معاویہ نے پوچھا۔ وہ کون سی ہدایات تھیں؟

قیس نے کہا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں تا دم مرگ صبر سے کام لینا۔

معاویہ نے کہا۔ انہوں نے تمہیں اچھا سبق دیا تھا۔ لہٰذا اب تم ان سے ملاقات تک صبر ہی کرو۔

پھر معاویہؓ نے مدینہ میں ایک چکر لگایا۔ ایک جگہ چند قریشی اکٹھے بیٹھے تھے۔ جب معاویہؓ ان کے پاس گئے تو ابن عباس کے سوا تمام اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت معاویہؓ نے ابن عباس سے کہا۔ دوسروں کی طرح تو میری خاطر کیوں نہیں اٹھا۔ اگر تو نہ بھی بتائے تو مجھے معلوم ہے۔ کہ تجھے صفین میں پہلے جنگ اور بعد میں میری چال پر تمہارے دل تا حال کڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ اے ابن عباس تمہیں اس کا غم نہیں ہونا چاہیئے تھا کیونکہ عثمانؓ میرا چچا زاد تھے اور مظلوم قتل ہوئے تھے۔

ابن عباس نے کہا۔

اگر یہ بات تھی تو پھر قتل تو عمرؓ ابن خطاب بھی بیگناہ ہوئے تھے۔ اس وقت تم کیوں خاموش رہے تھے۔

حضرت معاویہؓ نے کہا۔ عمرؓ کا قاتل کافر تھا۔

ابن عباس نے کہا۔ عثمانؓ کے قاتل کون تھے؟

حضرت معاویہؓ نے کہا۔

وہ مسلمان تھے

ابن عباس نے کہا۔ کیا تم اس بات کا اقرار کر رہے ہو کہ تم اسلام کو قبول نہیں کرتے؟

معاویہ نے کہا۔ میں نے تو اس ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔

ابن عباس نے کہا۔ جب عمرؓ کا قاتل کافر تھا تو تم نے قتل عمرؓ کا قصاص کفار سے تو نہیں لیا اور نہ ہی عثمانؓ نے اس مقدمہ کو چھیڑا تھا۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ کفار کے لیے تمہارے دل میں نرم گوشہ موجود ہے۔ تم لوگوں نے کفار کو اپنا عظیم خون معاف کر دیا ہے۔ جب کہ عثمانؓ کے قاتلوں کو تم خود مسلمان کہہ رہے ہو۔ اور ان سے انتقام کی بات بھی خود کر رہے ہو۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے لیے تمہارے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ عثمانؓ کے مسلمان قاتلوں سے تم نے انتقام لیا ہے اور شاید اسی قتل کو بہانہ بنا کر تم اور بھی مسلمانوں کو قتل کرتے رہو گے۔

حضرت معاویہ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور بات کا رخ موڑ کر کہا۔ ابن عباس میں تجھے بتا دوں کہ میں نے اپنی تمام مملکت میں احکام جاری کر دیئے ہیں کہ کوئی راوی اور کوئی محدث ایسی کوئی حدیث نقل نہ کرے جس میں فضائل علیؑ یا فضائل اہلبیت علیؑ ہوں اور میں تجھے براہ راست متنبہ کرتا ہوں کہ تو بھی ایسی احادیث کی روایت سے گریز کرنا اور زبان بند رکھنا۔

ابن عباس نے کہا۔ کیا تم مسلمانوں کو تلاوت قرآن سے روک رہے ہو؟

معاویہؓ نے کہا نہیں میں تلاوت قرآن پر پابندی نہیں لگا رہا۔

ابن عباس نے کہا۔ کیا تم تاویل قرآن سے منع کر رہے ہو؟

معاویہ نے کہا - ہاں تاویل قرآن کی اجازت نہیں دوں گا۔

ابن عباس نے کہا۔ گویا امت مسلمہ کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے لیکن معنی سمجھنے کی اجازت نہیں اب تم خود ہی بتاؤ کہ تلاوت قرآن پاک زیادہ اہم ہے یا قرآن پر عمل زیادہ ضروری ہے؟

حضرت معاویہ نے کہا - قرآن پر عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔

ابن عباس نے کہا۔ پھر خود ہی بتاؤ اس تلاوت کا کیا فائدہ جس کا ہمیں معنی ہی معلوم نہ ہو؟

حضرت معاویہ نے کہا۔

تجھے ایسے مل جائیں گے جو قرآن کا ایسا معنی بتائیں گے جو تیرے اور اہلبیتؑ نبیؐ کے معنی کے علاوہ ہوگا۔

ابن عباس نے کہا سبحان اللہ۔ قرآن نازل اہلبیت نبیؐ کے گھر ہوا ہے اور اس کا معنی پوچھنے میں اہلبیتؑ ابوسفیان کے پاس جاؤں۔ بھلا یہ بتاؤ کہ کیا تم ہمیں قرآن میں بتائے گئے حلال و حرام پر عمل سے روک سکتے ہو؟

حضرت معاویہ نے کہا۔ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔

ابن عباس نے کہا اگر امت حلال و حرام کی تعیین کسی سے نہ پوچھ سکے تو وہ حرام سے کیسے بچ سکے گی اور حلال پر عمل کیسے کر سکے گی؟

حضرت معاویہ نے کہا۔ ابن عباس سیدھی سی بات ہے قرآن پڑھو۔ اس کے معانی بھی کرو لیکن معانی قرآن میں ایسی احادیث بیان نہ کرو جو علیؑ اور اہلبیت علیؑ کے حق میں ہوں۔

ابن عباس نے کہا۔ کوشش کر کے دیکھ لو ویسے تمہیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ پہلے فرما چکا ہے

یریدون لیطفؤا نور اللہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

یہ لوگ نور خدا کو پھونکوں سے بجھانا چاہیں گے لیکن اللہ نے کفار کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنے نور کو مکمل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

حضرت معاویہ نے کہا ابن عباس اپنی جان پر ترس کھا۔ اپنی زبان کو روک کر رکھ اگر تو مجبور بھی ہو جائے تو اپنے معلومات کو اپنی ذات تک محدود رکھ۔ کوئی دوسرا تیری بات نہ سنے۔ تیرے حق میں بہتر ہوگا۔

معاویہ یہ واپس آئے۔ اور معاویہ کی طرف سے منادی نے اعلان کیا۔

جاز قتل کل من روی حدیثہ فیہ فضائل علی و اھل بیتہ

حکومت اسلامی کے لیے ہر اس راوی اور محدث کا قتل جائز ہوگا جو ایسی حدیث روایت کرے گا جس میں علیؑ اور اہلبیت علیؑ کے فضائل ہوں گے۔

چونکہ مدینہ کے علاوہ پوری اسلامی مملکت میں یہ منادی پہلے کرائی جا چکی تھی اس لیے اس اعلان کے سب سے زیادہ اثرات اہل کوفہ پر پڑے۔ کوفہ شیعیان علیؑ کا گڑھ تھا۔ معاویہ نے کوفہ اور بصرہ کا گورنر زیاد کو مقرر کر دیا۔ چنانچہ زیاد نے خاموشی سے پہلے شیعیان علیؑ کی فہرست مرتب کی بعد میں مظالم شروع کر دیئے۔

زیاد نے بعض شیعوں کو شہید کیا۔

بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔

بعض کو کھجور کے درختوں پر سولی چڑھایا۔

بعض کی آنکھیں پھوڑیں۔

کچھ لوگ خوف سے روپوش ہو گئے۔

کچھ شہروں کو چھوڑ کر صحراؤں میں نکل گئے۔

حتیٰ کہ پوری اسلامی مملکت میں کوئی بھی شیعہ علیؑ علی الاعلان نہ رہا۔ اس کے بعد معاویہؓ نے اپنے تمام گورنروں کو دوسرا حکم بھیجا۔ جس میں حسب ذیل احکام دیئے۔

ا۔ کسی ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے جو شیعہ علیؑ رہا ہو۔

ب۔ ایسے افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے جو خلفائے ثلاثہ کے شیعہ ہوں۔

ج۔ ایسے افراد کی عزت کی جائے جو خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں احادیث روایت کریں۔

د۔ ایسے افراد کے نام اس کے باپ نام اور اس کے قبیلہ کا نام درج رجسٹر کیا جائے جو خلفائے ثلاثہ کے مناقب نقل کرے۔ اور اسے نقد انعام سے نوازا جائے۔

جب خلفائے ثلاثہ کے حق میں احادیث بکثرت ہو گئیں تو پھر معاویہؓ نے تیسرا حکم جاری کیا۔

اب فضائل خلفائے ثلاثہ وافر مقدار میں ہو چکے ہیں اس لیے اس سلسلہ کو ختم کیا جائے اور آئندہ معاویہؓ اور اہلبیت معاویہ کی شان میں احادیث روایت کی جائیں اور ایسے راویوں کو نقد انعام کے علاوہ بھی ہر قسم کی سہولیات میسر کی جائیں۔ ان احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ معلمین مدارس میں اور مولوی مساجد میں بچوں کو ایسی احادیث اسبقاً پڑھانے لگے۔

ایک مرتبہ زیاد نے معاویہؓ کو لکھا کہ حضرمی علیؑ کا مسلک چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

معاویہؓ نے جواب لکھا۔ جو بھی مسلک علیؑ نہ چھوڑے اسے قتل کر دے۔

زیاد نے تعمیل حکم میں حضرمیوں کو قتل کیا۔ ان کی زبانیں کاٹیں۔ سولی چڑھایا۔ مُثلہ کیا۔

پھر معاویہ نے چوتھا حکمنامہ جاری کیا۔ جس شخص کے خلاف شہادت مل جائے کہ یہ علیؑ اور اہلبیت علیؑ

کا محب ہے اسے اس جرم میں قتل کردو۔ معاویہ نے پانچواں حکم جاری کیا۔ کہ جو لوگ پہلے شیعیان علیؑ تھے اور اب چھوڑ چکے ہیں انہیں بھی سابقہ محبت علیؑ کے جرم میں قتل کردو۔

حضرت معاویہ نے چھٹا حکم جاری کیا کہ جو لوگ صرف محبت علیؑ میں متہم ہیں انہیں بھی قتل کردو۔

وہ ایسا زمانہ تھا کہ کفار و مشرکین کا احترام کیا جاتا تھا۔ لیکن شیعیان علیؑ کو قتل کردیا جاتا تھا اب ایسے دور کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس میں شیعیان علیؑ کی کیا حالت ہوگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں حق باطل بن گیا تھا اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد تو یہ سلسلہ اور بھی بڑھ گیا، پوری مملکت اسلامیہ میں کسی شیعہ کو تلاش کر لینا ناممکن تھا۔ موت معاویہ سے دو برس قبل امام حسینؑ۔ عبداللہ ابن جعفر اور عبداللہ ابن عباس حج کو روانہ ہوئے۔ انہوں نے مدینہ میں موجود صحابہ اور تابعین کو دعوت حج دی، کہ کم و بیش ہزار افراد کو لے کر مکہ آئے۔ ایام حج میں آپ نے تمام کو مقام منیٰ پر جمع کیا اور فرمایا:

دیکھو یہ اللہ کا حرم ہے۔ آپ لوگ احرام حج میں ہیں۔ میں آپ سے چند باتیں پوچھتا ہوں اگر میں درست کہوں تو میری تصدیق کرنا۔ اگر غلط کہوں تو صاف انکار کر دینا۔ تم سب کو معلوم ہے کہ اس حکومت نے شیعیان آل محمدؐ اور آل محمدؐ سے جو سلوک کیا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ اس کے پیش نظر کیا تم نے میرے نانا اور ان کے صحابہ سے یہ احادیث سنی ہیں۔ سب نے عرض کیا سنی ہیں۔

آپ نے فرمایا: میرے ساتھ اس خانہ خدا میں بحالت احرام عہد کرو کہ جو کچھ تم نے نبیؐ کو نینؑ سے علیؑ اور اہلبیت علیؑ کے متعلق سنا ہے وہ سب ایسے افراد کو سناؤ گے جن پر تمہیں اعتماد ہو۔



★

شہادت امام حسنؑ

۱۔ عمر امام حسنؑ:

الاستیعاب کے مطابق۔ آپ کی شہادت ۴۹ھ میں بعمر چھیالیس برس ہوئی۔

جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر دیا تھا۔ یہ جعدہ ابوبکر کی سگی بھانجی تھی۔ معاویہ نے اس کے پاس زہر بھیجا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم اور یزید سے شادی کا لالچ بھی دیا تھا جب جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر دیدیا تو معاویہ نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

کشف الغمہ کے مطابق امام حسنؑ نے۔

سات برس سرور انبیاءؐ کی گود میں گزارے۔

آنحضورؐ کی شہادت کے بعد انتیس برس حضرت علیؑ کے ساتھ گزارے۔ اور

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد نو برس اور چند ماہ گزارے۔

۲۔ زہر کہاں سے آیا تھا:

احتجاج سالم ابن ابی جعد سے مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کی زیارت کو مدینہ آیا۔ میں آپ کے پاس بیٹھا تھا آپ باتیں کر رہے تھے کہ یکایک آپ کو قے ہوئی۔ آپ نے طشت کا حکم دیا۔ پردہ کے پیچھے سے طشت سامنے آیا۔ میں نے دیکھا اس میں بمقدار وافر خون تھا۔

میں نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ خیریت تو ہے؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟

آپ نے فرمایا:

ہاں اس حاکم وقت نے زہر بھجوایا ہے جو براہ راست جگر پر پڑا ہے اور اب جگر کٹ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کوئی علاج نہیں کر رہے؟

آپ نے فرمایا:

قبل ازیں دو مرتبہ مجھے زہر دیا گیا ہے۔ وہ قابل علاج تھا لیکن ابکی بار جو زہر ملا ہے یہ ناقابل علاج ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے شاہ روم کو خط لکھا تھا اور اس سے زہر منگوایا تھا۔

جواب میں شاہ روم نے یہ کہہ کر معذرت کی تھی کہ ہمارے مذہب میں نہ کسی کو قتل کرنا جائز ہے اور نہ کسی کے قتل میں تعاون جائز ہے۔

حضرت معاویہ نے دوبارہ اسے خط لکھا کہ میں اس شخص کے بیٹے کے لیے زہر مانگ رہا ہوں جس نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ اگر مجھے زہر نہ دیا گیا تو تم روم میں امن سے نہیں بیٹھ سکتے ہو سکتا ہے کسی دن اقتدار میرے پاس نہ رہے۔

اس خط کے علاوہ معاویہ نے اسے بیشمار تحائف بھی بھیجے

چنانچہ شاہ روم نے یہ زہر بھیجا ہے جو لاعلاج ہے۔

بحار میں ابن ابوامیہ سے منقول ہے کہ میں امام حسنؑ کے پاس آیا مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ آپ بیمار ہیں جب میں عیادت کو آیا تو آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بصورت قئے باہر آرہا تھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے پردہ کے عقب سے طشت سامنے آتا تھا۔ آپ اس میں قئے کرتے تھے۔

بحار ہی میں منقول ہے کہ جب اثر زہر پورے جسم میں پھیل گیا تو آپ کے جسم کا رنگ سبز ہو گیا امام حسینؑ نے پوچھا یہ رنگ سبز کیوں ہو رہا ہے؟

آپ نے جواب دیا بھیا! ہمارے نانا کی وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو انہوں نے سنائی تھی کہ شب معراج میں جب جنت کی سیر کے لیے گیا تو میں نے وہاں دو محل دیکھے ایک سبز رنگ تھا اور دوسرا سرخ رنگ کا میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا کہ حسنؑ زہر سے شہید ہوگا اس کا جسم اثر زہر سے دم آخر سبز ہو جائے گا اس لیے اللہ نے حسنؑ کیلئے سبز رنگ محل بنایا ہے اور سرخ رنگ محل حسینؑ کا ہے چونکہ حسینؑ تلوار سے شہید ہوگا اس لیے اللہ نے حسینؑ کے لیے سرخ رنگ کا انتخاب کیا ہے۔

اس کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے لگے اور کافی دیر تک روتے رہے۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق زیاد مخارقی سے مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کی عیادت کو گیا۔ میں نے دیکھا آپ کا جگر ٹکڑوں کی صورت طشت میں رکھا تھا۔ امام حسینؑ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا:

بھیا جس نے مجھے زہر دیا ہے اس سے ہرگز متعرض نہ ہونا۔ اللہ میرا انتقام اچھا لے گا میری پرواز روح کے بعد۔ میری آنکھوں پر ہاتھ خود رکھنا۔ مجھے غسل خود دینا۔ کفن بھی خود ہی دینا۔ مجھے اٹھا کر روضۂ رسولؐ پر لے جانا تاکہ میں ان کے مزار سے تجدید عہد کر لوں۔ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر روضہ پر صرف

لے جائیں بھی رکاوٹ ڈالی جائے تو کسی سے کچھ نہ کہنا۔ میرے جنازہ پر تیر اندازی ہو گی۔ اسے نظر انداز کر دینا کسی سے مت الجھنا واپس لا کر جنت البقیع میں ماں فاطمہؑ اور دادی بنت اسد کے جوار میں دفن کر دینا۔

امالی شیخ مفید کے مطابق پھر آپ نے وصیت کی:

هذا ما اوصی به حسنؑ ابن علیؑ الی اخیه حسینؑ ابن علیؑ اوصی انه نشهد ان لا اله الله وحده لاشریك له و انه یعبده حق عبادته لاشریك له فی الملك ولا ولی له من الذل انه خلق كل شئ فقدره تقدیراً او انه اولی من عبد و احق من حمد من اطاعه رشد ومن عصاه غوی ومن تاب الیه اهتدی وانی اوصیك یا حسینؑ بمن خلفت من اهلی وولدی واهلبیتك ان تصفح عن مسیئهم وتقبل من محسنهم وتكون لهم خلفاء ووالداً واوصیك ان تدفنی فی الحدی رسول الله فتختصم الیه وتخبره بما كان من الناس الینا بعده۔

یہ حسنؑ ابن علیؑ کی طرف سے حسینؑ ابن علیؑ کو وصیت ہے۔ میری وصیت ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ معبود لاشریک ہے۔ نہ تو کوئی اس کی حکومت میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مقابل ہے۔ اس نے کائنات کو پیدا کیا ہے اور اسی نے اس کی ایک حد رکھی ہے۔ ہر معبود سے وہ اولیٰ اور ہر محمود سے زیادہ مستحق مدح ہے اس کا مطیعؑ ہدایت یافتہ ہوتا ہے اس کا نافرمان گمراہ ہوتا ہے۔ اس کی طرف رجوع کرنے والا راہ حق کا سالک ہوتا ہے۔ اے حسینؑ! میں تجھے اپنے پسماندگان اور تیرے اہلبیتؑ کے لیے وصیت کرتا ہوں کہ ان کے لغزش کرنے والوں کو معاف کرنا اور محسن کو مقرب بنانا۔ ان کے لیے میرا نائب اور والدین کی طرح رہنا۔ میری وصیت ہے کہ مجھے روضہ رسولؐ میں لے جانا تاکہ میں تجدید عہد کر لوں۔ اگر کوئی عورت رکاوٹ پیدا کرے تو تجھے قسم بخدا! خون ریزی نہ کرنا۔

حتیٰ کہ ہم اپنے نبیؐ نانا سے ملاقات کریں گے اور انہیں وہ تمام حالات بتائیں گے جو لوگوں نے ان کے بعد ہم سے کیے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ تغسیل و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ کو لے کر روضہ رسولؐ کی طرف روانہ ہوئے۔

ادھر مروان نے جب دیکھا تو ام المومنین عائشہؓ کے پاس دوڑا آیا اور کہنے لگا۔

اے ام المومنین حسینؑ اپنے حسنؑ بھائی کو روضہ رسولؐ میں دفن کرنا چاہتا ہے اگر حسنؑ یہاں دفن ہو گیا تو روضہ رسولؐ میں مدفون شیخینؓ کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔

ام المومنین نے کہا۔ پھر میں کیا کروں؟

مروان نے کہا۔ آپ جائیں اور انہیں روکیں۔

ام المومنین عائشہ نے کہا انہیں گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے۔ اب میں کیسے جا سکتی ہوں؟

مروان اسی خچر پر سوار تھا جو اس نے ایک عرب کے ذریعہ امام حسنؑ ہی سے حاصل کیا تھا۔ خچر سے اترا اور کہا کہ آپ اس خچر پر سوار ہو جائیں میں پیدل آ جاؤں گا۔ عبداللہ ابن عباس کے بقول اسلام میں خچر پر سوار ہونے والی پہلی خاتون ام المومنین عائشہؓ ہیں۔ یہ سوار ہوئیں اور لوگوں کو جمع کرتی ہوئی روضۂ رسولؐ پر آئیں۔

ایک طرف جنازہ امام حسنؑ پہنچا دوسری ام المومنین عائشہؓ مزار رسولؐ سے دور پہنچ گئیں اور کہا۔ اگر حسنؑ کو روضۂ رسولؐ میں دفن کر دیا گیا تو میں اپنے بال نوچ ڈالوں گی۔

مروان جو پہلے سے وہاں کچھ آدمی بھیج چکا تھا۔ وہ اشارہ کے منتظر تھے اشارہ ملتے ہی انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ عبداللہ ابن عباس آگے بڑھے اور ام المومنین عائشہؓ سے کہا۔

ایسے ہی جنازہ پر تیر اندازی شروع کرا دی ہے کم از کم پہلے پوچھ تو لیا ہوتا کہ ہم دفن کرنے بھی لگے ہیں یا نہیں؟ حیرت ہے کبھی اونٹ پر سواری اور کبھی خچر پر۔ جس چیز سے آپ کو خطرہ تھا وہ خطرہ ٹل گیا ہے جو آپ چاہتی تھیں وہ ہو چکا ہے۔ اللہ اہلبیتؑ کا محافظ ہے۔ آپ گھر تشریف لے جائیں۔ اہلبیتؑ ما کان و ما یکون سے واقف ہوتے ہیں حسنؑ کو سب کچھ معلوم تھا۔ اس لیے انہوں نے وصیت کر دی تھی کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنا۔ ہم صرف تبرکاً وصیت کے مطابق طواف مزار رسولؐ کرانے آئے تھے۔

پھر مروان کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ ہم وصیت حسنؑ کے مطابق اسے دفن اس کی ماں اور دادی کے پہلو میں جنت البقیع ہی میں کریں گے۔ یہاں صرف تجدید عہد کے لیے لائے تھے تو بی بی کو اور فوج کو واپس لے جا بہت ہو چکی ہے۔ اگر وصیت نہ ہوتی تو پھر دیکھتے کہ کون دفن کرنے سے روکتا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا:

اے حرم رسولؐ! آپ کو یہ زیب نہیں دیتا تھا۔ اگر آپ عیادت کے لیے بھی آ جائیں تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ ہم بارادۂ دفن یہاں نہیں آئے ہیں۔ آپ کے پڑوس میں چالیس دن زہر سے فرزند رسولؐ صاحب فراش رہے۔ ہمیں اگر وصیت نہ ہوتی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کرنا تو پھر ہم دیکھ لیتے کہ آپ کی فوج کیسے روکتی ہے۔

تسلیتہ المجالس کے مطابق چونکہ تمام جسم تیروں میں چھپ گیا تھا۔ اور کفن پھٹ گیا تھا اس لیے ایک

مرتبہ جنازہ کو پھر گھر لایا گیا۔ ستر تیر جنازہ سے نکالے گئے۔

دوبارہ جنازہ گھر سے اٹھا اور جنت البقیع میں لاکر بنت رسولؐ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

ازواج امام حسنؑ:

ان حکام نے جس طرح آل محمدؐ کو قدم قدم پر تکلیفیں دی ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے اپنی طرف سے آل محمدؐ کی کردار کشی میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کے مورخین نے ان کی عیاشیوں کو آل محمدؐ سے منسوب کیا اور اس کا سب سے زیادہ نشانہ امام حسنؑ ہی بنے ان مورخین نے امام حسنؑ کا تعارف انتہائی گندے الفاظ سے کرایا ہے وجہ واضح ہے کہ آل محمدؐ پر الزام تراشیوں پر نقد انعام ملا کرتے تھے۔

اسی کردار کشی کے ذیل میں یہ بتایا گیا کہ امام حسنؑ کثرت ازدواج کے مریض تھے۔ پھر روایت کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ایسے شخص کو لوگ رشتہ دیتے کیوں تھے؟ اور عورتیں ایسے شخص کو قبول کیوں کرتی تھیں جب والدین کو یقین ہو کہ ہم ایسے شخص کو داماد بنا رہے ہیں جو دو دن بعد ہماری بچی کو طلاق دے دیگا۔ بھلا وہ کس خوشی میں داماد بناتے تھے۔

اور جب لڑکیوں کو معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں دو تین دن بعد طلاق مل جائے گی تو وہ یہ رشتہ کیوں قبول کرتی تھیں اس پروپیگنڈہ کی قلعی اس بات سے بھی کھل جاتی ہے کہ امام حسنؑ کی کثرت ازدواج کا ذکر تو انہوں نے کیا ہے لیکن آج تک وہ ان بدنصیب عورتوں کے نام۔ ان کے آباء کے نام۔ اور ان کے قبائل تک نہ بتا سکے۔

آپ کی کثرت ازدواج کے غلط پروپیگنڈہ کی حقیقت آپ کی اولاد سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

ازواج:

۱۔ ام بشر بنت ابو مسعود عقبہ۔

۲۔ خولہ بنت منظور۔

۳۔ ام ولد کنیز۔

۴۔ ام ولد کنیز۔

۵۔ ام اسحاق بنت طلحہ۔

۶۔ جعدہ بنت اشعث۔

کل تعداد چھ ہے۔ ان میں سے دو ام ولد کنیزیں ہیں۔ اور چار ازواج ہیں۔ علاوہ ازیں خود امویں

مورخین بھی ازواج امام حسنؑ کے نام نہیں بتا سکے۔

اولادِ امام حسنؑ:

آپ کے کل آٹھ فرزند اور تین لڑکیاں تھیں۔

فرزند:

۱۔ زید ابن حسنؑ
۲۔ حسن مثنیٰ ابن حسنؑ

مورخین کے مطابق اولاد امام حسنؑ کا سلسلہ صرف انہی دو شہزادوں سے آگے بڑھا آپ کے دیگر تمام فرزند میدان کربلا میں شہید ہو گئے یا بچ رہے تو بے اولاد تھے۔

۳۔ عمرو ابن حسنؑ۔
۴۔ عبداللہ ابن حسنؑ۔
۵۔ قاسم ابن حسنؑ۔
۶۔ عبدالرحمن ابن حسنؑ۔
۷۔ حسین اثرم ابن حسنؑ۔
۸۔ طلحہ ابن حسنؑ۔

دختران امام حسنؑ:

۱۔ ام الحسن رقیہ بنت حسنؑ۔
۲۔ ام الحسین فاطمہ کبریٰ بنت حسنؑ
۳۔ ام سلمہ فاطمہ صغریٰ بنت حسنؑ

ماؤں کے لحاظ سے تفصیل اولاد:

۱۔ ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ ابن عمرو ابن تغلبہ خزرجی ؓ۔

۱۔ زید ابن حسنؑ۔
۲۔ ام الحسن رقیہ بنت حسنؑ۔
۳۔ ام الحسین فاطمہ کبریٰ بنت حسنؑ۔

۲۔ خولہ بنت منظور فرازی:

حسنؑ مثنیٰ ابن حسنؑ۔

۳۔ اُمِ ولد کنیز:

۱۔ عمرو ابن حسنؑ۔
۲۔ قاسم ابن حسنؑ
۳۔ عبد اللہ ابن حسنؑ

۴۔ اُمِ ولد کنیز:

عبدالرحمٰن ابن حسنؑ

۵۔ اُمِ اسحاق بنت طلحہ ابن عبیداللہ تمیمی:

۱۔ حسینؑ اثرم ابن حسنؑ
۲۔ طلحہ ابن حسنؑ
۳۔ ام سلمہ فاطمہ صغریٰ بنت حسنؑ۔

جعدہ بنت اشعث ابوبکر کی سگی بھانجی بے اولاد ہی رہی۔

